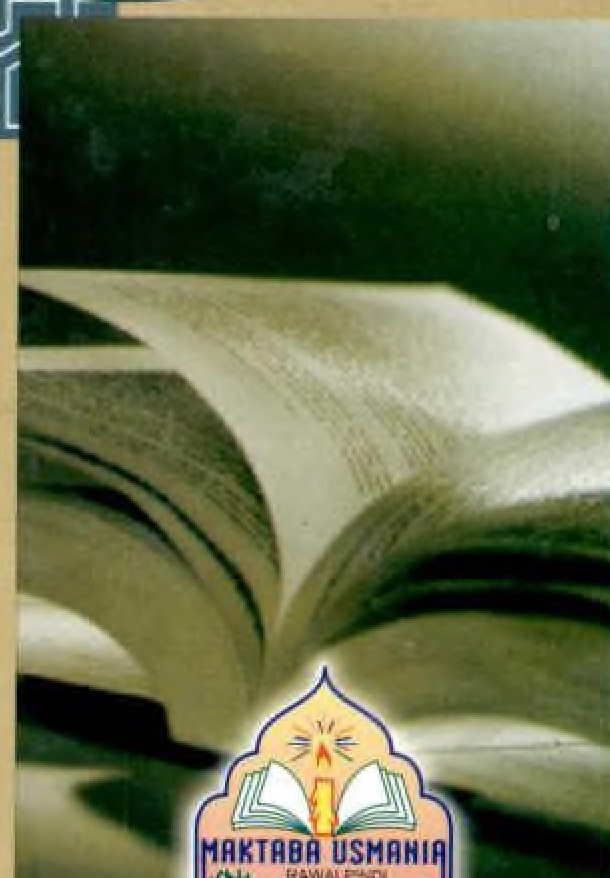
اولاد کی تربیت کیسے کریں؟

اس کتاب میں قرآن وحدیث اور اکابر علماء کرام کے بیانات کی روشنی میں والدین کی رہنمائی کی گئی ہے کہ وہ اپنی اولاد کی کس طرح تربیت کریں کہ اولاد نیک صالح بن جائے اور اللہ تعالیٰ، رسول اکرمؐ اور والدین کی فرمانبردار بن جائے



تالیف

مفتی محمد طلحہ نظامی

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

ناشر

مکتبہ عثمانیہ

راولپنڈی

MAKTABA USMANIA
RAWALPINDI

اولاد کی تربیت

کیسے کریں؟

مرتب

مفتی محمد طلحہ نظامی

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

مکتبہ عثمانیہ راولپنڈی

اقبال مارکیٹ اقبال روڈ کمیٹی چوک راولپنڈی

0333-5141413

کتاب : اولاد کی تربیت کیسے کریں؟

مؤلف : مفتی محمد طلحہ نظامی (فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی)

ناشر : مکتبہ عثمانیہ ...... اقبال مارکیٹ، اقبال روڈ کمیٹی چوک راولپنڈی

ہماری مطبوعات ملنے کے پتے :

اسلام آباد	مکتبہ طیبہ	جامع مسجد الرحمن بلیو ایریا اسلام آباد
	مکتبہ فریدیہ	ای سیون اسلام آباد
راولپنڈی	اسلامی کتاب گھر	خیابان سرسید راولپنڈی
	کتب خانہ رشیدیہ	راجہ بازار راولپنڈی
لاهور	اسلامی کتب خانہ	فضل الٰہی مارکیٹ چوک اردو بازار لاہور
	مکتبہ سید احمد شہید	الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور
	عمر پبلی کیشنز	اردو بازار لاہور
	کتب خانہ شان اسلام	راحت مارکیٹ اردو بازار لاہور
	مکتبہ عمرو بن العاص	غزنی اسٹریٹ اردو بازار لاہور
	مکتبہ الحرمین	الحمد مارکیٹ غزنی اسٹریٹ اردو بازار لاہور
فیصل آباد	مکتبہ العارفی	نزد جامعہ امدادیہ ستیانہ روڈ فیصل آباد
ملتان	مکتبہ حقانیہ	ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان
	ادارہ اشاعت الخیر	بیرون بوہڑ گیٹ ملتان
کراچی	قدیمی کتب خانہ	آرام باغ کراچی
	مکتبہ عمر فاروق	شاہ فیصل کالونی نزد جامعہ فاروقیہ کراچی
	ادارۃ الرشید	علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
	ادارۃ المعارف	دراحاطہ جامعہ دارالعلوم کراچی
حضرو	مکتبہ حمادیہ	مدرسہ اشاعت القرآن حضرو (ضلع اٹک)
اکوڑہ	مکتبہ علمیہ	متصل جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک

کہنے کی چند باتیں ....!

آج کل ہر انسان یہ رونا رو رہا ہے کہ جی ''معاشرہ بڑا خراب ہوگیا، ماحول بڑا خراب ہوگیا'' اور یہ رونا کوئی بے جا بھی نہیں، بلکہ بالکل حقیقت پر مبنی ہے، لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا صرف رونے دھونے اور معاشرہ و ماحول کو برا بھلا کہنے سے معاشرہ و ماحول درست ہو جائے؟ ہرگز نہیں، معاشرہ و ماحول کو درست سمت گامزن کرنے کیلئے ہمیں عملی محنت کرنی پڑے گی۔

اصلاح معاشرہ کی عملی محنت میں سب سے پہلی سیڑھی یہ ہے کہ ہر انسان اپنے گھر کی اصلاح کرنا شروع کر دے، سب سے پہلے خود کو اسلام کے سانچے میں ڈھالے اور بیوی کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کرائے اور احکام اسلام پر عمل کرنے کی تلقین کرے اور اس کے بعد اپنے بچوں کی تربیت شروع ہی سے اچھے نہج پر کرے، کیونکہ یہی تو معاشرہ کے افراد ہیں، معاشرہ کے افراد جب صحیح ہو جائیں گے، تو معاشرہ خود بخود صحیح ہو جائے گا۔

گویا کہ معاشرہ کی اصلاح میں ''اولاد کی تربیت'' ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے؟ اب سوال یہ ہے کہ اولاد کی تربیت کیسے کی جائے؟ اولاد کی تربیت کے وہ کونسے اصول، ضوابط اور تجربات و مشاہدات ہیں جن سے بندہ مدد لیکر اپنی اولاد کی تربیت کرے؟ محترم انہی سوالوں کا جواب اس کتاب میں ہے، ہزاروں صفحات کا نچوڑ اور اکابر کے بیسیوں سالوں کے تجربات و مشاہدات کا حاصل ہم نے اس کتاب میں درج کر دیا ہے۔

یہ کتاب نہ صرف آپ کی اولاد کی تربیت کرے گی، بلکہ رفتہ رفتہ یہ معاشرے کی اصلاح بھی کر دے گی، مگر شرط یہ ہے کہ ماں باپ اس کتاب کو غور سے پڑھیں ...... اس پر عمل کریں ...... اس کے مطابق اولاد کی تربیت کو اپنے اوپر واجب سمجھیں ...... تب جا کر بات بنے گی ...... اور جب بات بن جائے گی ...... یعنی آپ کی اولاد کی تربیت صحیح ہو جائے گی ...... تو یہی آپ کیلئے صدقہ جاریہ ہے اور یہی آپ کی نجات کا سبب ہے۔

آخر میں ان تمام احباب کا شکر گزار ہوں، جنہوں نے اس کار خیر میں میرے ساتھ ہر ممکن تعاون کیا، اللہ تعالیٰ تمام احباب کو دنیا و آخرت میں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

محمد طلحہ نظامی

۱۸/اپریل ۲۰۱۰ء

فہرست مضامین

(۱)......تربیت اولاد کے بنیادی اصول

(۲)...... بچوں کی تربیت کیسے کرنی چاہیے

(۳)......تربیت اولاد کی ضرورت

(۴)......اولاد کی تربیت کی ضرورت واہمیت

(۵)......اولاد کے حقوق

(۶)......تربیت اولاد

(۷)...... ماں کی شخصیت اور تربیت

(۸)...... نیک اولاد کا حصول کیسے؟

(۹)...... والدین کی شرعی ذمہ داریاں

(۱۰)......تربیت اولاد کے سنہری اصول

(۱۱)...... بیٹی اللہ کی رحمت

(۱۲)......اسلام میں بچیوں کی تربیت

(۱۳)...... چند مجرب وظائف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یاأیها الذین آمنوا قوا أنفسکم وأهلیکم نارا .(التحریم)

(۱)

تربیت اولاد کے بنیادی اصول

مرتب

مفتی محمد نظامی

تربیت اولاد کے بنیادی اصول

(۱) ...... نماز کی تعلیم

۱)...... بیٹے اور بیٹی کو چھوٹی عمر میں ہی نماز سکھا دینی چاہیے تا کہ بڑا ہونے تک وہ وہ اس پر پختہ ہو جائیں اور حدیث صحیح میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"علموا اولادکم الصلاۃ، اذا بلغوا سبعا، واضربوھم علیھا، اذا بلغوا عشرا، و فرقوا بینھم فی المضاجع. (مسند احمد)

''جب بچے سات سال کے ہو جائیں تو ان کو نماز پڑھنا سکھاؤ اور جب دس سال کے ہو جائیں تو نماز چھوڑنے پر ان کو مارو...... اور ان کے بستر جدا کر دو۔''

اور ان کی تعلیم اس طرح ہو سکتی ہے کہ ان کے سامنے وضو کیا جائے اور نماز پڑھی جائے اور ان کو اپنے ساتھ مسجد لے جایا جائے۔ اور ان کو ایسی کتاب کے ذریعے ترغیب دیں جس میں نماز کی کیفیت مذکور ہو تا کہ تمام گھر والے نماز کے احکام سیکھ سکیں اور یہ مقصد استاد اور والدین سے پورا ہو سکتا ہے اور ہر سستی اور کوتاہی کے بارے میں اللہ تعالیٰ سوال کرے گا۔

۲)...... بچوں کو قرآن کریم کی تعلیم دینی چاہیے پہلے سورہ فاتحہ اور چھوٹی چھوٹی سورتیں شروع کریں گے تو رفتہ رفتہ کئی ساری سورتیں یاد ہو جاتی ہیں اور آخر کار بچہ حفظ قرآن کی طرف راغب ہو جائے گا۔

۳)...... نماز جمعہ اور نماز باجماعت میں بچوں کو والد اپنے ساتھ کھڑا کر کے ان کی حوصلہ افزائی کرے۔ اگر وہ کوئی غلطی کر بیٹھیں تو والدین نرمی سے ان کی اصلاح کر دیں۔ نہ انہیں جھڑکیں اور نہ اونچی آواز سے بول کر انہیں ڈرائیں کہیں نماز نہ چھوڑ دیں

اور والدین اس وجہ سے گناہگار ہو جائیں اور جب والدین اپنے بچپن اور کھیل کود کے دن یاد کریں گے تو انہیں بھی اپنی طرح معذور سمجھیں گے۔

(۲)......حرام کاموں سے ڈرانا

۱)......بچوں کو کفر، گالی گلوچ، لعن طعن اور فحش گفتگو سے ڈرانا چاہیے اور ان کو نرمی سے سمجھائیں کہ کفر گھاٹے کے سبب اور آگ میں داخل ہونے کی وجہ سے حرام ہے اور والدین ان کے سامنے اپنی زبان کی بھی حفاظت کرنی چاہیے تاکہ والدین ان کے لئے بہترین نمونہ ثابت ہو سکیں۔

۲)......بچوں کو جوئے اور اس کی تمام قسموں سے ڈرانا چاہیے جیسا کہ سنوکر اور ٹیبل ٹینس وغیرہ اگرچہ تفریح کے لئے ہوں کیونکہ یہ جوئے تک لے جاتی ہیں اور دشمنی پیدا کرتی ہیں اور یہ ان کے مال اور وقت کو برباد کرنے والی ہے۔ اور نمازوں کو بھی ضائع کرتی ہے۔

۳)......بچوں کو فحش رسالے اور ننگی تصویروں کو دیکھنے سے منع کریں اور من گھڑت قصے کہانیاں پڑھنے سے منع کریں، اسی طرح سینما گھروں اور ٹیلی ویژن پر اخلاق خراب کرنے والی فلمیں دیکھنے سے منع کریں کیونکہ اس سے ان کے اخلاق اور مستقبل کی تباہ ہوتا ہے۔

۴)......بچوں کو سگریٹ نوشی سے منع کریں اور انہیں سمجھائیں کہ تمام ڈاکٹروں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس سے جسم کو نقصان پہنچتا ہے اور سرطان (کینسر) پیدا کرتا ہے اور دانت کمزور ہو جاتے ہیں۔ اس کی بو ناگوار ہوتی ہے۔ سینہ کو بیکار کر دیتی ہے۔ اس کا کوئی فائدہ نہیں اسی لئے اس کا پینا اور بیچنا حرام ہے......اس کی بجائے فروٹ اور دوسری لذیذ چیزیں کھانے کی طرف رہنمائی کریں۔

(۳)...... قول وعمل میں سچائی

۱)......بچوں کو قول وعمل میں سچائی کا عادی بنائیں اور وہ اس طرح کہ والدین کبھی بھی ان سے جھوٹ نہ بولیں حتیٰ کہ مذاق کرتے وقت بھی اور جب والدین ان سے کوئی وعدہ

کریں تو ہر صورت اس کو پورا کریں۔ چنانچہ حدیث صحیح میں ہے:

من قال لصبی تعال هاک (خذ) ثم لم یعطه فهی کذبة

''جس نے کسی بچے سے کہا'' آؤ کچھ لے لو'' پھر اسے کچھ نہ دیا تو یہ ایک جھوٹ ہے۔''

(۴)...... مال حرام سے بچانا

اپنی اولاد کو رشوت' سود چوری اور ملاوٹ جیسا حرام مال نہیں کھلانا چاہیے کیونکہ یہ ان کی بدبختی' سرکشی اور نافرمانی کا سبب بنتا ہے۔

(۵)...... بددعا نہ کرنا

اولاد کے لئے ہلاکت کی دعا اور غصہ کا اظہار نہیں کرنا چاہیے کیونکہ کبھی کبھی ہر اچھی بری دعا قبول ہو جایا کرتی ہے اور کبھی ان کو گمراہی میں زیادہ مبتلا کر دیتی ہے اور بہتر ہے کہ اولاد کے حق میں یوں کہے

اصلحک الله ...... ''اللہ تیری اصلاح فرمادے۔''

(۶)...... اللہ کے ساتھ شرک سے ڈرانا

اللہ کے ساتھ شرک کرنے سے ڈرائیں کہ وہ غیر اللہ سے نہ حاجتیں مانگیں اور نہ ان سے مدد طلب کریں کیونکہ وہ بھی اللہ کے بندے ہیں اور نفع و نقصان کے مالک نہیں ہیں۔ اللہ تعالی نے فرمایا ہے:

﴿ولا تدع من دون الله مالا ینفعک ولا یضرک فان فعلت فانک اذا من الظالمین﴾(یونس ۱۰۶)

''اور اللہ کو چھوڑ کر کسی ایسی ہستی کو نہ پکارو جو تجھے نہ فائدہ پہنچا سکتی ہے نہ نقصان۔ اگر تو ایسا کرے تو ظالموں سے ہوگا۔''

(۷)...... ستر اور پردہ

بیٹی کو بچپن سے پردہ کی ترغیب دیں تاکہ وہ بڑی ہو کر اس کی پابندی کرنے لگے اور

چھوٹے کپڑے (ٹیڈی لباس) کبھی نہ پہنے، نہ پتلون اور شرٹ کیونکہ یہ انوکھا سا لباس ہے اور مردوں اور کفار سے مشابہت رکھتا ہے اور یہ کپڑوں کا فتنہ ہے اور دوسروں کو راغب کرنے کا سبب ہے اور ہم پر فرض ہے کہ والدین اسے سات سال کی عمر میں سر پر رومال (سکارف) رکھنے کا حکم کریں اور بالغ ہونے پر اپنا چہرہ ڈھانپنے کی تلقین کریں اور باقی بدن پر سیاہ برقعہ پہنے تاکہ اس کی شرافت محفوظ ہو سکے۔ اور قرآن کریم نے تمام مومن عورتوں کو پردے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿یا ایھاالنبی قل لازواجک و بناتک ونساء المومنین یدنین علیھن من جلابیبھن ذلک ادنی ان یعرفن فلا یوذین﴾

''اے نبی اپنی بیویوں اور بیٹیوں سے اور اہل ایمان کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے اوپر چادروں کے پلو لٹکا لیا کریں۔ یہ زیادہ مناسب طریقہ ہے تاکہ وہ پہچان لی جائیں اور ستائی نہ جائیں۔''

اور اللہ تعالیٰ مومن عورتوں کو زینت ظاہر کرنے اور سفر کرنے سے بھی منع فرماتا ہے۔

﴿وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاھلیة الاولیٰ﴾
(الاحزاب ۳۳)

''اور اپنے گھروں میں ٹک کر رہو اور سابق دور جاہلیت کی سی سج دھج کر نہ دکھاتی پھرو۔''

(۹) ......مخصوص لباس

بچوں کو وصیت کرنی چاہیے کہ وہ اپنا اپنا مخصوص لباس استعمال کریں تاکہ دوسری جنس سے ممتاز ہو سکیں۔ اور غیر ملکی لباس سے احتراز کریں جیسا کہ پتلون اور اس جیسی دوسری نقصان دہ عادتیں چنانچہ حدیث صحیح میں ہے:

لعن النبی صلی اللہ علیہ وسلم المتشبھین من الرجال بالنساء والمتشبھات من النساء بالرجال و لعن المخنثین من الرجال والمترجلات من النساء. (ارواہ البخاری)

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں میں سے عورتوں کے ساتھ مشابہت کرنے والوں پر اور عورتوں میں سے مردوں کے ساتھ مشابہت کرنے والیوں پر لعنت کی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں میں سے عورتیں بننے والوں اور عورتوں میں سے مرد بننے والیوں پر بھی لعنت کی ہے۔''

من تشبه بقوم فهو منهم. (ابوداؤد)

''جس نے کسی قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کی وہ ان میں سے ہی شمار ہوگا۔''

(۹)......اخلاق وآداب

۱)......اپنی اولاد کو لینے دینے، کھانے، پینے، لکھنے اور خدمت کرتے وقت دایاں ہاتھ استعمال کرنے کا عادی بنائیں۔

۲)......اور ہر کام سے پہلے ''بسم اللہ'' پڑھنے کی وصیت کریں خصوصاً کھانے اور پینے سے پہلے بسم اللہ کا عادی بنائیں اور کھانے کے بعد الحمد للہ کا عادی بنائیں

۳)......اسی طرح بیٹھ کر کھانے اور پینے کی ترغیب دیں۔

۴)......اولاد کو صفائی کا خوگر بنائیں کہ وہ اپنے ناخن تراشیں اور کھانا کھانے سے پہلے اور بعد میں اپنے ہاتھ دھوئیں۔ استنجاء کی تعلیم دیں اور پیشاب کرنے کے بعد ٹشو پیپر استعمال کریں یا پانی سے دھولیں تاکہ ان کی نماز صحیح ادا ہو اور ان کا لباس ناپاک نہ ہو۔

۵)......والدین نرم لہجے میں ان کو سمجھائیں اور اگر وہ کچھ غلطی کر بیٹھیں تو انہیں رسوا نہ کریں اگر وہ سرکشی پر اڑے رہیں تو ان سے زیادہ سے زیادہ تین دن تک بات نہ کریں۔

۶)......بچوں کو اذان کے وقت خاموش رہنے کا حکم دیں اور جو کلمات موذن کہتا ہے جواباً یہ بھی کہیں پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھیں اور پھر وسیلہ کی دعا پڑھیں۔ دعا یہ ہے:

اللهم رب هذه الدعوة التامة والصلوة القائمة آت محمد الوسيلة والفضيلة وابعثه مقاما محمود الذی وعدته

''اے اللہ اس مکمل دعوت اور قائم رہنے والی نماز کے پروردگار۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام وسیلہ اور فضیلت سے سرفراز فرما اور (شفاعت کے) مقام محمود پر جس کا آپ نے ان سے وعدہ کیا ہے۔''

۷)...... جب بچے بڑے ہو جائیں (دس سال کے) تو ہر بچے کا مستقل الگ بستر بنائیں اگر یہ نہ کر سکیں تو ہر ایک بچے کا لحاف ضرور الگ ہو اور بہتر یہ ہے کہ بچیوں کا کمرہ جدا ہو اور بچوں کا کمرہ الگ ہو اور یہ سب کچھ بچوں کے اخلاق اور صحت کے پیش نظر لازم کیا گیا ہے۔

۸)...... بچوں کو اس بات کا عادی بنائیں کہ رستے میں کوڑا کرکٹ نہ پھینکیں بلکہ جو تکلیف دہ چیز راستے میں موجود ہو اسے اٹھا کر ادھر ادھر پھینک دیں۔

۹)...... بچوں کو برے دوستوں سے بچائیں اور راستوں میں بیٹھنے سے ان کو منع کریں۔

۱۰)...... گھر، راستہ اور جماعت میں بچوں کو درج ذیل الفاظ سے سلام کریں تا کہ وہ بھی سلام کرنا سیکھ لیں۔ السلام علیکم و رحمة الله و بر کاته

۱۱)...... ہمسایوں سے حسن سلوک کرنے اور ان کو تکلیف نہ دینے کا بچوں کو عادی بنائیں۔

۱۲)...... بچوں کو اس بات کا عادی بنائیں کہ مہمان کی عزت و تکریم کریں اور مہمانوازی کا سامان کو پیش کریں۔

(۱۰)...... انبیاء کی محبت پیدا کیجیے

انبیاء و رسل علیہم السلام کی محبت اللہ عزوجل کے قرب کا عظیم ترین ذریعہ ہے۔ والدین کو چاہیے کہ بچوں کے دلوں میں انبیاء علیہم السلام کی محبت جما دیں اور انبیاء علیہم السلام کے کمالات، فضائل اور مراتب بیان کریں اس سے بچوں کے قلوب ان کی محبت سے سرشار ہوں گے۔

(۱۱) ...... بچہ کے دل میں حضورؐ کی محبت پیدا کیجیے

جس کو اللہ تعالیٰ محبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دولت سے سرفراز فرمادیں اس سے بڑھ کر نیک بخت کون ہوسکتا ہے؟ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت شرط ایمان ہے۔ چنانچہ امام بخاریؒ نے حضرت ابوہریرہؓ سے یہ روایت نقل کی ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فوالذی نفسی بیدہ لا یومن احد کم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین. (بخاری:۱/۵۸)

''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں بن سکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے والد اور والدہ اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ بن جاؤں۔''

والدین پر لازم ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کے میدان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب واحترام وتوقیر کی طرف بھی بچے کے ذہن کو متوجہ کریں' چنانچہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک سامنے آئے تو ''صلی اللہ علیہ وسلم'' کہنا سکھلائیں۔ جب بچہ درود شریف پڑھنے کی عادت ڈالے گا تو اس کی برکت سے محبت خود بخود حاصل ہوجائے گی اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے آداب میں سے ہے اور بچوں کو ادب سکھانا والدین کا شرعی فریضہ ہے جیسا کہ فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : اپنی اولاد کو تین آداب سکھاؤ' اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت' ان کے اہل بیتؓ کے ساتھ محبت اور قرآن کریم کی تلاوت۔

اگر والدین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اپنے بچے کے دل میں جاگزین کرنے میں کامیاب ہوجاتے ہیں تو یقیناً مستقبل میں وہ بچہ بہترین سیرت والا مرد صالح بن سکتا ہے۔ چنانچہ بچوں کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات بیان کئے جائیں تو ان کمالات سے بچوں کے دلوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت بیٹھ جائے گی اور پھر یہ عظمت محبت میں بدل جائے گی۔ جب محبت پیدا ہوجائے تو تابعداری اور پیروی کی راہ

میں کوئی چیز بھی رکاوٹ نہیں بن سکتی۔ لہذا والدین پر لازم ہے کہ بچوں کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کا تذکرہ کریں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو بچے کے دل میں مزید پختہ کرنے اور اس میں اضافہ کرنے کے لئے حضرات صحابہ کرامؓ کے بچوں کے ایمان اور ان کے اسلام لانے کے بصیرت افروز واقعات سے انہیں آگاہ کریں کہ وہ کس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کرتے اور کس طرح آپ پر مر مٹنے کو تیار رہتے تھے۔ ان کے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی دنیا کی تمام مخلوق سے عظیم ترین اور قیمتی ترین تھی، حتیٰ کہ ماں باپ سے زیادہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی انہیں محبوب تھی۔

ہماری صحابیات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اپنے بچوں کے دلوں میں کوٹ کوٹ کر بھر دی تھی اسی وجہ سے وہ پروانہ وار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہونا اپنے لئے بڑا اعزاز سمجھتے تھے۔

اس کی ایک مثال حضرت صفیہؓ کی اپنے پیارے بیٹے زبیرؓ کی اچھی تربیت تھی کہ انہوں نے اپنے بیٹے کے دل میں اسلام اور داعی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کوٹ کوٹ کر بھر دی تھی چنانچہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت زبیرؓ کی والہانہ شیفتگی کا اندازہ اس واقعے سے لگایا جا سکتا ہے۔

بعثت کے ابتدائی زمانے میں حضرت زبیرؓ نے ایک دن یہ اطلاع سنی کہ نبی کریمؐ کو مشرکین نے گرفتار کر لیا ہے یا شہید کر دیا ہے تو ایسے بے قرار ہوئے کہ آؤ دیکھا نہ تاؤ تلوار سونت کر برق رفتاری سے آستانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر پہنچے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں بخیریت موجود پایا تو جان میں جان آئی اور چہرہ فرط بشاشت سے گلنار ہو گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شمشیر برہنہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ''زبیر یہ کیا ہے؟'' عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان، میں نے سنا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمنوں نے گرفتار کر لیا ہے یا شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم شہید کر دیئے گئے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے فرمایا اگر واقعہ ایسا ہو جاتا تو تم کیا

کرتے؟ حضرت زبیرؓ نے بے ساختہ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی قسم میں اہل مکہ سے لڑ مرتا۔

ایک بچے کے لئے ضروری ہے کہ وہ جانے کہ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم افضل الرسل ہیں اور اللہ تعالی کے محبوب ترین انسان ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کامل ترین شریعت ہے نیز یہ کہ اللہ تعالی نے ان کے ذریعے لوگوں کو اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تمام جہانوں کیلئے باعث رحمت اور ساری انسانیت پر اللہ تعالی کا احسان تھی' اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادب وآداب کا معاملہ ان اہم ترین امور میں سے ہے جن کا تربیت کرنے والے والدین کو خصوصیت کے ساتھ اہتمام کرنا چاہیے اور والدین کا فریضہ ہے کہ وہ ان امور کو اپنے بچے کے نفس میں پیوست کردیں۔

(۱۲)...... بچے کے دل میں اللہ کے خوف کا احساس پیدا کیجیے

قرآن کریم اور اسلامی تعلیمات تربیت اولاد کے معاملے میں مراقبہ خداوندی اور خوف خداوندی کی جانب بہت زیادہ اہمیت دیتی ہیں اور اس پر بہت زور دیتی ہیں تاکہ وہ بچہ اپنی دنیا وآخرت اور خاندان ومعاشرے کا نقش بخش فرد بن سکے۔

قرآن حکیم کی بہت سی آیات کریمہ میں ایسے ہی معانی ومطالب کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ:

﴿ولقد خلقنا الانسان و نعلم ماتو سوس به نفسه و نخن اقرب اليه مين حبل الوريد﴾ (ق:۱۶)

''ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور اس کے دل میں جو خیالات آتے ہیں ہم ان کو جانتے ہیں اور ہم رگ گردن سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔''

لہذا بچوں کو اس کی تعلیم دی جائے کہ دل میں جو خطرات وخیالات گزرتے ہیں ان کو بھی اللہ تعالی جانتا ہے' اللہ کا علم انہیں بھی اپنے احاطے میں لئے ہوئے ہے۔ پروردگار

عالم فرماتے ہیں:

﴿وهو معكم اين ما كنتم والله بما تعملون بصير﴾ (الحدید:۴)

''جہاں کہیں بھی تم ہو اللہ تمہارے ساتھ ہے اور اللہ تعالی تمہارے اعمال دیکھ رہا ہے۔''

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی اپنے وسیع علم کی وجہ سے انسان کے ساتھ ہے وہ چاہیے کہیں پر بھی ہو' ہر شے اس کے احاطہ علم میں ہے۔

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بچے کی تربیت کے لئے ایسے بہت سے خوبصورت طرزوں کا علم ہوتا ہے جن سے تعلق مع اللہ کی بہترین صورتیں سامنے آتی ہیں اور جس سے وہ بچہ بچپن ہی کی حالت میں بہترین اور پسندیدہ فرد بن جاتا ہے۔

اس کی مثالیں بہت زیادہ ہیں حضرت علی بن ابی طالبؓ صرف دس سال کی عمر میں اللہ تعالی پر ایمان لائے اور مسلمان ہوئے اور اللہ تعالی کی صحیح معرفت حاصل کی اور باطل کو پھینک دیا اور دنیا کے بلندترین انسان بنے۔

کامیاب والدین وہی ہیں جو ہر وقت اور ہر حال میں بچوں کی تربیت میں مسلسل لگے رہتے ہیں اور ان میں خدا تعالی کے خوف کا احساس پیدا کرتے رہتے ہیں اور اللہ کے سامنے (ایک دن) جوابدہی اور تمام ذمہ داریوں کا احساس بیدار کرتے رہتے ہیں۔

والدین بچوں کے ساتھ تذکیر و تفہیم کا اسلوب اختیار کریں، بچوں کو ہمیشہ یاد دلاتے رہیں کہ خدا تعالی اس کی نگرانی کر رہے ہیں اور اس کے تمام اقوال و افعال سے واقف ہیں۔اس کے لئے متنوع صورتیں اختیار کی جاسکتی ہیں۔ مثلاً بچہ سچ بولے تو اس کی حوصلہ افزائی کریں اور اس پر جو اجر و ثواب حاصل ہوتا ہے اس کی ترغیب دیں' جب بچے کو کمرے وغیرہ میں اکیلا چھوڑیں یا افراد خانہ سے دور کسی جگہ میں تنہا چھوڑیں تو اسے یاد دلائیں کہ اللہ تعالی اس کی نگرانی کر رہے ہیں مثلاً یوں کہے کہ مجھے پتہ ہے کہ اللہ تعالی تمہیں تمام حالات میں دیکھتا ہے؟ وہ جواب دے گا کہ ہاں ضرور دیکھتا ہے تو اس موقع پر والدین اسے نصیحت کریں کہ جب وہ ہر وقت اور ہر حال میں دیکھتا ہے تو تجھے کوئی ایسا کام جس سے وہ (اللہ تعالی) ناراض ہوتے ہوں نہیں کرنا چاہیے۔

ترغیب وترہیب کے سلسلے میں والدین چاہے تو وہ آیات قرآنیہ جن میں جنت کا وصف یا جہنم کا ذکر ہے بیان کر دیں' کیونکہ قرآنی آیات میں ان کے لئے عبرتوں اور نصیحتوں کے سامان وافر موجود ہیں۔

(۱۳)...... بچے کو بتایا جائے کہ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے

﴿انما المومنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت وقلوبھم و اذا تلیت علیھم آیتہ زادتھم ایمانا و علی ربھم یتوکلون﴾

(الانفال ۲)

''بس ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب (ان کے سامنے) اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو ان کے قلوب ڈر جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیتیں ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ آیتیں ان کے ایمان کو اور زیادہ (مضبوط) کر دیتی ہیں اور وہ لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔''

(۱۴)...... بچوں کو صدقے کی عادت کی ترغیب دیں

بچے کو مال جمع کرنے' خزانہ اکٹھا کرنے اور اس سے محبت کی تربیت نہ دی جائے۔ البتہ مال میں سے حقوق اللہ ادا کرنے کے بعد پیسوں کو محفوظ کرنے اور جمع کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ وہ اپنی رقم سے کچھ خرچ کرے اور کچھ صدقہ بھی کرے اس بارے میں اس کی حوصلہ افزائی کی جائے۔

(۱۵)...... بچوں کو غریبوں سے میل جول رکھنے کی تعلیم دیجیے

اسی طرح بچوں میں بچپن ہی سے یہ بات پیدا کیجیے کہ ان کو مسلمانوں سے اجنبیت (دور) نہ ہو۔ ان کو غریبوں سے میل جول رکھنے کی تعلیم دیجیے ان سے ملنے میں دنیاوی عزت بھی ہے ان سے ملو گے تو وہ قدر کریں گے اور امیروں کے ساتھ اختلاط میں کچھ عزت نہیں ہوتی۔ کیونکہ امراء تو تکبر میں رہتے ہیں۔ ان کی نظر میں کسی کی وقعت نہیں ہوتی

'پس یہ مادہ بچپن ہی سے پیدا کریں کہ غریبوں سے نفرت نہ ہو (ان کی حقارت دل میں نہ ہو) یہ باتیں بچپن سے پیدا ہوں گی تو آسانی ہوگی، بڑے ہو جانے کے بعد پھر بہت دشوار اور مشکل ہے۔

(۱۶)...... وعدہ خلافی سے بچنے کی ترغیب دیجیے

اولاد کو وعدہ خلافی کی بری عادت سے بچانا چاہیے کیونکہ یہ اچھے مسلمان کا شیوہ نہیں کہ وہ وعدہ خلافی کریں' بلکہ اچھا مسلمان تو وہی ہے جو وعدہ پورا کرے۔ لہذا بچوں میں دوران تعلیم یہ عادت ڈالی جائے کہ جب وہ کسی سے وعدہ کریں تو اسے پورا کریں۔ وعدہ خلافی سے آپس میں چونکہ نفرت پیدا ہوتی ہے اس لئے اس سے شدت کے ساتھ منع کیا گیا ہے۔ وعدہ خلافی بھی ایک طرح کا جھوٹ ہے اور گناہوں میں شمار ہوتا ہے اس لئے اس سے اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو بچانا ضروری ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے کہ:

﴿فلا تحسبن الله مختلف وعده رسله ان الله عزيز ذو انتقام﴾

''پس ایسا خیال نہ کریں کہ اللہ اپنے رسول سے وعدہ خلافی کرے گا۔ بے شک اللہ غلبے والا ہے' بدلہ لینے والا ہے۔'' (پ۱۳' ابراہیم: ۴۷)

'' وعن ابن عباس عن النبى صلى الله عليه وسلم قال لاتمار اخاك ولاتمازحه ولاتعده موعدا فتخلفه ''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے بھائی سے جھگڑا نہ کرو اور نہ اس کا مذاق اڑاؤ اور نہ اس سے ایسا وعدہ کرو جس کے تم نے خلاف کرنا ہے۔'' (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

'' آية المنافق ثلاث اذا حدث كذب واذا وعد اخلف واذا ائتمن خان ''

''منافق کی تین نشانیاں ہیں' جب بات کرتا ہے جھوٹ بولتا ہے' جب وعدہ کرتا ہے تو اس کی خلاف ورزی کرتا ہے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرتا

ہے۔''(بخاری)

(۱۷)...... بچے کو ایثار کی تعلیم دیجیے

بچے کو ایثار کرنے کی یعنی دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دینے کی تعلیم دی جائے۔ مثلاً بچے کے ہاتھ میں کھانے کی کوئی چیز ٹافی وغیرہ ہے تو اسے کہا جائے کہ وہ یہ ٹافی اپنے پڑوسی کے بچے کو دے دے جو اس کی طرف دیکھ رہا ہے۔ جب بچے سے ایثار کے اس طرح کے کام دو تین مرتبہ کروائے جائیں گے تو وہ خود بخود ایثار کرنے کا عادی ہو جائے گا اور ایثار اس کے مزاج اور طبیعت میں رچ بس جائے گا۔ ایثار۔ بھائی چارگی اور ہمدردی کے عظیم ترین حقوق میں سے ہے۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿و یوثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ﴾ (الحشر: ۹)

''اور ان کو اپنی جانوں پر مقدم رکھتے ہیں خواہ ان کو خود شدید احتیاج ہی ہو۔''

(۱۸)...... حقیقی ماں کا جذبہ ایثار دیکھئے!

بخاری شریف میں ہے کہ دو عورتیں اپنے اپنے بچوں کو لے جا رہی تھیں کہ بھیڑیئے نے ان پر حملہ کر دیا اور ایک بچے کو اٹھا کر لے گیا وہ ایک دوسرے کو کہنے لگیں کہ تیرا بچہ بھیڑیا لے گیا ہے بات بڑھی تو مقدمہ حضرت داؤدؑ کی خدمت میں پیش ہوا آپ نے بڑی کے حق میں فیصلہ فرمایا لیکن حضرت سلیمانؑ نے فرمایا چھری لاؤ اس سے بچے کو دو ٹکڑے کر کے ایک ایک ٹکڑا دونوں کو دے دو چھوٹی پکار اٹھی یا نبی اللہ علیک السلام ایسا نہ کیجیے یہ بچہ اسی کو دے دیں پس اس بات سے ماں کی صحیح کیفیت کا پتہ چل گیا اور اس طرح وہ بچہ اپنی حقیقی والدہ کے پاس پہنچ گیا کیونکہ بڑی پر بچے کو کاٹنے کا ذرہ برابر اثر نہ ہوا بلکہ وہ چاہتی تھی کہ جیسے میں اپنے بچے سے محروم ہوئی ہوں یہ بھی ہو جائے۔ (بخاری شریف)

(۱۹)...... والدین کی قدر کرنا سکھایئے

بچے کی یہ عادت پختہ کی جائے کہ وہ اپنے والدین کی قدر کرے اور والد یا والدہ کو ان

کے ناموں سے نہ بلائے بلکہ ابو اور امی کہہ کر پکارے' کیونکہ والدین کو ان کے ناموں سے پکارنے میں بے ادبی کا پہلو نمایاں ہوتا ہے۔قرآن مجید کے مطالعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے والد کو ان کا نام لیکر نہیں پکارا بلکہ میرے ابو کہہ کر مخاطب ہوئے۔

﴿واذکرو فی الکتب ابراھیم انه کان صدیقاً نبیاً اذ قالا لابیه یابت لم تعبدو مالا یسمع والا یبصر ولا یغنی عنک شیاء﴾

(مریم : ۴۲،۴۱)

''اور کتاب میں ابراہیم کو یاد کرو! بیشک وہ نہایت سچے پیغمبر تھے جب انہوں نے اپنے باپ سے کہا کہ اے ابا جان! آپ ایسی چیزوں کو کیوں پوجتے ہیں جو نہ سنیں اور نہ دیکھیں اور نہ آپ کے کچھ کام آسکیں۔''

ہمیں اسلام کے تمام آداب قرآن مجید سے سیکھنے چاہئیں جن کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ پر عملاً نافذ کر کے دکھایا۔ جب حضرت عائشہؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو حضرت عائشہؓ نے کہا:

کان خلقه القرآن ...... ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن ہے''

آجکل مغرب زدہ ماڈرن لوگ امی ابو کی بجائے مما ڈیڈی بابا وغیرہ کے الفاظ یاد کرواتے ہیں اور اس پر بڑا فخر محسوس کرتے ہیں کہ ہم اپنے دادا ابو انگریز کی خوب پیروی کر رہے ہیں اور بچوں کی زبان پر بھی غلامی کے ترانے جاری کروا رہے ہیں اور ان غلام ذہن کے مالک لوگوں کو دیکھ کر عام لوگ حتی کہ بعض بظاہر دیندار بھی اس حرکت میں ملوث نظر آتے ہیں بہت بے شرمی کی بات ہے بچنا بہت ضروری ہے۔

(۲۰) ......بچوں کو قناعت کی تعلیم دیں

قناعت بہت پیاری دولت ہے کہ جس سے انسان کی زندگی میں ٹھہراؤ اور سکون آتا ہے ایک ماں کو چاہیے کہ وہ خود اس صفت سے متصف ہو اور اپنے بچے کے اندر بھی یہ جذبہ پیدا کرے کہ اس سے رزق حرام کا دروازہ بند ہو جائے گا اور بچے خود سادہ طرز زندگی

کے عادی ہو جائیں گے۔

لیکن افسوس! عورت قناعت پسندی چھوڑ کر فیشن کی دوڑ میں ایسی بھاگ رہی ہے کہ اس نے شوہر کو کمائی پر لگا دیا ہے' بچوں کی دنیا کے لوازمات کا عادی بنا دیا اور خود بچوں کی تربیت سے غافل ہو کر محض اپنی تفریح کو زندگی کا اصل مقصد بنالیا ہے۔

بچوں کو ڈبوں کا دودھ پلانا' خود سیر و تفریح کرنا اور جدید تراش وخراش کے لباس سے خود کو مزین کر کے اپنے آپ کو اسمارٹ کہلوانے کے اس شوق نے اس کی اولاد کے سامنے اس کی شخصیت کو مسخ کر دیا ہے اور یہی اثر بچے پر بھی پڑ رہا ہے کیونکہ بچہ اپنے ارد گرد سے خصوصاً اپنی ماں کو دیکھ کر بہت کچھ سیکھتا ہے۔

زیادہ سے زیادہ دولت حاصل کرنے کی دھن اور غلط معیار زندگی نے سب کو بے سکون کر دیا ہے اس صورتحال میں قناعت ہی وہ صفت ہے جو اس افراتفری کو ختم کرنے کا سبب بن سکتی ہے۔ اگر دنیا کا مال و دولت سمیٹنے کی بجائے نیکیاں سمیٹنے میں حریص ہو جائیں تو آخرت میں بے شمار انعامات کے حقدار ٹھہر جائیں۔

نیز چونکہ عورتیں ہی مال و دولت کی حریص ہونے کی وجہ سے اپنے شوہروں کو حرام کی طرف رخ کرنے پر مجبور کرتی ہیں اور ان کو دیکھ کر بچے بھی اپنے ماں باپ سے نت نئی فرمائشیں کرتے رہتے ہیں اور یوں وہ نادان باپ بھی ان کی یہ ناجائز خواہشات پوری کرنے کے لئے حرام لاکر بچوں کو کھلاتا ہے اور اپنے لئے اور اپنے گھر والوں کے لئے دوزخ کی آگ کا سامان کرتا ہے۔

لہذا سب سے پہلے والدین کو خصوصا والدہ کو قناعت پسند بننا چاہئے جتنا رزق مل رہا ہے اس پر صبر وشکر کرنا چاہئے اس سے اولاد پر بھی یہی اثر پڑے گا کہ وہ قناعت پسند بن جائیں گے۔

(۲۰) ...... بہادری کی تربیت دیجئے

والدین کا فرض ہے کہ وہ اپنی اولاد کی تربیت اس طرح کریں کہ ان کے تمام امور میں بہادری اور شجاعت کی جھلک نمایاں ہو۔ یہ تربیت پہلے ماں سے لے کر سن تمیز تک اور

اس کے بعد تک ہوگی۔ لیکن میرا خیال ہے کہ کوئی بھی گھرانہ ایسا نہیں جو اس طرف توجہ دیتا ہو بلکہ جب بچہ رونے لگتا ہے تو ماں اسے خاموش کرانے کے لئے تمام وسائل استعمال کرتی ہے خواہ اسے کسی چیز سے ڈرانا پڑے بلکہ بعض اوقات ڈرانے کا عمل دیگر تمام وسائل پر غالب آجاتا ہے اور ماں سمجھتی ہے کہ وہ اچھا کررہی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ بچہ اس قسم کی تربیت پر پروان چڑھے گا تو وہ کمزور ڈرپوک اور بزدل ہوگا وہ ہر چیز سے خوف محسوس کرے گا حتیٰ کہ اپنے سائے سے بھی ڈر جائے گا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ابتداء ہی سے بچوں میں جرات اور بہادری کی صفت پیدا کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بچوں کو جسمانی مشق کرانے اور ان کے جسم طاقتور بنانے کی تعلیم دی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

المومن القوی خیرو واحب الی اللہ من المومن الضعیف

''اللہ تعالیٰ کے نزدیک طاقتور مومن کمزور مومن کی نسبت زیادہ بہتر اور پسندیدہ ہے۔''

اس مقصد کے لئے عرب خاندان اسلام سے قبل اپنے بچوں کو دوسرے قبیلوں سے دوا پلواتے تھے اور سمجھتے تھے کہ بچہ جوان ہوکر طاقتور اور بہادر بنے گا اور کسی چیز سے خوف محسوس نہیں کرے گا۔ عربوں کے اس فعل کی تصدیق اس سے بھی ہوتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اپنے گھر والوں کی اور قبیلہ بنوسعد کے دیہات میں دودھ پلوایا گیا تھا تاکہ آپ بہادر اور طاقتور بنیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بچپن میں بہت زیادہ جری و بہادر تھے۔ چنانچہ سیرت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ بچپن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لات وعزیٰ نام بتوں کی قسم دلائی گئی تو آپ نے قسم دلانے والے سے فرمایا: مجھ سے ان دونوں کے نام کے ذریعے کسی چیز کا مطالبہ نہ کرو۔ اس لئے کہ جتنا بغض مجھے ان دونوں سے ہے اتنا بغض اور کسی چیز سے نہیں۔ بالغ ہونے سے قبل ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنگ میں شریک ہوچکے تھے چنانچہ سیرت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ فجار نامی جنگ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچاؤں کو تیر دے رہے تھے۔

(۲۲)...... والد کا خوف دلایئے

ماں کا فرض ہے کہ وہ اولاد کو والد کا رعب دلائے تا کہ اگر اولاد میں سے کوئی بچہ بچی غلطی کرے تو اس کے دل میں باپ کی ہیبت ہو، والد کو چاہیے کہ وہ اولاد کو ڈرانے کے لئے دیوار پر کوڑا لٹکائے رکھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"علقو السوط فی الجدار و ذکرو هم بالله"

"دیوار پر کوڑا لٹکا دیا کرو اور انہیں اللہ کی یاد دلایا کرو"

لیکن کوڑا صرف خوف دلانے کے لئے ہونا چاہیے، ماں پر لازم ہے کہ جب بچہ نافرمانی کرے، تو کبھی بھی اپنی بے بسی اور نرمی کا اظہار نہ کرے۔ کیونکہ یہ چیز بچے کو بگاڑتی ہے۔

(۲۳)...... اسلامی معلومات والا لٹریچر فراہم کیجئے

فحش فلم بینی، ریڈیو، ٹی وی کے پروگراموں سے بچے کو دور رکھنا ضروری ہے کیونکہ اخلاق و تربیت کو خراب کرنے والی یہی چیزیں ہیں جن کو ہم ترقی کیا جاہلی ے ہیں، اسی طرح فحش لٹریچر کے بجائے اصلاحی و تعمیری مگر دلچسپ مطالعے کا عادی بنایا جائے اور سیرت و تاریخ کی کتابیں مطالعے کے لئے فراہم کی جائیں۔

(۲۴)...... بچوں کے وعدوں کو پورا کیجئے

جب بھی والدین یا بچوں کی تربیت کرنیوالے لوگ بچوں کی حوصلہ افزائی کیلئے ان سے کوئی وعدہ کرتے ہیں تو بچے کی توقع ہوتی ہے کہ وہ اپنے وعدہ پر عمل کریں اس صورت میں اگر والدین اپنے وعدے پر عمل نہ کریں تو پھر والدین سے بچے کا اعتماد اٹھ جاتا ہے اور پھر وہ ان کی بات کی طرف کوئی توجہ نہیں کرے گا۔

بچوں سے کوئی وعدہ کرو تو اسے ضروری طور پر پورا کرو کیونکہ بچہ تمہیں اپنا رہنما تصور کرتا ہے۔

(۲۵)......بچوں کو بزرگوں کے قصے سناتے رہا کیجئے

بچے قصے کہانیوں میں بہت دلچسپی لیتے ہیں انہیں نصیحت آموز کہانیاں سنایئے' نبیوں اور بزرگوں کے قصے بتایئے۔ خصوصاً رات کو گھر کے بچوں کو جمع کر لیجئے اور انہیں تفریح کے طور پر پاکیزہ اور اچھے قصے سنایئے سناتے وقت بچوں سے سوال بھی کرتے رہیے تا کہ وہ غور سے سنتے رہیں اور آپ کا مقصد بھی پورا ہوتا جائے۔

(۲۶)......اچھے کام پر بچوں کی تعریف کیجئے

ماں کی تھوڑی سی توجہ بچے کو ایک کامیاب انسان بنادے گی۔ ماں کی عدم توجہی اس معاشرے میں ٹھوکروں کا سبب بھی بن سکتی ہے بچوں کی فطرت ہوتی ہے کہ جب اچھے کام پر ان کی تعریف ہوتی ہے تو ان کے اندر مزید کام کرنے کا حوصلہ پیدا ہوتا ہے اور ان کی صلاحیتوں کو مزید تازگی ملتی ہے۔ نیز اگر وہ کوئی نیکی کرے اور اس پر اس کی تعریف ہو تو اس میں مزید نیکی کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ لہذا جب بھی بچہ کوئی اچھا کام کرے یا خوش اخلاق بنے یا نماز کی پابندی کرے۔ قرآن کی تلاوت کا اہتمام کرے یا کوئی دینی کام کرے تو بچے کی تعریف کریں اس کو شاباش دیں بلکہ کوئی چھوٹا سا تحفہ بھی اس کو دیں تا کہ اس کی ہمت افزائی ہو اور دوبارہ ایسا کام کرنے کا حوصلہ پیدا ہو۔

حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ کے درمیان خوشخطی کا مقابلہ ہوتا تھا اور پھر یہ دونوں حضرات بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں جا کر اپنا وہ خط دکھاتے تھے اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی حوصلہ افزائی فرماتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت امام حسن اور امام حسینؓ نے تختیوں پر خط لکھے دونوں شہزادے اپنے اپنے خط کا فیصلہ کرانے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے اور عرض کی نانا جان فیصلہ کر دیں کہ کس کا خط اچھا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہنس کر فرمایا علیؓ کے پاس جاؤ' جب دونوں شہزادے حضرت علیؓ کے پاس گئے تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اے میرے بیٹو! تمہارے خط کا فیصلہ میں نہیں کر سکتا۔ اگر فیصلہ کروانا ہے تو اپنی ماں کے پاس جاؤ پھر

شہزادے حضرت فاطمۃ الزہراؓ کے پاس گئے اور عرض کی اماں جان ہم آپ سے یہ فیصلہ کروانے آئے ہیں کہ ہم میں سے خط کس کا اچھا ہے؟ حضرت سیدہ زہراؓ نے فرمایا ابھی تمہارا فیصلہ کئے دیتی ہوں آپؓ کے پاس سات موتی تھے فرمایا جس کی تختی پر چار موتی گر پڑیں اس کا خط اچھا ہوگا۔ پھر حضرت سیدہؓ نے موتی اوپر اچھال دیئے تو اللہ تعالی کے حکم سے جبرائیلؑ نے ساتویں موتی کو آدھا آدھا کر دیا اس طرح دونوں شہزادوں کی تختیوں پر برابر برابر موتی گرے۔

حضرت امام غزالیؒ کیمیائے سعادت میں فرماتے ہیں:

''جب بچہ اچھا کام کرے اور خوش اخلاق بنے تو اس کی تعریف کریں اور اس کو ایسی چیز دیں جس سے اس کا دل خوش ہو اور اگر ماں بچے کو کوئی برا کام کرتے دیکھ لے تو اسے چاہیے کہ اس کو تنہائی میں سمجھائے اور بتائے کہ یہ کام برا ہے' اچھے اور نیک بچے ایسا کام نہیں کرتے۔ (کیمیائے سعادت: ۴۷۷)

(۲۷)......بچوں کو خوش رکھئے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان فی الجنة دارا یقال لها دار الفرح لا یدخلها الا من فرح الاطفال (کنزل العمال)

''جنت میں ایک گھر ہے جسے دار الفرح (خوشیو کا گھر) کہا جاتا ہے اس میں وہ لوگ داخل ہوں گے جو اپنے بچوں کو خوش رکھتے ہیں۔''

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بچوں کو خوش رکھنے پر جنت کی بشارت سنائی ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ بچوں کو خوش رکھنا اللہ کی رضا مندی کا سبب ہے۔

بچوں کو خوش رکھنے کے کئی طریقے ہیں مثلاً بچوں کے ساتھ کبھی کبھار ان کے کھیل میں شریک ہونا، ان کی جائز ننھی خواہشات کو پورا کرنا' اس کے ساتھ اچھے اخلاق اور خندہ پیشانی سے پیش آنا' انہیں کبھی کبھار کوئی ایسا لطیفہ سنانا جس سے وہ خوش ہو کر بے اختیار ہنس پڑیں لیکن اس میں خیال رہے کہ اس میں جھوٹ نہ ہو اور اس سے کسی کی توہین بھی

مقصود نہ ہو اور نہ ہی اس میں غیبت کا کوئی پہلو ہو۔ جیسے حدیث میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ ایک بوڑھی عورت نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرے لئے دعا فرمائیں کہ میں جنت میں جاؤں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں تو بڑھیا نہیں جاسکتی' اس پر وہ رونے لگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جنت میں داخل کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ سب مسلمان مرد و عورت کو دوبارہ جوان بنادیں گے (یعنی تمہیں بھی جوان کر کے جنت میں داخل کیا جائے گا) یہ سن کر وہ خوش ہوگئی۔

دیکھئے اس مزاح میں نہ جھوٹ ہے نہ کسی پر چوٹ اور غیبت اگر اس طرز پر آپ بھی اپنے بچوں سے مزاح کریں تو بہت اچھی بات ہے لیکن ایک بات کا خیال رکھیے کہ موقع محل دیکھ کر مزاح کریں تا کہ آپ کا وقار برقرار رہے ورنہ زیادہ مزاح نقصان دہ ہوسکتا ہے اس لئے مناسب موقع پر اور کبھی کبھار ہی مزاح کیا کریں اور بچوں کو بھی اس کی عادت ڈالیے کہ وہ خوش اخلاق اور خوش مزاج ہوں ان کے چہرے پر ہر حال میں مسکراہٹ بجی ہوئی ہو اس لئے کہ مسلمان کی شان یہی ہے کہ چاہے کتنی ہی پریشانیاں ہوں کسی حال میں بھی وہ ماتھے پر شکن نہیں آنے دیتا اور یہی عادت مسلمان کو تمام اقوام عالم میں امتیاز بخشتی ہیں۔

اس لئے کہ اپنے بچوں کو خوش رکھیے اور اس پر اللہ سے اجر کی امید رکھیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشیوں کے گھر کی خوشخبری سنادی ہے ان سے بڑھ کر سچے کون ہو سکتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(۲۸) ...... اولاد کو وقت کی قدر کرنے کی ترغیب دیجئے

اگر وقت سے کما حقہ فائدہ حاصل نہ کیا جائے تو انجام خطرناک ہوسکتا ہے خاص کر بچہ جب اوقات ضائع کرنے کی عادت کے ساتھ نشوونما پائے اور وقت سے کام نہ لینے کے ساتھ پروان چڑھے تو معاملہ زیادہ گھمبیر ہوسکتا ہے فراغت سے بہت ساری آفات جنم لیتی ہیں اور بیکاری سے ہزاروں قباحتیں پیدا ہوتی ہیں لہٰذا اگر عمل اور وقت سے کام لینا

زندگی کی علامت ہے تو پھر بے کار رہنا موت کے مترادف ہے اور بے کار لوگ مردوں کی مانند ہیں، وقت کو ضائع کرنے والے لوگوں کا انجام انتہائی، ہلاکت اور ناکامی کے سوا کچھ بھی نہیں ہوتا اس لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے کار وقت ضائع کرنے کے لئے نہیں پیدا فرمایا بلکہ دونوں جہانوں کی کامیابی کیلئے وقت سے کام لینے کیلئے پیدا کیا ہے اس لئے کہ قیامت کے دن انسان کی عمر کے متعلق اس سے پوچھا جائے گا کہ عمر کو کس مصرف میں خرچ کیا؟ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے کار تو پیدا نہیں کیا۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿ افحسبتم انما خلقنکم عبثا و انکم الینا لا ترجعون ﴾

(المومنون ۱۱۵)

''ہاں تو تب تم نے یہ خیال کیا تھا کہ ہم نے تم کو یوں ہی مہمل پیدا کر دیا اور یہ کہ تم ہمارے پاس نہیں لائے جاؤ گے۔''

وقت کو کارآمد بنانے کے متعلق حضرت امام شافعیؒ کا یہ قول انتہائی اہم ہے۔

اذلم تشغل نفسک بالحق شغلتک بالباطل

''یعنی اگر تم اپنے نفس کو حق اور درست کام میں نہیں لگاؤ گے تو وہ تمہیں باطل اور بے کاری میں لگا دے گا۔''

ماہرین تربیت کے یہاں معروف ہے کہ اگر بچے کو فراغت زیادہ میسر ہو تو اس کے افکار و خیالات اس طرح خراب ہو جاتے ہیں کہ پھر کام میں مشغول ہو کر بھی ان سے چھٹکارا نہیں پا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ بچے کو تو کیا کسی بڑے کو بھی فراغت و بیکاری میسر ہو تو پریشانی کے شیاطین اس پر حملہ آور ہونے میں دیر نہیں لگاتے۔ تو اس حالت میں تربیت کرنے والے پر لازم ہے کہ وہ بچے کو کسی ایسے کام میں مشغول کرے جو اس کے پورے وقت کو مصروف کر دے اور غلط خیالات و افکار کو اس کے ذہن سے نکال کر پھینک دے۔ ''ڈیل کارنیگی'' کا کہنا ہے ''جب ہم کسی کام میں مگن ہوتے ہیں تو کسی ذہنی پریشانی کا تصور تک نہیں ہوتا اور جب فارغ ہوتے ہیں تو ذہنی خیالات کے اعتبار خطرناک ترین لمحات میں ہوتے ہیں۔''

یہی وجہ ہے کہ اگر بچہ سارا وقت بیکار گزارتا ہے اور تربیت کرنے والے اس کے ذہنی

خیالات کی نگرانی بھی نہیں کرتے ہیں تو بلاشبہ وہ بچہ شکوک وشبہات اور وساوس وافکار کی زنجیر میں بری طرح جکڑ جاتا ہے جو ساری زندگی پریشان رہتا ہے اسی وجہ سے مربی پر لازم ہے کہ وہ فراغت کے اوہام وافکار سے بچے کی بھرپور حفاظت کرے' اور وقت کی اہمیت اور قدر و قیمت کو اس کے دل ودماغ میں بٹھانے کی ہر ممکن کوشش کرے چنانچہ روز مرہ کے امور میں مصروف رکھنے کے ساتھ ساتھ ذہنی وبدنی تفریح کیلئے مناسب سامان بھی مہیا کرے اور نفس کی شرارتوں سے بچے کو محفوظ کرنے کی بھی حتی الوسع کوشش کرے۔ اس لئے کہ جب بچہ پورے وقت کاموں میں مصروف ہوگا تو فراغت وبیکاری کے غلط اثرات سے حفاظت ہوسکتی ہے۔

سیدنا حضرت عمرؓ کے بارے میں مروی ہے: وہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں کسی شخص سے ملاقات کروں اور وہ مجھے اچھا لگے تو اس سے پوچھتا ہوں اس کا کوئی مشغلہ بھی ہے؟ اگر مجھے پتہ چل جاتا ہے کہ وہ بیکار ہے تو وہ میری نظروں سے گر جاتا ہے۔

یہ وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وقت کی اہمیت اور ضرورت اور بے قدری کی ممانعت کی طرف ان الفاظ سے ارشاد فرمایا ہے:

ان الصحة والفراغة نعمتان من نعم الله مغبون فيهما كثير من الناس " (سنن دارمی: ۲۹۷)

''صحت اور فراغت نعمت الٰہی میں سے دو نعمتیں ایسی ہیں کہ بہت سے لوگ وقت اور صحت کے متعلق خسارے میں واقع ہیں۔''

یعنی بہت سے لوگ وقت وفراغت کی نعمت سے کام نہیں لیتے بلکہ اس کو ضائع کر کے آخرت کے عظیم فوائد سے محروم ہوتے ہیں۔

حضرات صحابہ کرام صلحاء اور تابعین وقت کی حفاظت کے متعلق انتہائی حریص تھے۔ چنانچہ مشہور تابعی حضرت حسن بصریؒ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ اپنے شاگردوں سے اور وقت کے علماء سے فرمایا کرتے تھے کہ میں نے حضرات صحابہ کرامؓ کو دیکھا کہ وہ وقت کی اتنی حفاظت کرتے تھے جتنی تم اپنے دنانیر ودراہم کی حفاظت نہیں کرتے۔

وقت کو کام میں لگا کر آخرت کیلئے توشہ تیار کرو نفس پرستی چھوڑ' اسی طرح وقت سے

بھرپور فائدہ اٹھاتے اور ایک ایک لمحے کو غنیمت جاننے کے متعلق حضرت علامہ ابن جوزیؒ اپنی مشہور کتاب ''الفتۃ الکبد فی نصیحۃ الولد'' میں اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''پیارے بیٹے! تم اپنے نفس کی شرارتوں سے آگاہ ہو جاؤ سابقہ کوتاہیوں پر نادم ہو جاؤ' اللہ کے کامل بندوں کے سامنے رہا کرو جب تک وقت میں گنجائش ہو اپنے نفس کی تر شاخ کو سوکھنے سے پہلے درست کرنے کی سعی کرو' ضائع شدہ لمحات کو یاد کرو' عبرت حاصل کرنے کیلئے اتنا بھی کافی ہے جس سے مستی کی لذت ختم ہوگی اور فضائل کے مراتب میں کمی محسوس کرو گے۔''

والدین کو چاہیے کہ بچے کو یہ سمجھائے کہ وقت انسان کا قیمتی ترین اثاثہ ہے اور تمام چیزوں سے معزز ہے مگر جلدی ختم ہونے والا ہے اور جب ہاتھ سے نکل جائے تو دوبارہ اسے ہاتھ میں لانا ممکن نہیں ہے۔ اسی وجہ سے کسی دانشور کا قول ہے کہ ''وقت تلوار کی طرح ہے اگر اسے نہیں کاٹو گے تو وہ تمہیں کاٹ دے گا۔''

(۲۹) ...... بچوں کو رعب میں رکھیئے

ماں کو چاہیے کہ تعلیم وتربیت کے میدان میں بچوں کو پوری پوری محبت وشفقت دے مگر جہاں کہیں سخت رویے کی ضرورت پڑے وہاں حسب ضرورت ڈانٹ ڈپٹ بھی کرے کیونکہ بچوں کو بالکل ہی ڈھیل دے کر بالکل بے لگام نہیں چھوڑنا چاہیے' یہ محبت وشفقت نہیں کہ بچے کو غلط حرکتیں کرتے دیکھ کر بھی اس سے نہ روکا جائے جہاں ڈانٹ کی ضرورت پڑے وہاں چشم پوشی اختیار کی جائے کیونکہ اس سے بہت نقصان ہوتا ہے یہی غلط حرکتیں آہستہ آہستہ پکی عادتوں میں تبدیل ہو جاتی ہیں کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاد کو تنبیہ کرنے کا حکم بھی دیا ہے۔

حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دس باتوں کی وصیت فرمائی ہیں ان میں سے آخری دو باتیں یہ ہیں۔

ولاترفع عنهم عصاک ادبا و اخفهم فی الله

''تنبیہ کے واسطے ان پر سے لکڑی (عصا) نہ ہٹانا اور اللہ تعالیٰ سے ڈراتے رہنا۔''

نیز اس معاملے میں ایک مقولہ ہے کہ انسان کو اپنی اولاد کی تربیت کا طریقہ شیرنی سے سیکھنا چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کو اعلی، ستھرا اور ان کے شایان شان کھلاتی ہے لیکن جہاں بھی وہ اپنے مرتبے ومقام سے ہٹنے لگتے ہیں یعنی کسی ایسے کھانے پر منہ مارتے ہیں جو شیر کے بچوں کے کھانے کے مناسب نہیں تو ان کو ایسی غضبناک نگاہوں سے گھورتی ہے کہ وہ دوبارہ اس کی طرف نہیں پلٹتے۔

بعض اوقات بچے کسی کے گھر جا کر غلط حرکتیں شروع کر دیتے ہیں یا بعض اوقات بڑوں سے بدتمیزی کر ڈالتے ہیں' بعض اوقات کسی کے گھر جا کر کھانے پینے میں ندیدے پن کا مظاہرہ کرتے ہیں تو مائیں بھی ان کو ان باتوں پر تنبیہ نہیں کرتیں' بلکہ بعض غلط حرکتوں پر تو خود مسکرا مسکرا کر ان کے حوصلے بڑھاتی ہیں۔

اسی طرح بعض گھرانوں میں دیکھا جاتا ہے کہ اگر باپ کسی بات پر بچے کو سرزنش کرے تو ماں اس کی حمایت کرنا شروع کر دیتی ہے یہی عمل اکثر بچے کے بگاڑ کا سبب بن جاتا ہے۔ ایسی بہت سے ماؤں کو پریشان ہوتے دیکھا جاتا ہے۔ کیونکہ باپ کا رعب اور باپ کی مار بھی بچے کو سدھارنے کیلئے ضروری ہے حضرت لقمان علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ

ضرب الوالد للولد کمطر السماء للزرع

''باپ کا ادب کی تعلیم کیلئے اولاد کو مارنا کھیتی کیلئے بارش کی مثل ہے۔''

(۳۰) ...... خودداری اور خود اعتمادی پیدا کیجئے

بچے کے اندر اپنی ذات کی اہمیت کا احساس بھی ہونا چاہیے ماں کو چاہیے کہ وہ اپنے بچے کے اندر خود اعتمادی کا احساس پیدا کرے۔ اس کو یہ احساس دلائے کہ اس گھر میں اس کی بہت اہمیت ہے۔ اس کو یہ احساس دلائے کہ وہ بہت کچھ کر سکتا ہے۔ نیز اس کو یہ احساس بھی دلائے کہ کسی سے اچھی گفتگو کرتے وقت شرمانا نہیں چاہیے اگر وہ مسکرا کر خود اعتمادی سے گفتگو کرے گا تو سب اس سے محبت کریں گے۔

نیز اس کو یہ احساس بھی دلائے کہ وہ وہ دنیا میں بے مقاصد نہیں بھیجا گیا' کیا خبر اللہ تعالی نے اس کو کسی عظیم الشان کام کیلئے پیدا کیا ہو۔ کیونکہ اگر بچوں کے اندر خود اعتمادی

پیدا نہ ہو تو ان کی شخصیت کمزور اور مسخ ہو جائے گی۔ اس طرح وہ کوئی کام سرانجام نہیں دے سکتے بلکہ خود ان کی ذات ہی دوسروں کیلئے وبال بن جائے گی۔ اسی طرح اگر مالی حالات بہتر نہ ہوں تو اس کا احساس بھی بچے کے اندر نہیں پیدا کرنا چاہیے۔ بلکہ بچوں کو اس معاملے میں بھی خوش کن سوچ دیں کہ ہمارے بزرگان دین تو خود غربت افلاس کو پسند فرمایا کرتے تھے اور دنیا کی دولت سے دور بھاگتے تھے اور پھر بھی اللہ تعالی نے ان کو اتنے بڑے مقاموں پر فائز کیا کہ وہ دنیا سے دور بھاگتے تھے اور دنیا ان کے در کی سوالی تھی۔ اللہ تعالی نے دنیا کو ان کے در کا سوالی بنا دیا۔

بچے کے دل میں دنیا سے بے رغبتی پیدا کی جائے' نیز جنت کی نعمتوں کا خوب اس کے سامنے نقشہ کھینچا جائے کہ اصل زندگی اور نعمتیں آخرت کی ہیں کہ اگر دنیا میں کوئی نعمت نہیں تو اس میں محرومی کی کوئی بات نہیں۔

انشاء اللہ تعالی بچے کے اندر یقین محکم اور اللہ تعالی کی ذات پر سچا توکل پیدا ہوگا تو وہ دنیا میں کامیاب ترین انسان بن جائے گا۔

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کا مدینے کے کسی راستے پر سے گزر ہوا وہاں بچے کھیل رہے تھے، ان بچوں میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بھی تھے آپ بھی چھوٹے تھے اور ان بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے حضرت عمرؓ کو دیکھ کر باقی بچے بھاگ کھڑے ہوئے لیکن حضرت عبداللہ بن زبیرؓ وہاں کھڑے رہے حضرت عمرؓ ان کے پاس پہنچے اور ان سے پوچھا کہ تم دوسرے بچوں کے ساتھ کیوں نہیں بھاگے؟ انہوں نے کہا کہ میں مجرم نہیں ہوں جو آپ کو دیکھ کر بھاگ کھڑا ہوتا اور نہ ہی راستہ تنگ ہے کہ میں بھاگ کر آپ کیلئے راستہ کشادہ کرتا۔

سبحان اللہ! ہمارے بزرگان دین اپنے بچوں کے اندر کیسی جرات پیدا کرتے تھے اسی لئے ماں کو چاہیے کہ وہ اپنے بچے کے اندر سے احساس کمتری اور بلا موقع شرم وحیاء جیسی عادتوں کو ختم کردے' کہ یہ سب ''شرمندگی'' کی شکلیں ہیں۔

شرمندگی نام ہی دوسروں کی ملاقات سے بھاگنے اور ان سے کنارہ کشی اختیار کرنے کا ہے۔ اس لئے سمجھدار ماؤں کو چاہیے کہ اپنے بچوں کو دوسروں کے ساتھ ڈیل کرنا سکھائیں۔ کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ اچھے یا برے لوگ پیدا نہیں ہوتے بلکہ بنائے جاتے ہیں

اس لئے بچے کی صحیح نشو ونما کا خاص خیال رکھا جائے اور بچے کو عدم اعتماد اور عدم تحفظ کا شکار نہ ہونے دیں کہ ایسی شخصیت مسخ ہو جاتی ہے اور بچے متوازن تعلقات برقرار نہیں رکھ پاتے۔

جب بچہ سمجھدار ہو جائے تو اسے عملی طور پر دوسروں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے اور ڈیل کرنے اور میل جول رکھنے کا موقع دینا چاہیے۔ علماء کی محفلوں اور بڑوں کی مجلسوں میں بھی بیٹھنے کا اس کو موقع دینا چاہیے تاکہ اس کے اندر دانائی پیدا ہو اور سوجھ بوجھ بڑے۔

(۳۱) ...... بچے کو کاہل اور سست نہ بنائیے

مومن غفلت اور لاابالی پن سے پاک ہوتا ہے کیونکہ جو لوگ غفلت برتتے ہیں اور سستی و کاہلی کے عادی ہوتے ہیں وہ ظاہری و باطنی کمالات سے محروم رہ جاتے ہیں۔

لہذا ماں اگر یہ چاہتی ہے کہ اس کی آنکھوں کا تارا دینی اور دنیوی دولتوں سے ظاہری و باطنی کمالات سے مالا مال ہو تو اسے چاہیے کہ اس کو ہرگز کاہل اور سست نہ بننے دے کہ اس کے متعلق قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿ولا تکن من الغفلین﴾ (اعراف:۲۰۵)

''اور غافلوں میں نہ ہونا۔''

نیز احادیث مبارکہ سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے:

اللھم انی اعوذبک من الکسل والھرم

''اے اللہ میں سستی اور عاجزی والے بڑھاپے سے تیری پناہ مانتا ہوں''

چنانچہ غفلت مومن کو زیب نہیں دیتی۔ مومن ذمہ دار اور اعتدال پسند ہوتا ہے اس لئے ماں شروع ہی سے بچے کے اندر احساس ذمہ داری پیدا کرے۔

حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں:

''میں ایسے آدمی کو دیکھنا پسند نہیں کرتا جو تو دنیا کے کام میں لگا ہو اور نہ ہی آخرت کے کام میں لگا ہو۔ بلکہ بیکار اپنا وقت ضائع کرے۔''

لہذا ماں کو چاہیے کہ بچپن سے ہی بچے کو مستعد' چست اور چاق و چوبند بنائے نیز اس کے سامنے سستی کی مذمت بیان کرتی رہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''ایسی چیزوں کے حریص بنو جو تمہیں فائدہ پہنچانے والی ہوں اور اللہ تعالی سے مدد مانگتے رہو اور عاجز و کاہل اور سست نہ بنو''۔

(۳۲)...... رحیمانہ برتاؤ سکھایئے

بچہ کو لازمی طور پر یہ سکھانا چاہئے کہ وہ اپنے دوستوں اور ساتھیوں کے ساتھ لطف و رحم' شائستگی' محبت و الفت اور اخوت کا سلوک رکھے اور یہ یقین رکھے کہ اللہ تعالی اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے۔ اور اپنے ان بندوں سے محبت کرتا ہے جو اللہ کے بندوں پر شفقت کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

الرحمون یرحمھم الرحمن ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء (سنن ابی داؤد)

''جو لوگ رحم کرتے ہیں رحمٰن ان پر رحم کرتا ہے۔ زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔''

پہلے تو والدین کو خود رحیم، شفیق اور اچھا برتاؤ کرنے والا ہونا ضروری ہے ان کو دیکھ کر بچہ خود بخود رحیم، شفیق بن جائے گا۔

(۳۳)...... پڑوسی سے نیک سلوک کی ترغیب دیجیے

جن اچھے آداب کی تعلیم دینا والدین کا فرض ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ہمسائے کو کوئی تکلیف نہ دی جائے بلکہ اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جائے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمسائے کے ساتھ نرمی کرنے' احسان سے پیش آنے' بیماری میں اس کی عیادت کرنے اور سلام کہنے اور اس کے جنازے میں شریک ہونے کی تاکید کی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

حق المسلم علی المسلم خمس : رد السلام و عیادۃ المریض

واتباع الجنائز واجابة الدعوة و تشميت العاطس
''ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حقوق ہیں: سلام کا جواب دینا' بیمار کی عیادت کرنا' جنازے میں ساتھ جانا' دعوت قبول کرنا اور چھینک کا جواب دینا۔''

(۳۴)...... بے مقصد کاموں کو چھوڑنا سکھایئے

بچے کو یہ بات سکھائی جائے کہ جن کاموں سے اس کا واسطہ نہیں ان میں مداخلت نہ کرے۔ جب والدین بات کر رہے ہوں تو ان کی بات نہ ٹوکے' غیر ضروری اور فحش کلام سے احتراز کرے' لعن طعن اور گالی گلوچ سے بچے' فضول اور بے ہودہ گفتگو سے جس قدر ہو سکے دور رہے اس کے مقابلے میں بچے کو اچھی اور اعلیٰ گفتگو کی تعلیم دی جائے۔

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من حسن اسلام المرء ترکه مالا یعنیه (الترمذی)

''آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ ہر اس چیز کو چھوڑ دے جس سے اس کا کوئی تعلق نہ ہو۔''

حضرت ابن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لیس المومن بالطعان والا باللعان ولا الفاحش ولا البذی))

''مومن کسی پر طعن کرنے والا نہیں ہوتا اور نہ لعنت کرنے والا ہوتا ہے اور نہ فحش گو اور نہ بے ہودہ بکواس کرتا ہے۔''

(۳۵)...... ناک صاف کرنے کی تربیت دیجیے

والدہ بچے کو ناک صاف کرنے کا طریقہ بتائے اور اسے ہمیشہ ناک صاف رکھنے کی تعلیم دے۔ بچہ اپنی جیب میں رومال رکھے اور اسے ناک صاف کرنے کیلئے استعمال کرے۔ اگر ٹشو پیپر ہو تو ناک صاف کرنے کے بعد اسے ردی کی ٹوکری میں پھینکے' بچے کو ان عادات پر پختہ کیا جائے اور بچے کو لوگوں کے سامنے ناک میں انگلی ڈال کر کھیلنے سے روکا جائے کیونکہ یہ ایک بری عادت ہے نیز ناک صاف کرنے کیلئے ہمیشہ بایاں ہاتھ

استعمال کرنے کی تعلیم دی جائے۔

(۳۶)......گھر میں رہنے کی عادت ڈالی جائے

چھوٹے بچوں کو ماں یا باپ کے ساتھ گھر سے باہر جانے کی عادت نہ ڈالی جائے۔ خصوصاً باپ کے ساتھ اسے باہر جانے سے روکا جائے اور گھر میں رہنے کی عادت ڈالی جائے لیکن بچے کو کبھی کبھی باپ کے ہمراہ مسجد ضرور بھیجا جائے۔ بالکل ابتدائی عمر میں بچے کا ہمیشہ باپ کی گود سے چمٹا رہنا خاصا پریشان کن ہوتا ہے لہذا اس طرح کی عادت سے پرہیز بہتر ہے۔ البتہ جو بچہ سمجھدار ہو جائے تو اسے باپ' بڑے بھائی یا کسی دوسرے عزیز کے ساتھ ہی گھر سے نکلنا چاہیے ورنہ وہ کسی خطرے کا شکار ہو سکتا ہے۔

(۳۷)...... بڑوں کا ادب کرنا سکھایئے

بچے کو اپنے سے بڑے کی عزت اور احترام کرنے کی تعلیم دی جائے' وہ اپنے والدین یا اپنے بڑے کے آگے نہ چلے۔ جب وہ والدین کے ہمراہ ہو تو والدین سے پہلے گھر میں داخل ہو' کیونکہ اسلام اپنے بیٹوں کی تربیت بہترین ادب اور حسن سلوک پر کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

من لم یرحم صغیرنا و لم یوقر کبیرنا فلیس منا۔ (سنن ابوداؤد)

''ہم جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا اور ہمارے بڑوں کی عزت نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں۔''

(۳۸)......کوڑا پھینکنا سکھایئے

بچے کی تربیت کی جائے کہ وہ کوڑا کرکٹ سڑک پر نہ پھینکے بلکہ مخصوص جگہ پر پھینکے۔ جب وہ گاڑی میں ہو تو چھلکے وغیرہ پلاسٹک کی تھیلی میں ڈالے اور بعد میں اسے کوڑا کرکٹ کی مخصوص جگہ پر پھینک دے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''ایمان کی ستر سے کچھ زائد شاخیں ہیں' ان میں سب سے اعلیٰ لا الہ الا اللہ اور سب

سے ادنیٰ راستے سے کسی تکلیف دہ چیز کو ہٹانا ہے۔'' (بخاری)

(۳۹)......بچگانہ حرکت اور تقلید کی عادت سے روکیے

والد کا فرض ہے کہ وہ اپنے بیٹے کی حرکات وسکنات اور باتوں کا دھیان رکھے۔ کیونکہ وہ گھر کی صاف شفاف' مانوس اور ہم ذہن سوسائٹی سے سکول کی سوسائٹی میں جاتا ہے جو مختلف خاندانوں اور گھرانوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ بچہ سکول میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ اکٹھا ہوتا ہے جو باہم مختلف عادات اور مختلف اخلاق کے ہوتے ہیں۔ وہ ان سے ہر طرح کے اچھے برے کلمات سنتا ہے اور ان کی نئی نئی حرکتیں دیکھا ہے۔ اس طرح بچی بھی اپنے سکول کی ہم جولیوں اور استانیوں سے متاثر ہوتی ہے باپ کو چاہیے کہ وہ جب ان سے کوئی نازیبا حرکت دیکھے یا ناپسندیدہ بات سنے تو ان کی گرفت میں جلدی نہ کرے' اس کا علاج بڑی حکمت' دانائی اور غور وفکر سے کرے' کیونکہ انسان ماحول اور معاشرے میں ہی پروان چڑھتا ہے۔ چنانچہ وہ معاشرے کو متاثر کرتا بھی ہے اور خود بھی متاثر ہوتا ہے۔ لہذا بچہ غیر ارادی طور پر بغیر محنت کے دوسروں سے بہت کچھ سیکھتا ہے۔ والد کا فرض ہے کہ اسے تہذیب سکھائے اور اسے ان بری عادت سے پاک کرے۔ جو اس نے دوسروں سے سیکھی ہیں اور یہ کام حکمت سے انجام دے والد بچے کو بری عادت کے نقصان بتائے اور اس کے برے انجام سے خبردار کرے' اس کے دل میں اچھائی کی محبت ڈالے اور اچھائی کرنے پر حوصلہ افزائی کرے۔

(۴۰)......حسب قوت کام لینا سکھایئے

جب بچوں کو کوئی کام سونپا جائے تو وہ کام ان کی عقل اور جسمانی طاقت کے مطابق ہونا چاہیے۔ ایسے کام بچوں کے ذمہ نہ لگائے جائیں جن کی وہ استطاعت نہ رکھتے ہوں' اگر انہیں ایسے کام سونپے جائیں گے تو وہ انہیں خراب کر دیں گے اسی طرح انہیں وعظ و نصیحت کرتے وقت ان کی ذہنی صلاحیت کو مدنظر رکھا جائے اور انہیں مرحلہ وار ان کاموں کے قابل بنایا جائے جو ہم ان سے کروانا چاہتے ہیں۔

(۴۱)......نمازی کے آگے سے گزرنے سے روکیئے

والد کا فرض ہے کہ وہ بچے کو مناسب عمر میں اپنے ہمراہ مسجد لے جایا کرے' اسے مسجد کے آداب سکھائے اور اس کے دل میں مسجدوں کی عزت، احترام اور تقدس بٹھائے کیونکہ مسجدیں اللہ کے گھر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وان المسجد لله فلا تدعوا مع الله احدا﴾ (الجن:۱۸)

''اور یہ کہ مسجدیں (خاص) اللہ کی ہیں' اور اللہ کے ساتھ کسی اور کی عبادت نہ کرو۔''

اور بچے کو نمازی کے سامنے سے گزرنے سے روکے' کیونکہ اسلام نے نماز کے سامنے سے گزرنے کو حرام کیا ہے اور اس سے خوب خبردار کیا ہے۔ حضرت ابوجہیمؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لو یعلم المار بین یدی المصلی ماذا علیه لکان ان یقف اربعین خیر له من ان یمر بین یدیه ' قال : اربعین یوما او شهرا او سنة

''اگر نماز کے سامنے سے گزرنے والا یہ جان لے کہ اس کو کتنا سخت گناہ ہے تو وہ نمازی کے سامنے سے گزرنے سے چالیس تک ٹھہرا رہتا اور نہ گزرنا بہتر خیال کرتا۔''

ابونضر راوی کا بیان ہے کہ چالیس سے کیا مراد ہے' مجھے یاد نہیں رہا' چالیس دن مراد ہیں کہ چالیس مہینے یا چالیس سال۔''

(۴۲)......فضول گفتگو سے بچائیے

والدین کا فرض ہے کہ وہ اپنی اولاد کو فضول اور فحش کلام سے روکیں جب بھی بچے یا بچی کو دیکھا جائے کہ وہ بے معنی، بے ہودہ گفتگو کر رہے ہیں تو اسی وقت انہیں روکنا چاہیے اور اس کی برائی کو ضروری بیان کریں اور انہیں اچھی گفتگو کرنے کی تلقین کریں۔

(۴۳)...... بچے کو ایمانداری سکھائیے

بچوں میں بنیادی طور پر جو وصف پیدا کرنا ضروری ہے وہ ایمانداری ہے۔ ایمانداری

کو دیانت اور امانت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ دنیاداری میں آپس کے تمام معاملات کا دارو مدار ایمانداری پر ہی ہے۔ ایمانداری سے مراد دوسرے کی امانت کو صحیح طرح پورا پورا ادا کرنا ہے۔ اگر کوئی کسی سے کوئی چیز خریدتا ہے تو جتنے دام طے کر کے جیسی اور جتنی چیز کی وہ وصول کرتا ہے تو ان کے بدلے میں سچائی کے ساتھ اسے خریدی ہوئی چیز دیدے اور چیز دینے میں ہیر پھیر نہ کرے یعنی جس طرح کی چیز کی قیمت وصول کی ہے وہی دے' اسے ایمانداری کہا جائے گا اگر رقم تو اچھی چیز کی وصولی کی لیکن چیز اسے ناقص دی تو یہ بے ایمانی کہلائے گی۔ ایمانداری اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔ ایسے ہی اگر کوئی ملازمت کرتا ہے تو جتنے گھنٹے ڈیوٹی دینے کی تنخواہ وصول کرتا ہے تو دیانت کے ساتھ اتنا وقت ملازمت میں صرف کرے لیکن بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو دیانتداری سے اپنے فرائض انجام دیتے ہیں' ایمانداری سے کبھی بھی کسی کی حق تلفی نہ ہو گی۔

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اپنی چھ چیزوں کی ضمانت دو تو میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں:

۱)...... جب بات کرو تو سچ بولو۔

۲)...... جب وعدہ کرو تو پورا کرو۔

۳)...... جب تمہارے پاس امانت رکھی جائے تو اسے ادا کردو۔

۴)...... اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو۔

۵)...... اپنی نگاہیں نیچی رکھو۔

۶)...... اور اپنے ہاتھ روکے رکھو۔" (بیہقی۔ احمد)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں چار باتیں ہوں تو دنیا میں باقی چیزیں نہ ملنے کا کوئی مضائقہ نہیں' امانت کی حفاظت بات کی سچائی' اخلاق کی خوبی اور خوراک کی پاکیزگی۔ (احمد' بیہقی)

حضرت امام مالکؒ سے روایت ہے کہ مجھے یہ بات پہنچی کہ لقمان حکیم سے کہا گیا کہ ہم جو دیکھتے ہیں اس مقام پر آپ کو کس چیز نے پہنچایا؟ فرمایا کہ سچی بات کرنے' امانت ادا کرنے اور بیکار گفتگو چھوڑ دینے نے۔ (موطا امام مالک)

اولاد کی تربیت کرتے وقت ان کے ذہنوں میں یہ بات ڈالنا بھی ضروری ہے کہ وہ اپنا ہر کام ایمانداری سے کریں ایماندار بچے بہت جلد زندگی کے جس شعبے میں قدم رکھیں گے کامیاب ہوتے چلے جائیں گے کیونکہ ایمانداری میں قدرتی طور پر اللہ تعالیٰ برکت ڈال دیتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر کام کو ایمانداری کے ساتھ پورا کرنے پر زور دیا ہے کیونکہ اچھی قوم کا اخلاق اسی وقت نمایاں ہوگا جب وہ ایماندار ہوگی' امانت کے بارے میں بچوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پر عمل کرنا سکھائیں۔

(۴۴) ...... بچے کو توکل علی اللہ سکھایئے

اللہ پر توکل' اعتماد اور بھروسہ کرنا نیز اللہ کے فیصلے اور تقدیر پر ایمان لانا تربیت اولاد کا اہم جزو ہونا چاہیے اور توکل علی اللہ مطلوبہ کاموں کی استعداد پیدا کرنے' ان کے اسباب اختیار کرنے' صبر اور برداشت کے ساتھ ہو۔ دین حنیف ہمیں اسی طرح کا درس دیتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دیہاتی سے فرمایا تھا کہ جس نے اپنی اونٹنی کو کھلا چھوڑ دیا تھا:

اعقلها و توکل ......'' اسے باندھو اور پھر توکل کرو۔''

جتنے بھی زندہ و جاوید انسان گزرے ہیں' وہ ماؤں ہی کی تربیت کا نتیجہ ہیں۔ لہذا ماں کو چاہیے کہ ماں خود بھی باکردار' بااخلاق، کامل ایمان والی، پکے یقین والی ہو اور اپنے بچے کو بھی اللہ عزوجل کی ذات پر سچا توکل کرنے والا بنائے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿ومن یتوکل علی الله فهو حسبه﴾ (طلاق: ۳)

''اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے۔''

﴿ان الله یحب المتوکلین﴾ (ال عمران: ۱۵۹)

''بے شک توکل کرنے والے اللہ کو پیارے ہیں۔''

نیز احادیث مبارکہ میں توکل کی بہت تاکید آئی ہے۔

''عن عمر بن الخطاب قال سمعت رسول الله صلی الله علیه

وسلم یقول لو انکم تتوکلون علی اللہ حق توکلہ یرزقکم کما یرزق الطیر تغدو خماصا و تروح بطانا" (ریاض الصالحین)

''حضرت عمرابن الخطابؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوفرماتے سنا کہ اگر اللہ پر جیسا چاہے ویسا توکل کروتم کو ایسے رزق دے جیسے پرندوں کو دیتا ہے کہ وہ صبح کو بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو شکم سیر لوٹتے ہیں۔''

(۴۵)......اولاد میں اللہ عزوجل کا خوف پیدا کیجئے

ماں اپنے بچے کی تربیت کے دوران اس میں خوف خدا پیدا کرنے میں کامیاب ہوگئی تو اس کا بچہ خود بخود بہت سے گناہوں اور خود اس کی نافرمانی سے بچ جائے گا۔

لہذا ماں کو چاہیے کہ بچے کے ذہن و دل میں یہ بات نقش کردے کہ ہمارا خالق ہمیں دیکھ رہا ہے' اس طرح خرابیوں سے محفوظ رہیں گے۔

قرآن پاک میں اللہ تعالی فرماتا ہے:

﴿رضی اللہ عنھم و رضو عنہ ذلک لمن خشی ربہ﴾ (بینہ:۸)

''اللہ ان سے راضی اور وہ اس سے راضی ہوگئے یہ اس کے لئے ہے جو اپنے رب سے ڈرے۔''

﴿ولمن خاف مقام ربہ جنتن﴾ (رحمٰن:۴۶)

''اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اس کے لئے دو جنتیں ہیں۔''

نیز احادیث مبارکہ میں خوف خدا کے متعلق ارشاد فرمایا گیا۔

حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' جو کوئی خدا سے ڈرے تمام مخلوق اس سے ڈرے گی اور جو کوئی خدا سے نہیں ڈرے گا تو حق تعالی تمام مخلوق کا ڈر اس کے دل میں ڈال دے گا۔''

لہذا ماں کو چاہیے کو وہ اپنے بچے کے دل میں یہ بات راسخ کرے کہ کسی بھی معاملے میں اسے مخلوق سے ڈرنے کے بجائے اپنے مولی عزوجل سے ڈرنا ہے کیونکہ اس کے تمام معاملات کی خیر و بھلائی اس کے دست قدرت میں ہے۔

پس ایک ماں اگر اپنے بچے کو یہ سکھائے کہ اس کا رب اسے دیکھ رہا ہے اور اسے میرے تمام کاموں کی خبر ہے تو بچے کے اندر منفی جذبات جنم لیں گے۔

اس کا سب سے بڑا فائدہ تو یہ ہے کہ بچہ کسی بھی معاملے میں اپنی ماں سے جھوٹ بولے گا کیونکہ اسے اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔ وہ اس بات سے خوف محسوس کرے گا اس کے علاوہ وہ خیانت نہیں کرے گا' نیز ہر قسم کے جرم و گناہ کے وقت اس کے ذہن میں یہ بات گردش کرے گی کہ میں اکیلا نہیں ہوں' میرے رب کو میرے اس کام کی خبر ہے۔

(۴۶)...... بچے کے دل میں علماء کی اہمیت بٹھایئے

اگر یہ کہا جائے کہ تربیت کا یہ گوشہ ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے تو مبالغہ نہ ہوگا۔ اس لئے کہ اگر بچے نے علماء و معلمین کے احترام و اکرام کی تربیت حاصل کر لی تو یقیناً وہ دنیا و آخرت کی بے شمار بھلائیوں سے بہرور ہو گیا۔ کیونکہ علم ایک نور ہے جو انسان کو مکمل طور پر منور کرتا ہے اور ہر طرح رہنمائی کرتا ہے اور دنیا و آخرت کی سعادت مندی اور خوش بختی کا باعث ہے۔

علماء و معلمین ہی اللہ تعالیٰ کے اولیاء اور احباء ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت سب سے زیادہ علماء ہی کو حاصل ہے اللہ تعالیٰ سے ڈرانے والے بھی یہی علماء ہیں۔

علماء اللہ کے دین مبین کی ترویج کرنے والے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سائے میں ہیں۔ یہی لوگ اللہ تعالیٰ کے ہاں بلند مرتبے اور عظیم قدر والے ہیں۔

حضرت ابن رجب حنبلیؒ فرماتے ہیں اگر علماء فقہاء اللہ تعالیٰ کے اولیاء نہیں ہیں تو اللہ تعالیٰ کا کوئی ولی نہیں ہے۔

حضرت سہل تستریؒ بادشاہ اور علماء کی توقیر کو دنیا و آخرت کی کامیابی قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ''لوگ جب تک علماء و سلاطین کی تعظیم کرتے رہیں گے خیر و بھلائی پر رہیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کی اصلاح فرمائیں گے اور اگر ان دونوں طبقات کو ہلکا سمجھیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی دنیا و دین دونوں کو برابر کریں گے۔

تربیت کرنے والے پر یہ بھی لازم ہے کہ بچے کی نظر و توجہ کو علماء، فقہا کی محبت کی طرف

مبذول کرائے چنانچہ بچے کے سامنے اللہ تعالیٰ کے ہاں علماء کی فضیلت ان کے اچھے کردار اور ان کی اچھائیاں کھول کھول کر بیان کرے تاکہ بچے کے دل میں علماء کی محبت اور ان کی تعظیم خوب جاگزیں ہو سکے اور بچوں کے سامنے علماء کے نام بیان کرنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ نام لینے سے بچے علماء کے ناموں سے واقف ہوں گے۔ علماء صحابہ اور عبادلہ اربعہ (عبداللہ بن مسعودؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عباسؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ) کا تذکرہ ہو' فقہائے مدینہ کا تذکرہ ہو، ائمہ اربعہ کے اوصاف اور ان کے اسمائے گرامی بیان کئے جائیں ان کے علاوہ دنیا میں علم دین پھیلانے والے علماء کرام کے سامائے گرام اور ان کے مناقب بچوں ک سامنے بیان کئے جائیں۔

اسی طرح علماء کی محبت' ان کا وقار، ان کی ہیبت اور ان کی قدر و منزلت بچوں کے دل میں بٹھانے کی صورت یہ ہے کہ ان کو علماء کی مجالس میں لے جایا جائے۔ لوگوں کے علماء کے ساتھ ادب واحترام اور تعلیم سے پیش آنے کا منظر دکھایا جائے اس طرح وہ علماء کی مجالس میں علم و معرفت اور مواعظہ حسنہ سے مستفیض ہوں گے تو ان کے دلوں میں علماء کے لئے عظمت و محبت کا جذبہ احترام پیدا ہوگا۔

والدین بچوں کے سامنے مجالس علمیہ کے فوائد بھی بیان کریں اور ان کو بتائیں کہ حضرت لقمان حکیم بھی اپنے بچوں کو علماء فقہا کی صحبت اختیار کرنے کی نصیحت فرمایا کرتے تھے اور یوں فرماتے تھے ''اے پیارے بیٹو! علماء کی مجالس اختیار کرو اور علماء کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرو' اس سے اللہ تعالیٰ دلوں کو علم و حکمت سے ایسے زندہ کر دیتے ہیں جیسا کہ بنجر زمین کو بارش سے آباد کرتے ہیں۔

(۴۷) ...... بچے کو مانگنے سے بچائیے

اسی طرح والدین کو چاہیے کہ بچے کو لینے کا عادی نہ بنائیں اس لئے کہ ہر ایک سے لیتے رہنا اچھی عادت نہیں حدیث شریف کا مفہوم ہے:

''الید العلیاء خیر من الید السفلیٰ'' (مسلم)

''اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔''

اوپر والے ہاتھ سے مراد دینے والا ہاتھ ہے اور نیچے والے ہاتھ سے مراد لینے والا ہاتھ ہے اور جب لینے کی عادت بن جاتی ہے۔ تو لینا اس کی طبیعت میں شامل ہو جاتا ہے۔ اگر لینے کی عادت پڑ جائے تو ہر وقت یہی سوچے گا کہ بس مجھ کو کچھ مل جائے، اگر کسی ہاں ملنے کیلئے جائے گا تو اس سے پوچھے گا کہ میں ملنے کے لئے آیاں آپ مجھے کیا دو گے اور اس کے ہاں کوئی آ جائے تو کہے گا کہ میرے لئے کیا لائے ہو، گویا کہ ہر وقت لینے ہی کی بات کرے گا۔

(۴۸)...... بچہ کو عطا کرنے کی عادت سکھائیں

اور بہتر یہ ہے کہ اس کو ترغیب دے کر اس بات کی عادت بھی ڈالی جائے کہ وہ دوسروں کو دینا سیکھے کیونکہ لینا ایک ناپسندیدہ بات ہے اور دوسروں پر خرچ کرنا ایک اچھی صفت ہے۔

ایک روایت کا مفہوم ہے کہ سخی جنت سے قریب ہے' اللہ سے قریب ہے' لوگوں سے قریب ہے اور جہنم سے دور اور بخیل شخص جنت سے دور' اللہ سے دور' لوگوں سے دور اور جہنم کے قریب ہے۔

لہذا بچے کو صرف لینے کا عادی نہ بنایا جائے بلکہ اس کو اعتدال کے ساتھ عطاء و اخلاق کی بھی ترغیب دی جائے کہ سارا اپنے اوپر ہی استعمال نہ کرو بلکہ اس میں سے کچھ دوسروں کو بھی دے دو جیسا کہ حضرت شیخ الحدیثؒ نے آپ بیتی میں اپنے متعلق لکھا ہے کہ بچپن میں والدہ کچھ دینے کے بعد ساتھ یہ ترغیب بھی دیا کرتی تھیں کہ اس کو اوروں پر بھی خرچ کر دینا اس اچھی تربیت کا نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالی نے علم وفضل میں ان کو اتنا بڑا مقام نصیب کیا کہ مولانا ذکریا صاحبؒ کو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد ذکریاؒ جیسے اعلی منصب تک پہنچادیا۔

(۴۹)...... بچے کو خیانت سے بچایئے

اسی طرح بچے کو خیانت' چوری اور جھوٹ سے بچایا جائے یہ بری خصلتیں جب کسی

انسان میں پیدا ہو جائیں تو اس کو کسی کام کا نہیں رکھتیں اور دنیا و آخرت میں اس کو ذلیل و رسوا کر کے چھوڑتی ہیں جھوٹ تو ہے ہی ام الخبائث ایک بار جھوٹ کا چسکہ لگ جائے تو اترتا نہیں پھر ایک جھوٹ کو چھپانے کے لئے انسان سو جھوٹ اور بھی بولتا ہے اور پھر بالآخر جھوٹ پکڑا ہی جاتا ہے حکماء نے جھوٹ کو سم قاتل (زہر قاتل) لکھا ہے خطرناک زہر سے بچے کی حفاظت جس طرح کی جاتی ہے اسی طرح برے اخلاق سے بچوں کو بچانا چاہیے اور اس کی صورت یہ ہے کہ بچپن ہی سے ان اشیاء کی مذمت اور برائی کو ان کے ذہنوں میں بٹھایا جائے ورنہ یہ سم قاتل دنیا و آخرت کی ہر سعادت کو فاسد اور دین کی ہر فلاح سے انسان کو محروم کر دیتا ہے۔''

(۵۰) ...... بچے کو سلام کرنے کی تعلیم دیجیے

بچے کو سلام کرنے کی تعلیم دینا ضروری ہے اور سلام سے مراد ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ'' کہنا ہے۔ جب بچہ گھر میں داخل ہو' کسی سے ملے' یا لوگوں کے قریب سے گزرے' یا مسجد میں جائے یا ٹیلی فون پر کسی سے بات کرے تو ضرور سلام کہے۔ اگر بچہ ٹیلی فون سنے تو سلام کہنے کے بعد فون کرنے والے کا نام اور کام پوچھ لے تاکہ وہ گھر والوں کو پیغام دے سکے۔

اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿فاذا دخلتم بيوتا فسلموا على انفسكم تحية من عند الله مباركة طيبة﴾ (النور:٦١)

''اور جب تم گھروں میں جایا کرو تو (اپنے گھر والوں کو) سلام کیا کرو' یہ اللہ کی طرف سے مبارک اور پاکیزہ تحفہ ہے۔''

حضرت ابو ہریرہؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"يسلم الراكب على الماشي والماشي على القاعد والقليل على الكثير والصغير على الكبير"

''سوار پیدل چلنے والے کو' پیدل چلنے والا بیٹھے ہوئے کو' تھوڑے آدمی زیادہ آدمیوں کو اور چھوٹا بڑے کو سلام کہے۔''

(۵۱)...... بچے کو شرم وحیاء کی ترغیب دیجیے

والدین بچے کو شرم وحیاء کی تعلیم دیں اور بچے کو یہ بھی بتائیں کہ حیاء اجتماعی ضرورت ہے۔ اس لئے کہ حیاء اگر نہ ہو تو بیٹا باپ کی بات ماننے کو تیار نہیں ہوگا اور نہ ہی شاگرد استاذ کی بات مانے گا اور نہ ہی کسی صاحب فضل کی عزت ہوگی' اگر انسان حیاء کے لباس سے عاری ہو جائے تو وہ آہستہ آہستہ رذائل کی ظلمت کی طرف بڑھتا رہے گا۔ اور جب تک حیاء برقرار رہے گی خیر کی زندگی گزارے گا اور اگر گناہ میں ملوث بھی ہو جائے تو حیاء کی وجہ سے توبہ کرنے کی امید کی جاسکتی ہے اور حیاء کے متعلق سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ سے بھی بچے کے دل ودماغ کو روشن کرتے رہنا چاہئے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ نرم اخلاق کے مالک تھے۔

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم پردہ نشین کنواری لڑکیوں سے کہیں زیادہ باحیاء تھے اور اگر آپ کسی چیز کو ناپسند فرماتے تو ہم آپ کے چہرے انور سے ہی اندازہ لگا لیتے۔'' (مسلم)

بچے کو یہ بھی سمجھایا جائے کہ حیاء کے مختلف مواقع ہیں لہذا کلام اور بات چیت کے وقت کی حیاء یہ ہے کہ بولتے وقت اپنی زبان کو فحش گوئی سے پاک رکھے اور کسی پر عیب لگانے سے زبان کی حفاظت کرے اس لئے کہ بدزبانی وفحش گوئی بے ادبی ہے۔

حیاء بھلائی کی روح ہے اور ہر عمل کے بہتر سے بہتر ہونے کا اصل سبب ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: فحش گوئی اور بے حیائی جس چیز میں بھی ہو اس کو عیب دار بنا دیتا ہے اور حیاء جس چیز میں بھی ہو اس کو خوبصورت اور مزین کر دیتی ہے'' (ترمذی)

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا'' اگر حیاء انسانی صورت میں آتی تو نیک وصالح شخص کی صورت میں ہوتی اور فحش بدکار آدمی کی صورت میں ہوتا ہے۔''

یہ بھی بچے کے دماغ میں لایا جائے کہ حق والوں کے حقوق کے مطابق ان کے ساتھ معاملہ کرنا بھی حیاء کے تحت داخل ہے' چنانچہ بچوں کا اپنے بزرگوں' شاگرد کا اپنے اساتذہ اور تربیت کنندگان کے حقوق ان کے درجات کے مطابق ادا کرنا بھی حیاء کا حصہ ہے۔ اسی طرح اس کو یہ بھی بتائے کہ حیاء کرنا بزدلی نہیں بلکہ اعلیٰ درجے کی شجاعت ہے اس لئے ایک باحیاء اور عقلمند انسان اللہ تعالی اور لوگوں کے سامنے منظم اور مضبوط طریقے پر چلتا ہے۔ چنانچہ جب بات کرتا ہے بہتر انداز سے، تصرف کرتا ہے تو بالغ نظری وامانت و دیانت کے ساتھ اور یہ بھی جانتا ہے کہ وہ ایک لمحے کے لئے بھی اللہ تعالی نظروں سے اوجھل نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح وہ حیاء کے ساتھ ایک عظیم اور بھلائیوں سے بھرپور زندگی گزارتا ہے۔

(۵۲)...... بچے کو اللہ کی نعمتوں سے روشناس کرائیے

اللہ تعالی کی ظاہری و باطنی نعمتوں سے بچوں کو روشناس کرانا بھی اللہ تعالی کے متعلق ان کی اخلاقی تربیت کا حصہ ہے انسان کو اللہ تعالی کی عطا کردہ نعمتوں' فضیلتوں اور متنوع پاکیزہ چیزوں سے بھی روشناس کرانا چاہیے تاکہ بچے کے دل میں اللہ تعالی کی ان گنت نعمتوں پر شکر گزاری کی کوتاہی کا احساس پیدا ہو اور اس کے ساتھ اس کے دل میں اللہ عز و جل کی عظمت و بڑھائی بھی بیٹھ جائے۔

ماں باپ کو چاہیے کہ وہ بچے کو اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کے بارے میں بتائیں اللہ جل شانہ نے تمہارے لئے کھانے پینے کی اشیاء اور لباس اور رہائش کے انتظامات عطا فرمائے اور تمہیں ایک مکمل انسان بنایا دیکھنے کے لئے آنکھ دی' چلنے کے لئے پیر دیئے' پکڑنے کیلئے ہاتھ دیئے بچے کو ان نعمتوں کی موجودگی کا احساس دلایا جائے پھر وہ نعمتوں کے بارے میں سوچے گا۔

اور اسے ایک عالم کا یہ قول یاد دلائیں کہ اللہ تعالی نے جتنی چیزیں پیدا کی ہیں وہ دراصل اس کا اپنے بندوں ہی پر فضل واحسان ہے' جس کا شکر ادا کرنے کے لئے بندے

اس کی حمد کرتے ہیں اس میں جو حکمت و مصلحت ہے وہ بھی اسی کی طرف ہے جس کی وجہ سے وہ ذات لائق حمد وشکر ہے۔

والدین کو چاہیے کہ وہ بچے کی توجہ اردگرد کے وسیع ماحول کی طرف مبذول کرائیں' جب وہ آسمان وزمین' درختوں' پہاڑوں اور پھولوں جیسے قدرتی مناظر دیکھے گا تو اسے ان قدرتی امور کے حسن و جمال کا ادراک ہوگا اور اسے خوشگوار آثار کا احساس ہوگا جس کا اس پر اثر ہی ہوگا کاور اس کے نتیجے میں وہ اللہ رب العالمین کا مزید شکر ادا کرے گا جس نے ہر چیز کو خوبصورت پیدا کیا ہے۔

اس کے بعد اسے قرآن حکیم کی چند آیات سنائی جائیں' مثلاً فرمان خداوندی ہے:

﴿یاایها الناس اذکروا نعمت الله علیکم هل من خالق غیر الله یرزقکم من السماء والارض﴾ (فاطر: ۳)

''اے لوگو! اللہ کے تم پر جو احسانات ہیں ان کو یاد کرو' کیا اللہ کے سوا کوئی خالق ہے جو تم کو آسمان وزمین سے رزق پہنچائے۔''

نیز فرمان رب العالمین ہے:

﴿ومن رحمته جعل لکم اللیل والنهار لتسکنوا فیه و لتبتغوا من فضله و لعلکم تشکرون﴾ (القصص:۷۱)

''اور اس نے اپنی رحمت سے تمہارے لئے دن اور رات بنایا تا کہ تم رات میں آرام کرو اور تا کہ (دین میں) اس کی روزی تلاش کرو اور تا کہ تم شکر کرو۔''

اسی طرح کی دیگر کثیر آیات قرآنیہ جن میں اللہ تعالی کے انعامات و احسانات اور عطیات کا ذکر ہو ان کا بچوں کے سامنے ذکر کیا جائے اور ساتھ ساتھ ان آیات کی تشریح بھی کی جائے اس سے یہ ہوگا کہ بچے کو بصارت کی فضیلت و اہمیت معلوم ہوگی اور اس کے نتائج سے واقفیت ہوگی' اس طرح سے اس کو ان نعمتوں کے شکر بجالانے اور اللہ تعالی کی حمد و تعریف کرنے پر متوجہ کیا جا سکتا ہے اسی طرح بچوں کو ایسے دوسرے پہلوؤں پر توجہ دلائی جا سکتی ہے' جو ان کی عمر اور ذہنی سطح کے مناسب ہوں اور ان پہلوؤں کے ساتھ اخلاقی پہلوؤں پر بھی توجہ ضروری ہوگی' دونوں کو مربوط شکل میں پیش کیا جائے گا۔

(۵۳)......بچوں کو عربی زبان سکھایئے

ہم آج کل جس سرح اپنے بچوں کو غیر مادری اور غیر ملکی زبانوں مثلاً انگریزی اور فرانسیسی وغیرہ کی تعلیم دلواتے ہیں اسی طرح انہیں عربی زبان کی تعلیم بھی دینی چاہیے' کیونکہ یہ زبان اسلام کی زبان ہے' قرآن مجید اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان ہے' اس سے ہمیں قرآن مجید' حدیث شریف' سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور دینی کتابوں کا مطالعہ کرنے اور سمجھنے میں مدد ملے گی۔

اسلام نے عربی زبان کو جو اہمیت دی ہے اس کا اندازہ ہم اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ قرآن پاک اللہ تعالی نے عربی زبان میں اتارا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان عربی تھی' اسلام عربی زبان سے دنیا میں پھیلا اور سب سے بڑی بات جنت میں جنتیوں کی زبان بھی عربی ہوگی۔ ایک حدیث میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

''عربی زبان سے تین وجوہات سے محبت کرو:

۱)......قرآن کی زبان عربی ہے

۲)......جنت کی زبان عربی ہے

۳)......میری زبان بھی عربی ہے۔''

اگر ہم عربی زبان سے ناواقف ہیں تو آج ہی سے یہ نیت سے کریں کہ ہم اپنے بچوں کو عربی زبان سکھائیں گے تاکہ وہ قرآن جو کہ عربی میں ہے اس کے صحیح مفہوم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عربی میں جو ارشادت ہیں ان کو سمجھ سکیں اور عربی زبان میں جو دعائیں دن اور رات کی ہیں ان کے صحیح معنی کو سمجھ سکیں کیونکہ جب قرآنی آیات اور دعاؤں کے معنی معلوم ہوں گے تو اتنا ہی شوق اور لذت محسوس ہوگی اس کے لئے ہم آج ہی سے اللہ تعالی سے دعائیں مانگیں کہ اے اللہ ''ہمیں اور ہمارے بچوں کو عربی سیکھنے کی توفیق دے تاکہ ہم اور ہمارے بچے قرآن و حدیث کے صحیح مفہوم کو سمجھ سکیں اس کی آسان صورت یہ ہے کہ سکھانے والی کوئی عربی کتاب خرید کر بچوں کو پڑھائیں اور چند چھوٹی چیزوں کے عربی میں نام یاد کرائیں اور روزانہ ان کی مشق کرائیں۔

(۵۴)......بچوں کو والدین کے نام و پتہ ضرور یاد کرایئے

بچوں کو ماں باپ بلکہ دادا کا نام بھی یاد کرادیں اور کبھی کبھی پوچھتے رہا کریں تاکہ اس کو یاد رہے۔ اس میں یہ فائدہ ہے کہ اگر خدانخواستہ بچہ کھو جائے اور کوئی اس سے پوچھے کہ تو کس کا بیٹا ہے؟ تیرے ماں باپ کون ہیں؟ تو اگر بچے کو نام یاد ہوں گے تو بتلادے گا پھر کوئی نہ کوئی اسے آپ کے پاس پہنچادے گا اور اگر یاد نہ ہوا تو پوچھنے پر اتنا ہی کہے گا کہ میں اماں کا بیٹا ہوں' ابا کا بیٹا ہوں یہ خبر نہیں کہ کون اماں کون ابا؟

(۵۵)......بچوں کے ساتھ پیار اور سختی کا ایک تجربہ

بچے کو اکثر والدین چھوٹا سمجھ کر اچھا یا برا جس طرح کا سلوک کرنا چاہیں کر لیتے ہیں اور اس میں اس کی کسی حق تلفی کا انہیں شبہ بھی نہیں ہوتا۔ یقین کیجیے دو ماہ کے بچے کو بھی اپنی عزت نفس' خوشی' غم اور غصے کا احساس ہوتا ہے۔ تجربہ کر لیں نفرت یا غصے سے اس کے گال پر ہلکی سے چپت لگائیں اور اس کے برخلاف محبت اور گرم جوشی سے یہی چپت مقابلۃً زیادہ زور لگائیں۔

پہلی چپت پر بچہ رونے لگے گا، جبکہ دوسری چپت پر باوجود زیادہ تکلیف ہونے کے مسکرائے گا، کیوں؟ اس لئے کہ وہ سمجھتا ہے کہ پہلی چپت غصہ سے لگائی گئی ہے جبکہ دوسری پیار و محبت میں لگائی گئی ہے۔

اسلامی تعلیمات میں بھی یہ بتایا گیا ہے کہ چھوٹوں کے ساتھ شفقت' عفو درگزر و محبت کا سلوک کیا جائے اور سختی وہیں کی جائے جہاں اس کی اجازت یا تعلیم ہو اس کے بارے میں علمائے کرام سے رجوع کر کے ہر موقع محل کے بارے میں تفصیلی علم حاصل کرنا والدین پر فرض ہے۔

(۵۷)......بچوں کو تجربات سے مت روکیئے

بعض والدین کو دیکھا گیا ہے کہ جہاں بچے نے کانچ کا برتن اٹھا کر کہیں رکھنا چاہا فوراً

تیز آواز سے منع کر دیا جاتا ہے کہ ارے تم برتن گرادو گے۔ بعض مائیں اپنی لڑکیوں کو کچن کے کاموں میں یہی سوچ کر شامل نہیں کرتی ہیں کہ وہ ہاتھ جلالیں گی' روٹی خراب کر دیں گی یا سالن جلا دیں گی۔ بچے نے سائیکل چلانے کی بات کی اور فوراً ڈانٹ پڑ گئی کہ چوٹ لگ جائے گی۔

غلطی' خطا یا ناکامی کو عموماً منفی محرکات میں شمار کیا جاتا ہے' لیکن ماہرین تعلیم و تربیت نے اسے بھی سیکھنے کا اہم ذریعہ قرار دیا ہے۔ زندگی کے تجربات میں کسی مقام پر ناکامی یا غلطی بچے کو اس کام کے اچھے یا برے پہلو سے آشنا کرتی ہے۔ ایک بچہ چلنا سیکھتا ہے تو بار بار گرتا ہے پھر سنبھلتا ہے اور ایک وقت آتا ہے کہ وہ ان غلطیوں سے تجربہ حاصل کر کے اپنا توازن کنٹرول کرنے کے فن سے آگاہ ہو جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تجربات سے گزرنے اور ان میں ٹھوکر کھانے کو ایک مثبت عمل قرار دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''ٹھوکر کے بغیر انسان بر باد نہیں ہوتا اور تجربے کے بغیر اسے حکمت نہیں ملتی۔'' (ترمذی)

اسی طرح کی ایک بات حضرت علیؓ نے بھی فرمائی ''میں نے اللہ کو اپنے ارادے کی ناکامی سے پہچانا۔''

(۵۸)......بچوں کی چھوٹی چھوٹی غلطیوں سے درگزر کیجیے

درگزر کا مطلب کسی غلطی کی نشاندہی ہونے کے بعد اس کو معاف کر دینا یا چشم پوشی اختیار کرنا ہے بعض مواقع پر کسی کی غلطی پر سرزنش کرنا ضروری ہو جاتا ہے لیکن ایسے مواقع بھی آتے ہیں کہ کسی کی غلطی سے درگزر کرنا اسے دوبارہ غلطی دہرانے سے باز رکھتا ہے۔ درگزر بسا اوقات ایک مضبوط تربیتی وسیلہ بن جاتا ہے اور مذکورہ شخص نہ صرف غلطی دہرانے سے بچتا ہے بلکہ درگزر کرنے والے کی عزت و تکریم اس کے دل میں بڑھ جاتی ہے۔

حضرت انسؓ دس سال کے بچے تھے کہ ان کی والدہ ام سلیمؓ انہیں سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آئیں۔ حضرت انسؓ سے کام میں کوتاہیاں بھی ہوتی تھیں بہت سے کام بننے کے بجائے بگڑ جاتے مگر دس سال کی طویل خدمت کے دوران پیکر عفو

کرم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی حضرت انسؓ کو سزا نہیں دی یہاں تک کہ کبھی ڈانٹا تک نہیں۔ حضرت انسؓ خود فرماتے ہیں۔ ''میں نے جو کام بھی کیا ٹھیک ہو گیا یا خراب کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ تم نے کیوں کیا؟ یا کیوں نہیں کیا؟''

اس واقعے میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بصیرت افروز تربیت کا واضح اشارہ موجود ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا زبردست طریقہ اختیار کیا کہ حضرت انسؓ کے اندر احساس ذمہ داری بڑھ گیا اور یوں وہ اپنی غلطیوں کو خود ہی درست کرنے کے قابل ہوئے۔

ایک روز ام قیس بن محصنؓ اپنے شیر خوار بچے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائیں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچے کو اپنی گود میں لے لیا' بچے نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں پر پیشاب کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعے پر کسی کو کچھ نہیں کہا بلکہ پانی سے کپڑے دھو لئے۔ گو کہ اس واقعے میں اتنے چھوٹے بچے کی تربیت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لیکن اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج اقدس کا احساس ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بچوں سے کتنی محبت کیا کرتے تھے۔

(۵۹)......بچوں کی عزت کر کے تربیت کیجئے

علمائے باطن فرماتے ہیں کہ انسان کی عظمت اور برتری کا راز یہ ہے کہ انسان اپنی اچھائیاں ظاہر کرتا ہے اور برائیاں چھپاتا ہے۔ حیوانات میں صلاحیت نہیں' خود کو بہتر سے بہتر ثابت کرنے کا جنون ہی انسانی ارتقاء کی بنیادی وجہ ہے۔ ہر شخص خود کو منوانا چاہتا ہے' وہ چاہتا ہے کہ لوگ اس کی صلاحیتوں کا احترام کریں' اسے تکریم سے نوازیں اس کی عزت نفس کا خیال کریں' اس بات سے کوئی فرد واحد بھی انکار نہیں کر سکتا کہ ہر شخص کی عزت نفس ہوتی ہے چاہے وہ بادشاہ ہو یا دست نگر امیر ہو یا غریب' بوڑھا ہو یا معصوم بچہ' بچہ بھی ایک مکمل انسان ہے اس کے اندر تمام جذبات و احساسات موجود ہوتے ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ احساسات کو الفاظ کا جامہ پہنانا نہیں جانتا' ماہرین بتاتے ہیں کہ جو بچے بچپن میں سراہے جانے، ہمت افزائی اور عزت سے محروم رہ جاتے ہیں ان کی شخصیت

میں واضح خلاء باقی رہ جاتا ہے۔عزت وتکریم کے قابل صرف بڑے ہی نہیں بلکہ بچے بھی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنی اولاد کی عزت کرو اور انہیں اچھا طریقہ سکھاؤ۔'' (ابن ماجہ)

(۶۰)......بچوں کو حلال وحرام کی تمیز سکھایئے

علامہ ابن جریر طبری اور علامہ ابن منذر حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: اللہ کی اطاعت کرو اور اللہ کی نافرمانی سے بچو اور اپنی اولاد کو احکامات پر عمل کرنے اور جن چیزوں سے روکا گیا ہے ان سے بچنے کا حکم کرو۔اس لئے کہ یہ تمہارے اور ان کے لئے آگ (جہنم) سے بچنے کا ذریعہ ہے۔

اس میں راز یہ ہے کہ جب سے بچے کی آنکھ کھلے وہ اللہ کے احکامات میں عمل کرنے والا ہو اور ان کی بجا آوری کا اپنے آپ کو عادی بنائے اور جن چیزوں سے روکا گیا ہے ان سے بچے اور ان سے دور رہنے کی مشق کرے اور بچہ عقل وشعور کے پیدا ہوتے ہی جب حلال وحرام کے احکامات کو سمجھنے لگے گا اور بچپن ہی سے شریعت کے احکام سے اس کا ربط ہوگا تو وہ اسلام کے علاوہ کسی اور دین ومذہب کو شریعت اور منہاج کو نہیں سمجھے گا۔

لہذا بچوں کو حلال خوراک کھلاؤ اور ان کو یہ سمجھاؤ کہ ہمیشہ حلال کھانے اور کمانے کی فکر کرو اور حرام سے ہمیشہ بچو۔

(۶۱)......اولاد کو ملحدانہ افکار سے بچایئے

یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے سامنے اپنے معاشرہ کی کچھ حقیقی اور واقعی مثالیں اور گندے اور آزاد ماحول کی کچھ تصویر کشی ہوتا کہ آپ کو ان عوامل کا پتہ چل جائے جو بچے کے عقیدہ واخلاق میں انحراف کا ذریعہ بنتے ہیں اور ساتھ ہی آپ کو یہ بھی معلوم ہو جائے کہ اگر والدین اور سرپرستوں نے اپنی اولاد کی تربیت میں سستی اور چشم پوشی سے کام لیا تو عام طور سے ایسا ہوتا ہے کہ بچے بے راہ روی اور گمراہی کی طرف مائل ہو جاتے ہیں اور کفر والحاد کی بنیادی باتوں کو اپنا لیتے ہیں۔

جو والدین اپنے بچوں کو غیر مسلموں کے سکولوں اور این جی اوز کی تعلیم گاہوں میں تعلیم حاصل کرنے بھیجتے ہیں۔ جہاں بچے عیسائی اساتذہ سے تعلیم وتربیت حال کرتے ہیں تو اس کا لازمی اثر یہ ہوتا ہے کہ بچہ بے دینی اور گمراہی پر بڑھتا پلتا ہے اور کفر والحاد کی جانب آہستہ آہستہ راغب ہوجاتا ہے بلکہ اس کے دل میں اسلام سے بغض راسخ ہوجاتا ہے۔

جو باپ اپنے بچے کی باگ ڈور ایسے ملحد اساتذہ اور گندے لوگوں کے ہاتھ میں دے دیتے ہیں جو ان بچوں کو کفر کی باتیں سکھاتے ہیں اور ان کے دل میں گمراہی کے بیج بو دیتے ہیں تو ظاہر بات ہے کہ بچہ الحادی تربیت اور خطرناک لادینی نظریات میں نشوونما پائے گا۔

جو باپ اپنے بیٹے کو یہ اجازت دیتا ہے کہ وہ جن ملحدوں اور مادہ پرستوں کی کتابوں کا چاہے مطالعہ کرے عیسائیوں اور استعمار پسندوں نے اسلام پر جو اعتراضات کئے ہیں ان میں سے جس کا چاہے مطالعہ کرے تو ظاہر ہے کہ ایسا بچہ اپنے دین وعقیدہ کے بارے میں شک میں پڑھ جائے گا اور اپنی تاریخ اور بزرگوں کا مذاق اڑائے گا اور اسلام کے بنیادی اصولوں کے خلاف جنگ کرے گا۔

جو باپ بھی اپنے بیٹے کو کھلی چھوٹ دے دے گا اور اسے بالکل آزاد چھوڑ دے گا تاکہ وہ جس گمراہ اور کج رو اور باطل پرست سے چاہے میل جول رکھے اور گمراہ خیالات اور درآمد شدہ غیر اسلامی افکار میں سے جس رائے اور خیال کو چاہیے اپنائے تو ظاہر بات ہے کہ بچہ لازمی طور پر تمام دینی اقدار اور ان اخلاقی بنیادی قواعد کا مذاق اڑائے گا جنہیں دین اسلام اور شریعتوں نے پیش کیا ہے۔

جو باپ اپنے بیٹے کو یہ موقع فراہم کرے گا کہ وہ جن ملحدانہ وکافرانہ ذہن رکھنے والی جماعتوں اور لادین تنظیموں کے ساتھ منسلک ہونا چاہے ہوجائے اور ایسی جماعتوں سے وابستہ ہوجائے جن کا اسلام سے عقیدہ وافکار اور تاریخ کسی لحاظ سے بھی جوڑ نہیں ہے تو بلاشبہ بچہ گمراہ کن عقائد اور کافرانہ وملحدانہ باتوں میں بڑھے پلے گا بلکہ وہ درحقیقت ادیان ومذاہب اور دینی واخلاقی اقدار اور مقدسات کا کھلا دشمن بنے گا۔

(۶۲)......بچوں کے سامنے مقاصد ہرگز نہ رکھیے

اکثر دیکھا گیا ہے کہ والدین بچوں کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ سکول یا کلاس میں نمایاں نمبر حاصل کریں' بچے کو کہا جاتا ہے کہ تم ہی کو جماعت میں اول آنا ہے ورنہ مار پڑے گی۔ یہ طریقہ انتہائی نامناسب ہے' اس قسم کے جملوں سے بچہ ذہنی دباؤ کا شکار ہو جاتا ہے اور اس کی رہی سہی صلاحیتیں بھی ختم ہونے لگتی ہیں۔ پڑھائی کے سلسلے میں بچوں پر کبھی شدید دباؤ نہ ڈالیں۔ البتہ ان کی رہنمائی ضرور کریں۔ بچہ اچھے نمبر لے آئے تو شاباش ضرور دیں اور اس کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے نرمی سے آئندہ مزید اچھے نمبر حاصل کرنے کی تاکید کریں۔ اسے ڈرانے یا دھمکانے کی ہرگز کوشش نہ کریں ورنہ بچہ پڑھائی سے جان چھڑائے گا اور نصابی کتابوں کو چھونے سے گریز کرنے لگے گا۔

(۶۳)......بچوں کو چھوڑ جانے کی دھمکی ہرگز نہ دیجیے:

بچہ جب بے جا ضد کرنے یا چیخنے چلانے لگے تو ماں دھمکی دیتی ہے کہ اگر وہ رویا تو وہ اسے چھوڑ کر گاؤں یا کسی اور جگہ چلی جائے گی۔ بچے جانتے ہیں کہ وہ اپنے والدین پر انحصار کرتے ہیں اور ان کی رہنمائی پر کتنا یقین رکھتے ہیں لہذا بچے کے اعتماد کو ٹھیس پہنچانا ظلم ہے۔

(۶۴)......بچوں کو گھر چھوڑنے کی اجازت ہرگز نہ دیجیے

اکثر بچے کسی خواہش کے پورا نہ ہونے پر والدین کو دھمکی دیتے ہیں کہ وہ گھر چھوڑ کر چلے جائیں گے تو ان کا مطلب سچ مچ یہ نہیں ہوتا۔ وہ ایسی بات کر کے محض اپنے والدین کی محبت کا امتحان لیتے ہیں۔ اگر والدین بچے سے کہہ دیں کہ کہ جاتے ہو تو جاؤ تو ایسے جواب پر نہ جانے وہ کیا محسوس کرے شاید وہ سوچے کہ ماں باپ اس سے پیار نہیں کرتے' اس لئے اس کی غیر موجودگی کو محسوس نہیں کریں گے۔ اس صورتحال میں وہ دلبرداشتہ ہو کر کوئی بھی انتہائی قدم اٹھا سکتا ہے' اگر بچہ گھر سے بھاگ جانے کی دھمکی دیتا ہے تو یہ ماں باپ کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس دھمکی کی وجہ معلوم کریں اور بچے کی تکلیف کو دور کریں اور

اس کی جائز خواہش کا احترام کرتے ہوئے اس کی تکمیل کریں۔

(۶۵)......اپنے بچے کے فیصلے خود نہ کیجیے

بچے کو ماں سے باندھے رکھنا بھی سخت غلطی ہے، کہ بچے کی ہر چیز ماں کی پسند کی ہوگی اور بچے کو اپنی پسند بتانے کا بالکل اختیار نہ ہو، یہ بہت غلط طریقہ ہے، سمجھدار بچے کو موقع دیجیے کہ وہ اپنے کھلونوں اور کپڑوں کا انتخاب خود کرے اس کو اپنے فیصلے خود کرنے کا موقع دیا جائے تو اس میں خود اعتمادی پیدا ہوگی۔

(۶۶)...... غصے میں بچے کو سزا نہ دیجیے

شدید غصے کی حالت میں اگر بچے کو سزا دینے کا خیال بھی آئے تو اس سے دور ہو جایئے۔آپ کو چاہیے کہ صبر سے کام لیں۔سخت غصے میں آپ بچے کو ضرورت سے زیادہ مار پیٹ سکتے ہیں لہذا ایسی حالت میں بہتر ہوگا کہ خود کمرے سے باہر چلے جائیں یا اسے کمرے سے باہر نکال دیں۔جب کی آگ ٹھنڈی ہو جائے پھر سزا دیں تاکہ جرم کی بقدر سزا ہو، اگر غصہ میں زیادہ سزا دیدی تو یہ ظلم ہوگا۔

(۶۷)...... بچے کو سخت سست مت کہیئے

کسی محفل میں یا لوگوں کے سامنے بچے کو احمقانہ ناموں سے پکارنے اور سخت سست کہنے سے پرہیز کیجیے اس سے اس کا اعتماد ٹوٹ پھوٹ جاتا ہے وہ لوگوں کے سامنے شرمندہ ہوتا ہے اور ان سے میل ملاپ چھوڑ کر پیچھے ہٹنے لگتا ہے اس طرح وہ اپنی الگ دنیا بسا لیتا ہے۔سست اور ڈھیلے بچے کا مذاق اڑانے کے بجائے اس کی حوصلہ افزائی کیجیے اور اس میں خود اعتمادی پیدا کیجئے۔

(۶۸)...... بچے کے سامنے ایک دوسرے کی بے عزتی نہ کیجیے

بچے بہت ہوشیار ہوتے ہیں وہ آپ کی غلطیوں سے ناجائز فائدہ اٹھا سکتے ہیں آپ

اپنے ساتھی کی برائیاں کرتے ہوئے بچے کو اعتماد میں لینے کی کوشش کبھی نہ کیجیے۔ یہ کہنا کہ تمہاری ماں اچھی نہیں ہے' وہ تمہیں کھانے کو نہیں پوچھتی تم میرے پاس آ جایا کرو' میں تمہیں کھلونے لا کر دوں گا یا یہ کہنا کہ تمہارا باپ اچھا نہیں ہے' وہ تمہیں بہت مارتا ہے' اس کے پاس نہ جایا کرو...... بچوں سے اس قسم کے جملے کہنا انتہائی غلط ہے۔ اس صورت میں دس بارہ برس کا بچہ دونوں کو با آسانی ایک دوسرے کے خلاف بھڑکا سکتا ہے۔

(۶۹) ...... بچے کو خود انحصاری سکھایئے

والدین کو چاہیے کہ بچوں کو تھوڑی سی ذمہ داری سونپیں۔ ان کے سارے کام خود ہی کرنے کی کوشش کیجیے ورنہ وہ کبھی کوئی بھی کام خود نہ کر سکیں گے۔ بچے کو اپنے کھلونے خود سنبھال کر الماری میں رکھنے کا کہیے' وہ سکول سے آ کر اپنے کپڑے تبدیل کر کے خود الماری میں رکھے اور بستے میں کتابیں خود ڈالے۔ یہ والدین کا فرض ہے کہ وہ بچوں کو خود انحصاری کی ترغیب دیں۔

(۷۰) ...... بچے سے کبھی نہ کہیے کہ اسے گھر میں پسند نہیں کیا گیا

ایک بچہ جسے معلوم ہو جائے کہ اس کی پیدائش گھر میں غیر اہم تھی' وہ آخری عمر میں شدید مشکلات کا شکار ہو جاتا ہے اور اپنا غصہ معاشرے پر نکالتا ہے۔ ہمیں اپنے اردگرد بے شمار ایسے افراد نظر آئیں گے جو یہ کہتے ہیں کہ انہیں گھر میں اہمیت نہیں دی گئی انہیں کسی اور گھر میں پیدا ہونا چاہیے تھا یا ان کی پیدائش پر خوشی کا اظہار نہیں کیا گیا وغیرہ وغیرہ ہمارے معاشرے میں لڑکیاں ایسے احساسات لے کر بڑی ہوتی ہیں تو یہ احساس وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتا چلا جاتا ہے بچے اس کا انتقام اپنے والدین سے لیتے ہیں' وہ ضدی' خودسر' بدتمیز اور منہ پھٹ ہو جاتے ہیں اور والدین کو ہر دم زچ کرتے ہیں اور ان کی نافرمانی کر کے خود کو تسکین دیتے ہیں۔ مرد حضرات اس احساس کا انتقام اپنے گھر والوں کے علاوہ معاشرے سے بھی لیتے ہیں۔

(۷۲)...... بچہ کی عادات پر آہستہ آہستہ قابو پایئے

بچوں کو فطری خواہشات کی تکمیل کی حتی الامکان کوشش کیجیے اور آہستہ آہستہ ان پر قابو پانے کی تربیت دیجیے مثال کے طور پر آپ بچے کو لے کر بازار جاتے ہیں اور بہت سی مٹھائیاں اور پھل دیکھ کر بچے کو کچھ مٹھائی وغیرہ خرید کر دے دیتے ہیں' ہاتھ میں پہنچتے ہی بچہ ان کو کھانا چاہتا ہے آپ تھوڑے سے صبر کی تلقین کیجیے اور بتایئے کہ کھڑے ہو کر اور عام بازار میں کھانا اچھے بچوں کا شیوہ نہیں ہے مگر جلد ہی اس کو اطمینان سے بیٹھ کر کھانے کی جگہ فراہم کر دیجیے کیونکہ وہ زیادہ دیر تک صبر نہ کر سکے گا۔ کچھ بڑا ہونے پر اتنا صبر کرایئے کہ گھر پہنچ کر کھائے' پھر چیزوں کے خریدنے میں تاخیر کا وقت بڑھاتے رہیے پھر بہن بھائیوں کو شریک کرنے اور مل بانٹ کر کھانے پر آمادہ کیجیے اور خریدتے وقت اسے یہ بتایئے کہ اس میں اس کے بہن بھائیوں کا بھی حصہ ہے اس طرح بچہ اپنی خواہشات پر قابو پانے کی تربیت حاصل کر سکے گا۔

(۷۳)...... بچوں کو چھپ کر کام کرنے سے روکیئے

بچے کو کوئی کام چھپ کر نہ کرنے دیا جائے کیونکہ وہ وہی کام چھپ کر کرے گا جسے وہ برا سمجھتا ہے جب وہ ایسا کرے گا اور نظروں سے اوجھل رہے گا تو برائی کا عادی ہو جائے گا اور برائی اس میں جڑ پکڑ جائے گی۔ اور پھر اسے ہر حال میں کر گزرے گا' خفیہ کام کرنے کی عادت اسے بڑا ہو کر چھپ کر کام کرنے' جاسوسی کرنے اور سازشیں کرنے کا عادی بنا دے گی' یہ بہت بری اور ناپسندیدہ عادت ہے۔ لہٰذا شروع ہی سے اس کو چھپ کر کوئی کام کرنے سے روکا جائے تاکہ اس میں یہ عادت پیدا ہی نہ ہو۔

(۷۴)...... بچوں کو اپنی زندگی گزارنے دیں

حدود سب کیلئے ہیں البتہ مداخلت ضروری ہو جائے تو یہ ایک الگ بات ہے تاہم ضروری نہیں کہ آپ اپنے بچوں کی زندگی کے بارے میں ہر چیز کا کھوج لگانے میں لگے

رہیں اور یہ تک پوچھنے کی ضرورت سمجھیں کہ وہ کیوں ہنس رہا ہے؟ بچوں کے دوستوں کے بارے میں آگاہ رہنا اور دوستی میں مداخلت کرنا دو مختلف چیزیں ہیں انہیں اپنی صلاحیتوں کے اظہار کا موقعہ دیں اور اگر وہ کوئی تقریب و محفل وغیرہ کا انعقاد کرتے ہیں تو انہیں مکمل آزادی سے کام کرنے دیں اس سے بچوں میں اعتماد بڑھتا ہے۔

بڑوں کے معاملات میں بچوں کو مداخلت سے روکیں بعض بچوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ بڑوں کی باتوں میں بہت دلچسپی لیتے ہیں یہاں تک کہ اگر بڑے بات کر رہے ہوں تو وہ درمیان میں مدخلت پر اتر آتے ہیں انہیں بتائیں کہ یہ سخت غیر اخلاقی بات ہے بعض بچے گھر کی باتیں بھی باہر دوستوں سے کرتے ہیں انہیں اس چیز کا موقع نہ دیں' ضروری نہیں کہ گھر کی تمام باتیں بچوں کے علم میں ہوں۔ لہذا گھریلو معاملات اور اہم مشورے بچوں کے سامنے ہرگز نہ کریں۔

(۷۵)...... بچوں کو نظم وضبط کی پابندی کرنا سکھایئے

بچے چھوٹے ہوں یا بڑے ان کے لئے ضروری اصول وضع کرنا والدین کا فرض بھی ہے اور ضرورت بھی۔ نظم وضبط بچوں کو زندگی میں کامیابی کی راہ دکھاتا ہے۔

غور سے دیکھا جائے تو پوری کائنات نظم وضبط کی پابندی ہے اور کائنات کا ذرہ ذرہ کسی نہ کسی قاعدے اور قانون میں جکڑا ہوا ہے یہ نظم وضبط سب کے لئے ضروری بھی ہے اور مجبوری بھی۔ نظم وضبط سے بچہ اپنی خواہشات اور دوسروں کی خواہشات میں توازن پیدا کرنے کی صلاحیت حاصل کرتا ہے۔

جس طرح ایسی سیڑھی پر چڑھنا بہت آسان ہوتا ہے جس کے اطراف میں حفاظتی جنگلا (ریلنگ) موجود ہو۔ اسی طرح بچے کو بھی حفاظتی جنگلے کی ضرورت ہوتی ہے یعنی والدین کو اسے نظام وضبط کا پابند بنا کر اس کی زندگی کا محفوظ و رآسان بنانا چاہیے۔ عمدہ ڈسپلن سے بچے کو خود آگہی حاصل ہوتی ہے اور اسے اپنی انفرادیت کا احساس ہوتا ہے۔ نظم وضبط سے بچے میں یہ احساس بیدار ہوتا ہے کہ وہ معاشرے کا ایک اہم فرد ہے۔

بچے کے لئے جو بھی اصول وضع کئے جائیں ان پر عملدرآمد اس طرح کرایا جائے کہ

بچہ یہ محسوس نہ کرے کہ صرف اس پر نظم وضبط کی پابندیاں عائد کر کے ظلم کیا جا رہا ہے اس لئے بہتر ہوگا کہ بڑے اور بزرگ افراد خانہ بھی ان اصولوں پر سختی سے کاربند رہیں۔ مثلاً یہ اہم اصول کہ گھر کا کوئی فرد عشاء کے بعد تک بلاوجہ گھر سے باہر نہ رہے' کیونکہ آج کے برے حالات میں کسی بھی عمر کے بچے کا رات کے وقت باہر گھومنا خطرے سے خالی نہیں۔ رات زیادہ دیر تک باہر رہنے والے بچے چاہے دوستوں اور رشتے داروں کے گھروں میں ہی کیوں نہ ہوں ان کے لئے بے راہ روی اور آوارگی اختیار کرنے کا بہت زیادہ خطرہ ہوتا ہے، بلکہ غالب گمان اور تجربہ یہی ہے کہ ایسے بچے والدین کے ہاتھوں سے نکل جاتے ہیں۔

بچوں کے مطالعے کرنے اور کھیلنے کے اوقات مقرر ہونے چاہیں۔ اوقات مقرر کرنے اور ٹائم ٹیبل بنانے میں بچوں کی رائے ضرور لینی چاہیے۔ اصولوں میں لچک ہونی چاہیے تاکہ جب بھی ضرورت محسوس ہو انہیں تبدیل کیا جا سکے۔

بعض والدین چاہتے ہیں کہ ان کی اولاد ہر کام اور حرکت ان کی مرضی کے مطابق کرے۔ حتی کہ سوچ بھی اسی انداز سے جیسا کہ وہ چاہتے ہیں یہ بہت غلط رویہ ہے جو بچے کی شخصیت اور انفرادیت کو کچل کر رکھ دیتا ہے۔ مکمل طور پر اپنے اصولوں اور احکامات پر چلانے کے بجائے بچے کو خود اصول اور منصوبے بنانے دیں انہیں غلطیاں کرنے دیں اور کیونکہ اگر وہ غلطیاں نہیں کریں گے تو سیکھیں گے کیسے؟

مفید اصولوں کا پابند بنانے کے لئے کبھی کبھار سزا دینا بھی ضرور ہو جاتا ہے۔ سزا سے مراد صرف جسمانی سزا ہی نہیں یہ سختی تنبیہ کرنا' زائد کام کروانا' وقتی طور پر لاتعلقی کا اظہار کرنا یا کسی سہولت سے محروم کرنا بھی ہو سکتا ہے۔ سزا بہت سوچ بچار کے بعد دینی چاہیے اور اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ اس سے بچے کی عزت نفس مجروح نہ ہو۔ اگر بچہ پڑھتا نہیں' گستاخ ہو گیا ہے یا بہت بگڑ گیا ہے تو معلوم کرنا چاہیے کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے اگر کیوں کا جواب مل جائے یعنی اس نازیبا حرکت کا اصل سبب اور وجہ معلوم ہو جائے تو بچے کی اصلاح بہ آسانی ہو سکتی ہے۔

(۷۶)......تربیت اولاد کیلئے گھر کا ماحول درست کیجئے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کی تربیت سے متعلق ایک اہم ترین حقیقت کو منکشف کیا ہے کہ ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے اس کے والدین اسے یہودی، نصرانی یا مجوسی بنادیتے ہیں۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالی ہر بچے کو فطرت مستقیمہ عطا فرماتے ہیں اب یہ والدین کا کام ہے کہ وہ اسے کس نہج پر چلاتے ہیں اس کی اچھی تربیت کرکے اس میں نکھار پیدا کرتے ہیں یا اسے تربیت سے عاری وخالی رکھ کر کج روی کا شکار کرتے ہیں۔

شریعت اسلامی کی ہدایات کے مطابق بچے کی بہترین تربیت کیلئے ایک ایسے گھر کی ضرورت ہے جو بچے کی تربیت میں مدرسے کا ممد ومعاون ہو اسی طرح ایک عمدہ معاشرہ اور ماحول بھی بچے کی تربیت کے لئے ناگزیر ہے اگر یہ تمام چیزیں بچے کو میسر آجائیں تو حسن تربیت کا ایک شاہکار وجود میں آجاتا ہے اور اگر یہ چیزیں بچے کو میسر نہ ہوں تو اس کی اچھے انداز میں تربیت بہت مشکل ہو جاتی ہے۔

یہ فطری بات ہے کہ انسان کو سب سے پہلے اپنے خاندان اور گھر سے واسطہ پڑتا ہے اس کے بعد اسے مدرسے وغیرہ میں بھیجا جاتا ہے لہذا سب سے پہلے انسانی تربیت میں اثر بھی گھر اور خاندان کا ہی ہوتا ہے۔

بچے کی اصلاح وتربیت پر خاندانی اثرات بہت زیادہ مرتب ہوتے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اگر خاندان صحیح نہ ہو تو بچے کی اچھی تربیت ناممکن ہے اس صورت میں بچے کی اچھی تربیت ہو سکتی ہے لیکن اس کے لئے زیادہ جدوجہد کی ضرورت ہوگی اگر بچے کی بہتر تربیت کیلئے خصوصی توجہ دی جائے تو اس کمی کا کافی حد تک ازالہ ہو سکتا ہے۔

تربیت کیلئے ایک پاکیزہ ماحول کی ضرورت ہوتی ہے خواہ ایک بچے کی تربیت کی جائے یا بہت سوں کی۔ کیونکہ ماحول جیسے ایک بچے پر اثر انداز ہوتا ہے اسی طرح زیادہ بچوں پر بھی اثر انداز ہوگا۔

انسانی تربیت پر چار چیزیں اثر انداز ہوتی ہیں: (۱) گھر (۲) گلی (۳) مدرسہ اور

(۴) معاشرہ۔ بچے کی طبعی رجحانات اور بچے کی شخصیت پر سب سے پہلے گھر اثر انداز ہوتا ہے تاہم بچے کی تربیت میں مذکورہ بالا چار چیزوں کا عمل دخل ہوتا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اختلاف طبیعت کا بھی بہت بڑا دخل ہوتا ہے اس لئے کہ ہر انسان کی طبیعت کو اللہ تعالیٰ نے ایک خاص انداز سے بنایا ہے اور ہر ایک کی طبیعت میں الگ الگ صلاحیتیں ودیعت رکھی ہیں۔

اسلام نے تربیت میں خاندانی اثرات کا اعتبار کیا ہے اسی لئے اسلام نے اس بات کی سخت تاکید کی ہے کہ انسان اپنے نسب کو یاد رکھے نیز مرد پر عورت کے نفقے کو ضروری قرار دیا ہے تاکہ عورت یکسو ہو کر بچوں کی بہترین تربیت کر سکے اور ان میں نامور بننے کی صلاحیت پیدا کر سکے۔

ہم اپنے بچوں سے محبت کرتے ہیں انہیں ہر طرح کا آرام وسکون فراہم کرنے کی کوشش کرتے ہیں ان کی خاطر دن رات ایک کر دیتے ہیں' ان کی آسائش کا خیال رکھتے ہیں' اس کی اعلیٰ تعلیم اور اچھی تربیت کیلئے اپنی توانائی' آمدنی اور وقت کا کثیر حصہ آنکھیں بند کر کے خرچ کرتے ہیں' کوئی انہیں بھول سے بھی مارے تو ہماری نگاہیں چنگاریاں اگلنے لگتی ہیں اور جب کبھی انہیں کانٹا چبھ جائے تو ہماری آنکھوں میں آنسو بھر آتے ہیں۔

لیکن ان سب باتوں کے باوجود بھی سامنے کی بہت سی معمولی باتیں ایسی ہوتی ہیں جن کی طرف ہماری توجہ نہیں جاتی اور وہی معمولی باتیں بچوں کی نفسیاتی ساخت اور شخصیت کی نشوونما کیلئے بہت ضروری ہوتی ہے ماہرین نفسیات بھی انہی معمولی مگر اہم باتوں کی تلقین کرتے ہیں یہ باتیں کم وبیش سب ہی کو پتہ ہوتی ہیں لیکن ان باتوں کا معمولی اور سادہ ہونا ہماری توجہ پر پردہ ڈال دیتا ہے۔

(۷۷) ...... سزا دینے کا طریقہ نہ بدلئے

اکثر اوقات ماں باپ کو بچے کے ساتھ سزا کا کوئی ایسا طریقہ استعمال کرنا چاہیے جس پر وہ کہیں کہ اس کا کوئی اثر نہیں ہوگا کیونکہ یہ طریقہ وہ پہلے ہی آزما چکے ہیں۔ مثال کے طور پر ایسے بچے کیلئے جو وقت پر سوتا نہیں میں یہ مشورہ دے سکتا ہوں کہ اگلے دن اسے سزا

کے طور پر بائیسکل چلانے کی اجازت نہ دی جائے' والدین جواباً کہہ سکتے ہیں کہ وہ تو پہلے ہی یہ طریقہ کار آزما چکے ہیں اور بچے پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا بلکہ اس کا رویہ تو ایسا تھا جیسے اسے کوئی فرق نہ پڑا ہو جب کہ ہم نے یہ سزا پورے ایک ہفتے تک جاری رکھی۔ والدین نے بچے کا یہ رویہ دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے سوچا ہوگا کہ کیا ایسی سزا دینا عقلمندی ہے پھر یہ جانتے ہوئے کہ اس سزا کا بچے پر کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ سزا ختم کر دی ہوگی اور کوئی نئی سزا شروع کی ہوگی' بچے کا رویہ اگر اب بھی ویسا ہی ہوا تو والدین نے شکوک و شبہات کے سائے میں یہ سزا بھی ختم کر کے تیسری کے بارے میں سوچا ہوگا۔

تین ایسی باتیں جو یہ والدین سمجھ نہیں پاتے درج ذیل ہیں:

۱)...... ہوسکتا ہے کہ بچہ شعوری طور پر ایسا رویہ اپنائے ہوئے ہو کہ سزا کا اس پر کوئی فرق نہیں پڑ رہا تاکہ اس کے والدین یہ سوچ کر سزا ختم کر دیں کہ یہ تو بے فائدہ ہے۔ یوں وہ مکمل طور پر ماں باپ کے ذہن میں یہ بات پیدا کرتا ہے کہ اس کیلئے یہ سزا بے معنی ہے لیکن حقیقی طور پر اسے علم ہوتا ہے اور وہ سزا کے ختم ہونے کا انتظار کر رہا ہوتا ہے ایسا وہ کئی دن تک کر سکتا ہے۔

۲)...... ایسی صورت میں یہ نتیجہ اخذ کر لینا کہ سزا بے اثر ہے اور سزا ختم کر دینا غلط ہے۔ حقیقت میں یہ سب انتظار اور صبر کا کھیل ہوتا ہے یوں ایسے والدین جو اس عمل سے گزر رہے ہوں انہیں جلد مایوس نہیں ہو جانا چاہیے بلکہ سزا کو کئی ہفتے جاری رکھنا چاہیے اتنی دیر تک کہ بچے کی طرف سے مثبت نتائج ظاہر ہونا شروع ہو جائیں۔ اگر اس ہفتے بچے کو سائیکل کی کوئی خاص ضرورت نہیں پڑی تو ہوسکتا ہے کہ اگلے ہفتے اس کا کوئی دوست اس سے ملنے آئے جس کے ساتھ وہ سائیکل چلانا چاہے یوں اسی وقت اسے سزا کا اندازہ ہوگا۔

۳)...... اگر اس سے بھی متوقع نتائج برآمد نہیں ہوتے تو پہلی سزا ختم کر کے دوسری سزا شروع کرنے سے بہتر ہے کہ پہلی سزا کو جاری رکھتے ہوئے دوسری بھی شروع کر دی جائے' یعنی اب سائیکل چلانے پر پابندی کے ساتھ ساتھ اس کا جیب خرچ بھی آدھا کیا جا سکتا ہے یا روزانہ رات کو سونے سے پہلے اس کیلئے ضروری کر دیا جائے کہ وہ برتن بھی صاف کرے۔

فرض کریں اب یہ کام وہ ظاہراً خوشی سے کرتا ہے برتن دھونے کے ساتھ ساتھ گنگناتا اور ہنستا کھیلتا بھی ہے تو یہ نہیں سمجھ لینا چاہیے کہ وہ اس کام پر واقعی خوش ہے یہ تو ایک مقابلے ہے جس میں وہ یہ ظاہر کرنا چاہ رہا ہے کہ دیکھو میں تو اس کام سے انتہائی خوش ہوں جسے آپ اسے سزا سمجھ رہے ہیں۔ سو پھر انتظار اور صبر کا مرحلہ ہے دیکھیں کب تک وہ برتن دھونے میں خوش ہے۔ اگر پھر کچھ نہیں ہوتا تو پہلی دونوں سزاؤں کے ساتھ تیسری بھی شروع کردیں' اگر ماں باپ یہ سب کچھ ثابت قدمی اور سکون سے کریں گے تو آخرکار وہ متوقع نتائج حاصل کر ہی لیں گے۔ بلاشبہ اگر وہ ہر طریقے میں ناکام رہتے ہیں تو جسمانی سزا ہی باقی بچتی ہے' ایسے تمام بچے جن پر باقی سزائیں بے اثر ہو جائیں عام طور پر جسمانی سزا ضرور فائدہ مند ہوتی ہے۔ یہ بات دہرانا مناسب ہوگا کہ جسمانی سزا کا استعمال صرف اس صورت میں کیا جائے جب باقی سزائیں واقعی ناکام ہو جائیں اور یہ سزا بھی غصے کے بغیر صرف سزا کے طور پر دینی چاہیے۔

(۷۹)......بچوں کے ساتھ کھیلئے

اس موضوع پر کچھ بیان کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ کھیل کود اور بچے کے مسئلے پر ایک نظر ڈالی جائے۔

دراصل کھیل کود بچے کیلئے اس دنیا کو جاننے کا ایک ذریعہ ہے جس میں وہ زندگی گزارتا ہے علاوہ ازیں یہ ان وسائل کی شناخت کا راستہ بھی ہے جو اس کے اردگرد موجود ہیں۔ اسی طریقے سے بچے کی نشوونما' سلامتی اور خوشحالی وجود میں آئے گی۔ اسی کھیل کے ذریعے سے وہ اپنے مقصد ور خواہش کو عملی طور پر بیان کرے گا اور اسی کے ذریعے اپنے معاشرے اور ماحول سے ارتباط پیدا کرے گا۔

کھیل کود بچے کی زندگی میں بنیادی اور حیات بخش اثر رکھتا ہے۔ بچے کھیل کود سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور نشوونما پاتے ہیں اور ساتھ ساتھ یہ ایک اچھا موقع ہوتا ہے کہ اپنے جذبات اور خواہشات کو بیان کریں۔

یہی موقع ہوتا ہے کہ آہستہ آہستہ وہ اپنی خواہشات پر قابو پانا سیکھتے ہیں۔ عقلی اور

اجتماعی نشو ونما کی رو سے اگر دیکھا جائے تو کھیل کود کے درمیان وہ مختلف مشکلات اور مسائل کا سامنا کرتے ہیں اور اپنی کوشش اور جدو جہد کے ذریعے ان کو حل کرتے ہیں۔ اور اس طرح خود بخود زندگی کی مشکلات کا سامنا کرنا سیکھ لیتے ہیں اور تعاون اور دوستی کا جذبہ ان کے وجود میں تقویت پاتا ہے۔

کھیل کود کے ذریعے تعلیم و تربیت کے بنیادی مقاصد بالواسطہ طور پر بچے کو سمجھائے جا سکتے ہیں اور ان مقاصد کو حاصل کیا جا سکتا ہے۔

بچپن میں بالواسطہ پرورش کی اہمیت پر توجہ کرتے ہوئے یہ بات جان لینی چاہیے کہ اسلامی نکتہ نگاہ سے بچے کیلئے کھیل کود بالخصوص پہلے سات سال میں بنیادی اور حیات بخش اثر رکھتے ہیں۔

کھیل کود کے دوران بچہ تجربات حاصل کرتا ہے' سیکھتا ہے' دوسروں کا لحاظ رکھتا ہے' مہارت حاصل کرتا ہے' کوشش اور جدو جہد کرتا ہے' بات کی گہرائی میں جاتا ہے' جستجو میں لگا رہتا ہے' دوسروں سے بات کرنا سیکھتا ہے اور اپنے جسمانی اعضاء اور حرکات کے استعمال کے طریقے جان لیتا ہے' دوسروں کے ساتھ سمجھوتہ کرنا سیکھتا ہے' کھیل کود کے دوران نظم وضبط کا سبق حاصل کرتا ہے' اس کے علاوہ یہ بھی جان لیتا ہے کہ دوسروں کے حقوق کا لحاظ کس طرح کرنا چاہیے۔

مختصر یہ کہ بچہ کھیل کود کے ذریعے دیکھنے' سننے' چلنے' دوڑنے اور دوسروں سے میل جول وغیرہ کے طریقے سیکھتا ہے' اب چونکہ کھیل میں بچے کو غیر معمولی طور پر دلچسپی ہوتی ہے لہذا وہ کھیل کے ذریعے بہت آسانی سے سکول کے تھکا دینے والے خشک اور سخت ماحول کو برداشت کرنے کی توانائی حاصل کر لیتا ہے چنانچہ وہ غیر معمولی طاقت اور جوش وجذبے کا مالک بن جاتا ہے۔

اصولی طور پر کھیل کود کے مقاصد درج ذیل ہیں:

۱)...... ماحول سے آشنائی۔

۲)...... زندگی کے تجربے کا حصول۔

۳)...... مہارتوں کا حصول۔

۴)...... جسمانی اعضاء کا استعمال' ان میں جوش و جذبہ پیدا کرنا اور انہیں روزمرہ کی حرکات کے لئے تیار کرنا۔

۵)...... ردعمل کی صلاحیت کی پرورش اور محبت وشفقت کا حصول۔

۶)...... لطف اندوزی اور مصروفیت کا حصول اور سستی اور تھکاوٹ کا خاتمہ۔

۷)...... معاشرتی روابط سے آگاہی اور اجتماعی طور پر مل جل کر رہنے کے سلسلے میں تیاری۔

۸)...... اپنی افرادی واجتماعی ذمہ داریوں سے آگاہی۔

۹)...... غیر ضروری جسمانی اور نفسیاتی طاقت کا اخراج۔

۱۰)...... بالواسطہ طریقے سے تربیت۔

لہذا بچوں کی شخصیت کی تعمیر کا ایک اہم طریقہ ان کھیلوں میں بڑوں کی شرکت ہے، جب گھر کے افراد بچوں کے مختلف کھیل کود میں ان کا ساتھ دیتے ہیں یا ان کی بچگانہ حرکتوں میں ان کی مدد کرتے ہیں تو بچے کا معصوم وجود خوشی اور مسرت سے جھوم اٹھتا ہے۔ بچے احساس کرتے ہیں کہ ان کے کام اتنی اہمیت کے حامل ہیں کہ ان کے والدین بھی انہیں انجام دینے میں ان کا ساتھ دیتے ہیں ان طریقے سے ہم بچوں میں اپنا اثر ورسوخ بڑھا سکتے ہیں اور انہیں اچھی اور پسندیدہ عادتیں سکھا سکتے ہیں۔

(۸۱)...... اپنے بچوں کو پراعتماد بننے میں مدد دیجئے

بچے عموماً بچپن میں کم ہمت اور ڈرپوک ہوتے ہیں، بعض والدین بچوں کے ڈر کو دور کرنے کیلئے بے ڈھنگے طریقے استعمال کرتے ہیں مثلاً ایک خاتون اپنے بچپن کا خوف کا ذکر کرتے ہوئے کہتی ہے کہ '' مجھے تو اندھیرے میں سونے سے ڈر لگتا تھا۔ میری امی نے غصے سے کہا یہ تو بے وقوفوں والی بات ہے انہوں نے زبردستی مجھے اکیلے کمرے میں بتی اور دروازہ بند کر کے سلایا تا کہ میرا خوف ختم ہو مگر میں ساری رات جاگتی اور روتی رہی''۔

ایک اور صاحب جو کہ اب تین بچوں کے والد ہیں اپنے بچپن کو یاد کر کے کہتے ہیں میں تقریباً چار سال کا تھا اور سیڑھی پر چڑھنے سے ڈرتا تھا۔ ایک دفعہ اسی سلسلے میں میرے ابو

نے سب بچوں کے سامنے مجھے ''لڑکیوں کی طرح ڈرپوک'' اور' پھسڈ' کہا میں اتنا شرمندہ ہوا کہ بھاگ کر گھر میں گھس گیا۔

جو والدین بچوں کے ساتھ اس طرح کا سلوک کرتے ہیں وہ ظالم یا بے حس نہیں ہوتے بلکہ وہ اپنے بچوں کے نفسیاتی خوف کی وجہ سے کچھ زیادہ ہی پریشان ہوتے ہیں البتہ ڈر ختم کرنے کے لیے غلط طریقہ استعمال کرتے ہیں جس کی وجہ بچے اور زیادہ ڈرپوک اور شرمیلے ہو جاتے ہیں۔

والدین کو یہ سمجھنا چاہیے کہ بچپن کے بہت سے خوف بڑھتی عمر میں بچوں کی نفسیات کا حصہ ہوتے ہیں۔ دراصل یہ خوف بڑوں سے زیادہ مختلف نہیں ہوتا۔ کئی دفعہ بڑے بھی اجنبی لوگوں سے باتیں کرتے ہوئے گھبرا جاتے ہیں۔ کسی کام میں مشغول ہوں تو ہلکی سی آواز سے چونک اٹھتے ہیں پھر خود کو یقین دلاتے ہیں کہ یہ تو ہوا سے کھڑکی بجنے کی آواز تھی۔ بڑھتی عمر کے ساتھ ساتھ ان خوفوں پر قابو پانا آ جاتا ہے۔

عمر کے ساتھ ساتھ بچے مختلف جذباتی ادوار سے گزرتے ہیں چھ سے دس ماہ کے بچے کے لیے یہ بالکل معمولی سی بات ہے کہ وہ اجنبیوں سے ڈرے۔ اس عمر میں بچہ والدین کے چہرے پہچاننا سیکھ لیتا ہے۔ کسی بھی اجنبی چہرے کے پاس وہ خود کو غیر محفوظ تصور کرتا ہے۔

آٹھ سے بارہ مہینے کی عمر میں بچہ اکیلا رہ جانے سے ڈرتا ہے۔ یہ خوف ایک سے دو سال کی عمر تک سب سے زیادہ ہوتا ہے اس عمر میں بچہ یہ سمجھنے سے قاصر ہوتا ہے کہ ماں اگر ابھی آنکھوں سے اوجھل ہے تو وہ تھوڑی دیر میں واپس آ سکتی ہے اس کی سمجھ کے مطابق ماں اگر آنکھوں کے سامنے سے ہٹ گئی تو وہ ہمیشہ کے لیے چلی گئی ہے یہی وجہ ہے کہ ماں کی تھوڑی دیر کی جدائی بچے کے لیے بہت بڑی پریشانی کا سبب بن جاتی ہے۔ اس عمر میں بچے کو ماں یا باپ سے لمبے عرصے کے لیے جدا کرنا بچے کی نفسیات پر منفی اثرات ڈالتا ہے۔ خاص طور پر اس عمر میں اگر ماں نوکری کے لیے جاتے ہوئے بچے کو آیا کے حوالے کر جائے تو بچے میں عدم تحفظ کے جذبات پیدا ہو جاتے ہیں یہ حقائق ماہر نفسیات برسوں کی تحقیق کے بعد جان پائے ہیں جبکہ ہمارے دین اسلام نے انہی خرابیوں کے پیش

نظر بچے اور گھر کو ماں کی توجہ کا مرکز قرار دیا ہے۔

دو سے تین سال کی عمر کا بچہ اپنے ماحول سے بہت مانوس ہو چکا ہوتا ہے اور کوئی بھی تبدیلی اسے پریشان کر سکتی ہے۔ اس عمر میں بچہ اندھیرے اور خوفناک شکلوں سے بھی ڈرتا ہے۔ ایک ماہر نفسیات کا کہنا ہے کہ پانچ چھ سال کی عمر میں بچے کو سب سے زیادہ خوف والدین کی وفات، اسکول میں اکیلا بند ہو جانے یا راستہ بھول کر گم ہو جانے کا ہوتا ہے۔

(۸۲)...... بچوں کے خوف کو کم کیجئے اور یہ طریقہ اپنائیے

۱)...... کبھی بھی خوفزدہ ہونے پر بچوں کو سزا نہ دیں اور نہ ہی ان کا مذاق اڑائیں۔ کسی بچے کو بار بار ''بزدل لڑکا'' یا ''سب سے زیادہ ڈرپوک'' کہنے سے بچے کی عزت نفس کو ٹھیس لگتی ہے۔ اسی طرح بچہ مذاق اڑانے والے پر اعتماد کرنا چھوڑ دیتا ہے اور اسے اپنا ہمدرد تصور نہیں کرتا۔ اگر آپ کا بچہ کھڑکی میں درخت کی ہلتی ہوئی شاخوں سے ڈر کر آپ کے پاس سونا چاہتا ہے تو اسے کبھی بھی یہ مت کہیں ''یہ تو کچھ بھی نہیں بے وقوفوں والی باتیں مت کرو چپ کر کے سو جاؤ۔'' اس سے بچہ اپنی بے عزتی محسوس کرتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ آپ ایک ایسی چیز کو جھٹلا رہے ہیں جو بچہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔ درختوں کی شاخیں تو نظر آ رہی ہیں اور والدین کو یہ سمجھنا چاہیے کہ اندھیرے میں وہ چھوٹے بچے کے لیے واقعی خوفناک ہو سکتی ہیں۔

۲)...... بچے کو اس بات پر مجبور نہ کریں کہ وہ اپنا خوف چھپائے۔ چار سے سات سال کے بچے عموماً یہ کہتے ہیں کہ وہ کسی چیز سے نہیں ڈرتے حالانکہ حقیقتاً ایسا ہوتا نہیں ہے ایک ماہر نفسیات کا کہنا ہے ''خوف کی نفی کرنا بچوں کا اپنی عزت نفس کو بچانے کا ایک طریقہ ہے آپ اسے سمجھا سکتے ہیں کہ بہت سے بچے ایسے ڈر جاتے ہیں، البتہ آہستہ آہستہ وہ چیزوں سے ڈرنا چھوڑ دیتے ہیں اور بہادر ہو جاتے ہیں۔'' اگر بچہ طبعی خوف کو بھی ایک بری چیز سمجھے گا تو وہ ڈر جانے پر بہت زیادہ شرمندہ ہوگا اسے احساس دلائیں کہ طبعی خوف کو بھی اعتدال پر لایا جا سکتا ہے۔

۳)...... بچے کے خوف کو جھٹلانے کی بجائے اس کی تسلی کروا دیں مثلاً اگر آپ کے

بچے کا خیال ہے کہ فلاں کمرے میں چڑیل ہے تو اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے ساتھ لے کر جائیں وہاں کی بتی جلائیں بچے کو قریب رکھتے ہوئے آہستہ آہستہ سارا کمرہ دکھائیں حتیٰ کی الماریاں کھول کر اور پلنگ کے نیچے جھانک کر دیکھیں تا کہ بچہ کو تسلی ہو جائے کہ واقعی وہاں کچھ بھی نہیں ہے پھر جب بچے کا خوف ذرا کم ہو جائے تو اسے سمجھائیں کہ آیت الکرسی اور چاروں قل پڑھنے کے بعد کسی گھر میں جن بھوت وغیرہ نہیں آسکتے اور اللہ میاں ایک فرشتے کو ہماری حفاظت کے لیے مقرر کر دیتے ہیں بچے کے خوف کو اس کی نظر سے دیکھیں۔

۴)...... بچے کو حقائق سے آگاہ کریں۔ایک خاتون کا بچہ شہد کی مکھیوں سے بہت ڈرتا تھا انہوں نے اسے تفصیل سے سمجھایا کہ شہد کی مکھیاں کس طرح پھولوں سے ڈھونڈ کر رس لاتی ہیں اور بڑی مشکل سے شہد بناتی ہیں۔آخر میں یہ بھی کہا کہ اگر تم انہیں مارنے کی کوشش نہیں کرو گے تو وہ بھی تمہیں کچھ نہیں کہیں گی کیونکہ وہ بہت زیادہ مصروف ہوتی ہیں۔

اسی طرح ایک بچی کے والد نے اسے تفصیل سے مگر سادہ زبان سے بجلی کے چمکنے اور کڑکنے کی وجہ بتائی اور یہ بھی سمجھایا کہ یہ آواز ہم سے کتنی دور ہے تا کہ اس کا خوف کم ہو چیزوں کی حقیقت جان لینے سے بچوں کا خوف فوراً ختم نہیں ہوسکتا مگر آہستہ آہستہ کم ضرور ہو جائے گا اور وہ اپنے آپ کو پہلے کی نسبت پر اعتماد محسوس کریں گے۔

۵)...... بچے عموماً ان چیزوں سے ڈرتے ہیں جن سے ان کے والدین ڈرتے ہیں ایک بچی کی والدہ چھوٹے چھوٹے کیڑے مکوڑوں سے بہت ڈرتی تھیں۔انہیں اپنا رویہ تبدیل کرنے کا خیال تب آیا جب ان کی بچی نے باتھ روم جانے سے انکار کر دیا کہ وہاں پر اس نے صبح ایک لال بیگ کو دیکھا تھا اگر آپ خود چھوٹی چھوٹی باتوں سے گھبرا جاتی ہیں تو پھر آپ کا بچہ لاشعوری طور پر وہ ہی عادتیں اپنائے گا البتہ بچوں کے سامنے یہ اعتراف کہ بچپن میں آپ بھی خوفزدہ ہوتی تھیں مگر اب نہیں ہوتی دو طرح سے مدد کرے گا پہلی تو یہ کہ بچہ محسوس کرے گا کہ آپ کے ڈر کی وجہ سے بہتر طور پر سمجھ سکتی ہیں کیونکہ آپ خود بھی بچپن میں ڈرتی تھیں دوسری بات یہ کہ وہ بھی یہ کوشش کرے گا کہ آپ کی طرح اس کا خوف بھی آہستہ آہستہ ختم ہو جائے گا۔

۶)......نئی چیزوں سے متعارف کروائیں اور تبدیلیوں کے لیے تیار کریں بچہ اپنے ماحول اور گردو پیش سے مانوس ہوتا ہے اور کوئی بھی بڑی تبدیلی اسے پریشان یا خوفزدہ کر سکتی ہے۔ لہذا ہر وقت پریشانی سہنے کی صلاحیت انسان کے اندر ہونی چاہئے۔

(۸۳)...... بچے دیر سے کیوں بولتے ہیں؟

بلا شبہ بچے قدرت کا انمول تحفہ ہیں ان کی آمد سے جیسے گلشن میں بہار سی آجاتی ہے ہنستے مسکراتے اور کھیلتے ہوئے بچے کسے اچھے نہیں لگتے ؟ اور جب وہ بولنا سیکھتے ہیں تو گویا پھولوں کو زبان مل جاتی ہے اگر بچہ صحت مند اور چاق و چوبند ہے تو والدین کے لیے ایک بڑی نعمت ہے۔

اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ بعض بچے صحت مند اور چاق وچوبند رہنے کے باوجود بولنے میں دشواری محسوس کرتے ہیں ماہرین کے مطابق اگر بچہ صحت مند ہے مگر بولنے میں اسے دشواری پیش آتی ہے تو فکر مند ہونے کی ہرگز ضرورت نہیں، کیونکہ بولنے کا عمل ہر بچے میں مختلف ہوتا ہے البتہ اس مشکل پر قابو پانے کے لیے کچھ طریقے بھی ہیں اس سلسلے میں والدین کی رہنمائی سے اہم ہے وہ بچے کے بولنے کی استعداد بڑھانے میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں پیدائش کے بعد سے ہی بچہ مختلف طریقوں سے اپنے جذبات کا اظہار کرنے کی کوشش کرتا ہے مثلاً مسکرانے، رونے اور غوں غوں کرنا یہ سب بولنے کی کوشش یا تیاری ہوتی ہے۔ جب بچہ غوں غوں کرنے لگے تو ماؤں کو چاہیے کہ وہ اس آواز کو سمجھیں اسے دہرائیں اور اس کے بارے میں کچھ کہیں بھی اس طرح سے ماں اور بچے کے درمیان باہمی رابطہ پیدا ہوتا ہے۔ اگر بچہ اپنی آواز نہیں سن سکتا یا والدین اس کے بولنے پر کسی ردعمل کا اظہار نہیں کرتے تو وہ اس عمل میں دلچسپی لینا چھوڑ دیتا ہے اور اپنے آپ میں یا اپنی دنیا میں مگن ہو جاتا ہے لیکن جب بڑا ہوتا ہے تو ایسے بچے کو بولنے اور دوسروں کے ساتھ رابطہ کرنے میں مشکلات پیش آتی ہے۔ والدین کے دلچسپی نہ لینے سے ایک منفی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے جب بچہ بولتا نہیں ہے تو والدین اس سے رابطہ کرنے کی کوشش بھی کم کرتے ہیں اور اس کے ساتھ کم وقت گزارتے ہیں اس طرح اس کے بولنے اور

سیکھنے کی صلاحیت میں مزید کمی آجاتی ہے اس ضمن میں مائیں یہ کہتی ہیں کہ ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ اتنے چھوٹے بچوں سے کیا بات کریں؟ اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ آپ جو کچھ کررہی ہیں اس کے بارے میں بچوں کو بتاتی جائیں یعنی بچے کو کپڑے پہنارہی ہوں یا پاؤڈر لگارہی ہوں یا اس کی مالش وغیرہ کررہی ہوں لیکن تھوڑا وقفہ دے کر بولیں تا کہ بچے کو اپنا ردعمل ظاہر کرنے کا موقع مل سکے جب بچے کے کپڑے بدلیں یا اسے کچھ کھلائیں تو مسلسل بولیں اسے بتائیں کہ وہ کیا کھارہا ہے؟ کیسے کپڑے پہن رہا ہے؟ جب والدین کسی چیز کے ساتھ ان کا نام لیتے جائیں گے تو بچے کو معلوم ہوجائے گا کہ اس چیز کا کیا نام ہے۔ اس طرح بچے خود بھی الفاظ بولنے لگیں گے اور دوسروں کی توجہ اپنی طرف مبذول کراسکیں گے یعنی ایک طرح سے ان کے بولنے کی ابتدا ہوگی۔

جب والدین بچے سے باتیں کریں تو جواب دینے کے لیے انہیں کچھ وقت دیں کیونکہ چھوٹے بچے کو سوچنے اور سمجھنے کے لیے کچھ وقت درکار ہوتا ہے اگر کوئی اور بچے سے کچھ پوچھتا گے تو آپ اس کی طرف سے جواب نہ دیں آپ کہیں جائیں یا کوئی آپ کے گھر آئے اور وہ بچے سے باتیں کرے تو اسے کرنے دیں اس طرح بچہ دوسروں کے ساتھ موثر طور پر رابطہ پیدا کرسکتا ہے اور اس کے بولنے میں اعتماد بھی حاصل ہوتا ہے۔

بچوں کے سامنے جب نئے الفاظ آتے ہیں اور وہ ہکلانے لگتے ہیں یا الفاظ صحیح طریقے سے استعمال نہیں کرپاتے ایسی صورت میں ان کا مذاق نہیں اڑانا چاہیے بلکہ ان سے کہیں کہ کوئی بات نہیں یا انہیں درست الفاظ دہرا کر بتائیں۔ لڑکیاں عام طور پر لڑکوں کے مقابلے میں جلدی بولتی ہیں بعض بچے دوسرے بچوں کے مقابلے میں زیادہ باتیں کرتے ہیں یہ بات معلوم کرنا بھی اہم ہے کہ بچے سے جو کہا جارہا ہے وہ اسے سمجھتا بھی ہے یا نہیں؟ کیا یہ وہ معمولی ہدایات کو سمجھتا ہے؟ بچے کے لیے کھیلنے کے طریقے میں شدت باعث تشویش ہوسکتی ہے مثلاً بچہ کھیل سے انتہائی شرمیلے پن کا مظاہرہ کرتا ہے یا شدید جارحانہ طرز عمل کا مظاہرہ کرتا ہے۔

بعض بچوں میں بولنے کی صلاحیت دیر سے پیدا ہوتی ہے اور بعض بچے زبان دیر سے

سیکھتے ہیں یعنی اپنے خیالات کو الفاظ میں ظاہر کرنے کی صلاحیت دیر سے پیدا ہوتی ہے بعض بچوں مین دونوں باتیں ہوتی ہیں اس لیے یہ معلوم کرنا چاہیے کہ جو کچھ ان سے کہا جاتا ہے وہ کیا سمجھ لیتے ہیں؟ یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ آپ کا بچہ کھلونوں اور دوستوں میں دلچسپی لیتا ہے یا نہیں، کیا اس سے اکثر نزلہ، زکام اور کان میں تکلیف تو نہیں رہتی کان میں انفیکشن ہونے سے سماعت پر بھی اثر پڑ سکتا ہے شروع میں اس کا معلوم ہونا مشکل ہوتا ہے اس کی وجہ سے بھی زبان سیکھنے میں تاخیر ہوسکتی ہے۔ ایسی صورت میں والدین کو چاہیے کہ وہ لینگویج تھراپسٹ کو دکھائیں جو بچے کے بولنے اور زبان سیکھنے کی عمر کا تعین کرنے میں معاون ثابت ہوگا۔

ہر زبان میں مخصوص آوازیں ہوتی ہیں، جن میں سے کچھ آوازوں کو سیکھنا مشکل ہوتا ہے اس آواز کی جگہ بچے دوسرے حروف کی آواز نکالتے ہیں یہ مشکل آوازیں وہ بالآخر سیکھ لیتے ہیں جب بچے تتلاتے ہیں تو یہ بہت اچھا لگتا ہے اور اپنی تتلاہٹ سے وہ اپنی طرف بڑوں کی توجہ مبذول کراتے ہیں اس لیے بچوں کے تتلانے پر زیادہ توجہ نہ دی جائے بلکہ انہیں لفظ کا صحیح تلفظ بتایا جائے یعنی آپ صحیح لفظ بولیں تاکہ وہ صحیح آواز نکالنا سیکھ جائیں سات آٹھ سال کی عمر میں بچے تتلا کر بولتے ہیں یہ طرز عمل درست نہیں اس طرح بچے بڑے ہونے کے بعد بھی تتلاتے رہتے ہیں۔

کبھی بچے ایک حرف کو کئی کئی بار دہراتے ہیں یا بیچ میں وقفہ دیتے ہیں یا بولنے میں اٹک جاتے ہیں جسے ہم ہکلانا کہتے ہیں۔ جب بچہ بولنا سیکھ رہا ہوتا ہے تو ایسا ہوتا ہے کیونکہ انہیں محض آوازیں نکالنے میں مشکل پیش آتی ہے اگر بچہ اس طرح بولتا ہے تو اسے نظر انداز کردیں اور اس کی بات پوری ہونے کا اطمینان سے انتظار کریں، کوشش کریں کہ آپ اس کا جملہ پورا نہ کریں بلکہ اسے ہی کرنے دیں عام طور پر الفاظ کو دہرانے او ربیچ میں وقفہ دینے کا عمل ایک مہینے میں ختم ہوجاتا ہے اگر ہکلانے کا عمل چھ مہینے سے زیادہ قائم رہتا ہے اور یہ عمل شدت اختیار کرلیتا ہے یا خاندان کے دوسرے افراد بھی ہکلاتے ہیں تو ڈاکٹر کو دکھانا چاہیے۔

(۸۴)......بچوں کو محنت کا عادی بنائیے

طلبہ کو جدوجہد، عزم، استقلال، مشقت، ہمت، ثابت قدمی اور مسلسل محنت کرتے رہنے کی تلقین بہت نرمی اور شفقت کے ساتھ کی جانی چاہیے۔ ان میں مقابلہ کرنے کی ہمت اور اچھے نمبر حاصل کرنے کا جذبہ پیدا کرنا چاہیے۔ لیکن یہ کہنا کہ تم نے فلاں کلاس فیلو جتنے نمبر کیوں نہیں لیے غلط ہوگا کیونکہ اس سے بچے کے دل میں حسد اور رقابت پیدا ہوسکتی ہے اور اس کی انا اور خوداعتمادی کو ٹھیس لگ سکتی ہے کسی معقول مقصد کے لیے جدوجہد کرنے سے بچوں کے اخلاق اور شخصیت پر بہت خوشگوار اثر پڑتا ہے چھوٹے چھوٹے کاموں اور مقاصد میں کامیابی بچے میں بڑے بڑے کام کرتے اور بڑے مقاصد حاصل کرنے کا حوصلہ پیدا کرتی ہے۔

بچے کو کام کی عظمت اور محنت کی برتری کا احساس دلائیں اور اسے یہ بات ذہن نشین کرائیں کہ سستی اور آرام طلبی میں خسارہ ہی خسارہ ہے ویسے بھی بچے یہ جان کر خوش ہوتے ہیں کہ وہ بھی کچھ کر سکتے ہیں اپنے ہاتھ سے چیزیں بنانے اور دوسروں کی مدد کرنے سے انہیں خوشی ہوتی ہے۔

عمر کے ابتدائی دور میں محنت کرنے کی موزوں تربیت میسر آجائے تو ایسے بچے بڑے ہوکر مسائل کو سمجھنے اور مشکلات کے حل ڈھونڈنے کے قابل ہوجاتے ہیں اور کامیابی ان کے قدم چومتی ہے پس ضرورت اس بات کی ہے کہ بچے کو ایسی تربیت دی جائے کہ وہ ہر کام کو دلچسپ اور چیلنج سمجھ کر کرے اور محنت کرنے سے اسے روحانی خوشی اور سکون ہو۔

(۸۵)......بچوں کو ٹی وی سے دور رکھیں

بچوں میں ٹیلی ویژن کا شوق بڑھتا جارہا ہے بچوں کو ٹیلی ویژن اور ڈش کی وباء سے کیسے بچایا جائے؟ کیونکہ یہ چیز بچوں کے لیے ناقابل تلافی نقصانات کا پیش خیمہ ثابت ہورہی ہے مثلاً بچوں کی پڑھائی میں عدم دلچپی، وقت کا زیاں، بچوں کی آنکھوں پر ٹی وی سے نکلنے والی برقی شعاعوں کے مضر اثرات اور سب سے بڑھ کر آخرت کا نقصان، بے

ہنگم جنسی خیالات ، بدزبانی ، اخلاقی برائیاں وغیرہ وغیرہ۔ بعض بچے تو اتنی دلچسپی سے کہ جسے ریاضت کہنا چاہیے اور اتنے قریب سے ٹیلی ویژن دیکھنے کی عادی ہوتے کہ ان کی گردن کے پٹھے متاثر ہو جاتے ہیں۔ ایسے بچوں کے لیے ٹیلی ویژن ایک نشے کا سا اثر رکھتا ہے ایسا نشہ جسے چھڑانا والدین کے لیے دن رات کی پریشانی بن جاتا ہے۔

دراصل ٹیلی ویژن ہیروازم کا ایک ایسا تصور پیش کرتا ہے کہ ناپختہ ذہن اس کا اثر قبول کئے بغیر نہیں رہ سکتا اور اس دور میں جبکہ تعلیم ایک بنیادی جزو ہے اس شعبہ میں بڑا مشکل مقابلہ ہے اسکول میں تعلیم اور طریقہ تعلیم خاصہ بدل چکا ہے۔ کتابوں کے انبار ہیں بے انتہا مطالعہ کرنا بے شمار ہوم ورک ہے پرسوں ٹیسٹ ہے اگلے ماہ انتخابات ہیں سمسٹر سسٹم ہے وغیرہ ٹی وی کو تفریح اور معلومات کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے ہے مگر اصل میں یہ ذہنی آلودگی پھیلانے کا باعث بن گیا ہے دنیا بھر کے والدین کو اب یہ فکر لاحق ہو چکی ہے کہ بچوں کو ٹیلی ویژن کے مضر اثرات سے کیسے بچایا جائے مگر ہم مسلمان شاید اب بھی اپنی اور بچوں کی اصلاح کے لیے اور علاج کے لیے خواہش کے اسی ملغوبہ سے کوئی جڑی بوٹی ڈھونڈ رہے ہیں۔ جبکہ حال یہ ہو چکا ہے کہ اب تو اس کئی مضرتوں بلکہ فتنا سامانیوں سے وہ ملک بھی پناہ مانگ رہے ہیں جنہوں نے اس فتہ گرکو وجود اور رواج بخشا ہے۔ اللہ جانے ہم کب تک ان کا تھوکا ہوا چاٹیں گے اور اسی میں شفا سمجھے گئے۔

میر سادہ ہیں بہت بیمار ہوئے جس کے سبب
اسی عطار کے لڑکے سے دوا لیتے ہیں

جب آپ کو اس کی ہر طرح کی خرابیاں معلوم ہو چکی ہیں تو پھر پکا اردہ کرلیں کہ آج کے بعد اپنے گھر میں ٹی وی نہیں رکھیں گے بیوی اصرار کوتی ہے تو کرتی رہے ، بچے اصرار کرتے ہیں تو کرتے رہیں ، نہ خود ٹی وی دیکھیں گے اور نہ بیوی بچوں کو دیکھنے دیں گے ، اب تو ٹی وی کی خرابیوں پر مشتمل مستقل کتابچے بھی منظر عام پر آچکے ہیں وہ گھر میں رکھیں تا کہ سب کو اس کی برائی کا احساس ہو جائے مثلاً استاد محترم مفتی عبدالرؤف سکھروی کا رسالہ ''ٹی وی اور عذاب قبر'' بہت اہم اور مفید ہے۔

(۸۶)...... بچہ آپ کی توجہ چاہتا ہے

''معصومیت'' ہر بچے کی قدرتی صفت ہے۔ یہ شخصیت کے چند مثبت پہلوؤں، تعجب، سیکھنے کی جستجو، بے ساختگی، قوت مخیلہ اور کھیل سے رغبت کی طرح بچپن سے لے کر شباب تک ہر ایک میں موجود رہتی ہے تاوقت کہ وہ بے راہ نہ ہو جائے یا ظلم و زیادتی سے اسے دبا دیا جائے۔

اگر والدین بچوں کی عادات اور شخصیت کے بارے میں جاننا چاہتے ہیں تو انہیں بچپن کے رسمی تصور کے برعکس اس بات کو تسلیم کرنا ہوگا کہ ہر بچہ معصوم، حسین، ذہین اور صرف لائق شفقت نہیں ہوتا کچھ بچے فطرتاً مختلف ہوتے ہیں اور ممکنہ طور پر برائی کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں والدین اور اساتذہ انفرادی توجہ اور محبت کے ذریعے اس مشکل پر قابو پا سکتے ہیں۔

بعض اوقات مائیں بچوں کی خوب اچھی تربیت کرتی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود بچے ان کو بہت تنگ کرتے ہیں اور پھر پریشان ہو کر بچوں کو ڈانٹنا کوسنا اور طعنے دینا شروع کر دیتی ہیں۔ کچھ مائیں تعویذ کراتی ہیں تو کچھ پانی پر دم وغیرہ۔ پھر ان بچوں کی تکالیف سے یہ ماں اتنی پریشان ہو جاتی ہے کہ خاندان کی جو بھی عورتیں اس عورت سے ملتی ہیں تو ان سب کے سامنے وہی رونا روتی ہیں کہ'' یہ بچے چین نہیں لینے دیتے میں تو ان کی وجہ سے پریشان ہوگئی ہوں۔'' اور نہ جانے کیا کچھ۔ ایسی ماؤں کو چاہیے کہ وہ اپنے ان جگر کے ٹکڑوں، معصوم نونہالوں کی زحمت کو نعمت اور مصیبت کو ہمت سے بدلنے کے لیے ہر بچے پر انفرادی توجہ دیں۔ مثلاً اگر آپ کسی بچے کو کچھ کہنا چاہتی ہیں تو دور سے نہ کہیے اس کے پاس نزدیک آ کر اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہیے بیٹا۔۔ ایسا کرو۔۔۔۔ یوں کرو اس کے ساتھ ساتھ ایسا کرنے کی تھوڑی سی فضیلت اور فائدہ بھی بتائیے اگر بچوں کی والدہ ہر بچے پر انفرادی توجہ دے اور رات ہی سے تیاری کر لے تو ان شاء اللہ بہت سی پریشانیاں دور ہو جائیں گی بچے بھی خوش رہیں گے امی بھی خوش اور ابو بھی خوش۔۔۔ ورنہ آپ روزانہ

اپنے بچوں سے جھگڑتی رہیں گی جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ شوہر سمجھیں گے کہ جہاں بچوں کا قصور ہے وہاں بیوی کا بھی قصور ہے اس کو بچوں کی تربیت کا طریقہ ہی نہیں آتا اس کے اندر مامتا ہی نہیں ہے پھر وہ اپنی والدہ یا بہنوں سے کہے گا یا وہ خود ہی دیکھ لیں گی تو وہ اس سب کا ذمے دار اس کے خاندان کی بھونڈی تربیت کو ٹھہرائیں گے۔

اب اس تمام صورت حال میں آپ اگر اپنی اصلاح کرنے کی بجائے یوں سوچیں کہ ''ہائے میرا مقدر شوہر بھی اچھا نہیں ملا ساس نند غرض کہ ہر سسرالی رشتہ دار برا ہے اور بچوں کو تو مجھ سے محبت ہی نہیں ہر جگہ میری بدنامی کراتے ہیں۔'' تو اس طرح مسائل گھمبیر سے گھمبیر تر ہوتے جائیں گے۔

لہذا لڑکیوں کو شروع ہی سے اپنے اندر احساس ذمے داری پیدا کرنی چاہیے کیونکہ مستقبل میں انہیں بیوی اور ماں جیسی عظیم ترین ذمے داریاں اٹھانی ہوتی ہیں ایسے میں ماں کو چاہیے کہ وہ سمجھ داری اور ہوش مندی سے کام لے۔

(۸۷)......نوزائیدہ بچے کو غسل کیسے دیا جائے؟

نوزائیدہ بچے نرم و نازک کونپل کی طرح ہوتے ہیں ان کی نگہداشت میں بڑی مہارت کی ضرورت ہے خصوصاً جس خاتون کا پہلا بچہ ہو ان کے لیے بچے کی نگہداشت ایک چیلنج کی حیثیت رکھتا ہے جو لوگ مشترکہ خاندان میں رہتے ہیں وہاں تو بڑی بوڑھیاں نوزائیدہ بچے کی نگہداشت میں کافی مدد دیتی ہیں لیکن جہاں ایک میاں بیوی اور تیسرا پھول سا بچہ ہے وہاں اکیلی ماں کے لیے کافی مشکل ہوتی ہے چونکہ بچے کو سنبھالنے کا تجربہ نہیں ہوتا اس لیے کبھی لاعلمی کی بنا پر لغزش ہو جاتی ہے جس کا بہت بھاری بھرکم نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔

نوزائیدہ بچے کو نہلانا بھی نئی ماؤں کے لیے اچھا خاصا امتحان ہوتا ہے ابتدائی چند مہینوں میں بچے کو دن میں صرف ایک مرتبہ نہلا دینا کافی ہوتا ہے تاہم شام کے وقت گرم پانی میں تولیہ بھگو کر اگر بچے کا سارا جسم صاف کر دیا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا۔ غسل دینے سے پہلے دیکھ لیجئے کہ ضرورت کی تمام چیزیں موجود ہیں؟ نہلانے کے بعد بچے کو لٹانے

کے لیے اس کی پلنگڑی اور بستر پہلے سے تیار ہونا چاہیے ، پہننے کے کپڑے ،نیپکن اور رومالیاں خوب اچھی طرح سوکھی ہوئی اور دھوپ میں گرمی کی ہوئی آپ کے ہاتھوں میں ہونی چاہیں جہاں غسل دینا ہو وہاں عموماً مندرجہ ذیل چیزوں کی ضرورت ہو۔

۱)..... آپ کے بیٹھنے کی چوکی یا کرسی۔

۲)..... غسل کے لیے صابن، ویسلین ، مالیش کا تیل اور پاؤڈر وغیرہ

۳)..... ٹھنڈے پانی کی دو بالٹیاں ۔ گندے پوتڑے، رومالیاں اور نیپکن وغیرہ ڈالنے کیلئے۔

۴)..... پانی کا درجہ حرارت موسم کے مطابق ہونا چاہیے۔

۵)..... جس کمرے میں بچے کو نہلایا جائے اس کا درجہ حرارت بھی موزوں ہو۔

۶)..... موسم سرد ہوتو بچے کو نہلانے سے پہلے کمرے کو ہیٹر یا آگ سے گرم کر لینا مناسب ہے۔

۷)..... غسل کے بعد بچے کو کپڑے پہنانے اور کمبل اوڑھانے کے بعد فوراً ہی اس کمرے سے باہر لے جانا مناسب نہیں بلکہ ممکن ہوتو پہلے کمرے کا درجہ حرارت کم ہونے دیں پھر بچے کو دوسری جگہ لے جائیں۔

ان سب چیزوں اور باتوں کی طرف خصوصی توجہ دینے کے بعد جب آپ بچے کو نہلانے لگیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے پہل ٹب میں زیادہ پانی نہ ڈالیے تاوقتیکہ بچے کو نہلاتے وقت آپ اچھی طرح سنبھالنا نہ سیکھ جائیں۔ بچے کو اس طرح تھامیے کہ اس کے سر کو آپ کی کلائیاں سہارا دے رہی ہوں اور آپ کی انگلیاں اس کی بغلوں کے نیچے ہوں سب سے پہلے بچے کا منہ دھلایئے اور اس کام لے لیے صاف ستھری صافی پانی میں بھگو کر استعمال کیجئے۔ صابن ہفتے میں ایک دو مرتبہ لگانا کافی ہوتا ہے۔ منہ اور سر صاف کرنے کے بعد باقی جسم پر آرام سے صابن ملئے۔ نہلاتے وقت بچے کو زیادہ ہلانا جلانا اور الٹ پلٹ کرنا مناسب نہیں اس پر بچہ گھبراہٹ کا شکار ہوسکتا ہے بچے کو جلدی جلدی نہلایئے تاکہ اسے سردی نہ لگ جائے جسم پر صابن لگانے کے بعد اسے تسلے یا ٹب میں بٹھا کر خوب مل کر صاف کیجئے۔

بچے کا بدن صاف کرنے کے لیے نرم و ملائم روئیں والا تولیہ استعمال کیجئے۔ سردیوں کے موسم میں اسے آگ پر خشک کر کے تھوڑا گرم کر لینا چاہیے۔ بچے کا جسم خشک کرتے وقت تولیہ نہیں رگڑنا چاہیے بلکہ آہستہ آہستہ تھپتھپا کر اور دبا کر صاف کرنا چاہیے کیونکہ نوزائیدہ بچے کی جلد بہت نرم ہوتی ہے اور رگڑ سے بچے کی جلد زخمی ہوسکتی ہے اگر بچے کی نالی خشک نہ ہوئی ہو تو اسے نہایت احتیاط سے خشک کر کے اس پر مرہم لگانے کے بعد پاؤڈر چھڑک دیجئے۔ پاؤڈر بچے کی ٹانگ، بغلوں اور ٹھوڑی کے نیچے ہلکا سا لگانا چاہیے اگر زیادہ پاؤڈر تھوپا جائے تو سانس کے راستے وہ بچے کے جسم میں چلا جائے گا اور اس سے نہ صرف سانس کی بیماریاں جنم لیتی ہیں بلکہ پیٹ میں بھی خرابی پیدا ہوسکتی ہے دو برس کی عمر میں بعض بچے نہانے سے ڈرتے ہیں اس کی وجہ پھسل کر گرنا یا آنکھوں میں صابن لگنا ہوسکتا ہے کوشش کیجئے کہ سر پر صابن لگانے کے بعد زیادہ جھاگ نہ بننے پائے اگر بچہ ٹب میں لیٹنے سے ڈرتا ہے تو اسے ایک ہاتھ سے سہارا دے کر رکھیں اور اگر وہ بالکل بھی نہانے پر آمادہ نہ رہا ہو تو چند دنوں کے لیے اس کے جسم کو گیلی صافی اور اسفنج سے صاف کرتی رہیں چند روز بعد ٹب کی بجائے کسی پرات یا ٹب میں تھوڑا پانی ڈال کر غسل کی ابتداء کیجئے۔

غسل کے بعد جسم سکھاتے اور پاؤڈر لگاتے وقت اگر آپ کو بچے کے جسم پر کہیں کوئی گرم دانہ یا سوزش نظر آئے تو اپنے ڈاکٹر سے یا گھر کی بڑی اماں سے مشورہ کر کے دوائی استعمال کیجئے۔ ایسی سوزش یا گرمی دانے عموماً گھریلو ٹوٹکوں سے ہی ٹھیک ہو جایا کرتے ہیں غسل سے فارغ ہونے کے بعد بچے کو کپڑے پہنایئے اور شال میں لپیٹ دیجئے۔ اب آپ بچے کو پیٹ بھر کر دودھ پینے اور گہری نیند سونے کے لیے تیار پائیں گے۔

(۸۸)...... بچوں کی پرسکون نیند کا اہتمام کیجئے

بچوں کو سونے سے قبل ٹی وی اور ویڈیو فلموں سے دور رکھیں تاکہ ان کا ذہن پروگراموں کے اثرات سے محفوظ ہو جائے اس عمل سے بچے زیادہ پرسکون طریقے سے نیند لے سکیں گے جو بچے ٹھیک طرح سے اپنی نیند پوری نہیں کرتے ان میں چڑچڑاپن، دماغی طور پر غیر حاضر، یادداشت میں کمی، موٹاپا یا انتہائی جسمانی کمزوری اور نفسیاتی مسائل

پیدا ہونے کے خدشات بڑھ جاتے ہیں ۔ اسی طرح نئی ماں بننے والی خواتین کو جاننا چاہیے کہ کمسن بچوں کو نیند کی کتنی ضرورت ہے ۔ ہم آپ کو ایک ماہ سے لے کر تین سال تک بچوں کی نیند کے بارے میں بتائیں گے کہ ایک نارمل بچے کو عمر کے کس حصے میں کتنی اوسط نیند درکار ہے البتہ اس میں کوئی شک نہیں ہر بچے کی ضرورت مختلف ہوتی ہے کسی کو زیادہ نیند کی ضرورت ہوتی ہے اور کسی کو کم ۔

عمر	رات کی نیند	دن کی نیند	میزان
۱ ماہ	ساڑھے آٹھ گھنٹے	۷ گھنٹے (۳ وقفوں میں)	ساڑھے پندرہ ۱۵ گھنٹے
۳ ماہ	۱۰ گھنٹے	۵ گھنٹے (۳ وقفوں میں)	۱۵ گھنٹے
۶ ماہ	۱۱ گھنٹے	سوا تین گھنٹے (۲ وقفوں میں)	تقریباً ۱۴ گھنٹے
۱۲ ماہ	سوا ۱۱ گھنٹے	ڈھائی گھنٹے (اوقفہ میں)	تقریباً ۱۴ گھنٹے
۱۸ ماہ	ساڑھے ۱۱ گھنٹے	۲ گھنٹے (اوقفہ میں)	تقریباً ۱۳ گھنٹے
۲ سال	۱۱ گھنٹے	ڈیڑھ گھنٹے (اوقفہ میں)	تقریباً ۱۳ گھنٹے
۳ سال	ساڑھے ۱۰ گھنٹے	ڈیڑھ گھنٹے (اوقفہ میں)	تقریباً ۱۲ گھنٹے

یہ بچوں کے نیند کے اوقات ہیں اب آپ دیکھیں کہ آپ کا بچہ دن رات میں کتنی مرتبہ نیند لیتا ہے اگر اس کے مطابق ہے تو صحیح ہے اور اگر آپ کا بچہ کم سوتا اور رات کو ایک بجے بستر پر جاتا ہے تو آپ یہ مت سمجھیں کہ اسے زیادہ نیند کی ضرورت نہیں درحقیقت ایسا بچہ نیند کی کمی کا مریض ہے اس کے اوقات بدلنے کی کوشش کریں ۔ چھوٹے بچوں کو اپنے سے الگ مت سلائیں بعض مائیں بچوں کو جھولے میں فیڈر دے کر سلا دیتی ہیں یا شیر خوارگی میں ان کا بستر علیحدہ کر دیتی ہیں اسی طرح تنہا اور الگ کمرے میں سلانے کی کوشش کرتی ہیں ان ماؤں میں نہ صرف خود بچوں کے لیے محبت کم ہو جاتی ہے بلکہ بچوں کا بھی ماں کی محبت سے اعتماد اٹھ جاتا ہے ۔

بہر حال والدین کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بچوں کو ہر ممکن پرسکون نیند فراہم کرنے کا ماحول مہیا کریں تاکہ ان کی پرورش صحت منداور بہتر انداز سے ہو سکے ۔

تربیت اولاد

کے سلسلے میں والدین کیلئے ۹۹...... اہم نصیحتیں

اولاد اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمت اور امانت ہے اس امانت میں کسی طور پر خیانت نہیں ہونی چاہیے والدین ان کی بری تربیت کر کے خیانت کے مرتکب ہوتے ہیں اور یوں ان کا مستقبل اور آخرت تباہ کر دیتے ہیں۔

والدین کے سلسلے اولاد کی صحیح تربیت کے متعلق ہدایات تو بہت ہیں مگر ہم یہاں خاص خاص باتیں ذکر کرتے ہیں۔

۱) نیک بخت دیندار عورت کا دودھ پلائیں کیونکہ دودھ کا بڑا اثر ہوتا ہے۔

۲) بچے کو دودھ پلانے کے لیے اور کھلانے کے لیے وقت مقرر رکھیں تاکہ وہ تندرست رہے۔

۳) بچے کو بہت زیادہ بناؤ سنگھار نہ کریں۔

۴) اگر لڑکا ہو تو اس کے سر پر بال مت بڑھائیں۔

۵) اگر لڑکی ہے تو اس کو جب تک پردے میں بیٹھنے کے لائق نہ ہو جائے زیور مت پہنائیں اس سے ایک تو اس کی جان کو خطرہ ہے دوسرے بچپن ہی سے زیور کا شوق دل میں پیدا ہونا اچھا نہیں۔

۶) جو زیادہ کھانے والوں کی برائی اس کے سامنے کیا کریں مگر کسی کا نام لے کر نہیں بلکہ اس طرح کہ جو کوئی بہت کھاتا ہے لوگ اس کو حبشی کہتے ہیں اور اس کو بیل سمجھتے ہیں۔

۷) اگر لڑکا ہو تو سفید کپڑے کی رغبت اس کے دل میں پیدا کریں اور رنگین اور تکلف کے لباس سے اس کو نفرت دلائیں کہ ایسے کپڑے لڑکیاں پہنتی ہیں تم ماشاءاللہ مرد ہو ہمیشہ اس کے سامنے ایسی باتیں کیا کریں۔

۸) اگر لڑکی ہو تب بھی زیادہ مانگ چوٹی اور بہت تکلف والے کپڑوں کی عادت اس کو بھی مت ڈالیں۔

۹)......جن بچوں کی عادتیں خراب ہیں، یا پڑھنے لکھنے سے بھاگتے ہیں، تکلف والے کپڑے یا کھانے کے عادی ہیں تو ایسے بچوں کے پاس اپنے بچوں کو بیٹھنے سے اور ان کے ساتھ کھیلنے سے بچائیں اور سختی سے منع کریں۔

۱۰)...... بری باتوں سے ان کو نفرت دلاتی رہیں غصہ، جھوٹ بولنا، کسی کو دیکھ کر جلنا یا حرص کرنا، چوری کرنا، چغلی، ایسی بات کی پچ کرنا (منوانا) خواہ مخواہ اس کو بنانا، بے فائدہ بہت باتیں کرنا، بے بات ہنسنا یا زیادہ ہنسنا، دھوکہ دینا، بھلی بات کو نہ سوچنا اور جب ان باتوں میں سے کوئی بات ہو جائے تو فوراً اس پر تنبیہ کریں۔

۱۱)......اگر کوئی چیز توڑ پھوڑ دے یا کسی کو مار بیٹھے تو مناسب سزا دیں تاکہ پھر ایسا نہ کرے، پیار کی وجہ سے اسے سزا دینے سے نہ کترائیں کیونکہ ایسی باتوں میں پیار بچوں کو خراب کر دیتا ہے۔

۱۲)...... بہت جلدی مت سونے دیں۔

۱۳)......جلدی جاگنے کی عادت ڈالیں۔

۱۴)...... جب مکتب میں جانے کے قابل ہو جائے تو پہلے قرآن پڑھوائیں۔

۱۵)......مکتب و مدرسہ میں جانے میں کبھی رعایت نہ کریں۔

۱۶)...... جہاں تک ہو سکے دین دار استاد سے پڑھوائیں۔

۱۷)...... کسی کسی وقت ان کو نیک لوگوں کی حکایتیں (قصے) سنایا کریں۔

۱۸)......ایسی کتابیں پڑھوائیں جس میں دین کی باتیں اور دنیا کی ضروری کارروائی آجائے۔

۱۹)......مکتب سے آنے کے بعد کسی قدر دل بہلانے کے لیے اس کو کھیلنے کی اجازت دیں تاکہ اس کی طبیعت اکتا نہ جائے لیکن کھیل ایسا ہو جس میں کوئی گناہ نہ ہو اور جھوٹ بولنے کا اندیشہ نہ ہو۔

۲۰)......کھیل تماشہ دکھلانے کی عادت مت ڈالیں۔

۲۱)......اولاد کو ضرور کوئی ایسا ہنر سکھا دیں جس سے ضرورت اور مصیبت کے وقت چار پیسے حاصل کر کے اپنا اور اپنے بچوں کا گزارہ کر سکے۔

۲۲)......لڑکیوں کو اتنا لکھنا سکھلا دیں کہ ضروری خط اور گھر کا حساب کتاب لکھ سکیں۔

۲۳)......بچوں کو عادت ڈالیں کہ اپنا کام اپنے ہاتھ سے کیا کریں تا کہ اپاہج اور سست نہ ہو جائیں ان سے کہو کہ رات کا بچھونا اپنے ہاتھ سے بچھائیں صبح کو جلدی اٹھ کر تہ کر کے احتیاط سے، کپڑوں کی گٹھڑی اپنے نظام میں رکھیں پھٹا ہوا خود ہی سی لیا کریں۔ کپڑے خواہ میلے ہوں یا صاف ایسی جگہ رکھیں جہاں کیڑے چوہے کا اندیشہ نہ ہو دھوبن کو خود گن کر دیں اور لکھ لیں اور گن کر لیں۔

۲۴)......لڑکیوں کو تاکید کریں کہ جو زیور تمہارے بدن پر ہے رات کو سونے سے پہلے اور صبح جب اٹھیں تو دیکھ بھال لیا کریں۔

۲۵)......لڑکیوں سے کہیں کہ جو کام کھانے پکانے کا، سینے پرونے، کپڑے رنگنے یا کوئی چیز بننے کا گھر میں ہوا کرے اس کو غور سے دیکھا کریں کہ کیسے ہو رہا ہے۔

۲۶)...... جب بچے سے کوئی بات خوبی کی ظاہر ہو اس پر خوب شاباش دیں پیار کریں بلکہ اس کو کچھ انعام دیں تا کہ اس کا دل بڑھے اور جب اس کی بری بات دیکھیں تو تنہائی میں اس کو سمجھائیں کہ دیکھو بری بات ہے دیکھنے والے کیا کہتے ہوں گے اور جس جس کو معلوم ہوگا وہ کیا کہے گا خبردار پھر آئندہ مت کرنا اچھے لڑکے ایسا نہیں کرتے اور اگر پھر وہی کرے تو مناسب سزا دیں۔

۲۷)......کوئی کام محنت کا اس کے ذمے مقرر کریں جس سے صحت اور ہمت رہے سستی نہ آنے پائے مثلاً لڑکوں کے لیے ڈنڈ کرنا وہلکی ورزش کرنا ایک آدھ میل پیدل چلنا یا دوڑنا اور لڑکیوں کے لیے چکی یا چرخہ چلانا وغیرہ ضروری ہے۔

۲۸)...... چلنے میں تاکید کریں کہ بہت جلدی نہ چلے اور نگاہ اوپر اٹھا کر نہ چلے۔

۲۹)......اس کو عاجزی اور انکساری اختیار کرنے کی عادت ڈالیں زبان سے، چال سے یا برتاؤ سے شیخی نہ بگھارنے پائے یہاں تک کہ اپنے ہم عمر بچوں میں بیٹھ کر اپنے کپڑے یا مکان یا خاندان یا کتاب وقلم ودوات اور تختی تک کی تعریف نہ کرنے پائے۔

۳۰)......کبھی کبھی اس کو دو چار پیسہ دے دیا کریں تا کہ اپنی مرضی کے موافق خرچ

کرے مگر اس کو یہ عادت ڈالیں کہ کوئی چیز تم سے چھپا کر نہ خریدے۔

۳۱)......اس کو کھانے کا طریقہ اور محفل میں اٹھنے بیٹھنے کا طریقہ سکھلائیں۔

۳۲)...... بچوں کو ہنسی میں مت اچھالیں اور کسی کھڑکی وغیرہ سے مت لٹکائیں کہیں ایسا نہ ہو کہ ہاتھ سے چھوٹ جائے اسی طرح ان کے پیچھے ہنسی میں مت دوڑیں شاید گر پڑیں اور چوٹ لگ جائے۔

۳۳)......اپنے گھر والوں کی یا اپنی اولاد کی کسی کے سامنے تعریف مت کریں۔

۳۴)......لڑکیوں کو تاکید کریں کہ لڑکوں میں نہ کھیلا کریں کیونکہ اس میں دونوں کی عادتیں بگڑتی ہیں۔

۳۵)...... ماں باپ خود بھی خیال رکھیں اور جو مرد یا عورت بچے پر نگران مقرر ہو وہ بھی خیال رکھے کہ بچہ ہر وقت صاف ستھرا رہے اور جب ہاتھ منہ میلا ہو جائے فوراً دھلا دے۔

۳۶)...... پڑھنے والے بچوں کو کوئی چیز دماغ کی طاقت کی ہمیشہ کھلاتے رہیں۔

۳۷)......اکثر یہی دیکھنے میں آیا ہے کہ بچوں میں دو خرابیاں زیادہ پائی جاتی ہیں چوری اور جھوٹ۔ بچوں سے یہی وہ کام زیادہ سرزد ہوتے ہیں انہی دو کی ان سے توقع کی جاسکتی ہے اس کے لیے والدین کو بہت زیادہ محنت کی ضرورت ہے کہ وہ بچے سے یہ عادت چھڑا کر انہیں سیدھے راستے پر گامزن کرسکیں۔

۳۸)......ان کے علاوہ بعض اوقات اور بھی برائیاں بچے میں موجود ہوتی ہیں مثلاً یہ کہ بچہ اپنے ہم عمروں میں کھیل کر ظلم کرتا ہے اور رعب جھاڑتا ہے اس بیماری پر ابتداء ہی سے قابو کرنا چاہیے والدین اور مربی کو چاہیے کہ نصیحت اور ترغیب کے ذریعے بچے کی اس بیماری کو ختم کریں ورنہ یہ عادت بچے کو عمر بھر پریشان رکھے گی۔

۳۹)......روزانہ کئی گھنٹوں کے لیے اپنے ننھے منے بچوں کو گود میں اٹھا کر اپنی جلد سے چمٹا کر رکھیے لیکن یہ خیال رہے کہ آپ کو اپنا خواہ کتنا ہی لذیذ اور پیارا کیوں نہ لگے آپ نے اسے کاٹنے اور جھنجھوڑنے کی خواہش کو روک کر رکھنا ہے۔

۴۰)......اپنے بچوں کے ساتھ زیادہ تر ان کی عمر اور ان کی پسند کے مطابق کھیل کھیلیں تاکہ وہ ذہانت اور تحفظ کے احساس کے ساتھ بڑے ہوسکیں۔

۴۱)......اپنے بچوں کے ساتھ باتیں کیجئے قطع نظر اس کے کہ وہ ابھی اتنا بڑا بھی نہ ہوا ہو کہ آپ کی بات کا ایک لفظ بھی سمجھ سکے اور اسے اپنے بارے میں ہر چیز بتائیے اسے وہ بڑی باتیں بتائیے جو آپ کی ذات کا حصہ ہوں لیکن آپ انہیں دوسروں کو نہیں بتا سکتے اسے اپنے وہ راز بتائیے جو آپ اپنے بااعتماد معالج یا دوست کو بھی نہیں بتا سکتے اگر آپ کا بچہ کسی اور کی بہ نسبت آپ کو زیادہ جانے گا تو آپ کے نزدیک اس کی قدر و قیمت اور زیادہ بڑھ جائے گی۔

۴۲)...... بچے کے ساتھ فرش پر بیٹھ کر زیادہ وقت گزاریں تا کہ آپ دنیا کو بچے کی نگاہ سے دیکھ سکیں بچہ بھی آپ کو اپنی دنیا کا فرد سمجھے گا۔

۴۳)......دادادادی، نانا نانی، پھوپھی، خالہ دیگر بچوں کے والدین سب کے ساتھ اپنے بچے کو شریک کریں کبھی بھی بلاشرکت غیرے اپنے بچے کے باپ بننے کی کوشش نہ کریں آپ دونوں اپنی ضروریات کے ہاتھوں مجبور ہو کر ایک دوسرے کو خالی کردیں گے تھکا ڈالیں گے چنانچہ ایک افریقی محاورہ ہے کہ "ایک بچے کو پروان چڑھانے میں ایک پورے گاؤں کو حصہ لینا پڑتا ہے۔"

۴۴)......اپنے بچے کا نام رکھتے وقت احتیاط برتیے، نام بچے کے تعلق کو اس کی نسل کی بجائے اس کے آباؤ اجداد اور خاندانی میراث سے استوار کرے گا کبھی بھی اپنے بچے کا نام موجودہ عہد کے فلمی اداکاروں اور کارٹونوں کے کرداروں اور سال رواں کے دوران پیدا ہونے والے دیگر بچوں کے نام پر نہ رکھیں۔

۴۵)...... جہاں تک ممکن ہو بچے کو اپنے ساتھ لے کر جائیں لیکن اس چیز کا خیال رکھیں کہ کچھ وقت کے لیے آپ اسے پیچھے یا اپنے سے دور بھی چھوڑ رہے ہیں آپ دونوں کو یہ جاننے کی ضرورت ہے کہ آپ ایک دوسرے کے بغیر بھی گزارا کر سکتے ہیں۔

۴۶)...... بچوں کو بہت کم اور شاذ و نادر ہی سزا دیں اس کے بجائے انہیں اس پریشان کن دنیا میں صحیح کام کرنے کے علم کی پیچیدگیوں اور دشواریوں کے بارے میں بتائیں۔

۴۷)......آپ ایک بچے کو بہت کچھ نہیں سکھا سکتے بچہ دلچسپی اور خوشی سے ہر وہ چیز سیکھے گا جسے آپ دلچسپی اور خوشی سے اسے سکھائیں گے بچے کے ساتھ مل کر علم حاصل کریں اور

ایک دوسرے کے ہمراہ سیکھیں۔

۴۸)...... ہمیشہ بچے کی بنیادی اچھائیوں اور خوبیوں کے بارے میں امید کا اظہار کریں بچے وہی بنیں گے جو آپ انہیں بنائیں گے کہ وہ ویسے ہیں آپ کبھی بھی بچے کی بے عزتی نہ کریں اور کبھی اس کا مذاق نہ اڑائیں۔

۴۹)...... بچوں کے ساتھ گزارے جانے والے وقت کے آدھے حصے میں آپ وہیں جائیں جہاں آپ کے ننھے منے بچے جائیں اور وہی کریں جو بچے کریں پھر باقی آدھے وقت میں بچوں کو اپنے ساتھ لے کر جائیں تا کہ وہ کچھ کرسکیں جو آپ کر رہے ہوں۔

۵۰)...... اپنے بچوں کے سامنے سگریٹ اور دیگر نشہ آور چیز کا استعمال نہ کریں آپ نے ان کے سامنے ایک مضبوط شخصیت کا عکس ابھارنا ہے۔

۵۱)...... کھانے پینے اور خاندان کے باہر گھومنے کے معاملات کا ایک خاکہ دیں اور یہ امید رکھیں کہ بچہ اس خاکے کے مطابق خود کو ڈھال لے گا گھر سے باہر بچے کی سرگرمیوں کو ضرورت سے زیادہ منظم شکل نہ دیں بچے نے ہر شے سے بالا دست ہو کر خاندان کا ایک فرد بننا ہے۔

۵۲)...... ڈسپلن سزا اور ماں باپ کے اختیارات اور کنٹرول کی بجائے بچے کو کرنے کے لیے کوئی قابل قدر اور اہم شے فراہم کریں کیونکہ وہی خاندان کی ضرورت ہے۔

۵۳)...... جس دن طبیعت کی معمولی ناسازی یا کسی اور وجہ سے مدرسے یا اسکول نہ جانا چاہیں اس دن بچوں کو اسکول بھیجنے کی زیادہ کوشش کریں لیکن وقتاً فوقتاً جب بچے بالکل ٹھیک ہوں ایک آدھ دن کے لیے انہیں اسکول نہ بھیجیں۔

۵۴)...... مریض بچے کو والدین کی بالخصوص ماں کی بہت زیادہ شفقت و محبت کی ضرورت ہوتی ہے لیکن اگر اتنی مشقت و محبت کا برتاؤ بچے کے ساتھ شفایابی کے بعد کیا جائے تو بچے کی عادت بگڑنے کا قوی امکان ہے والدین کو ایسی حکمت عملی مرتب کرنی چاہیے کہ کبھی تو بچے کے ساتھ محبت کا برتاؤ کریں اور کبھی غصے کا تا کہ نہ تو بچے میں کجی پیدا ہو اور نہ اس کی حق تلفی ہو۔

۵۵)...... بچے کو اسلامی عقائد کی نرمی اور شفقت کے ساتھ تعلیم دیں، طالب علم بچہ کو

محبت کے ساتھ پڑھائیں تاکہ اس کے دل میں آپ کی بتائی ہوئی بات اچھی طرح گڑ جائے۔

۵۶)...... بچوں کو ابتدائی عمر میں ہی اس بات کا شوق دلائیں کہ وہ ہر دم اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر کمر بستہ رہیں اور گناہوں سے بچے رہیں۔

۵۷)...... ہم بچے کے بارے میں عموماً یہ سمجھتے ہیں کہ یہ چھوٹا ہے اسے کسی چیز کی خبر نہیں یہ ہماری بہت بڑی غلطی ہے بچے کے اندر کسی چیز سے متاثر ہونے کی صلاحیت ہماری سوچ سے زیادہ ہے یہ بات تو صحیح ہے کہ وہ جو کچھ دیکھتا ہے اس سے نتیجہ اخذ نہیں کر سکتا تاہم یہ بھی ضرور ماننا پڑتا ہے کہ وہ اس سے متاثر ہوتا ہے اور بسا اوقات اسے بیان بھی کر دیتا ہے اور کبھی بچے سے غیر ارادی طور پر بھی وہ افعال سرزد ہو جاتے ہیں جو وہ دیکھتا یا سنتا ہے۔

۵۸)...... جاننا چاہیے کہ یہ امر بہت ہی خیال رکھنے کے قابل ہے کہ بچپن میں جو عادت بھلی یا بری بہت پختہ ہو جاتی ہے وہ عمر بھر نہیں جاتی اس لیے بہت ضروری ہے کہ بچوں کی عادات پر گہری نظر رکھی جائے۔ بچپن کی عادات اس کے کردار کی تعمیر کرتی ہیں۔

۵۹)...... بچوں کی خوراک کے اوقات مقرر ہونے چاہئیں۔ وقت بے وقت کھلا کر ان کی عادات نہ خراب کریں ایسا کرنے سے ان کی صحت پر بھی برا اثر پڑے گا۔

۶۰)...... بچپن سے ہی انہیں مسواک کرنے کی عادت ڈالیں۔

۶۱)...... بچوں کو ہدایت کریں کہ کھانا کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھوئیں۔

۶۲)...... انہیں کھانے پینے، سونے، کپڑے پہننے، طہارت خانے میں داخل ہونے اور باہر نکلنے کے آداب سیاور دعائیں سکھائیں۔

۶۳)...... والدین چھ ماہ کے بچے کے سامنے بھی اپنے ستر سے آزاد نہ ہوں۔ بلکہ ان کے سامنے بھی شرم وحیاء کا لحاظ رکھیں عموماً یہ دیکھا گیا ہے کہ جو والدین بچوں کے سامنے شرم وحیاء کی باتوں کا خیال نہیں رکھتے ان کی اولاد بے شرم ہوتی ہے، جو بعد میں ان کے لئے بھی تکلیف دہ ثابت ہوتی ہے۔

۶۴)...... بچوں کے دل میں عیش وعشرت کے سامان کی محبت نہ پیدا ہونے دیں اور انہیں نئے نئے فیشنوں سے دور رکھیں۔ ہمیشہ ان کو سادگی کا درس دیں۔ اور یہ اسی وقت

ہوگا جب والدین خود سادہ ہوں اور فیشن سے دور ہوں۔

۶۵)...... عورت خواہ امیر وکبیر ہو کبھی کبھار بچوں کو پیوند لگے کپڑے ضرور پہنائے۔

۶۶)...... بچوں کے ہاتھ سے خوراک وغیرہ غریبوں کو دلوائیں تا کہ ان کے دل میں فراخدلی، سخاوت اور فیاضی پیدا ہو۔ کبھی کبھی یہ موقع بھی فراہم کریں کہ کھانے پینے کی چیزیں بہن بھائی خود ہی آپس میں تقسیم کرلیں تا کہ ایک دوسرے کے حقوق کا احساس اور انصاف کی عادت پیدا ہو۔ ایسا بھی ممکن ہے کہ بچوں میں سب سے بڑا ماں کی نگرانی میں اپنے چھوٹے بہن بھائیوں میں تقسیم کرے۔

۶۷)...... بچوں کو چیخنے چلانے اور اونچی آواز میں گفتگو کرنے سے منع کریں اور ایسا کرنے سے خود بھی پرہیز کریں اور درمیانی آواز میں نرمی کے ساتھ گفتگو کرنے کی تاکید کریں۔

۶۸)...... بچوں کی ضد ہرگز پوری نہ کریں بلکہ حکمت کے ساتھ ان کی یہ عادتیں چھڑانے کی کوشش کریں کبھی کبھی مناسب سختی بھی کریں بے جالاڈ پیار سے ان کو ضدی اور خودسر نہ بنائیں۔

۶۹)...... ان کو باہر کے بچوں کے ساتھ ملنے جلنے سے روکیں بہن بھائی اپنے گھر کی حدود کے اندر مل جل کر کھیلیں جہاں ان کی سب حرکات وسکنات ماں باپ کی نظروں کے سامنے ہوں گی۔

۷۰)...... بچوں کو اڑوس پڑوس میں آوارہ پھرنے کی اجازت نہ دیں۔

۷۱)...... اولاد کو بات بات پر ڈانٹنے، جھڑکنے اور برا بھلا کہنے سے سختی کے ساتھ پرہیز کریں اور ان کی کوتاہیوں پر غصہ ہونے اور نفرت کا اظہار کرنے کی بجائے حکمت کے ساتھ ان کی تربیت کرنے کی محبت آمیز کوشش کریں۔ اپنے طرز عمل سے بچوں کے ذہن پر یہ خوف بہر حال غالب رکھیں کہ ان کی کوئی خلاف شرع بات وہ ہرگز برداشت نہیں کریں گے۔

۷۲)...... اولاد کے ساتھ ہمیشہ شفقت، محبت اور نرمی کا برتاؤ کریں اور اپنی حیثیت کے مطابق ان کی ضروریات کو پورا کرکے ان کو خوش رکھیں اور ان میں اطاعت و

فرمانبرداری کے جذبات ابھاریں۔

۷۳)......اولاد کو پاکیزہ تعلیم و تربیت سے آراستہ کرنے کے لیے اپنی ساری کوشش اور توانائی صرف کردیں۔ اس راہ میں بڑی سے بڑی قربانی سے بھی دریغ نہ کریں یہ عورت کی دینی ذمہ داری بھی ہے اولاد کے ساتھ عظیم احسان اور اپنی ذات کے ساتھ سب سے بڑی بھلائی بھی۔

۷۴)...... بچے سے روک ٹوک کو بالکل ختم کردینا اور بچے کے ساتھ زیادہ نرمی اختیار کرنا بھی بچے کے لیے نقصان دہ ہوتا ہے اگر نرمی ہی نرمی ہو تو بچہ بعض اوقات گھٹیا حرکات اپنانے لگتا ہے اور جو اس کے دین اور صحت کے لیے مضر ہوتی ہیں اسی سے بچے کے اخلاق خراب ہوتے ہیں اور اس کے نزدیک اخلاق حسنہ اور فضائل کی کچھ قدر و قیمت نہیں رہتی

۷۵)......کامیاب والدین وہ ہیں جو بچے کے چال چلن اور طور طریقوں کا حکمت کے ساتھ علاج کرتے ہیں اگر بچہ کوئی غلطی کرے تو اشاروں اور کنایوں سے سمجھایا جائے ۔صراحتاً اس برائی کا ذکر مناسب نہیں۔ اگر بچہ بار ہا ایک غلطی کرتا ہے تو ماں حکمت کے ساتھ بچے کے دل میں یہ بات بٹھائے کہ اگر اس نے دوبارہ ایسی حرکت کی تو اس کے ساتھ سختی برتی جائے گی۔ زجر و توبیخ کی اب ضرورت نہیں ہے بلکہ اسے پند و نصیحت کے ذریعے غلطی کا احساس دلایا جائے۔ نہ ہی بچے کے دل میں اپنی ہیبت بٹھائیں اور نہ ہی اس غلط بات کو بتنگڑ بنا کر پیش کریں۔

۷۶)...... بچے کو ترغیب دینا انتہائی ضروری ہے تاکہ بچے اچھی تربیت حاصل کرسکیں بچوں کے ساتھ ہر وقت سخت لہجے میں بات کرنا بچے کو تنگ نظر بنا دیتا ہے اگر والدین بچے کو نرم لہجے میں اچھے انداز میں کسی بات کی تلقین و نصیحت کریں تو بچہ اسے جلد سمجھے گا۔

۷۷)......اگر بچے کو کسی برے کام کی عادت ہو جائے تو فوراً اس سے وہ کام چھڑایا جائے اس بات سے ڈرے بغیر کہ ہوسکتا ہے بچہ اس کی عادت کو چھوڑنا برداشت نہ کرے وگرنہ وہ بری عادت مستقبل میں اس کے لیے انتہائی خطرناک ثابت ہوگی۔ سب سے پہلے کوشش کریں کہ بچہ نصیحت کے ذریعے اس بری عادت کو ترک کردے اگر وہ نرمی کو قبول نہ کرے تو اس کے ساتھ سختی سے پیش آئیں اور ہلکی پھلکی سزا دیں کہ اگر معقول سزا دی

جائے جو حد سے متجاوز نہ ہو تو بچے کے دل میں کبھی بھی یہ خیالات نہیں آ سکتے ایسے وقت نرمی بچے کے ساتھ زیادتی ہے کیونکہ اس سے بچے میں خودسری پیدا ہوتی ہے جس سے اس کی شخصیت بری طرح متاثر ہوتی ہے۔

۷۸)......بچوں کے ساتھ نرمی سے پیش آئیں آپ انہیں سکھا رہے ہیں کہ کس طرح صحیح رویہ روا رکھا جاتا ہے لہٰذا تضادات کے ساتھ اس طرح پیش آئیں کہ گویا آپ طور طریقوں کی مشق کر رہے ہیں تاکہ اپنے اندر کی بنیادی نفرتوں کدورتوں اور الجھنوں کا اظہار کریں۔

۷۹)......کوشش کریں کہ آپ نہ تو بہت زیادہ امیر دکھائی دیں اور نہ بہت زیادہ غریب ہر انتہا یہ صرف بچوں کے اندر حقیقت کے احساس کو تبدیل کرتی ہے بلکہ اس قیمت میں بھی فرق لے آتی ہے جو وہ اپنی ذاتی کوششوں کو دیتے ہیں۔

۸۰)......اگر آپ کو یہ محسوس ہو کہ آپ کے بچے آپ کو تعریف کی نگاہ سے نہیں دیکھتے یا آپ کو آپ کی خواہش کے مطابق عزت نہیں دیتے تو اپنے رویے سے ان کے اندر اس بات کے حوالے سے احساس ندامت پیدا کرنے کی کوشش نہ کریں اس کے برعکس بچوں کے نام کوئی مبہم سا پیغام چھوڑ کر وقتاً فوقتاً ان کی نظروں سے اوجھل ہو جایا کریں۔ اپنے شریک حیات کو ساتھ لے کر باقاعدہ گھر سے غائب ہو جایا کریں بچوں کے اندر تحفظ کا عظیم تر احساس والدین کے آپس کے تعلقات کو دیکھ کر پیدا ہوتا ہے اپنی محبت سے بچوں کے اندر خوش گوار بے چینی کی کیفیت پیدا کریں۔ پھر دیکھیں کہ وہ کس طرح آپ کو اپنا آئیڈیل اور نمونہ بناتے ہیں۔

۸۱)...... بچہ تو والدین سے نوجوانوں سے بھی زیادہ سیکھتا ہے والدین اچھائی اور برائی دونوں میں اس کے رہنما ہوتے ہیں اور اگر وہ ایک بار اپنے والدین سے کوئی برائی سیکھ لے تو پھر تمام عمر اسے چھوڑنا بہت مشکل ہوتا ہے مثلاً اگر بچے دیکھ لیں کہ اس کی ماں اس کے باپ کے ساتھ یا اس کا باپ اس کی ماں کیساتھ یا دوسرے لوگوں کے ساتھ جھوٹ بولتا ہے تو سچ کی عظمت بچے کے دل سے نکل جائے گی۔ جتنا چاہیں اسے سچ کے فضائل سنا دیں وہ مطلقاً ان پر کان نہیں دھرے گا اسی طرح اگر بچے کو علم ہو جائے کہ اس کی

ماں اس کے باپ کو یا اس کا باپ اس کی ماں کو یا دوسرے لوگوں کو دھوکہ دیتا ہے تو بچہ کبھی دھوکہ دہی کو نہیں چھوڑے گا اور اس کے دل سے امانت کی عظمت بالکل ختم ہو جائے گی۔

۸۲)...... جب بچے کو ماں کی طرف سے محبت نہیں ملتی خواہ اس وجہ سے کہ ماں سخت دل ہے یا اس وجہ سے کہ ماں باپ کی آپس میں نہیں بنتی تو بچے کے دل میں بھی محبت کی بجائے نفرت اور کینہ پیدا ہو جاتا ہے بعض اوقات اس کا میلان برائیوں کی طرف ہو جاتا ہے اور وہ معاشرے میں منفی کردار ادا کا حامل شخص بن جاتا ہے۔

۸۳)...... اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کے ناموں کے احترام کی وجہ سے اسے قسمیں کھانے کا عادی نہ بنایا جائے چاہے وہ سچا ہو یا جھوٹا۔

۸۴)...... والدین بچے کو کسی بھی کام میں رشوت نہ دیں وگرنہ یہ عادت جوانی تک اس کے ساتھ جائے گی اور وہ ولوگوں سے بھی رشوت لینے کا عادی بن جائے گا۔

۸۵)...... بچے کو دوسرے بچوں پر اپنے کھلولوں اور دیگر چیزوں کی وجہ سے جو اس کے پاس ہیں فخر کرنے کا عادی نہ بنایا جائے اس سے اس کے دل میں غرور وتکبر اور دنیا کے مال کے ساتھ محبت پیدا ہوگی۔

۸۶)...... سو برائیوں کی ایک برائی ٹیلی ویژن ہے اگر عورت چاہتی ہے کہ بچوں کا مستقبل محفوظ رہے وہ پڑھ لکھ کر کسی قابل ہو جائیں دین اور دنیا کی نظروں میں سرخرو ہوں تو ٹیلی ویژن کو اپنے گھر سے باہر نکال دے۔

۸۷)...... بچوں کو ایسے کھلونے ہرگز نہ لا کر دیں جو انسانوں یا حیوانوں کی شباہت سے مماثلت رکھتے ہوں یا ان پر ایسی شکلیں بنی ہوئی ہیں۔

۸۸)...... عورت کو چاہیے کہ بچے کو باپ سے ڈراتی رہے کہ غلطی اور شرارت پر وہ اسے نہ صرف تنبیہ کرے بلکہ سزا بھی دے گا بچے کے دل میں باپ کی محبت اور عزت بھی پیدا کرنے کی کوشش کرے۔

۸۹)...... والدہ بچوں کے سامنے کبھی بچوں کی اصلاح سے مایوسی کا اظہار نہ کرے۔ بلکہ ان کی ہمت بڑھانے کے لیے ان کی معمولی سے معمولی اچھائیوں کی بھی دل کھول کر تعریف کرے۔ ہمیشہ ان کا دل بڑھانے اور ان میں خود اعتمادی اور حوصلہ پیدا کرنے کی

کوشش کرے تا کہ یہ معاشرے میں اونچے سے اونچا مقام حاصل کرسکیں۔

۹۰)...... بچوں میں باہم لڑائی ہو جائے تو اپنے بچے کی بے جا حمایت نہ کرے یہ خیال رکھے کہ اپنے بچے کے لیے اس کے سینے میں جو جذبات ہیں وہی جذبات دوسروں کے سینے میں اپنے بچوں کے لیے ہیں۔ ہمیشہ اپنے بچے کے قصوروں پر نگاہ رکھیں اور ہر پیش آنے والے ناخوشگوار واقعے میں اپنے بچے کی کوتاہی اور غلطی کا کھوج لگا کر حکمت اور مسلسل توجہ سے اس کو دور کرنے کی کوشش کریں۔

۹۱)...... اولاد کے ساتھ ہمیشہ برابر کا سلوک کریں اور اس معاملے میں بے اعتدالی سے بچنے کی پوری پوری کوشش کریں۔ اگر طبعاً کسی ایک بچے کی طرف زیادہ میلان ہو تو معذوری ہے لیکن سلوک، برتاؤ اور لین دین میں ہمیشہ انصاف اور مساوات کا لحاظ رکھیں اور کبھی بھی کسی ایک کے ساتھ امتیازی سلوک نہ کریں جس کو دوسرے بچے محسوس کریں۔ اس سے دوسرے بچوں میں احساس کمتری، نفرت، مایوسی اور آخر کار بغاوت پیدا ہو گی اور یہ برے جذبات فطری صلاحیتوں کے پروان چڑھنے میں زبردست رکاوٹ اور اخلاقی وروحانی ترقی کے لیے زہر قاتل ہیں۔

۹۲)...... آتش بازی، باجہ یا فضول اشیاء خریدنے کے لیے بچے کو رقم مت دیں۔

۹۳)...... بچوں کو ایسے کھیل کھیلنے کی اجازت نہ دیں جن میں پیسوں یا کسی دوسری چیز کی ہار جیت ہو اسلام کے نقطہ نظر سے یہ جواء ہے جو کہ حرام ہے۔

۹۴)...... اگر بچے کسی شخص کی سیاہ رنگت یا کوئی اور جسمانی نقص دیکھ کر اس کا تمسخر اڑائیں تو ان کی سرزش کریں انہیں بتائیں کہ اچھی بری شکل اللہ تعالیٰ نے بنائی ہے اور بے شک اللہ مختار کل ہے وہ آپ کو بھی کہیں ایسا نہ کردے۔

۹۵)...... والدین بچوں میں اپنا کام خود کرنے کی عادت ڈالیں تا کہ ان میں سستی اور کاہلی کی عادت نہ پڑ جائے۔ اپنا بستر خود بچھائیں۔ صبح سویرے اٹھ کر تہہ کر کے احتیاط سے رکھیں۔ کپڑے الماریوں میں سلیقے سے رکھیں اور اپنے کمرے کی صفائی کا خود خیال رکھیں چیزوں کو ادھر ادھر نہ بکھیریں بلکہ سلیقہ سے رکھیں۔ بچوں کو صاف ستھرا رہنا سکھائیں۔ صفائی میں غفلت برتنے میں ان کی توجہ اس طرف مبذول کرائیں صفائی کا

خیال نہ رکھنا اور اس معاملے میں لاپروائی برتنا بچوں میں عام ہے۔ والدین اس سمت میں ان کی خاص طور پر تربیت کریں۔ بار بار تاکید کریں اور مایوس ہو کر چھوڑ نہ دیں کہ ان پر تو کوئی اثر ہوتا ہی نہیں۔ ابھی صاف ستھرے کپڑے پہن کر گیا تھا اور کیسا مٹی میں لت پت ہو کر واپس آ گیا ہے۔

۹۶)...... بچوں کو عاجزیا وانکساری کی تعلیم دیں بچے اپنی اشیاء کی تعریف نہ کریں اور نہ انہیں پا کر فخر کریں اور نہ دوسرے بچوں پر انی بڑائی جتائیں شیخی بگھارنا کوئی اچھی بات نہیں ہے۔

۹۷)...... بچوں کی موجودگی میں ماں باپ آپس میں تلخ گفتگو اور لڑائی جھگڑا نہ کریں۔

۹۸)...... مغرب کے بعد بچوں کو گھر سے باہر نہ جانے دیں ۔ حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے۔ مغرب کے بعد شیاطین کثرت سے نکلتے ہیں اور بچے آسانی سے ان کی شیطانیت کے زیر اثر آ سکتے ہیں۔

۹۹)...... خود بھی جلدی سوئیں اور بچوں کو بھی رات کو جلدی سولائیں اور انہیں یہ ترغیب دیں کہ عشاء کی نماز کے بعد ادھر ادھر گھومنے کی عادت اچھی عادت نہیں تاکہ وہ بھی جلدی سو جانے کی عادت بنالیں۔

(۲)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿ یاایھا الذین آمنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا ﴾ (التحریم)

بچوں کی تربیت کیسے کرنی چاہیے؟

از افادات

مفتی اعظم حضرت اقدس

مفتی رشید احمد لدھیانوی

نور اللہ مرقدہ

بچوں کی تربیت کیسے کرنی چاہیے؟

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَ نَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَ مَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَ نَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ نَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ نَبِیَّنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ عَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ.

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴿یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا قُوْا اَنْفُسَکُمْ وَ اَھْلِیْکُمْ نَارًا وَّقُوْدُھَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَۃُ عَلَیْھَا مَلٰئِکَۃٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَا اَمَرَھُمْ وَ یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ﴾ (۶۶۔۶)

دینی تربیت کے لیے اولاد پر لاٹھی برساتے رہو:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لَا تَرْفَعْ عَنْھُمْ اَدَبًا وَ اَخِفْھُمْ فِی اللّٰہِ" (مسند احمد)

اولاد کو دین سکھانے اور دین دار بنانے کے لیے ان پر لاٹھی برساتے رہو اور انہیں اللہ کے معاملے میں ڈراتے رہو، لاترفع، لاٹھی پڑتی رہے، اٹھاؤ مت! ادبا کے معنی ہیں دینی تربیت کے لیے ادب یہ ہے کہ دین دار بنے، اپنی اولاد کو اللہ کے بندے بنائیں، دوسری حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوڑا ایسی جگہ لٹکاؤ کہ گھر والے دیکھتے رہیں۔ (عبد الرزاق، طبرانی کبیر، سیوطی)

اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم فرمائیں جس نے اہل وعیال کی دینی تربیت کے لیے اپنے گھر میں کوڑا لٹکایا۔ (ابن عدی، مناوی، سیوطی)

جب بچے گھر میں داخل ہوں تو سب سے پہلے کوڑے پر نظر پڑے، گھر میں آتے جاتے کھیلتے کودتے کوڑا نظر آتا رہے، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام بتا رہا ہوں۔

اللہ پر ایمان ہے تو احکام الٰہیہ سے غفلت کیوں؟

میں یہ تنبیہ کرتا رہتا ہوں کہ دن میں دو بار، ایک بار صبح، ایک بار شام سوچا کریں کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان ہے یا نہیں۔ ویسے سو سب جلدی سے کہہ دیں گے کہ ہاں ہاں ہمارا تو ایمان بہت پکا ہے ہم تو پکے مومن ہیں، مگر اس کی کوئی کسوٹی، معیار، مقیاس الحرارہ (تھرمامیٹر) بھی ہو۔ اگر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر پکا ایمان ہے تو پھر انہوں نے جو احکام صادر فرمائے ہیں ان کی طرف توجہ کیوں نہیں جاتی؟ ابھی جو دو حدیثیں بتائی ہیں کیا ان کی طرف توجہ جاتی ہے؟ آج کے مسلمان کا خیال یہ ہے کہ حدیثیں گویا صحابہ کرامؓ کے لیے تھیں دوسروں کو ان پر عمل کرنے کی ضرورت نہیں۔

میں نے یہاں ایک چھوٹا سا بچہ دیکھا جس کی شلوار ٹخنوں سے نیچے تھی چونکہ اس کے والدین خاص لوگوں میں سے ہیں اس لیے میں نے یہاں سے فون کروایا کہ آپ کے بچے کی شلوار ٹخنوں سے نیچے تھی ایسے کیوں ہوا؟ جواب ملا کہ بچہ چھوٹا ہے الاسٹک کا ازار بند ہے، کھسک جاتا ہے، شلوار نیچے کو ڈھلک جاتی ہے، میں نے کہا کہ اس کا علاج تو بہت آسان ہے، بچے کو یہاں بھیجیں میں اس کی شلوار کو آدھی پنڈلی سے کاٹ دوں گا پھر کبھی بھی نہیں ڈھلکے گی۔ بھیجا ہی نہیں جب کچھ کرنا ہی نہ ہو تو ہزاروں آیات پڑھیں، حدیثیں پڑھ لیں، کچھ نہیں ہوتا۔ حضرت لقمان علیہ السلام کا ارشاد ہے:

والد کی مار اولاد کے لیے ایسی ہے جیسا کہ کھیتی کے لیے پانی۔ (درمنثور)

آج کل تو لوگ یہی کہتے ہیں کہ نہیں نہیں مارو مت، مارو مت، اس طرح تو بچہ صحیح نہیں رہے بیٹا بیٹا کہتے رہو۔

میں نے بچوں کو مارنے کے بارے میں جو ارشادات نقل کیے ہیں ان کے مواقع استعمال اور طریق استعمال کی تفصیل آخر میں بتاؤں گا ان شاء اللہ ایسے ہی بلا سوچے سمجھے مار پٹائی نہ شروع کر دیں۔

تربیت میں اعتدال:

اصلاح منکرات میں ایک بہت بڑی چیز اپنی اولاد کی اصلاح ہے۔ اس میں بھی اعتدال ہونا چاہیے، اعتدال کا اصل ہے حکم شریعت کا اتباع، اسی کا نام اعتدال ہے، اگر کوئی اپنا اعتدال قائم کرلے کہ یہ ہمارے ہاں اعتدال ہے تو وہ قابل قبول نہیں۔ یہ دیکھنا ہوگا کہ مالک کا حکم کیا ہے۔ اگر کوتاہی کرتا ہے اصلاح نہیں کرتا تو مجرم ہوگا اور اگر اصلاح کرتا ہے اور اس اصلاح میں ایسا جذبہ طاری ہو جاتا ہے، ایسا غصہ آجاتا ہے، ایسی غیرت وحمیت محسوس ہوتی ہے کہ شرعی حدود کی پابندی نہیں کرتا تو بھی مجرم ٹھہرے گا اس لیے کہ یہ اپنا کام نہیں، کام تو مالک کا ہے۔ اپنی عزت کے خلاف کوئی چیز نظر آرہی ہے، اپنے مقام کے خلاف نظر آرہی ہے اپنے دینی تصلب اور مضبوطی کے خلاف کوئی چیز نظر آرہی ہے، یا یہ بھی خیال آسکتا ہے کہ لوگ کیا کہیں گے کہ اس کی اولاد کیسی ہے اور کیوں ان کی اصلاح نہیں کرتا، الغرض یہ باتیں سامنے آجائیں تو سوچنا چاہیے کہ میری عزت کیا چیز ہے؟ اللہ کا حکم سامنے ہونا چاہیے کہ یہاں کیا حکم ہے۔ ہم تو حکم کے بندے ہیں، حکم پر عمل کرنے میں عزت رہے یا بے عزتی ہو کچھ بھی فرق نہیں پڑتا، صحیح دین یہ ہے کہ انسان اللہ تعالی کے حکم کا تابع رہے یہی مدنظر رہے کہ ان کا حکم کیا ہے۔

اولاد کی تربیت والد کی ذمہ داری ہے:

اولاد کی تربیت کے بارے میں پہلے ایک مسئلہ سمجھ لیں جب تک اولاد نابالغ ہے، شریعت نے ان پر والد کو حاکم بنا دیا ہے، ان کی تربیت اس پر لازم ہے کہ نرمی سختی سے حسب موقع کام لے، پٹائی کی ضرورت ہو تو پٹائی کرے۔ کسی ناجائز کام کی اجازت ہرگز نہ دے، پورے طور پر ان کی نگرانی کرے، شریعت نے اس کے ذمہ لگایا ہے، پٹائی کیسی کرنی چاہیے یہ بحث الگ ہے مگر بہرحال تصلب اسے کہتے ہیں کہ شریعت نے والد کو اولاد پر مسلط کردیا ہے وہ جبراً ان کی اصلاح کرے جب تک اولاد نابالغ ہے۔ جب بالغ ہوگئی تو شریعت نے اس کا احترام ختم کردیا اب انہیں مارنا جائز نہیں، زبانی تفہیم اور دعا پر

اکتفاء کرے۔

صحیح تربیت کا اثر:

بچوں کو محبت سے سمجھایا جائے تو وہ بہت جلدی اثر قبول کرتے ہیں، اپنے بچوں کی ایک دو مثالیں بتاتا ہوں۔

بچوں میں تصویر مٹانے کا جذبہ:

ہمارے گھر میں اگر کوئی چیز تصویر والی آجاتی جیسے ماچس وغیرہ پر بعض دفعہ گھوڑے وغیرہ کی تصویر ہوتی ہے تو ہمارے بچے اس پر یوں لپکتے جیسے ایک چوہے پر تین چار بلیاں ٹوٹ پڑیں، ہر ایک کا تقاضا یہ کہ میں اسے نوچوں گا، میں نوچوں گا، چیز ایک ہے چھوٹی سی اور اس کی تصویر نوچنے کے لیے اس پر تین چار لپکے ہوئے ہیں بچوں میں تصویر مٹانے کا یہ جذبہ تھا۔

بچی نے مرغ کی گردن توڑ دی:

چھوٹی بچی جو تقریباً دو سال کی تھی اور بمشکل بولتی تھی اسے ایک دفعہ بخار ہوا، قریب میں ایک ہومیو پیتھک ڈاکٹر تھے، میں اسے ڈاکٹر کے پاس لے گیا، ان کی میز پر پلاسٹک کا مرغ رکھا ہوا تھا بچی اسے دیکھنے لگی، ڈاکٹر نے سمجھا کہ شاید اس سے محبت ہے لینا چاہتی ہے اس نے فوراً پکڑا دیا۔ میں نے سوچا ایک تو اتنی چھوٹی سی بچی ہے گھر سے باہر ہے نیز اسے بخار بھی ہو رہا ہے اگر میں نے یہ مرغ اس سے چھین کر اس کی جگہ گردن توڑ دی اور بچی نے رونا چیخنا شروع کر دیا تو بڑی مشکل پڑے گی، سوچا گھر جا کر اس سے لے لوں گا۔ ڈاکٹر کے پاس جونہی الگ ہوئے تو وہ مجھ سے کہتی ہے ابا جی! اس کی گردن توڑ دوں، میں نے کہا ہاں بیٹی توڑ دو! اس نے وہیں توڑ دی، بہت مسرت ہوئی یہ دیکھ رہی تھی گردن توڑنے کے لیے اور ڈاکٹر نے سمجھا کہ یہ محبت سے لینے کے لیے دیکھ رہی ہے جبکہ وہ اس لیے دیکھ رہی تھی کہ لوں اور گردن توڑ دوں۔

جائز ناجائز کی فکر:

بچوں کا یہ حال تھا کہ کھیلتے ہوئے کئی دفعہ کا اختلاف ہو جاتا کہ یہ کام جائز ہے یا ناجائز، جیسے مفتیوں کی جماعت ہو جب میں کہتا کہ جائز ہے تو کرتے ان کے یہ حالات دیکھ دیکھ کر بہت خوشی ہوتی تھی۔

آنکھوں کی ٹھنڈک:

قرآن مجید میں عبادالرحمٰن کی ہی دعا ہے:

﴿ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ﴾

یااللہ! ہماری بیویوں اور اولاد کی ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنا دے۔ آنکھوں کی ٹھنڈک کے معنی کیا ہیں۔ اس کے معنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان فرمائے کہ یا اللہ! یہ تیری اطاعت میں لگ رہیں اور میں انہیں جب تیری اطاعت میں دیکھوں تو میری آنکھیں ٹھنڈی ہوتی رہیں۔

اولاد کی تربیت میں تفویض:

اولاد جب تک نابالغ ہو اسے جبراً درست کرنے کی کوشش میں لگے رہنا فرض ہے لیکن بالغ اولاد اور اولاد کی اولاد اور اولاد کی بیویوں پر شریعت نے جبر کا اختیار نہیں دیا۔ بس تبلیغ کرتا رہے، کہتا رہے ان کے غلط کاموں پر اظہار نفرت کرتا رہے، ناراضی کا اظہار کرتا رہے، اس سے زیادہ کچھ نہیں۔

شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ فرماتے ہیں کہ اولاد کی تربیت کے بارے میں زیادہ کوشش کی بجائے تفویض سے کام لینا چاہیے، اپنا قصہ بیان فرمایا کہ میرا بیٹا پڑھتا نہیں تھا۔ پڑھنے کا ذرا بھی شوق نہیں تھا۔ دوسرے طلباء ہمارے پاس آتے، پڑھ کر ہزاروں علامہ بن گئے مگر یہ پڑھنا ہی نہیں چاہتا تھا میں نے بہت کوشش کی کہ پڑھے۔ ایک دفعہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دل میں وارد ہوا کہ تفویض سے کام لو۔ میں نے دعا کی: یااللہ! کیا میں اور میری محنت

کیا بس تیرے ہی سپرد ہے۔ ایسے میں تفویض سے کام لیا تو صبح دیکھا کہ سب سے پہلے کتاب اٹھا کر لانے والا یہی تھا، حضرت شیخ نے اپنے تجربہ ومشاہدہ کی وجہ سے یہ نصیحت فرمائی ہے کہ اولاد کے معاملہ میں تفویض سے کام لیں۔ تفویض کا یہ مطلب نہیں کہ محنت چھوڑ دو۔ اسباب اور محنت کو چھوڑنا جائز نہیں بلکہ مطلب ہی ہے کہ اسباب اور محنت سے نظر ہٹا کر اللہ تعالیٰ پر نظر قائم کرو، ان کے اختیار میں ہے۔ ہمارے اختیار میں جو کچھ تھا کر لیا، یا اللہ! آگے تیرے اختیار میں ہے۔

سعادت کی ایک مثال:

مولانا عبدالرحمٰن صاحب کے والد حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحبؒ نے جب بھی کبھی کسی بات پر انہیں ڈانٹا تو وہ بڑی خوشی سے دوسروں کو بتایا کرتے تھے۔ ان کے استاد مقرر ہونے کے بعد ایک بار میں وہیں جامعہ اشرفیہ میں ٹھہرا ہوا تھا۔ آپ میرے پاس بہت ہنستے ہوئے تشریف لائے، جیسے کوئی بڑا انعام مل گیا ہو بہت خوش، کہنے لگے: ابا جی مجھے خبیث کہا ہے۔ اپنے بچپن کا بھی ایک عجیب قصہ بتایا کہ میں ایک بار چھت پر پتنگ اڑا رہا تھا میرے ساتھ اور بھی کئی لڑکے تھے۔ مغرب کے بعد کا وقت تھا، ابا جی کو پتا چل گیا تو اوپر تشریف لے آئے۔ مجھے پکڑ کر پٹائی شروع کر دی۔ میں نے سمجھا چونکہ مغرب کے بعد کا وقت ہے، اندھیرا ہے اور ابا جی کی نظر میں کچھ کمزور ہے اس لیے مجھے پہچانا نہیں۔ میں نے کہا: ابا جی! میں عبدالرحمٰن ہوں۔ فرمایا کہ عبدالرحمٰن ہی کو تو مار رہا ہوں، مزے لے لے کر بتا رہے تھے۔

اولاد کی تربیت نہ کرنا جرم عظیم ہے:

اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کے کرشمے دکھانے، بندوں کو اسباق معرفت دینے کے لیے ایسے واقعات ظاہر فرما رہے ہیں کہ بسا اوقات والدین اولاد کو سدھارنے کی کوشش کرتے ہیں ان کی صحیح تربیت اور انہیں صحیح دین دار بنانے پر بہت محنت کرتے ہیں اس کے باوجود اولاد نہیں سدھرتی بلکہ اور زیادہ بگڑتی چلی جاتی ہے اور اس کے برعکس بعض

والدین اولاد پر کوئی ضابطہ نہیں رکھتے کوئی پابندی نہیں لگاتے ان کی صحیح تربیت اور صحیح دین دار بنانے پر کچھ بھی محنت نہیں کرتے بالکل آزاد چھوڑ دیتے ہیں اس کے باوجود اولاد صالح بن جاتی ہے۔ شیطان ایسے واقعات سے عوام کو فریب دے کر یوں گمراہ کرتا ہے کہ اولاد پر پابندی نہیں رکھنی چاہیے۔ آزاد چھوڑ دینا چاہیے پابندی رکھنے سے اولاد گھبرا کر بگڑ جاتی ہے باغی ہو جاتی ہے والدین سے متنفر ہو جاتی ہے اور آزادی دینے سے خوشی اور مسرت سے ان کا ذہن کھل جاتا ہے تو ان میں صحیح اور غلط کی تمیز پیدا ہو جاتی ہے اس لیے وہ خود بخود ہی سدھر جاتے ہیں۔ یاد رکھیے! یہ تلبیس ابلیس ہے۔ ایسے حالات میں یہ سوچنا چاہیے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں بندے کا کام یہ ہے کہ مالک کے حکم کی تکمیل کرے آگے اس پر نتیجہ مرتب ہونا یا نہ ہونا اس کے مالک کے قبضے میں ہے، حضرت نوح علیہ اسلام اپنے بیٹے اور بیوی کو حضرت لوط علیہ اسلام اپنی بیوی کو، حضرت ابراہیم علیہ اسلام اپنے ابا کو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا کو ہدایت پر نہ لا سکے۔ ایسے واقعات سے اللہ تعالیٰ اپنی قدرت ظاہر فرماتے ہیں۔ اور سبق دیتے

ہیں کہ نتائج ہمارے قبضے میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اس قانون کے تحت اگر والدین کی کوشش کے باوجود اولاد نہ سدھری تو بھی انہیں اپنی کوشش اور محنت کا پورا اجر ملے گا اللہ تعالیٰ ان کی محنت اور اجر کو ہرگز ہرگز ضائع نہیں فرمائیں گے اور وہ لوگ جو اولاد کو سدھارنے اور ان کی صحیح تربیت کی کوشش نہیں کرتے اس پر محنت نہیں کرتے آزاد چھوڑ دیتے ہیں وہ عند اللہ بہت سخت مجرم ہیں ان کی اولاد کیسی ہی سدھر جائے بہت بڑے اولیاء اللہ بن جائیں تو بھی ان پر فرض ادا نہ کرنے کی وجہ سے گرفت ہوگی۔

بچوں کا دل بنانے کا طریقہ:

ایک وقت روزانہ معین کریں، چار پانچ منٹ بھی کافی ہیں مگر ناغہ نہ ہو، روزانہ کوئی ایسی کتاب بچوں کو سنایا کریں جس میں نیک بندوں کے حالات اور ان کے دنیا میں اچھے نتائج، برے لوگوں کے حالات اور ان کے دنیا میں برے نتائج کا بیان ہو، آخرت کے ثواب اور عذاب کا بیان، جنت اور جہنم کا بیان ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت

اور آپ کے احوال طیبہ کا بیان ہو، اچھے لوگوں کی حکایات ہوں جیسے حکایات صحابہؓ تھوڑی دیر ایسی کوئی کتاب سنایا کریں اگر کتاب نہ ہو تو زبانی بتایا کریں، مثال کے طور پر مختصراً بتائیں کہ مرنے کے بعد اللہ تعالی کے سامنے پیشی ہوگی، تمام اعمال کا حساب کتاب ہوگا، برے لوگوں کو جہنم میں پھینکا جائے گا اس میں کیسے کیسے عذاب ہیں، پل صراط پر سے گزرنا ہوگا۔

جہالت کے کرشمے:

دیکھیے! آپ لوگوں کی کتنی رعایت کرتا ہوں، یہ پل صراط صحیح لفظ نہیں، اگر صحیح لفظ کہوں گا تو آپ لوگ سمجھیں گے نہیں، صحیح لفظ ہے، (جسر) عربی میں پل کو (جسر) کہتے ہیں۔ صراط کے معنی ہیں راستہ تو جیسے آج کل مسلمان دونوں کام کرتا ہے آدھا مسلمان آدھا شیعہ بنا رہتا ہے کچھ ادھر سے لیکر کام چلاتا رہتا ہے ایسے ہی پل تو لے لیا اردو کا اور صراط لے لیا عربی کا اور بنالیا۔ پل صراط جیسے (دعاء گنج العرش) واہ سبحان اللہ! یہ نام بتا رہا ہے کہ اس دعا کو گھڑنے والا بہت ہی بڑا جاہل تھا، ایسے ہی کسی نے دعاء لکھی اس کا نام رکھ دیا (دعاء جمیلہ) اس کا نام ہی بتا رہا ہے کہ یہ کوئی انتہائی درجہ کا جاہل ہے بلکہ اجہل تھا۔ یہ جاہل لوگ ایسی دعائیں اور درود شریف لکھتے رہتے ہیں اور لوگ ان چیزوں کو بہت خریدتے ہیں، سمجھتے ہیں کہ اسے پڑھ لیا جائے تو نجات ہو جائے گی کچھ کرنے ورنے کی ضرورت نہیں بس یہی پڑھا کرو۔ ان کی تجارت خوب چلتی ہے اس لیے ایسے لوگ یہی سوچتے ہیں کہ کیوں نہ کوئی دعا جمیلہ بنائی جائے، کیوں نہ کوئی (درود ناری) بنایا جائے۔ ناری کے معنی ہیں (جہنم میں بھیجنے والا) معاذ اللہ! ہو درود بھیجے جہنم میں، یہ جو بنانے والے اور پڑھنے والے ہیں ان کے عقیدے غلط ہیں انہیں تو شاید اللہ تعالی جہنم میں بھیج ہی دے گا، اللہ تعالی وہ وقت آنے سے پہلے ہدایت عطا فرما دیں۔

پل صراط کو صرف پل ہی کہہ دیا کریں، مگر کوئی سمجھے گا نہیں جو بات بگڑ گئی بگڑ گئی اب اسے اللہ تعالی ہی سدھارے۔ سوچنے سے بات سمجھ نہیں آتی کہ پل صراط کو کیا کہا جائے، اگر کہیں جہنم اور جنت سے پہلے جو پل ہے، تو بات بہت لمبی ہو جائے گی، غرض یہ کہ جب

تک الٹا لفظ استعمال نہیں کریں گے کوئی نہیں سمجھے گا۔ آہستہ آہستہ کہنا شروع کریں اپنے گھروں میں کچھ ماحول بنائیں پھر جب لوگ نہ سمجھیں تو کہہ دیا کریں کہ یہ وہ پل ہے جسے آپ پل صراط کہتے ہیں۔

علم کافی نہیں استحضار ضروری ہے:

بچوں کی تربیت کا بتا رہا ہوں کہ انہیں بٹھا کر چار پانچ منٹ تک یہ باتیں بتایا کریں محبت سے دیکھو بیٹا! جنت میں کیسی کیسی نعمتیں ہوں گی، کیسے بہتر بہتر پھل ہوں گے، کیسے سائے ہوں گے، دھوپ اور گرمی تو ہوگی ہی نہیں نہ سردی ہوگی نہ گرمی، بہت خوش گوار بڑا اچھا موسم ہوگا، بڑا اچھا وقت گزرے گا، عجیب عجیب مزے ہوں گے، کھانے کیسے کیسے ہوں گے، شربت کیسے کیسے ہوں گے، محل کیسے عظیم الشان ہوں گے، پھر جب اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار ہوگا تو کتنا مزہ آئے گا اور جب اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا تو کتنا مزا آئے گا تو سارے مزے اس کے سامنے ہیچ در ہیچ ہوں گے۔ بچوں کو تفصیل بتایا کریں، ایک بار بتانا کافی نہیں بار بار ان باتوں کا تذکرہ ہوتا رہے۔ کیونکہ یہاں علم مقصود نہیں، اس علم کا دل میں اتارنا مقصود ہے۔ ایک بار کوئی کتاب پڑھنے سننے سے اس کے اندر جو کچھ ہے اس مضمون کا علم ہو جاتا ہے مگر صرف علم کافی نہیں بلکہ یہ بات دل میں اس طرح اتر جائے کہ دل اس سے رنگ جائے علم کے مطابق عمل ہونے لگے۔ جب عمل ہونے لگے تب بھی چھوڑنا نہیں کیونکہ اگر چھوڑ دیا تو جس عمل پر چل پڑے ہیں اس میں ناغہ ہوتے ہوتے وہ عمل چھوٹ جائے گا اور اگر عمل جاری رہا بھی تو اس میں سے روح نکل جائے گی۔ فکر آخرت، اللہ کی محبت پیدا کرنے والی چیزوں کو سوچتے رہنا دیکھتے رہنا تادم آخر ضروری ہے ورنہ وہ کیفیت باقی نہیں رہتی

اندریں رہ می تراش و می خراش
تادم آخر دمے فارغ مباش

اس راہ میں تراش وخراش میں لگے رہو، اور مرتے دم تک ایک لمحہ کے لیے بھی فارغ مت ہو۔ لگے رہو، لگے رہو، آخر دم تک لگے رہو۔

محاسبہ ومراقبہ کی اہمیت:

اولیاء اللہ اور بزرگ اپنے متعلقین کو جو وظیفے بتاتے ہیں ان میں سے ایک چیز بہت زیادہ اہم ہے، وہ بزرگ خود بھی مرتے دم تک اسے نہیں چھوڑتے۔ ہوسکتا ہے ذکر کا کوئی طریقہ بتانے کے کچھ مدت بعد بدل دیں، کچھ اور بتادیں پھر کچھ مدت بعد اسے بدل دیں مگر ایک چیز ایسی ہے جسے مرتے دم تک جاری رکھیں گے وہ ہے رات کو سونے سے پہلے محاسبہ اور مراقبہ۔ محاسبہ کا مطلب یہ ہے کہ رات کو سونے سے پہلے چوبیس گھنٹے کے اعمال کو سوچے کہ چوبیس گھنٹے کیسے گزرے ہیں جو گناہ ہوگیا ہو اس سے توبہ کرے آئندہ کے لیے حفاظت کی دعا کرے اور اگر چوبیس گھنٹے سالم گزر گئے تو اللہ تعالی کا شکر ادا کرے یہ محاسبہ ہے۔

مراقبہ کا مطلب یہ ہے کہ یہ سوچیں کہ ایک دن مرنا ہے اللہ تعالی کے سامنے پیشی ہوگی اور پھر فریق فی الجنۃ وفریق فی السعیر ایک جماعت جنت میں اور ایک جماعت جہنم میں، میرا کیا بنے گا کس جماعت میں جاؤں گا یہ سب سوچ کر فکر آخرت اور اللہ تعالی کی محبت کو بڑھائیں، اسے مراقبہ کہتے ہیں۔

ہوسکتا ہے کہ آپ میں سے کچھ لوگ بعض دوسرے پیروں کے پاس کچھ وقت رد کر آئے ہوں، کئی پیروں کے پاس پھرتے رہنا ادھر ادھر منہ مارتے رہنا اس کی مثال ایسی ہے جیسے بیوی کئی شوہر کرے، کبھی اس کے پاس اور کبھی اس کے پاس شوہر بدلتی رہتی ہے۔ ایسے ہی لوگ کبھی کسی پیر کے پاس اور کبھی کسی پیر کے پاس، اس کا مزا کیسا ہے، نہ ادھر سے کچھ حاصل ہوتا ہے نہ ادھر سے، بگڑ جاتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ کہیں کسی پیر کے مریدوں کو دیکھا ہو یا کسی نے خود کسی پیر سے مراقبہ سیکھا ہو اس طرح گھٹنے کھڑے کرکے ان پر سر رکھ لیں پھر اوپر چادر لے لیں، پھر وہ کچھ بتاتے ہیں کہ ایسے ایسے سوچتے رہیں۔ اس طرح مراقبہ کرنے والا تو سو کر کہ کہیں پہنچ جائے گا برزخ میں، لوگ سمجھیں گے کہ عرش معلی کی سیر کر رہا ہے۔ کرتے بھی ہیں زیادہ تر فجر کے بعد وہ تو ویسے بھی نیند کے غلبہ کا وقت ہوتا ہے اوپر چادر لے لی۔ گھٹنوں پر سر رکھ لیا لوگ سمجھتے ہیں کہ عرش پر پہنچ گیا اور یہ

سوتا رہتا ہے۔ ساتھ خراٹے بھی لینا شروع کر دیتا ہے۔ میں نے مراقبہ کا لفظ تو کہہ دیا کہ مرتے دم تک اسے نہیں چھوڑتے۔ جہاں چھوٹا تو پھر ادبار ہو جائے گا، پیچھے لوٹنا شروع کریں گے۔ میں جو مراقبہ بتا رہا ہوں۔ اس کا مطلب ہی نہیں ہے کہ گھٹنوں پر سر رکھ کر اوپر چادر لے کر کچھ کیا کریں بلکہ رات کو سوتے وقت لیٹ کا دنیا کی فنائیت اور آخرت کے بارے میں سوچا کریں، یہ سوچا کریں کہ نیند موت ہی کی ایک قسم ہے: النوم اخو الموت۔ (نیند موت کی بہن ہے) سویا ہوا اور مرا ہوا انسان دونوں برابر ہیں جیسے مردے کو کچھ پتا نہیں چلتا ایسے ہی سوئے ہوئے انسان کے پاس آپ کچھ بھی کرتے رہیں اسے کچھ پتا نہیں کیا ہو رہا ہے:

﴿ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰى اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴾ (۴۲.۳۹)

اللہ ہی ان جانوں کو ان کو موت کے وقت قبض کرتا ہے، اور ان جانوں کو بھی جن کو موت نہیں آئی ان کو سونے کے وقت قبض کرتا ہے۔ پھر ان جانوں کو تو روک لیتا ہے جن پر موت کا حکم فرما چکا اور باقی جانوں کو ایک مقرر میعاد تک کے لیے آزاد کر دیتا ہے۔ اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں۔

دونوں قسموں کو اللہ تعالیٰ نے وفات میں شمار کیا ہے وفات کبھی ہوتی ہے اصل موت کی صورت میں، کبھی اللہ تعالیٰ کی وفات دیتے ہیں سلا کر وہ بھی ایک قسم کی وفات ہے اس وقت یہ سوچ لیا کریں کہ عارضی وفات کے منہ میں جا رہا ہوں ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو دائمی موت بنا دیں۔ کتنے واقعات دنیا میں ایسے ہوتے ہیں کہ رات کو سویا، صبح کو اٹھنا نصیب نہیں ہوا، سوتے میں ہی وطن چلا گیا، ہو سکتا ہے کہ ہمارا حال بھی یہی ہو جائے اور اگر بیدار ہو بھی گئے تو تا کجے! آخر کب تک، آخر کب تک۔ سوتے وقت یہ سوچیں کہ اب تو عارضی موت کے منہ میں جا رہے ہیں کبھی نہ کبھی نہ کبھی، لازماً، لازماً، لازماً، یقیناً، یقیناً، یقیناً وہ وقت آئے گا کہ ہمیشہ کی موت کے منہ میں آئیں گے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے:

﴿ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴾(۵۹۔۱۸)

''اے ایمان والو، اللہ سے ڈرو، اور چاہیے کہ ہر نفس وہ چیز دیکھے جو اس نے کل کے لیے بھیجی، اللہ سے ڈرو اور اللہ تعالیٰ ان چیزوں سے باخبر ہیں جو تم عمل کرتے ہو''

یہ محاسبہ خود قرآن میں اللہ تعالیٰ نے بتادیا، سوچا کریں کہ کل کیلئے کیا کیا ہے، جنت کے اعمال یا جہنم کے اعمال، ایسی ایسی باتیں بچوں کو روزانہ بتایا کریں، جہنم کے عذابوں کی کچھ تفصیل بتایا کریں، جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں، وہ جہنم میں جائیں گے پہلے تو پل صراط سے کٹ کر جہنم میں گریں گے پل صراط کے بجائے جہنم کے پل کہہ دیا کریں۔

قربانی کے دن بھی آنے والے ہیں کہتے ہیں کہ قربانی میں موٹی گائے ہوگی تو وہ اتنے اتنے لوگوں کو اٹھا کر بھاگ کر پل پر سے گزر جائے گی، بچوں کو اگر یہی بتانے لگے تو وہ سوچیں گے کہ ٹھیک ہے گائے تو موٹی سی ذبح کردیں گے لیکن بدمعاشیاں ساری کرتے رہیں گے اس لیے کہ گائے تو اٹھا کر بھاگتی ہوئی لے ہی جائے گی۔ نفس وشیطان نے کیا کیا گمرائیاں نکالی ہوئی ہیں۔ گائے کے لے جانے کی باتیں عوام کو اور بچوں کو نہ بتایا کریں وہ تو یہی کہیں گے کہ گناہوں میں دھت رہو، مست رہو، نہ دنیا گئی نہ جنت گئی، موٹی سے گائے یا بیل ذبح کردیں گے بس پھر کیا فکر کی بات ہے، خوب خوب گناہ کرتے رہو مزے لیتے رہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ سے ایک حدیث ارشاد فرما کر اسے عوام میں بیان کرنے سے منع فرمادیا اس خطرے سے کہ لوگ اس کا مطلب نہ سمجھنے کی وجہ سے گناہوں پر جری ہو جائیں گے (بخاری) حضرت ابو ہریرہؓ کو بھی یہی حدیث بتا کر انہیں عوام میں بتانے سے منع فرمادیا۔ (مسلم)

دین کی کئی باتیں عوام کی عقل میں نہیں آتیں انہیں مت بتایا کرو یا پھر سمجھانے کی کوشش کرو ممکن ہے کہ کوئی سمجھ جائے ایسے ہی مت بتادیا کرو اس سے لوگوں کو گناہوں پر جرأت بڑھتی ہے۔

بروقت تشجیع وتنبیہ:

دوسری بات یہ کہ موقع بہ موقع جہاں بچہ کوئی اچھا کام کرے تو اسے شاباش دے دی جائے اور اسے بتایا جائے کہ اچھے کاموں سے اللہ تعالی کی رضا حاصل ہوتی ہے اور دنیا و آخرت کی راحت نصیب ہوتی ہے، جنت کی نعمتوں میں ترقی ہوتی ہے۔ اور جہاں کوئی شرارت کرے کوئی غلط کام کرے تو اسے موقع پر ٹوکا جائے اور اگر موقع پر تنبیہ نہیں کریں گے تو چند منٹ جو کتاب پڑھ کر سنائی تھی یا زبانی تبلیغ کی تھی اس کا جو اثر ہوا تھا وہ موقع پر نہ روکنے کی وجہ سے ضائع ہو جائے گا، موقع پر کہی ہوئی بات اثر رکھتی ہے، یاد رہتی ہے ویسے کوئی بات کہیں گے تو وہ اتنی یاد نہیں رہے گی۔ موقع پر بتائیں گے کہ دیکھو بیٹا! یہ حرکت خراب ہے صبح بتایا تھا نا کہ جنت بھی ہے جہنم بھی ہے، جنت اور جہنم تو آگے آنے والے ہیں اس سے پہلے دنیا میں بھی عذاب آتے ہیں اللہ تعالی کی نافرمانی کرتا ہے ایسی ایسی شرارتیں کرتا ہے جیسی تم کر رہے ہو تو اللہ تعالی دنیا کو اس کے لیے جہنم بنا دیتے ہیں اس پر بڑے بڑے عذاب آتے ہیں اللہ تعالی اس سے ناراض ہو جاتا ہے آگ میں پھینک دیتا ہے، بچوں کو آگ کے بارے میں بتایا جائے کہ دیکھو! غلط کام کیے تو اللہ تعالی آگ میں پھینک دے گا، بچے آگ سے بہت ڈرتے ہیں۔

باب العبر میں ایک قصہ ہے کہ ایک چھوٹی سی بچی شاید چار سال کی وہ کسی گھر میں گئی وہاں ٹی وی تھا تو گھر والوں سے کہنے لگی: دیکھو تم نے ٹی وی رکھا ہوا ہے اللہ تعالی تمہیں آگ میں پھینک دیں گے، بچوں کا ذہن ایسے بنتا ہے، دوسروں کو بھی تبلیغ کرتے ہیں کہ دیکھو تمہیں اللہ تعالی آگ میں پھینک دیں گے۔ جہاں کہیں بچہ شرارت کرے اسے فوراً محبت سے سمجھایا جائے جنت جہنم اللہ تعالی کی رحمتیں اور اس کا عذاب، یہ ذکر گھر میں ہوتا رہے ہوتا رہے اس طریقے سے بچوں کی تربیت ہوتی ہے۔

آج کے مسلمان کی غفلت:

مگر آج کا مسلمان بچوں کو بنانے کے لیے ان کی تربیت کرنے کے لیے پانچ منٹ

دینے کو بھی تیار نہیں، فضول باتیں کرتا رہے گا، خرافات میں وقت گزار دے گا، لیٹ جائے گا، کھانے میں پندرہ منٹ لگتے ہیں تو آدھا گھنٹہ لگا دے گا، سارے ادھر ادھر کے اپنے مزے کے کام کرتا رہے گا مگر بچوں کی تربیت جو اس کے ذمہ ہے اس میں کوتاہی کرنے پر گناہ ہوتا ہے۔ فرض کے تارک بنیں گے۔ گناہ کبیرہ کر رہے ہیں۔ خود کو ولی اللہ سمجھ رہے ہیں مگر بچوں کی تربیت نہیں کرتے یہ اولیاء اللہ جہنم میں جا رہے ہیں۔

بچوں کی تربیت پر کچھ وقت لگایا کریں:

بتائیں بچوں کی تربیت کا جو طریقہ میں نے بتایا وہ کیا مشکل ہے، بچوں کی صحیح تربیت ہو جائے تو والدین کے لیے بھی وہ دنیا میں راحت کا ذریعہ بنیں گے اور والدین کی موت کے بعد بھی نیک اولاد جو کام کرے گی ان کا ثواب ان کو ملتا رہے گا، نیک اولاد والدین کے لیے صدقہ جاریہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے اعمال کا ثواب ختم ہو جاتا ہے مگر تین چیزیں ایسی ہیں جن کا ثواب مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے ایک صدقہ جاریہ، دوسرے وہ علم جس سے لوگوں کو نفع پہنچتا رہے، تیسرے صالح اولاد جو اس کے لیے مرنے کے بعد دعا کرتی رہے۔ (رواہ مسلم کذا فی المشکوۃ قلت وابوداؤد والنسائی وغیرھما)

ایک اور حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ چیزیں بیان فرمائی ہیں جن کا ثواب انسان کے مرنے کے بعد اسے ملتا رہتا ہے:

ایک تو علم ہے جو کسی کو سکھایا ہو اور اشاعت کی ہو اور وہ صالح اولاد ہے، جسے چھوڑ گیا ہو، اور وہ قرآن مجید ہے، جو میراث میں چھوڑ گیا ہو اور وہ مسجد اور مسافر خانہ ہے، جنہیں بنایا ہو، اور نہر ہے جو جاری کر گیا ہو اور وہ صدقہ ہے جسے اپنی زندگی اور صحت میں اس طرح دے گیا ہو کہ مرنے کے بعد اس کا ثواب ملتا رہے۔ (مشکوۃ)

اتنی اہمیت اتنا بڑا کام اور آج کا مسلمان پانچ منٹ دینے کو تیار نہیں۔ اگر کچھ سکھاتے بھی ہیں تو کیا جب آتی ہے شب رات ڈبل رات، شب بھی رات ہے، رات بھی رات ہے، ڈبل ہو گئی نا، جب یہ رات آتی ہے تو بچوں سے کہتے ہیں کہ بیٹا! آج دعا مانگو یا اللہ!

بہت سارے پیسے دے دے۔ایک چھوٹی سی بچی ہمارے گھر میں آ گئی وہ ہاتھ پھیلا کر بتانے لگی کہ میں نے ایسے دعا مانگی کہ یا اللہ! بہت سا پیسا دے دے، یہ اللہ کا بندہ اللہ سے مانگے بھی تو صرف پیسا ہی مانگے گا یہ نہیں سوچتا کہ اللہ تعالی اپنا ہو جائے تو سارا پیسا تا اللہ تعالی ہی کے قبضے میں ہے، بادشاہ اپنا ہو جائے، خزانوں کا مالک اپنا ہو جائے تو دنیا کے خزانے بھی اپنے آخرت کے خزانے بھی اپنے، پیسے کے بھی، صحت کے بھی، عزت کے بھی، راحت کے بھی، کسی نعمت کا کوئی خزانہ اللہ تعالی کے قبضے سے باہر نہیں، بادشاہ مل گیا تو سب کچھ مل گیا اس طرف انہیں کوئی توجہ نہیں کہ نافرمانیاں چھوڑ کر مالک الملک کو راضی کر لیا جائے۔ ایسے والدین بچوں کی تربیت کرنے کے بجائے انہیں برباد کر دیتے ہیں، اپنے اقوال وافعال کے ذریعے سے بچوں میں دنیا کی حرص ومحبت کوٹ کوٹ کر بھر دیتے ہیں، رات دن دنیا کا ہی ذکر رہتا ہے، جیسے مرنا تو ہے ہی نہیں بس دنیا بناؤ دنیا بناؤ۔ اگر کسی کو دیکھ لیا کہ کسی دین دار شخص سے روابط بڑھا رہا ہے تو بچہ کو ڈراتے ہیں کہ دیکھو ملا بن گئے تو بے کار ہو جاؤ گے اس شخص کے ساتھ میل جول مت رکھو یہ تمہیں ملا بنا دے گا۔ ایک لڑکے نے داڑھی رکھ لی تو اس کے گھر والے اس سے کہتے ہیں کہ اگر گھر میں رہنا ہے تو سیدھے سیدھے مسلمان بن کر رہو اور اگر ملا بننا ہے تو گھر سے نکل جاؤ۔ اس طرح یہ لوگ دو قسمیں بناتے ہیں، اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت بنالی تو وہ ملا ہے۔ وہ گھر سے نکل جائے۔ یعنی ان لوگوں کے خیال میں معاذ اللہ! معاذ اللہ! اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم مسلمان نہیں تھے اور اگر کسی بیٹے کی شکل بنالی تو کہتے ہیں ہاں یہ ہے مسلمان، دور سے پتا چلے کہ یہ اللہ تعالی کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہے اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارکہ سے اس کے دل میں نفرت ہے دور سے پتہ چلے بہت دور سے کہ یہ اللہ کا باغی ہے تو اسے یہ لوگ کہتے ہیں مسلمان۔

مجھے تو یہ وسوسہ ہو رہا ہے اللہ کرے کہ میرا وسوسہ غلط ہو وہ یہ کہ آپ لوگوں نے سوچ رکھا ہے کہ بچوں کو روزانہ پانچ منٹ نہیں دیں گے، جن لوگوں کی شادی ہو گئی ہے بچے ابھی پیدا نہیں ہوئے وہ سوچ رہے ہوں گے کون بچوں پر محنت کرے وہ خود ہی بڑھے ہو کر سیکھ لیں گے رمضان کا مہینہ ہے، مسجد میں قبلہ رو بیٹھے ہیں، افطار کا وقت قریب ہے، اللہ

کے لیے جمع ہوئے ہیں، اس وقت میں یہ وعدہ کریں کہ بچوں کی صحیح دینی تربیت کے لیے کم سے کم پانچ منٹ تو دیں گے، دیکھیے اگر اس وعدہ کو بھلا دیا تو آخرت میں اس کی گرفت ہوگی کہ کن حالات میں اور کس مہینہ میں، کس وقت میں، کس جگہ پر، کس ہیئت میں، کس حالت میں وعدہ کیا تھا اور روزانہ اس کا بھی محاسبہ کریں کہ ہم نے اللہ تعالی سے جو وعدہ کیا تھا وہ پورا کر رہے ہیں یا نہیں۔ اللہ تعالی توفیق عطا فرمائیں۔

نسخے کی کامیابی کیلئے دوام ضروری ہے:

اولاد کی تربیت کا جو نسخہ بتا رہا ہوں اس پر عمل کرنے سے صرف یہ نہیں کہ اولاد ہی کی تربیت ہوگی بلکہ والدین کی تربیت بھی ہوگی، جب اچھی باتیں کہیں گے، سنیں گے ان کا جیسے دوسروں کے قلوب پر اثر ہوتا ہے خود کہنے والے کے قلب پر بھی اثر ہوتا ہے عام طور پر ایک مرض بہت زیادہ ہے وہ یہ کہ جو عمل شروع کرتے ہیں چند دنوں کے بعد اسے چھوڑ دیتے ہیں استقامت نہیں رہتی حالانکہ یہ نسخے اثر جب کرتے ہیں کہ ان پر دوام کیا جائے دوام، ہمیشہ کے لیے استعمال کیے جائیں۔ جسمانی علاج کے لیے ڈاکٹر کے پاس جاتے ہیں ڈاکٹر دوا کے استعمال کا نصاب بتاتا ہے جسے آپ کورس کہتے ہیں، کسی کو ایک ہفتے کا، کسی کو ایک مہینے کا، کسی کو چھ مہینے کا، کسی کو سال کا اور بعض بیماریاں اور دوائیں ایسی بھی ہیں کہ عمر بھر کے لیے روزانہ استعمال کریں۔ ڈاکٹر جو دوا کا نصاب بتاتا ہے اس کی تو بہت پابندی کرتے ہیں ناغہ نہیں ہونے دیتے۔

ایک شخص نے لکھا کہ آپ نے جو نسخہ بتایا تھا مجھے استعمال کرنا یاد نہیں رہتا۔ میں نے انہیں جواب میں لکھا کہ آپ کو گولیاں کھانا کیسے یاد رہتا ہے میں نے اس کے پاس دواؤں کی ایک بہت بڑی پٹاری دیکھی تھی اس میں سے پانچ چھ گولیاں نکال کر ہر کھانے کے بعد کھاتے تھے۔ انہوں نے جواب میں لکھا کہ درد یاد دلا دیتا ہے۔ میں جواب میں لکھا کہ وجع القالب حبوب کا کھانا یاد دلا دیتا ہے تو وجع القلب حبوب الحب کھانا کیوں یاد نہیں دلاتا، قالب یعنی جسم میں درد ہو تو گولیاں کھانا یاد رہتا ہے اور قلب میں درد ہو، بیماری ہو جو دنیا و آخرت کو تباہ کرنے والی ہو تو اس کے لیے گولیاں کھانا یاد نہیں رہتا۔ اگر دل میں فکر

ہو، اللہ تعالیٰ کی محبت ہو تو انسان گولی کھانے کے لیے بے چین ہو جائے۔ دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت کا درد پیدا کریں، اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں پیدا ہو جائے تو پھر چین نہیں لینے دیتی وہ تو ہر وقت مجبور کرے گی کہ کہیں یہ محبت دل سے نکل نہ جائے، کہیں اس میں کمی نہ آجائے بلکہ کہیں ترقی نہ رک جائے، وہ درد محبت تو گولی کھانے پر مجبور کرے گا۔

زہد زاہد را ودین دین دار را
زرہ درد دل عطار را

زاہد کو زہد اور دین کو دین مبارک ہو، عطار کو بس درد دل کا ایک ذرہ چاہیے۔

بچوں کو سزا دینے کے مراحل:

بچوں کے لیے والدین کی مار، شاگرد کے لیے استاد کی مار، مرید کے لیے شیخ کی مار بہت بڑی نعمت ہے، بہت بڑی نعمت ہے اس پر چھوٹوں کو خوش ہونا چاہیے، بچوں کو سزا دینے اور مارنے کے بارے میں کچھ تفصیل سمجھ لیں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ جیسے کوئی ڈاکٹر اپنے کسی مریض کا آپریشن کرے، مریض کے آپریشن سے پہلے علاج کے کئی مراحل ہوتے ہیں پہلے تو یہ کوشش کی جاتی ہے کہ کسی پرہیز یا تدبیر سے کام چل جائے اگر اس سے فائدہ نہ ہو تو کوئی ہلکی پھلکی دوا، اس سے نہیں تو پھر انجکشن، اس سے نہیں تو آپریشن، آپریشن بقدر ضرورت کسی عضو کو ایک انچ کاٹنے کی ضرورت ہے اور کاٹ دیا چھ انچ تو یہ صحیح نہیں، پھر ڈاکٹر اگر آپریشن کے وقت غصہ میں لال پیلا ہونے لگے، آنکھیں سرخ ہو جائیں، چہرہ بگڑ جائے اور مریض کو بے ہوش کر کے وہ چھرے چلانا شروع کر دے۔ ایسا ڈاکٹر تو مریض کو مار دے گا وہ اس قابل نہیں کہ آپریشن کرے۔ اسی طریقے سے بچوں کو مارنے میں یہی مراحل ہیں۔ پہلے حسن تدبر سے کام لیا جائے اللہ کی محبت کی باتیں، اللہ کی عظمت کی باتیں، اللہ کا خوف دل میں بٹھانے کی باتیں، اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے دنیا میں بھی راحت اور سکون کی باتیں، پہلے تو ایسی باتوں سے بچوں کا دل بنانے کی کوشش کی جائے۔ ایسی باتیں خود زبانی کہنے کی بجائے کسی کتاب سے پڑھ کر سنائی جائیں تو فائدہ زیادہ ہوتا ہے۔ اس کی کئی وجوہ ہیں:

۱)...... قدرتی طور پر انسان کی طبیعت ایسی واقع ہوئی ہے کہ اس پر اپنے ساتھیوں کی بات کا اثر بہت کم ہوتا ہے بالخصوص میاں بیوی کا آپس میں ایسا تعلق ہے کہ یہ ایک دوسرے کی نصیحت کی طرف بہت کم التفات کرتے ہیں اغیار بالخصوص اکابر اور ان سے بھی بڑھ کر گزشتہ زمانوں کے بزرگوں کی باتوں سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔

۲)...... کتاب میں اس مصنف کی للّٰہیت اور اخلاص کا اثر ہوتا ہے۔

۳)...... کتاب پڑھنے میں کسی بات کی نسبت پڑھنے والے کی طرف نہیں ہوتی بلکہ ہر بات کی نسبت کتاب کے مصنف کی طرف ہوتی ہے اس لیے اس میں اپنے نفس کی آمیزش سے حفاظت نسبۃً آسان ہے۔

۴)...... کتاب پڑھ کر سنانے میں وقت کم خرچ ہوتا ہے زبانی بتانے میں بات لمبی ہو جاتی ہے۔جس سے سننے والے کی طبیعت اکتا جاتی ہے۔

۵)...... بچے جب اپنے والدین کو دینی کتابیں پڑھتے ہوئے دیکھیں گے سنیں گے تو ان میں بھی دینی کتب کے مطالعہ کا شوق اور عادت پیدا ہوگی۔

۶)...... جب بچوں کو اکابر کی بزرگوں کی کتابیں پڑھ کر سنائی جائیں گی تو ان کے قلب میں ان بزرگوں کی عظمت، عقیدت اور محبت پیدا ہوگی اور بزرگوں سے عقیدت و محبت مفتاح السعادۃ ہے۔

غرضیکہ کتاب پڑھ کر سنانے کا فائدہ زیادہ ہوتا ہے اس سے فائدہ نہ ہو تو پھر کوئی دوسری تدبیر مثلاً جب تک سبق یاد نہیں کرو گے یا فلاں کام نہیں کرو گے تو کھانا بند یا اتنی دیر کھڑے رہو یا اتنی دیر ہم تم سے بات نہیں کریں گے، جب تک فلاں غلط کام نہیں چھوڑ و گے یا فلاں کام نہیں کرو گے تم سے بات نہیں کریں گے۔ بہت سے بچوں پر بات نہ کرنے کا بہت اثر ہوتا ہے اور اگر آپریشن ہی کرنا پڑے تو جو مثال ڈاکٹر کی ابھی بتائی ہے اس پر قیاس کرلیں کہ ڈاکٹر غصے کی حالت میں آپریشن تھوڑا ہی کرتا ہے، کسی بچے کی کسی کوتاہی پر جب غصہ آئے تو اس وقت قطعاً کوئی سزا نہ دیں، ایسی حالت میں سزا دینا ممنوع ہے، حرام ہے، ناجائز ہے، غصہ کی حالت میں سزا نہ دیں بلکہ بچے کو اپنے سے الگ کر دیں جب آپ کا غصہ ٹھنڈا ہو جائے تو ٹھنڈے دماغ سے سوچیں کہ اسے سزا دی جائے یا نہ دی

جائے اور اگر دی جائے تو کتنی دی جائے اگر ایک ڈانٹ سے کام چل جاتا ہے تو پھر تھپڑ لگانا جائز نہیں، اگر ایک طمانچہ لگانے کام چل جاتا ہے تو دو لگانے جائز نہیں پہلے تو اسے مسئلہ شرعیہ بنا کر اپنے سامنے پیش کریں کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں، اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اللہ سے جوڑنے کے لیے واسطہ بنا ہوا ہوں تو ایسے طریقے سے جوڑوں جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے خلاف نہ ہو جتنا اور جیسا اس کا حکم ہوگا میں اتنا اور ویسا ہی کہوں گا اگر حد سے تجاوز کیا تو میری گردن پکڑی جائے گی میں خود مختار نہیں اللہ تعالیٰ کے حکم کا بندہ ہوں، جب غصہ ٹھنڈا ہو جائے تو ٹھنڈے دماغ سے یہ سب سوچ کر فیصلہ کریں کہ کتنی سزا کافی ہوسکتی ہے۔

بیٹے کو ابا نہ بنائیں:

اولاد کی تربیت میں اعتدال بہت ضروری ہے نہ تو افراط ہو نہ تفریط یعنی نہ تو ضرورت سے زیادہ سختی کی جائے اور نہ ہی اتنی نرمی کہ بیٹا ابا بن جائے، ہم نے وہ زمانہ پایا ہے کہ چھ سات سال کا بچہ ایک ایک کام اپنی اماں یا ابا سے پوچھ کر کرتا تھا، ابو تو اس زمانے میں کہتے ہیں، پہلے ابا جی کہتے تھے، لوگوں کو ہر چیز میں بگاڑ ہی پیدا کرنا ہے اس لئے ابا جی سے ابو ہو گیا اب میں منتظر ہوں کہ ابی کب بنتا ہے۔ یہ زمانہ تو میں نے پایا ہے کہ بچہ کوئی بھی کام کرنے سے پہلے والدین سے پوچھتا تھا کہ ابا جی! یہ چیز اٹھالوں؟ ابا جی! یہ چیز وہاں رکھ دوں؟ آج والدین نے اولاد کو بنالیا ہے ابا بلکہ دادا اب وہ کہاں پوچھیں کیونکہ پوچھا تو جاتا ہے ابا سے اور یہ ابا جو ہے یہ تو اپنے بیٹے کا پوتا بنا ہوا ہے اس لئے معاملہ الٹا ہو گیا آج کل ابا بیٹوں سے پوچھ پوچھ کر قدم اٹھاتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس قوم پر رحم فرمائیں۔

وَصَلِّ اللّٰهُمَّ وَ بَارِكْ وَ سَلِّمْ عَلٰى عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ مُحَمَّدٍ وَّ
عَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

(۳)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿ یأیہا الذین آمنوا قو أنفسکم واہلیکم نارا﴾ (التحریم)

تربیتِ اولاد کی ضرورت

ازافادات

جامع المحاسن حضرت اقدس

مولانا مفتی عاشق الٰہی بلند شہری، مہاجر مدنی قدس اللہ سرہ

سابق استاد جامعہ دارالعلوم کراچی

تربیت اولاد کی ضرورت

اسلام علم وعمل کا نام ہے:

اسلام سراپا عمل کا نام ہے اور ہر انسان کی زندگی سے متعلق اسلام نے احکام بتائے ہیں' مرد ہو یا عورت ان احکام پر عمل کرنے سے ہی صحیح مسلمان بنتا ہے وہ تمام احکام جو سب پر فرض ہیں جیسے نماز روزہ وغیرہ ان سب کا سیکھنا اور جاننا تو ہر ایک پر فرض ہے اور جو احکام کسی خاص فرد یا خاص طبقہ اور گروہ سے متعلق ہوں ان کا جاننا خاص اس فرد' طبقہ اور گروہ پر فرض ہے مثلاً تاجر تجارت کے احکام سیکھے' کاشتکار زمین کے مسائل معلوم کرے' عشر و خراج کی تفصیلات کو جانے' مزارعت کے احکام کو پہچانے' صنعت کار اپنے متعلقہ احکام کو معلوم کریں، میاں بیوی ایک دوسرے کے حقوق کو پہچانے، ماں باپ اولاد کے حقوق اور اولاد ماں باپ کے حقوق جانیں مویشی والے جانوروں کے حقوق معلوم کریں۔

غفلت اور جہالت کو دور کرنا فرض ہے

آج کل غفلت کا دور دورہ ہے (بے راہ روی) کا عالم ہے' بہت سے مردوں اور عورتوں کو کچھ خبر نہیں کہ ان کے ذمہ اسلام کے کیا احکام عائد ہوتے ہیں ہر شخص اپنی طبیعت کا پابند اور خواہش کا بندہ نظر آتا ہے یہ بہت افسوس ناک صورتحال ہے مسلمان دین سے جاہل اور غافل ہو یہ اس کے لئے بڑے شرم کی بات ہے' غفلت اور جہالت کو دور کرنا فرض ہے۔

نماز' روزہ' زکوٰۃ حج' آپس کے معاملات' رہن سہن اور کھانے پینے' اٹھنے بیٹھنے سونے جاگنے اور ان کے علاوہ زندگی کی تمام حالتوں کے حکموں کو معلوم کرو جو قرآن اور حدیث میں بتائے گئے ہیں بہت سے مرد و عورت بچپن میں دین سیکھتے نہیں اور بڑے ہو کر شرم لحاظ

کی وجہ سے نہیں پوچھتے اور عمر بھر جاہل رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حکموں کے خلاف چلتے ہیں یہ بڑی محرومی ہے۔

سب سے پہلا مدرسہ ماں کی گود ہے:

بچوں کی تعلیم و تربیت یعنی ان کو دین کا علم سکھانے اور دین کا عمل کر کے دکھانے اور عمل کا شوق پیدا کرنے کا سب سے پہلا مدرسہ ان کا اپنا گھر اور ماں باپ کی گود ہے۔ ماں باپ' عزیز قریب بچوں کو جس سانچے میں چاہیں ڈھال سکتے ہیں اور جس رنگ میں چاہیں رنگ سکتے ہیں' بچہ کا سنوار اور بگاڑ دونوں گھر سے چلتے ہیں بچوں کی تعلیم و تربیت کے اصل ذمہ دار ماں باپ ہیں ہی ہیں۔ بچپن میں ماں باپ ان کو جس راستہ پر ڈال دیں گے اور جو طریقہ بھلا یا برا سکھا دیں گے وہی ان کی ساری زندگی کی بنیاد بن جائے گا۔ بچہ کے دل میں خوف' خدا کی یاد' خدا کی محبت اور آخرت کی فکر اسلام کے حکموں کو سکھنے سکھانے اور ان کے مطابق زندگی کا جذبہ پیدا ہو جانے کی پوری پوری کوشش کرنا لازم ہے اس کو نیک عالموں اور حافظوں کی صحبتوں میں دین کی تعلیم دلاؤ' قرآن شریف حفظ کراؤ' قرآن و حدیث کے معنی اور مطلب سمجھنے کے لئے عربی پڑھاؤ' ان کو حرام سے پرہیز کراؤ اور دیانت داری حیا شرم' سخاوت' صبر' شکر' حلم بندوں کے حقوق کی ادائیگی اور اسی طرح کے دوسرے اچھے اخلاق کی تعلیم دو۔

در حقیقت عمل صحیح بغیر علم صحیح کے نہیں ہو سکتا' انسان جب دنیا میں قدم رکھتا ہے تو بالکل سادہ ہوتا ہے کچھ نہیں جانتا اور جاننے کے قابل بھی نہیں ہوتا جیسے جیسے عمر بڑھتی ہے سمجھ آتی ہے دنیا چونکہ سامنے ہے اور اس کے تقاضے ہر وقت پیش نظر ہیں اس لئے دنیا میں کام آنیوالی باتیں کچھ لوگوں کی دیکھا دیکھی انسان سیکھ لیتا ہے اور کچھ محنت اور کوشش کر کے حاصل کر لیتا ہے لیکن دیندار ہونا چونکہ موت کے بعد کام دے اور آخرت کے تقاضے سے اس وقت سامنے نہیں ہیں اس لئے دیانتداری کی طرف انسان کا ذہن بہت کم چلتا ہے۔

ماں باپ کا فریضہ ہے کہ بچوں کو دین سکھائیں اور دین کو سب سے زیادہ اہمیت دیں کیونکہ دین ہی آخرت کی ہمیشہ والی زندگی میں کام دینے والا ہے۔ بہت سے لوگ بچوں

سے بہت زیادہ محبت کرتے ہیں' مگر ان کی یہ محبت دنیاوی آرام وراحت تک محدود رہتی ہے۔ان کی اصل ضرورت یعنی آخرت کی نجات اور موت کے بعد کے آرام وراحت کی طرف توجہ نہیں کرتے حلال مال سے حلال طریقے پر کھانے پلانا اور پہنانا لازمی بات ہے' لیکن انسان کی سب سے بڑی ضرورت آخرت کا آرام اور سکون ہے۔ لہٰذا اپنے بچہ کو دینی علوم اور اعمال سے غافل اور جاہل رکھنا بہت بڑا ظلم ہے بچہ کو اللہ کے نام سے آشنا کریں اور ایسے طور طریقے خود اختیار کریں کہ ان کو دیکھ کر بچے کے ذہن میں اسلامی اعمال کی اہمیت پیدا ہوتی چلی جائے اور جیسے جیسے بچہ ہوش سنبھالتا جائے اسلام کے علوم و اعمال اس کے ذہن میں راسخ ہوتے چلے جائیں گے۔

اولاد کے بارے میں دورِ حاضر کے لوگوں کی بدحالی:

بچوں کی خوشی کیلئے ان کو غیر ضروری لباس بھی پہناتے ہیں' ان کیلئے تصویریں مورتیاں خرید کر لاتے ہیں اور اپنے گھروں کو ان کی وجہ سے رحمت کے فرشتوں سے محروم رکھتے ہیں ادھار قرض کر کے ان کی جائز و ناجائز ضرورتوں اور شوقیہ زیب و زینت اور فیشن پر اچھی خاصی رقمیں خرچ کرتے ہیں لیکن ان کو دین پر ڈالنے کی فکر نہیں کرتے اور فیشن پر اچھی خاصی رقمیں خرچ کرتے ہیں لیکن ان کو دین پر ڈالنے کی فکر نہیں کرتے یہ بچوں کے ساتھ بہت بڑی دشمنی ہے اگر دنیا نہیں تو آخرت کی تباہی ہوگی' وہاں کی تباہی کے سامنے دنیا کی ذرا سی زیب و زینت اور چہل پہل کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتی اپنی اولاد کے سب سے بڑے محسن وہ ماں باپ ہیں جو اپنی اولاد کو دینی علوم پڑھاتے ہیں اور دینی اعمال پر ڈالتے ہیں۔ یہ نہ صرف اپنی اولاد کیلئے بلکہ خود ان کے والدین کیلئے بھی قبر میں اور آخرت میں نور ہوگا۔ایک بزرگ کا ارشاد ہے (انا الناس قیام فاذا ماتوا انتبھوا) یعنی لوگ سو رہے ہیں جب موت آئے گی تو بیدار ہوں گے۔

آخرت سے بے فکری کی زندگی گزارنے میں انسان کا نفس خوش رہتا ہے۔ یہی حال بال بچوں اور دوسرے متعلقین کا بھی ہے اگر آخرت کی باتیں نہ بتاؤ اور کھلائے پلائے جاؤ دنیا کا نفع پہنچائے جاؤ تو ہشاش باش رہتے ہیں اور اس تغافل کو باعث نقصان نہیں سمجھتے

لیکن جب آنکھیں بند ہوں گی اور قبر کی گود میں جائیں گے اور اس کے بعد کے حالات دیکھیں گے تو حیرانی سے آنکھیں پھٹی رہ جائیں گی' عالم آخرت کی زندگی اور حاجتیں جب سامنے ہوں گی تو غفلت پر رنج ہوگا اور حسرت ہوگی کہ کاش اس دن کے لئے خود بھی عمل کرتے اور اپنی اولاد کو بھی یہاں کی کامیابی کی راہ پر ڈالتے مگر اس وقت حسرت بے فائدہ ہوگی۔

لوگوں کا یہ حال ہے کہ بچوں کو ہوش سنبھالتے ہی اس سکول اور کالج کی نذر کر دیتے ہیں یا محنت مزدوری پر لگا دیتے ہیں' نماز روزہ سکھانے اور بتانے اور دینی فرض سمجھانے اور اس پر عمل کرانے کی کوئی فکر نہیں کرتے' شادیاں ہو جاتی ہیں باپ بن جاتے ہیں لیکن بہت سوں کو کلمہ طیبہ بھی صحیح یاد نہیں ہوتا' نماز میں کیا پڑھا جاتا ہے اس سے بھی واقف نہیں ہوتے اسی اسی سال کے بوڑھوں کو دیکھا گیا ہے کہ دین کی موٹی موٹی باتیں بھی نہیں جانتے۔

بچوں کی تعلیم و تادیب مالی صدقہ سے افضل ہے اور اچھے ادب سے بڑھ کر اولاد کیلئے کوئی عطیہ نہیں، حضرت جابر سمرہؓ سے روایت ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انسان اپنے بچہ کو ادب سکھائے تو بلاشبہ اس سے بہتر ہے کہ ایک صاع غلہ وغیرہ صدقہ کرے۔ (مشکوۃ المصابیح ص ۴۲۳ بحوالہ ترمذی)

حضرت عمر بن سعید سے روایت ہے کہ حضور فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی باپ نے اپنے بچہ کو کوئی ایسی بخشش نہیں دی جو اچھے ادب سے بڑھ کر ہو۔

(مشکوۃ)

ان دونوں حدیثوں میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاد کی تربیت کی طرف خصوصی توجہ دلائی ہے' بات یہ ہے کہ بچے بالکل سادہ لوح ہوتے ہیں' اگر ان کی تربیت نہ کی جائے اور علم وعمل سے آراستہ نہ کیا جائے تو صرف دیکھنے میں وہ انسان نظر آتے ہیں اور ان کے اخلاق و عادات وحشیانہ اور طور طریق بہیمانہ ہو جاتے ہیں۔

اولاد کی تعلیم و تربیت سے غفلت کرنیوالے

بہت سے لوگوں کو اولاد کی تربیت کی طرف بالکل توجہ نہیں' والدین اپنے اپنے کاموں

میں مشغول رہتے ہیں اور اولاد گلی کوچوں میں بھٹکتی پھرتی ہے' بچوں کے لئے پیٹ کی روٹی اور تن کے کپڑوں کا تو انتظام کر دیتے ہیں لیکن ان کی باطنی پرورش یعنی اخلاقی تربیت کی طرف بالکل توجہ نہیں دیتے ان میں وہ لوگ بھی ہیں جن کے اپنے ماں باپ نے ان کا ناس کھویا تھا انہیں پتہ ہی نہیں کہ تربیت کیا چیز ہے اور بچوں کو کیا سکھائیں اور کیا سمجھائیں اور اس عظیم غفلت میں ان لوگوں کا بھی بڑا حصہ ہے جو خود تو نمازی ہیں اور کچھ اخلاق وادب سے بھی واقف ہیں لیکن ملازمت یا تجارت میں کچھ اس طرح اپنے آپ کو پھنسا دیا ہے کہ بچوں کی طرف توجہ کرنے کے لئے ان کے پاس گویا وقت ہی نہیں حالانکہ زیادہ کمانے کی ضرورت اولاد ہی کیلئے ہوتی ہے جب زیادہ کمانے کی وجہ سے خود اولاد ہی کے اعمال و اخلاق کا خون ہو جائے تو ایسا کمانا کس کام کا؟

اور بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جنہیں توجہ تو ہے لیکن وہ اولاد کو حقیقی علم اور حقیقی ادب سے بالکل محروم رکھتے ہیں یعنی اولاد کو اسلام نہیں سکھاتے۔ بیس بیس سال کی اولاد ہو جاتی ہے جنہیں کلمہ تک یاد نہیں ہوتا' یہ لوگ نہ نماز جانتے ہیں نہ اس کے فرائض نہ واجبات نہ اسلام کے عقائد پہچانیں نہ دین کو جانیں اس قسم کے لڑکے لڑکیوں کے والدین یورپ کے طور طریق سب کچھ سکھاتے ہیں' کوٹ پتلون پہننا بتاتے ہیں اپنے ہاتھ سے ان کے گلوں میں ٹائی باندھتے ہیں۔ ناچ رنگ کے طریقے سمجھاتے ہیں عورتیں بیاہ شادی کی رسمیں بتاتی ہیں' شرکیہ باتوں کی تعلیم دیتی ہیں اور اس طرح سے ماں باپ دونوں مل کر بچوں کا خون کر دیتے ہیں اور طرہ یہ ہے کہ ان کو دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے ہیں کہ ہمارا بچہ اور بچی موڈرن ہیں' انگریز بن رہے ہیں' ترقی یافتہ لوگوں میں شمار ہونے لگے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ ان کی آخرت برباد ہو گئی' اعمال صالحہ سے خالی ہیں' اخلاق حسنہ سے کورے ہیں' آداب اسلامیہ سے نابلد ہیں اور عقائد بھی صحیح نہیں حالانکہ سب جانتے ہیں کہ موت کے بعد کی ابدی زندگی کی بہتری اور وہاں کی نجات صحیح عقائد اور صحیح اعمال پر ہی منحصر ہے۔

صحیح عقائد اور صحیح اعمال اور صحیح اداب وہ ہیں جو ہادی عالم حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھائے اور اللہ کی کتاب قرآن حکیم نے بتلائے۔ جو ان سے خالی ہیں ان کے لئے آخرت میں عذاب ہی عذاب ہے' دنیا کی چند دن کی جھوٹی بہار آخرت کے ابدی

عذاب کے سامنے کچھ حیثیت نہیں رکھتی' بہت سے مدعیان اسلام اس طرف توجہ نہیں کرتے۔

جب کہا جاتا ہے کہ اولاد ہے کہ اولاد کو قرآن پڑھاؤ' دین سکھاؤ اور نماز روزہ پر ڈالو تو بعض ماں باپ کہہ دیتے ہیں کہ اپنے بچہ کو ملا تھوڑا ہی بنانا ہے' یہ فوجی افسر بنے گا!! اس کا مطلب یہ ہوا کہ دیندار ہونا اور نماز کا پابند ہونا بے فائدہ چیز ہے اور دیندار ہونا کوئی گھٹیا کام ہے جو لائق حقارت ہے العیاذ باللہ۔ اسلام کے نام لیوا کیسی کیسی جاہلانہ باتیں کرتے ہیں۔ کیا قبر میں انگریزی فیشن' انگریزی طور طریق' انگریزی کا پڑھنا لکھنا کام دے گا؟ اور کیا دنیا کی افسری اور کوٹھی بنگلے کی رہائش وہاں نجات دلا دے گی؟ ہرگز نہیں! وہاں تو ایمان اور نیک اعمال نماز روزہ' ذکر' تلاوت سے کام چلے گا اگر آخرت حق ہے جیسا کہ سب مسلمان جانتے ہیں تو اس کے لئے دوڑ دھوپ کیوں نہیں اور اولاد کو وہاں کیلئے فکر مند کیوں نہیں بناتے اور اعمال صالحہ پر کیوں نہیں ڈالتے؟ حقیقت میں یقین کی کمی ایک بہت بڑا مرض ہے جس نے آخرت سے غافل کر رکھا ہے۔

سات سال کے بچے کو نماز سکھاؤ

"عَنْ سَبْرَةَ الْجُهَنِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَلِّمُوْا الصَّبِيَّ الصَّلٰوةَ ابْنَ سَبْعِ سِنِيْنَ وَ اضْرِبُوْهُ عَلَيْهَا ابْنَ عَشْرَةٍ"

''حضرت سبرۃؓ سے روایت ہے کہ کہ ارشاد فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بچوں کو نماز سکھاؤ جبکہ وہ سات سال کے ہوں اور نماز نہ پڑھیں تو ان کی پٹائی کرو جبکہ وہ دس سال کے ہوں۔'' (سنن ترمذی:۱/ ۵۸)

اس حدیث میں ارشاد فرمایا ہے کہ سات سال کا بچہ ہو تو اسے نماز سکھاؤ' دوسری روایت ہے کہ سات سال کا ہو تو اسے نماز پڑھنے کا حکم کرو اور دس سال کا بچہ ہو تو نماز نہ پڑھنے پر اس کی پٹائی کرو۔ بات یہ ہے کہ دونوں چیزوں کی ضرورت ہے نماز سکھانا بھی ضرورت ہے اور نماز پڑھوانا بھی بچے کو جب نماز سکھائیں گے نہیں تو کیسے پڑھے گا؟ چونکہ نماز ایمان کے بعد سب سے بڑا فریضہ ہے اس لئے اس کا سکھانا اور تعلیم دینا سب سے

زیادہ ضروری ہے لوگ اپنے اولاد کو صنعت وحرفت میں ڈالتے ہیں' تجارت کے اگر سکھاتے ہیں معاشرے میں زندہ رہنے کے آداب بتاتے ہیں مگر نماز سیکھانے سکھانے سے غفلت برتتے ہیں۔ یہ زندگی بہت شرم کی زندگی ہے۔

اے مسلمانو! اپنے بچوں کو نماز سکھاؤ اور نماز پڑھنے کی تاکید کرو۔ دس برس کے ہو جائیں اور نماز نہ پڑھیں تو ان کی پٹائی کرو۔ یہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے بہت سے مرد وعورت خود تو نمازی ہوتے ہیں مگر اولاد کو نمازی بنانے کی طرف توجہ نہیں دیتے یہ ان کی برادی ہے سچی بات یہ ہے کہ جب بچہ سکول کے حوالہ کر دیا اور نماز میں پڑھنے کی چیزیں نہ سکھائیں رکعتوں کی تعداد نہ بتائیں' فرائض وواجبات سے واقف نہ کرایا اور بچہ سکول وکالج میں پڑھتے پڑھتے ایسی عمر کو پہنچ گیا کہ اسے دنیا کا ذوق لگ گیا اور ماں باپ کی گرفت سے آزاد ہو گیا تو اب اسے صحیح راہ پر چلنا نہایت دشوار معلوم ہوتا ہے۔ ضرورت اس کی ہے کہ شروع ہی سے دینی ذہن بنایا جائے اور آخرت کے کاموں پر لگایا جائے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم اولاد کو نماز کیلئے کہتے ہیں مگر کوئی پڑھتا ہی نہیں ان کا یہ کہنا بالکل عذر لنگ ہے اول تو کہنے کی طرح کہتے نہیں صرف منہ چھوتے ہیں حالانکہ حدیث میں ارشاد ہے کہ بچے دس سال کے ہو جائیں تو نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے ان کی پٹائی کرو اور اگر بچے سے دو چار پیسے کا نقصان ہو جائے تو ڈانٹ ڈپٹ اور مار پیٹ کیلئے تیار ہو جاتے ہیں' دو چار لگا کر دم لیتے ہیں لیکن نماز کے لئے صرف ہلکے سے لہجے میں کہہ دیتے ہیں اس بارے میں ڈانٹ ڈپٹ کو بھول جاتے ہیں اگر آخرت کی اہمیت ہوتی تو نماز کے ناغہ کرنے کو دنیا کے کسی بھی بڑے سے بڑے نقصان کے مقابلے میں بہت بڑا نقصان سمجھتے اور اس کیلئے فکر مند ہوتے۔

اگر تمہارا لڑکا دین کے طریقہ پر چل کر دوزخ سے بچ گیا اور دنیا میں بھوکا رہا تو یہ بڑی کامیابی ہے اور اگر اس نے لاکھوں روپیہ کمایا اور بڑی بلڈنگیں بنائیں مگر خدا سے دور رہ کر گناہوں میں پڑ کر دوزخ مول لی تو اس کیلئے جائیداد بیکار بلکہ وبال ہے۔

جہالت کی وجہ سے بیٹے پوتے باپ دادا کا جنازہ بھی نہیں پڑھ سکتے

جب باپ دادا کی موت ہو جاتی ہے تو اول تو بیٹے پوتے جنازے کو ہاتھ لگانے سے گھبراتے ہیں کوئی غسل دینے کو تیار نہیں ہوتا آخر غیر لوگ نہلاتے ہیں اور بعض جگہ تو کرایہ کے لوگ آکر غسل دیتے ہیں، گھر کے لوگ کفن دینا بھی نہیں جانتے کہ کتنے کپڑے ہوں اور کیسے پہنائے جائیں۔ پھر جب دوسرے لوگوں نے (جو عموماً نمازی اور دیندار ہوتے ہیں) نہلا دھلا کر کفن دے دیا تو مسجد کی طرف جنازہ لیکر چلتے ہیں وہاں امام صاحب سے جنازہ پڑھواتے ہیں حالانکہ شرعاً نماز جنازہ پڑھانے کا سب سے بڑا حقدار میت کا ولی ہے لیکن یہ ولی مرنے والے کا بیٹا یا پوتا نماز پڑھانے سے عاجز ہے کیونکہ نماز جنازہ یاد نہیں ہوتی بعض مرتبہ تو جگ ہنسائی سے بچنے کیلئے میت کے رشتہ دار جنازے کی صف میں کھڑے ہو جاتے ہیں مگر انہیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ پڑھانا کیا ہے اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ نماز سے دور علیحدہ کھڑے رہتے ہیں۔ وجہ کیا ہے کہ اپنے خاص لوگ نماز جنازہ پڑھنے اور پڑھانے سے عاجز ہیں؟ کیا اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ مرنے والے نے ان لوگوں کو دینی تعلیم نہیں دی ان کو دین پر نہیں ڈالا نماز روزہ نہیں سکھایا بڑی بڑی جائیدادیں خرید کر اولاد کے نام کر دیں مگر اس قابل بنا کے نہ چھوڑا کہ باپ کا جنازہ ہی صحیح طور پر پڑھ لیتے۔ ان للہ وانا الیہ راجعون)

اولاد کو آداب سکھانا سب سے بڑا عطیہ ہے:

حدیث میں اچھے ادب کو اولاد کے حق میں سب سے بڑی بخشش قرار دیا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ انسان میں انسانیت جلوہ گر ہوتی ہے اللہ کے حقوق کو پہچانتا ہے اور بندوں کے حقوق کو بھی سمجھتا ہے اور اس کی وجہ سے حقیقی انسان بنتا ہے اگر اولاد کو کنال دے دیا، بنگلہ بنا کر ہبہ کر دیا۔ دھن و دولت سے نواز دیا اور زندگی گزارنے کے وہ طریقے نہ بتائے جن سے اللہ راضی ہو اور مخلوق کو راحت پہنچے، تو جو کچھ مال و دولت اولاد کو دیا جائے گا یہ سب گناہوں میں اور اللہ کی نافرمانیوں میں اور ماں باپ کی ایذا رسانیوں میں خرچ ہوگا۔

ادب سے خالی اولاد ماں باپ کو دکھ دے گی۔ خود ان کے سینہ پر مونگ دلے گی جیسا کہ یہ سب چیزیں روز روشن کی طرح واضح ہیں۔ آئے دن ان کا تجربہ ہوتا رہتا ہے۔

بہت سے لوگ سخی ہیں مگر اولاد سے غافل ہیں:

حدیث میں جو فرمایا کہ انسان اپنے بچوں کو ادب سکھائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ ایک صاع غلہ وغیرہ صدقہ کرے اس میں ایک اہم بات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے وہ یہ کہ صدقہ خیرات اگرچہ فی نفسہ بہت بڑی عبادت ہے (اگر اللہ کی رضا کیلئے ہو) لیکن اس کا مرتبہ اپنی اولاد کی اصلاح پر توجہ دینے سے زیادہ نہیں ہے بہت سے لوگوں کو اللہ جل شانہ نے مال دیا اس میں سے صدقہ خیرات کرتے ہیں اور اولاد کی طرف سے پوری غفلت برتتے ہیں، مسکین آرہے ہیں گھر پر کھا رہے ہیں، غریبوں کی روٹی بندھی ہوئی ہے مدرسوں اور مسجدوں میں چندہ جارہا ہے لیکن اولاد بے ادب بداخلاق، بے دین بلکہ بددین بنتی چلی جارہی ہے صدقہ خیرات کرنے پر خوش ہیں اور خوش ہونا بھی چاہیے لیکن اس سے بڑھ کر عمل جو ہے جس کی ذمہ داری ڈالی گئی ہے وہ اپنی اولاد کو ادب سکھانا ہے، یعنی اللہ کے راستہ پر ڈالنا ہے اس کے لئے فکر مند ہونا لازمی امر ہے اس غفلت سے نسلیں کی نسلیں تباہ ہو جاتی ہیں۔

ادب کا معنی اور مطلب:

ادب بہت جامع کلمہ ہے، انسانی زندگی کے طور طریق کو ادب، کہا جاتا ہے، زندگی گزارنے میں حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں آتے ہیں بندہ اللہ جل شانہ کے بارے میں جو عقائد رکھنے پر مامور ہے اور اللہ کے احکام پر چلنے کا جو ذمہ دار بنایا گیا ہے یہ وہ آداب ہیں جو بندے کو اللہ کے اور اپنے درمیان صحیح تعلق رکھنے کے لئے ضروری ہیں، فرائض اور واجبات سنن اور مستحبات وہ امور ہیں جن کے انجام دینے سے حقوق اللہ کی ادائیگی ہوتی ہے اور مخلوق کے ساتھ جو انسان کے تعلقات ہوتے ہیں ان میں ان احکام کو ملحوظ رکھنا پڑتا ہے جو مخلوق کی راحت رسانی سے متعلق ہیں ان میں بھی واجبات ہیں اور

مستحبات ہیں اور ان کی تفصیل وتشریح بھی شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں وارد ہوئی ہے یہ وہ اداب ہیں جن کا برتنا مخلوق کے لئے باعث راحت و رحمت ہے۔ خلاصہ یہ کہ لفظ ادب کی جامعیت حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کو شامل ہے یہ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھے ادب سے بڑھ کر کسی باپ نے اپنے بچہ کو کوئی بخشش نہیں دی اس میں پورے دین کی تعلیم آجاتی ہے کیونکہ دنیا اسلام اچھے ادب کی مکمل تشریح سے بہت سے لوگ لفظ ادب کے معروف معنی لے کر اس کا رواجی مطلب لے لیتے ہیں اور انہوں نے اٹھنے بیٹھنے کے طریقوں تک ہی ادب کا انحصار سمجھ رکھا ہے۔

غیر اسلامی طور طریق آداب نہیں ہیں:

بہت سے لوگ اولاد کو ادب تو سکھاتے ہیں لیکن دشمنان اسلام نے جو زندگی کے آداب بتا رکھے ہیں انہی کی نقل اتارنے کی کوشش کرتے ہیں اسلام کے خلاف جو چیزیں ہیں وہ آداب نہیں ہیں وہ تو انسانیت کا خون کرنیوالی چیزیں ہیں۔ آج ہم دیکھ رہے ہیں رشتہ دار آپس میں ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہیں' لڑکیاں اغواء ہو رہی ہیں۔ بے بیاہی لڑکیاں صاحب اولاد بن رہی ہیں۔ ماں باپ کو ڈانٹ ڈپٹ کی جاتی ہے بلکہ مال پر قبضہ کرنے کیلئے باپ کو موت کے گھاٹ اتارنے کے واقعات سنے گئے ہیں اور اسی طرح کے عیوب جڑ پکڑ چکے ہیں بے شرمی اختیار کر کے پھولے نہیں سماتے خوش ہیں کہ میں موڈرن ہو گیا۔ میری اولاد نے یورپ والوں کا لباس پہن لیا' امریکہ والوں کی نقل اتار لی۔ ایسے لوگ برائی کو برائی تک نہیں سمجھتے ان کو چھوڑنے اور چھڑانے کا تو ذکر ہی کیا ہے۔

صحیح عقائد اور صحیح اعمال اور صحیح آداب وہ ہیں جو ہادی عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھائے اور اللہ کی کتاب قرآن حکیم نے بتائے' جو ان سے خالی ہے' اس کیلئے آخرت میں عذاب ہی عذاب ہے دنیا کی چند دن کی جھوٹی بہار آخرت کے ابدی عذاب کیلئے سامنے کچھ حیثیت نہیں رکھتی بہت سے مدعیان اسلام اس طرف بالکل توجہ نہیں کرتے۔

تعلیم کا اہتمام:

لڑکوں کو قرآن مجید حفظ کرائیں پھر تفسیر حدیث و فقہ کی تعلیم دلائیں اس مقصد کیلئے بڑے بڑے مدارس و مراکز کھلے ہیں انہیں اہل اللہ کی صحبت میں لے جائیں لڑکیوں کو گھروں میں اردو اور قرآن مجید پڑھائیں۔ تھوڑی سی توجہ سے لڑکیاں بھی قرآن مجید حفظ کر لیتی ہیں۔ قرآن مجید کے ساتھ ان کو بہشتی زیور اور دیگر دینی کتابیں پڑھائیں جو معتبر اور صالح علماء کی لکھی ہوئی ہوں اور روزانہ وقت نکال کر سارے گھر والوں کو لیکر بیٹھیں اور زبانی و کتابی تعلیم کا سلسلہ جاری رکھیں اس سے غافل نہ ہوں۔

زبانی تعلیم:

زبانی تعلیم یہ ہے کہ جس کو کلمہ یاد نہ ہو اس کو کلمہ یاد کرائیں۔ جسے نماز یاد نہ ہو اسے نماز سکھائیں' بار بار کہلائیں اور جسے یاد ہو وہ انجام کو حقیر نہ سمجھے نہ اپنی فضیلت جتائے نہ ایسے انداز میں بات کرے جس سے کسی کا دل دکھے۔ آپس میں نماز اور وضو کے فرض سنتوں کا تذکرہ کریں۔ پوچھ گچھ کریں' جسے معلوم نہ ہو بتائیں' دین پر چلنے کی تاکید کریں۔ خدا کا خوف دل میں بٹھائیں حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ و بزرگان دین کے قصے سنائیں۔

کتابی تعلیم:

یہ ہے کہ دینی کتابوں میں سے کوئی کتاب لیکر پڑھی جائے جو معتبر ہو اور اس کا مصنف خدا ترس دیندار ہو اور واقعی عالم ہو' ایک پڑھے اور باقی سب غور و فکر کے ساتھ سنیں اور سنکر عمل شروع کر دیں۔ کتابیں بہت سی چھپ گئی ہیں' ہم چند کتابوں کے نام لکھتے ہیں ان کو منگا کر سنو اور پڑھو اور سب کو سناؤ اور خوب سمجھا دو تو اس کے بعد دوسرا مضمون شروع کرو۔

چند دینی کتابوں کے نام

۱)......نصائح نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ۲)......امت مسلمہ کی مائیںؒ

۳)......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں

۴)......حکایات صحابہؓ ۵)......سیرت خاتم الانبیاء

۶)......تبلیغ دین ۷)......بہترین جہیز

۸)......تعلیم الدین ۹)......فضائل نماز

۱۰)......فضائل تبلیغ ۱۱)......فضائل صدقات (دونوں حصے)

۱۲)......فضائل حج ۱۳)......فضائل قرآن

۱۴)......ذکر الٰہی ۱۵)......حیوۃ المسلمین

۱۶)......آداب المعاشرت ۱۷)......اغلاط العوام

۱۸)......اکرام المسلمین ۱۹)......مرنے کے بعد کیا ہوگا

۲۰)......فضائل رمضان ۲۱)......گناہ بے لذت

۲۲)......دوزخ کا کھٹکا ۲۳)......جنت کی کنجی

۲۴)......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشن گوئیاں

۲۵)......اصلاح الرسوم ۲۶)......مسنون دعائیں

۲۷)......فروع الایمان ۲۸)......معارف الحدیث

۲۹)......کسب حلال اور ادائے حقوق ۳۰)......مسنون دعائیں

۳۱)......جزاء الاعمال ۳۲)......ذکر اللہ

۳۳)......مسلم خواتین کیلئے بیس سبق ۳۴)......اسلامی اخلاق

۳۵)......اسلامی اخلاق ہماری مصیبتوں کے اسباب اور ان کا علاج

۳۶)......آئینہ نماز ۳۷)......فضال علم

۳۸)......قصد السبیل ۳۹)......فضائل ذکر

۴۰)......اسلام کیا ہے؟

اللہ جل شانہ امت محمدیہ پر رحم فرمائے اور دینی سمجھ دے۔ اور اسلامی اخلاق و اداب سے آراستہ ہونے کی فکر نصیب فرمائے۔

اِنَّهٗ عَلٰی كُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ وَ هُوَا الْمُیَسِّرُ لِكُلِّ عَسِیْرٌ.

اہل وعیال کو اللہ سے ڈراتے رہو:

حضرت معاذ بن جبلؓ نے بیان فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دس باتوں کی وصیت فرمائی:

۱)...... اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنا اگر چہ قتل کر دیا جائے اور تجھے جلا دیا جائے۔

۲)...... اور اپنے ماں باپ کی نافرمانی ہرگز نہ کرنا اگر چہ تجھے حکم دیں کہ اپنے گھر والوں کو اور مال و دولت کو چھوڑ کر نکل جا۔

۳)...... فرض نماز ہرگز قصداً نہ چھوڑ کیونکہ جس نے قصداً فرض نماز چھوڑ دی اور اس سے اللہ کا ذمہ بری ہو گیا۔

۴)...... شراب ہرگز مت پی کیونکہ وہ ہر بے حیائی کی جڑ ہے۔

۵)...... گناہ سے بچ کیونکہ گناہ کی وجہ سے اللہ کی ناراضگی نازل ہو جاتی ہے۔

۶)...... میدان جہاد سے مت بھاگ اگر چہ (دوسرے) لوگ (تیرے ساتھی) ہلاک ہو جائیں۔

۷)...... جب لوگوں میں (وبائی موت پھیل جائے اور تو وہاں موجود ہو تو وہاں جم کر رہنا (اس جگہ کو چھوڑ کر مت جانا۔

۸)...... اور جن کا خرچہ تجھ پر لازم ہے (بیوی بچے وغیرہ) ان پر اپنا اچھا مال خرچ کرنا۔

۹)...... اور ان کو ادب سکھانے کے پیش نظر ان سے اپنی لاٹھی ہٹا کر مت رکھنا۔

۱۰)...... اور ان کو (اللہ کے احکام وقوانین) کے بارے میں ڈراتے رہنا۔

(مشکوٰۃ المصابیح: ۱۸ بحوالہ مسند احمد)

اس حدیث میں جن باتوں کی نصیحت فرمائی ہے بہت اہم ہیں وردزبان اورحرز جان بنانے کے قابل ہیں' آب زر سے لکھی جائیں تب بھی ان کا حق ادا نہیں ہوگا۔ ہم نے نصیحت نمبر ۹ اور ۱۰ کے جوڑ سے تعلیم وتربیت کے ذیل میں اس کو لیا ہے ہر مسلمان پر لازم ہے کہ ان نصیحتوں پر عمل کرے۔

پہلی نصیحت ...... اللہ تعالی کیساتھ شرک نہ کر:

یہ فرمائی کہ اللہ تعالی کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنانا' اگر تجھے قتل کر دیا جائے اس میں شرک کی اور مشرک کی مذمت بیان کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ شرک سے اس قدر پرہیز لازم ہے کہ اگر شریک سے پرہیز کرنے کی وجہ سے قتل کیا جانے لگے یا آگ میں ڈالا جانے لگے تب بھی زبان سے شرک کا کوئی کلمہ نہ نکالے اور نہ شرکیہ عمل کرے۔ اس میں افضل اور اعلیٰ مرتبہ اختیار کرنے کی تلقین کی گئی ہے جان جاتی ہے تو چلی جائے لیکن کفرو شریک کا کلمہ کسی بھی دباؤ اور خوف سے نہ ہے اور اس بارے میں کسی بھی طاقت کے سامنے نہ جھکے۔ یہ ایمان کا اونچا مرتبہ ہے اگر چہ اس بات کی بھی اجازت دی گئی ہے کہ جان جانے کا واقعی خطرہ ہوتو صرف زبان سے کفروشریک کا کلمہ کہہ کر جان بچا لئے لیکن دل سے مومن ہی رہے۔ اعتقاد قلبی نہ بدلے

کما قال اللہ تعالی شانہ ﴿الا من اکرہ و قلبہ مطمئن بالایمان﴾

دوسری نصیحت ...... ماں باپ کی نافرمانی نہ کر:

یہ فرمائی کہ اپنے ماں باپ کی نافرمانی نہ کر' یعنی ایسا طریقہ اختیار نہ کرے جس سے ان کو تکلیف پہنچے اولاد پر واجب ہے کہ والدین کی فرمانبرداری کریں وہ جو کچھ کہیں اس کو مانیں (بشرطیکہ گناہ کرنے کو نہ کہیں' کیونکہ گناہ کرنے میں کسی کی فرمانبرداری نہیں) ماں باپ کی بات نہ ماننا ان کو زبان یا ہاتھ سے تکلیف دینا یہ سب حقوق (نافرمانی) میں داخل ہے جس سے حدیث شریف میں سختی سے منع فرمایا ہے۔ حدیث شریف میں یہاں تک فرما دیا کہ اگر ماں باپ یوں کہیں کہ اپنے گھر بار سے نکل جا تب بھی ان کی فرمانبرداری کیلئے

تیار رہنا چاہیے۔ یہ بات الگ ہے کہ ماں باپ خود ہی کوئی ایسا حکم نہ دیں گے جس سے ان کی اپنی اولاد کو یا اولاد کی اولاد کو تکلیف پہنچے یا بیٹے کی بیوی کسی تکلیف میں مبتلا ہو' یا بیٹی کا شوہر کسی مصیبت سے دوچار ہو۔

تیسری نصیحت......نماز ہرگز نہ چھوڑ:

یہ فرمائی کہ فرض نماز ہرگز نہ چھوڑنا کیونکہ جس نے قصداً فرض نماز چھوڑ دی اس سے اللہ تعالیٰ کا ذمہ بری ہو گیا۔ یعنی نماز کی پابندی کرتے ہوئے یہ شخص اللہ کے یہاں باعزت تھا ثواب کا مستحق تھا' امن وامان میں تھا نماز فرض چھوڑنے سے اللہ کی کوئی ذمہ داری نہیں رہی کہ اس کو امن وامان اور عزت سے رکھے اور مصائب دنیا اور عذاب آخرت سے بچائے۔

چوتھی نصیحت......شراب ہرگز نہ پی:

یہ فرمائی کہ شراب ہرگز نہ پی' کیونکہ وہ ہر بے حیائی کی جڑ ہی ہے جس طرح سے نماز ام العبادت ہے یعنی سب عبادتوں کی جڑ ہے جو شخص نماز کی پابند کرتا ہے بہت سے گناہوں سے بچ جاتا ہے اور طرح طرح کی عبادات نماز کی پابندی کی وجہ سے ادا ہوتی رہتی ہیں۔ مثلاً تسبیح' درود' استغفار' تلاوت' نفلیں' دعائیں' یہ سب چیزیں نماز کی برکت سے عمل میں آتی رہتی ہیں اور اس کے علاوہ بہت سی نیکیاں نماز کے جوڑ اور تعلق سے ادا ہو جاتی ہیں بالکل اس کے برعکس شراب ہے جو ام الخبائث ہے یعنی جو شراب پیلے وہ ہر طرح بے ہودگی' بے حیائی' بدمعاشی' اور حیوانیت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ عقل انسان کو برائیوں سے روکتی ہے اور شراب پی کر عقل پر پردہ چھا جاتا ہے جس کی وجہ سے نشہ میں انسان ہر وہ حرکت کر گزرتا ہے جس کی اجازت نہ مذہب دیتا ہے نہ انسانیت دیتی ہے ایک حدیث میں ارشاد ہے:

وَلَا تَشْرَبِ الْخَمْرَ فَاِنَّهَا مِفْتَاحُ كُلِّ شَرٍّ

یعنی شراب نہ پی کیونکہ وہ ہر برائی کی کنجی ہے' سچ فرمایا رحمتہ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم

نے جو قوم شراب پیتی ہیں ان کی حالت نظروں کے سامنے ہے یہ لوگ ہر برے سے برا گندا کام کر گزرتے ہیں۔ جو نام کے مسلمان اس ناپاک چیز کے پینے کو اختیار کر لیتے ہیں وہ بھی یورپ اور امریکہ کے گندے لوگوں کی طرح بے حیائی اور بے شرمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

پانچویں نصیحت ...... گناہ مت کر:

یہ فرمائی کہ گناہ مت کرنا کیونکہ گناہ کی وجہ سے اللہ تعالی کی ناراضگی نازل ہو جاتی ہے جو انسان خداوند قدوس کی فرمانبرداری میں لگا رہے اور گناہوں سے پرہیز کرتا رہے اسے اللہ جل شانہ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے اور اللہ جل شانہ اسے مصائب دنیا اور عذاب آخرت سے بچاتے ہیں اور بندہ نے جیسے ہی گناہ کر لیا بس اللہ تعالی کے غصہ اور نزول عذاب کا مستحق ہو گیا۔ گناہ مصیبت کا سبب ہے اس کی وجہ سے طرح طرح کی وبائیں نازل ہوتی ہیں۔ آج کل ہمارا سارا معاشرہ گناہوں سے بھرا ہوا ہے۔ مرد عورت بوڑھے جوان حاکم ومحکوم امیر غریب سب گناہوں میں لت پت ہیں' خال خال کوئی شخص ہے جس کے گناہ کم ہوں ورنہ سب ہی طرح طرح کے گناہوں میں مبتلا ہیں اور عذاب خداوندی کو ہر وقت دعوت دیتے ہیں اللہ تعالی سمجھ دے۔ اور لطیفہ یہ ہے کہ سب لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ مصیبتیں اور آفتیں زلزلے سیلاب ہماری بداعمالیوں کا نتیجہ ہے لیکن اس اقرار کے باوجود گناہ چھوڑنے کو تیار نہیں مصیبتیں اقرار سے نہیں ٹلیں گی۔

چھٹی نصیحت ...... میدان جہاد سے مت بھاگ:

یہ فرمائی کہ میدان جہاد سے مت بھاگنا' اگرچہ تمہارے ساتھ جہاد میں شریک ہونیوالے ہلاک ہو جائیں۔ میدان جہاد سے بھاگنا گناہ کبیرہ ہے' اللہ تعالیٰ اس سے ہر مسلمان کو محفوظ رکھیں' آج کل تو مسلمانوں نے جہاد شرعی چھوڑ ہی دیا ہے جس کی برکات سے محروم ہیں۔

ساتویں نصیحت ...... طاعون سے مت بھاگ:

یہ فرمائی کہ جب کسی جگہ طاعون وغیرہ کی وجہ سے اموات ہونے لگیں اور تو وہاں موجود ہو' تو وہاں سے مت جانا بلکہ وہاں خوب جم کر ثابت قدم رہنا ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جب تم کو خبر ملے کہ فلاں سرزمین میں طاعون ہے تو وہاں مت جاؤ اور جب کسی سرزمین میں پہلے سے موجود ہو اور وہاں طاعون شروع ہو جائے تو وہاں سے فرار ہونے کی نیت سے مت نکلو۔ (بخاری ومسلم)

یہ نصیحت بہت سی حکمتوں اور فائدوں پر مبنی ہے علماء نے بتایا کہ جو لوگ وبائی مرض میں مبتلا نہ ہوں' صحیح سالم ہوں' اگر یہ لوگ وہاں سے چلے جائیں تو مرنے والوں کی نعشیں یوں ہی پڑی رہیں گی اور ان کے کفن دفن کا کوئی انتظام نہ ہو سکے گا۔ اس لئے حاضرین کو حکم دیا کہ وہاں آ کر رہیں اور اللہ جل شانہ کی قضاء وقدر پر راضی رہیں اگر مرنا ہے تو دوسری جگہ جا کر بھی مر جائیں گے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی جگہ طاعون شروع ہو جانے کی صورت میں اگر کوئی شخص اپنے اسی شہر میں صبر کرتے ہوئے اور ثواب سمجھتے ہوئے اور یہ یقین کرتے ہوئے ٹھہرا رہے کہ اسے اس کے علاوہ کوئی تکلیف نہیں پہنچ سکتی جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے لکھ دی ہے تو اس کو ایک شہید کا ثواب ملے گا۔ (بخاری)

اور یہ جو فرمایا ''جس جگہ کے بارے میں معلوم ہو کہ وہاں طاعون ہے اس جگہ مت جاؤ'' اس میں ایک حکمت یہ ہے کہ اگر یہ شخص وہاں جا کر طاعون میں مبتلا ہو گیا تو یہ خیال آئے گا کہ یہاں نہ آتا تو اس تکلیف میں مبتلا نہ ہوتا' ایسا خیال کرنے سے عقیدہ توحید میں کمزوری آئیگی۔ اس کے علاوہ اور بھی حکمتیں ہیں۔

آٹھویں نصیحت ...... اپنے اہل وعیال پر خرچ کر:

یہ فرمائی کہ اپنے اہل وعیال پر اپنا عمدہ مال خرچ کرنا .... اور

نویں نصیحت ...... اہل وعیال کو ادب سکھلا:

یہ فرمائی کہ ان کو ادب سکھاتا رہ اور اس بارے میں غافل نہ ہو لاٹھی اٹھا کر مت رکھ دے بلکہ تنبیہ کرتا رہ اور

دسویں نصیحت ...... اہل وعیال کو اللہ سے ڈرا:

یہ فرمائی کہ اہل وعیال کو اللہ تعالیٰ (کے احکام) کے بارے میں ڈراتا رہ۔

یہ آخری تین نصیحتیں اہل وعیال کی پرورش اور ان کی دینی نگہداشت سے متعلق ہیں مطلب یہ ہے کہ اہل وعیال پر خرچ کرنے میں کنجوسی نہ کرو' ان پر اپنا عمدہ مال خرچ کرتے رہو ان کو اللہ تعالیٰ شانہ کی رحمتوں سے محروم مت رکھو' تاکہ دوسروں کی طرف ان کی نظر نہ کی جائے' لیکن اس جسمانی پرورش اور دنیاوی دادودہش کے ساتھ ان کے دین کی بھی فکر رکھو' یعنی ان کو ادب سکھاؤ اور یہ بتاؤ کہ خالق تعالیٰ شانہ کے کیا احکام ہیں جن کو بجا لائیں اور مخلوق کے ساتھ صحیح طریقہ پر کس طرح زندگی گزاریں۔

یہ جو فرمایا کہ ''لاٹھی اٹھا کر مت رکھ دو'' اس کا مطلب یہ ہے کہ اہل وعیال کی تعلیم اور تادیب کے سلسلے میں ہرگز کوتاہی نہ کرو اور ان کو یہ نہ سمجھنے دو کہ والد کو ہماری دینداری کی زیادہ فکر نہیں ہے' دین پر ڈالنے اور دیندار بنانے کے لئے ان پر سختی کرو اور پوری طرح ان کے اعمال اور احوال کی نگرانی کرتے رہو' ڈانٹ اور مارپیٹ سے بھی ضرورت کے وقت دریغ نہ کرو' ہر وقت ڈنڈا تیار رکھو' تاکہ دین سے غافل نہ ہو جائیں' یہ مطلب نہیں ہے کہ مارپیٹ ہی سے کام چلاؤ اور رات دن مارپیٹ کرو' بلکہ مطلب یہ ہے کہ تمہاری جانب سے وہ وہ ڈھیلا پن محسوس نہ کریں' وہ یہی سمجھتے رہیں کہ دینی کاموں میں کوتاہی کی تو مار پڑے گی' ساتھ ہی حکمت وموعظت کو ہاتھ سے نہ جانے دو' دنیا کا فانی ہونا اور آخرت کا باقی رہنا سمجھاؤ اور یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ خالق اور مالک ہے' اس کی معرفت ضروری ہے اس کی اطاعت اور فرمانبرداری سے دنیا وآخرت سنورتی ہے وہ رحیم وکریم ہے اور شدید العقاب بھی ہے۔ اس سے امید رکھیں اور ڈرتے بھی رہیں اللہ کی بے انتہا رحمت ہمیں کس

کس طرح سے اپنے دامن میں لئے ہوئے ہیں ان کو سمجھائیں ور اللہ کی پکڑ کا بھی احساس دلائیں جب اس طریقہ پر بچوں کی تعلیم اور تربیت ہوگی تو انشاء اللہ تعالیٰ وہ دیندار ہوں گے اور اللہ جل شانہ کے فرمانبردار ہوں گے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو دل و جان سے محبوب رکھیں گے اور اشادات پر عمل پیرا ہوں گے اور ماں باپ کے بھی خدمت گزار اور اطاعت شعار ہوں گے۔

تجربہ شاہد ہے کہ ماں باپ کی طرف سے غفلت برتنے والا جب بھی کوئی شخص دینداروں کی صحبت میں آجاتا ہے اور آخرت کی فکر مندی کا سبق سیکھنے لگتا ہے تو ماں باپ کے حقوق کی طرف بھی متوجہ ہو جاتا ہے۔ آج کل کے لوگوں کا یہ طریقہ ہے کہ اولاد کو دیندار بنانے کو عیب سمجھتے ہیں پیدائش کے دن ہی سے ان کے لئے کافروں کی وضع اور کافروں کا لباس اور کافروں کے طور طریق پسند کرتے ہیں۔ قرآن و حدیث اور اور اسلامی احکام و آداب پڑھانے کے بجائے دوسری چیزیں پڑھواتے ہیں اور دینداری سے دور رکھتے ہیں تو سن شعور کو پہنچ کر وہ نہ خدا کو پہچانتے ہیں نہ رسول کو جانتے ہیں نہ ماں باپ کی کوئی حیثیت سمجھتے ہیں' ان فیشن کے پرستاروں کے نزدیک ماں باپ کی حیثیت گھر کے بوڑھے ملازم سے بھی کم ہوتی ہے اس میں بہت بڑا قصور ماں باپ کا ہے' جنہوں نے اولاد کو فسق و فجور کے راستے پر ڈالا اور اسلام سے جاہل رکھا اور اب اولاد برتاؤ کرتی ہے تو شکایت کیا ہے۔

خود کردہ را علاجے نیست:

جو اولاد دینی تقاضوں سے بے خبر ہوتی ہے ماں باپ کے حقوق سے بھی واقف ہوتی ہے وہ نہ زندگی میں ماں باپ کا اکرام و احترام کرتی ہے نہ موت کے بعد ان کے لئے استغفار کرتی ہے نہ ان کے نام کا صدقہ دیتی ہے ان کے لئے دعا کرتی ہے جن والدین نے اولاد کے دین اور آخرت کا ناس کر دیا ان کو اولاد سے نہ زندگی میں کچھ امید رکھنا چاہیے نہ موت کے بعد دعا اور صدقہ کا منتظر رہنا چاہیے جس کو دعا اور صدقہ و استغفار کی اہمیت اور ضرورت ہی نہیں بتائی گئی وہ کیوں صدقہ دے اور کیسے دعا کرے۔

(۴)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یأیھا الذین آمنوا قو أنفسکم و أھلیکم نارا .(التحریم)

اولاد کی تربیت

کی اہمیت وضرورت

شیخ الاسلام، شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی

جامعہ دارالعلوم کراچی

اولاد کی تربیت کی ضرورت واہمیت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ "يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَا اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ". (سورۃ التحریم : ۶)

آمَنْتُ بِاللّٰهِ صَدَقَ اللّٰهُ مَوْلَانَا الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ وَنَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ لَمِنَ الشَّاهِدِيْنَ

اس باب میں یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ انسان کے ذمہ صرف خود اپنی اصلاح ہی واجب نہیں ہے بلکہ اپنے گھر والوں ۔ بیوی بچوں اور اپنے ماتحت جتنے بھی افراد ہیں ان کی اصلاح کرنا ان کو دین کی طرف لانے کی کوشش کرنا ،ان کو فرائض وواجبات کی ادائیگی کی تاکید کرنا اور گناہوں سے اجتناب کی تاکید کرنا بھی انسان کے ذمہ فرض ہے۔

خطاب کا پہلا عنوان:

"يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَا اَمَرَهُمْ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ". (سورۃ التحریم:۶)

یہ آیت اس باب کا بنیادی عنوان ہے، اس آیت میں اللہ نے تمام مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا : یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا ...... یعنی اے ایمان والو!

آپ نے دیکھا ہوگا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے خطاب کرنے کے لئے جگہ جگہ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں، ہمارے حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب قدس اللہ سرہ فرمایا کرتے تھے کہ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا کا عنوان جو اللہ تعالیٰ خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ یہ بڑا پیارا عنوان ہے' یعنی اے ایمان والو' اے وہ لوگو جو ایمان لائے' اس خطاب میں بڑا پیار ہے' اس لئے کہ خطاب کا ایک طریقہ یہ ہے کہ مخاطب کا نام لے کر خطاب کیا جائے' اے فلاں اور خطاب کا دوسرا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ مخاطب کو اس رشتے کا حوالہ دے کر خطاب کیا جائے جو خطاب کرنے والے کا اس سے قائم ہے۔ مثلاً ایک باپ اپنے بیٹے کو بلائے تو اس کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ اس بیٹے کا نام لے کر پکارے کہ اے فلاں اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اس کو ''بیٹا'' کہہ کر پکارے اے بیٹے' ظاہر ہے کہ بیٹا کہہ کر پکارنے میں جو پیار' جو شفقت اور جو محبت ہے اور سننے کے لئے جو اس میں لطف ہے وہ پیار اور لطف نام لے کر پکارنے میں نہیں ہے۔

لفظ ''بیٹا'' ایک شفقت بھرا خطاب :

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی قدس اللہ سرہ' اتنے بڑے عالم اور فقیہ تھے، ہم نے تو ان کو اس وقت دیکھا تھا جب پاکستان میں تو کیا ساری دنیا میں علم وفضل کے اعتبار سے ان کا ثانی نہیں تھا، ساری دنیا میں ان کے علم وفضل کا لوہا مانا جاتا تھا' کوئی ان کو ''شیخ الاسلام'' کہہ کر مخاطب کرتا' کوئی ان کو ''علامہ'' کہہ کر مخاطب کرتا بڑے تعظیمی القاب ان کے لئے استعمال کئے جاتے تھے' کبھی کبھی وہ ہمارے گھر تشریف لاتے تھے' اس وقت ہماری دادی بقید حیات تھیں، ہماری دادی صاحبہ رشتے میں حضرت علامہ کی ممانی لگتی تھیں، اس لئے وہ ان کو ''بیٹا'' کہہ کر پکارتی تھیں اور ان کو دعا دیتی تھیں کہ ''بیٹا! جیتے رہو'' جب ہم ان کے منہ سے یہ الفاظ اتنے بڑے علامہ کے لئے سنتے، جنہیں دنیا ''شیخ الاسلام'' کے لقب سے پکار رہی تھی تو اس وقت ہمیں بڑا اچھا معلوم ہوتا تھا، لیکن علامہ عثمانی'' فرمایا

کرتے تھے کہ میں حضرت مفتی صاحب (مفتی محمد شفیع صاحبؒ) کے گھر میں دو مقصد سے آتا ہوں۔

ایک یہ کہ حضرت مفتی صاحب سے ملاقات، دوسرا یہ ہے کہ اس وقت روئے زمین پر مجھے ''بیٹا'' کہنے والا سوائے ان خاتون کے کوئی اور نہیں ہے، صرف یہ خاتون مجھے بیٹا کہہ کر پکارتی ہیں، اس لئے میں بیٹا کا لفظ سننے کے لئے آتا ہوں، اس کے سننے میں جو لطف اور پیار محسوس ہوتا ہے وہ مجھے کوئی اور لقب سننے میں محسوس نہیں ہوتا۔

حقیقت یہ ہے کہ اس کی قدر اس شخص کو ہوتی ہے جو اس کہنے والے کے جذبے سے آشنا ہو، وہ اس کو جانتا ہے کہ مجھے یہ جو ''بیٹا'' کہہ کر پکارا جارہا ہے، یہ کتنی بڑی نعمت ہے ایک وقت ایسا آتا ہے جب انسان یہ لفظ سننے کو ترس جاتا ہے،

چنانچہ حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب قدس سرہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کا خطاب کرکے اس رشتے کا حوالہ دیتے ہیں، جو ہر صاحب ایمان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے، یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی باپ اپنے بیٹے کو ''بیٹا'' کہہ کر پکارے، اور اس لفظ کو استعمال کرنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ آگے جو بات باپ کہہ رہا ہے وہ شفقت، محبت اور خیر خواہی سے بھری ہوئی ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی قرآن کریم میں جگہ جگہ ان الفاظ سے مسلمانوں کو خطاب فرمارہے ہیں۔ انہی جگہوں میں سے ایک جگہ یہ ہے۔ چنانچہ فرمایا:

" یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَیْهَا مَلٰٓىٕكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ ". (سورۃ التحریم : ٦)

''اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو بھی آگ سے بچاؤ' وہ آگ کیسی ہے؟ آگے اس آگ کی صفت بیان فرمائی کہ اس آگ کا ایندھن لکڑیاں اور کوئلے نہیں ہے، بلکہ اس آگ کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے، اور اس آگ کے اوپر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے فرشتے مقرر ہیں جو بڑے غلیظ اور تند خو ہیں سخت مزاج ہیں، اور اللہ تعالیٰ ان کو جس بات کا حکم دیتے ہیں وہ اس حکم کی کبھی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کام کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔''

ذاتی عمل نجات کے لئے کافی نہیں :

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ یہ بات صرف یہاں تک ختم نہیں ہوتی کہ بس اپنے آپ کو آگ سے بچا کر بیٹھ جاؤ، اس سے مطمئن ہو جاؤ کہ بس میرا کام ختم ہو گیا، بلکہ اپنے اہل و عیال کو بھی آگ سے بچانا ضروری ہے۔ آج یہ منظر بکثرت نظر آتا ہے کہ آدمی اپنی ذات میں بڑا دیندار ہے، نماز کا اہتمام ہے صف اول میں حاضر ہو رہا ہے، روزے رکھ رہا ہے، زکوۃ ادا کر رہا ہے، اللہ کے راستے میں مال خرچ کر رہا ہے، اور جتنے اوامر و نواہی ہیں ان پر عمل کرنے کی کوشش کر رہا ہے لیکن اس کے گھر کو دیکھو، اس کی اولاد کو دیکھو، بیوی بچوں کو دیکھو تو ان میں اور اس میں زمین آسمان کا فرق ہے، یہ کہیں جا رہا ہے، وہ کہیں جا رہے ہیں اس کا رخ مشرق کی طرف ہے، ان کا رخ مغرب کی طرف ہے، ان میں نہ نماز کی فکر ہے نہ فرائض دینیہ کو بجالانے کا احساس ہے، اور نہ گناہوں کو گناہ سمجھنے کی فکر ہے، بس: گناہوں کے سیلاب میں بیوی بچے بہہ رہے ہیں اور یہ صاحب اس پر مطمئن ہیں کہ میں صف اول میں حاضر ہوتا ہوں اور باجماعت نماز ادا کرتا ہوں، خوب سمجھ لیں۔ جب اپنے گھر والوں کو عذاب سے بچانے کی فکر نہ ہو، خود انسان کی اپنی نجات نہیں ہو سکتی، انسان یہ کہہ کر جان نہیں بچا سکتا کہ میں تو خود اپنے عمل کا مالک تھا، اگر اولاد دوسری طرف جا رہی تھی تو میں کیا کرتا، اس لئے ان کو بچانا بھی تمہارے فرائض میں شامل تھا، جب تم نے اس میں کوتاہی کی تو اب آخرت میں تم سے مواخذہ ہوگا۔

اگر اولاد نہ مانے تو!

اس آیت میں قرآن کریم میں فرمایا کہ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ، درحقیقت اس میں ایک شبہ کے جواب کی طرف اشارہ فرمایا جو شبہ عام طور پر ہمارے دلوں میں پیدا ہوتا ہے وہ شبہ یہ ہے کہ آج جب لوگوں سے یہ کہا جاتا ہے کہ اپنی اولاد کو بھی دین کی تعلیم دو، کچھ دین کی باتیں ان کو سکھاؤ، ان کو دین کی طرف لاؤ، گناہوں سے بچانے کی فکر کرو، تو اس کے جواب میں عام طور پر بکثرت لوگ یہ کہتے ہیں

کہ ہم نے اولاد کو دین کی طرف لانے کی بڑی کوشش کی، مگر کیا کریں کہ ماحول اور معاشرہ اتنا خراب ہے کہ بیوی بچوں کو بہت سمجھایا مگر وہ مانتے نہیں ہیں اور زمانے کی خرابی سے متاثر ہو کر انہوں نے دوسرا راستہ اختیار کرلیا اور اس راستے پر جا رہے ہیں اور راستہ بدلنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اب ان کا عمل ان کے ساتھ ہے ہمارا عمل ہمارے ساتھ ہے، اب ہم کیا کریں۔ اور دلیل میں یہ پیش کرتے ہیں کہ حضرت نوحؑ کا بیٹا بھی تو آخر کافر رہا اور حضرت نوحؑ اس کو طوفان سے نہ بچا سکے، اسی طرح ہم نے کوشش کرلی ہے وہ نہیں مانتے تو ہم کیا کریں؟

دنیاوی آگ سے کس طرح بچاتے ہو؟

چنانچہ قرآن کریم نے اس آیت میں ''آگ'' کا لفظ استعمال کر کے اس اشکال اور شبہ کا جواب دیا ہے۔ وہ یہ کہ بات ویسے اصولی طور پر تو ٹھیک ہے کہ اگر ماں باپ نے اولاد کو بے دینی سے بچانے کی اپنی طرف سے پوری کوشش کرلی ہے تو انشاء اللہ ماں باپ پھر بری الذمہ ہو جائیں گے اور اولاد کے کئے کا وبال اولاد پر پڑے گا۔ لیکن دیکھنا یہ کہ ماں باپ نے اولاد کو بے دینی سے بچانے کی کوشش کس حد تک کی ہے؟ اور کس درجے تک کی ہے؟ قرآن کریم نے ''آگ'' کا لفظ استعمال کر کے اس بات کی طرف اشارہ کردیا کہ ماں باپ کو اپنی اولاد کو گناہوں سے اس طرح بچانا چاہئے جس طرح ان کو آگ سے بچاتے ہیں۔

فرض کریں کہ ایک بہت بڑی خطرناک آگ سلگ رہی ہے، جس آگ کے بارے میں یقین ہے کہ اگر کوئی شخص اس آگ کے اندر داخل ہو گیا تو زندہ نہیں بچے گا اب آپ کا نادان بچہ اس آگ کو خوش منظر اور خوبصورت سمجھ کر اس کی طرف بڑھ رہا ہے، اب بتاؤ تم اس وقت کیا کرو گے؟ کیا تم اس پر اکتفا کرو گے کہ دور سے بیٹھ کر اپنے بچے کو نصیحت کرنا شروع کردو کہ بیٹا! اس آگ میں مت جانا۔ یہ بڑی خطرناک چیز ہوتی ہے۔ اگر جاؤ گے تو تم جل جاؤ گے اور مر جاؤ گے؟ کیا کوئی ماں باپ صرف زبانی نصیحت پر اکتفاء کرے گا؟ اور اس نصیحت کے باوجود اگر بچہ آگ میں چلا جائے تو کیا وہ ماں باپ یہ کہہ کر بری الذمہ

ہو جائیں گے کہ ہم نے تو اسے سمجھا دیا تھا۔ اپنا فرض ادا کر دیا تھا اس نے نہیں مانا اور خود ہی اپنی مرضی سے آگ میں کود گیا تو میں کیا کروں؟ دنیا میں کوئی ماں باپ ایسا نہیں کریں گے اگر وہ اس بچے کے حقیقی ماں باپ ہیں تو اس بچے کو آگ کی طرف بڑھتا ہوا دیکھ کر ان کی نیند حرام ہو جائے گی۔ ان کی زندگی حرام ہو جائے گی اور جب تک اس بچے کو گود میں اٹھا کر اس کو آگ سے دور نہیں لے جائیں گے، اس وقت تک ان کو چین نہیں آئے گا۔ اللہ تعالیٰ یہ فرما رہے ہیں کہ جب تم اپنے بچے کو دنیا کی معمولی سی آگ سے بچانے کے لئے صرف زبانی جمع خرچ پر اکتفا نہیں کرتے تو جہنم کی وہ آگ جس کی حد وانتہا نہیں اور جس کا دنیا میں تصور نہیں کیا جا سکتا۔ اس آگ سے بچے کو بچانے کے لئے زبانی جمع خرچ کو کیوں کافی سمجھتے ہو؟ لہٰذا یہ سمجھنا کہ ہم نے انہیں سمجھا کر اپنا فریضہ ادا کر لیا، یہ بات آسانی سے کہنے کی نہیں ہے

آج دین کے علاوہ ہر چیز کی فکر ہے:

حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کی جو مثال دی جاتی ہے کہ ان کا بیٹا کافر رہا، وہ اس کو آگ سے نہیں بچا سکے یہ بات درست نہیں اس لئے کہ یہ بھی تو دیکھو کہ انہوں نے اس کو راہ راست پر لانے کی نو سو سال تک لگا تار کوشش کی، اس کے باوجود جب راہ راست پر نہیں آیا تو اب ان کے اوپر کوئی مطالبہ اور کوئی مواخذہ نہیں۔ لیکن ہمارا حال یہ ہے کہ ایک دو مرتبہ کہا اور پھر فارغ ہو کر بیٹھ گئے کہ ہم نے تو کہہ دیا، حالانکہ ہونا یہ چاہئے کہ ان کو گناہوں سے اس طرح بچاؤ جس طرح ان کو حقیقی آگ سے بچاتے ہو، اگر اس طرح نہیں بچاتے رہے ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ فریضہ ادا نہیں ہو رہا ہے۔ آج تو یہ نظر آ رہا ہے کہ اولاد کے بارے میں ہر چیز کی فکر ہے، مثلاً یہ تو فکر ہے کہ بچے کی تعلیم اچھی ہو، اس کا کیریئر اچھا بنے یہ فکر ہے کہ معاشرے میں اس کا مقام اچھا ہو، یہ فکر تو ہے کہ اس کے کھانے پینے اور پہننے کا انتظام اچھا ہو جائے، لیکن دین کی فکر نہیں۔

تھوڑا سا بے دین ہو گیا ہے:

ہمارے ایک جاننے والے تھے، جو اچھے خاصے پڑھے لکھے تھے۔ دیندار اور تہجد گزار

تھے ان کے لڑکے نے جدید انگریزی تعلیم حاصل کی، جس کے نتیجے میں اس کو کہیں اچھی ملازمت مل گئی ایک دن وہ بڑی خوشی کے ساتھ بتانے لگے کہ ماشاء اللہ ہمارے بیٹے نے اتنا پڑھ لیا، اب ان کو ملازمت مل گئی اور معاشرے میں اس کو بڑا مقام حاصل ہو گیا، البتہ تھوڑا سا بے دین تو ہو گیا، لیکن معاشرے میں اس کا کیریئر بڑا شاندار بن گیا ہے۔ اب اندازہ لگائیے کہ ان صاحب نے اس بات کو اس طرح بیان کیا کہ ''وہ بچہ ذرا سا بے دین تو ہو گیا۔ مگر اس کا کیریئر بڑا شاندار بن گیا'' معلوم ہوا کہ بے دین ہونا کوئی بڑی بات نہیں ہے، بس ذرا سی گڑبڑ ہو گئی ہے، حالانکہ وہ صاحب خود بڑے دیندار اور تہجد گزار تھے۔

''جان'' تو نکل گئی ہے:

ہمارے والد ماجد حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس اللہ سرہ ایک واقعہ سنایا کرتے تھے کہ ایک شخص کا انتقال ہو گیا، لیکن لوگ اس کو زندہ سمجھ رہے تھے، چنانچہ لوگوں نے ڈاکٹر کو بلایا تاکہ اس کا معائنہ کرے کہ اس کو کیا بیماری ہے؟ یہ کوئی حرکت کیوں نہیں کر رہا ہے؟ چنانچہ ڈاکٹر صاحب نے معائنہ کرنے کے بعد بتایا کہ یہ بالکل ٹھیک ٹھاک آدمی ہے۔ سر سے لے کر پاؤں تک تمام اعضاء ٹھیک ہیں۔ بس ذرا سی جان نکل گئی ہے۔

بالکل اسی طرح ان صاحب نے اپنے بیٹے کے بارے میں کہا کہ ''ماشاء اللہ اس کا کیریئر تو بڑا شاندار بن گیا ہے، بس ذرا سا بے دین ہو گیا ہے'' گویا کہ ''بے دین'' ہونا کوئی ایسی بات نہیں جس سے بڑا نقص پیدا ہوتا ہو۔

نئی نسل کی حالت:

آج ہمارا یہ حال ہے کہ ہر چیز کی فکر ہے، مگر دین کی طرف توجہ نہیں، بھائی اگر یہ دین اتنی ہی ناقابل توجہ چیز تھی تو پھر آپ نے نماز پڑھنے کی اور تہجد گزاری کی اور مسجدوں میں جانے کی تکلیف کیوں فرمائی؟ آپ نے بھی اپنے بیٹے کی طرح اپنا کیریئر بنا لیا ہوتا۔ شروع سے اس بات کی فکر نہیں کہ بچے کو دین کی تعلیم سکھائی جائے آج یہ حال ہے کہ پیدا ہوتے ہی بچے کو ایسی نرسری میں بھیج دیا جاتا ہے جہاں اس کو کتا بلی تو سکھایا جاتا ہے لیکن

اللہ کا نام نہیں سکھایا جاتا، دین کی باتیں نہیں سکھائی جاتیں۔ اس وقت وہ نسل تیار ہوکر ہمارے سامنے آچکی ہے اور اس نے زمام اقتدار سنبھال لی ہے۔ زندگی کی باگ دوڑ اس کے ہاتھ میں آچکی ہے، جس نے پیدا ہوتے ہی اسکول کالج کی طرف رخ کیا اور ان کے اندر ناظرہ قرآن شریف پڑھنے کی بھی اہلیت موجود نہیں، نماز پڑھنا نہیں آتا۔ اگر اس وقت پورے معاشرے کا جائزہ لے کر دیکھا جائے تو شاید اکثریت ایسے لوگوں کی ملے جو قرآن شریف ناظرہ نہیں پڑھ سکتے، جنہیں نماز صحیح طریقے سے پڑھنا نہیں آتی۔ وجہ اس کی یہ کہ بچے کے پیدا ہوتے ہی ماں باپ نے یہ فکر تو کی کہ اس کو کون سے انگلش میڈیم اسکول میں داخل کیا جائے لیکن دین کی تعلیم کی طرف دھیان اور فکر نہیں۔

آج اولاد ماں باپ کے سر پر سوار ہے:

یاد رکھو، اللہ تبارک وتعالی کی ایک سنت ہے جو حدیث شریف میں بیان کی گئی ہے، کہ جو شخص کسی مخلوق کو راضی کرنے کے لئے اللہ کو ناراض کرے تو اللہ تعالی اسی مخلوق کو اس پر مسلط فرمادیتے ہیں، مثلاً ایک شخص نے ایک مخلوق کو راضی کرنے کے لئے گناہ کیا اور گناہ کر کے اللہ تعالی کو ناراض کیا تو بالاخر اللہ تعالی اسی مخلوق کو اس پر مسلط فرمادیتے ہیں، تجربہ کر کے دیکھو۔

آج ہماری صورت حال یہ ہے کہ اپنی اولاد اور بچوں کو راضی کرنے کی خاطر یہ سوچتے ہیں کہ ان کا کیریئر اچھا ہو جائے، ان کی آمدنی اچھی ہو جائے اور معاشرے میں ان کا ایک مقام بن جائے۔ ان تمام کاموں کی وجہ سے ان کو دین نہ سکھا کر اللہ تعالی کو ناراض کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہی اولاد جس کو راضی کرنے کی فکر تھی۔ وہی اولاد ماں باپ کے سر پر مسلط ہو جاتی ہے آج آپ خود معاشرے کے اندر دیکھ لیں کہ کس طرح اولاد اپنے ماں باپ کی نافرمانی کر رہی ہے اور ماں باپ کے لیے عذاب بنی ہوئی ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ ماں باپ نے ان کو صرف اس لئے بے دینی کے ماحول میں بھیج دیا تاکہ ان کو اچھا کھانا پینا میسر آجائے اور اچھی ملازمت مل جائے اور ان کو ایسے بے دینی کے ماحول میں آزاد چھوڑ دیا جس میں ماں باپ کی عزت اور عظمت کا کوئی خانہ نہیں ہے جس میں ماں

باپ کے حکم کی اطاعت کا بھی کوئی خانہ نہیں ہے وہ اگر کل کو اپنی نفسانی خواہشات کے مطابق فیصلے کرتا ہے تو اب ماں باپ بیٹھے رو رہے ہیں کہ ہم نے تو اس مقصد کے لئے تعلیم دلائی تھی مگر اس نے یہ کرلیا۔ ارے بات اصل میں یہ ہے تم نے اس کو ایسے راستے پر چلایا جس کے نتیجے میں وہ تمہارے سروں پر مسلط ہو تم ان کو جس قسم کی تعلیم دلوا رہے ہو اور جس راستے پر لے جا رہے ہو اس تعلیم کی تہذیب تو یہ ہے کہ جب ماں باپ بوڑھے ہو جائیں تو اب وہ گھر میں رکھنے کے لائق نہیں ان کو نرسنگ ہوم میں داخل کر دیا جاتا ہے اور پھر صاجزادے پلٹ کر بھی نہیں دیکھتے کہ وہاں ماں باپ کس حال میں ہیں اور کس چیز کی ان کو ضرورت ہے۔

باپ ''نرسنگ ہوم'' میں:

مغربی ممالک کے بارے میں تو ایسے واقعات بہت سنتے تھے کہ بوڑھا باپ ''نرسنگ ہوم'' میں پڑا ہوا ہے، وہاں اس کے باپ کا انتقال ہو گیا، وہاں کے منیجر نے صاجزادے کو فون کیا کہ جناب آپ کے والد صاحب کا انتقال ہو گیا ہے، تو جواب میں صاجزادے نے کہا کہ مجھے بڑا افسوس ہے کہ ان کا انتقال ہو گیا ہے، اب آپ براہ کرم ان کی تجہیز و تکفین کا انتظام کر دیں۔ اور براہ کرم بل مجھے بھیج دیجئے میں بل کی ادائیگی کر دوں گا وہاں کے بارے میں تو یہ بات سنی تھی۔ لیکن ابھی چند روز پہلے مجھے ایک صاحب نے بتایا کہ یہاں کراچی میں بھی ایک ''نرسنگ ہوم'' قائم ہو گیا ہے۔ جہاں بوڑھوں کی رہائش کا انتظام ہے، اس میں بھی یہی واقعہ پیش آیا کہ ایک صاحب کا وہاں انتقال ہو گیا۔ اس کے بیٹے کو اطلاع دی گئی، بیٹے صاحب نے پہلے تو آنے کا وعدہ کرلیا۔ لیکن بعد میں معذرت کرتے ہوئے کہا کہ مجھے تو اس وقت فلاں میٹنگ میں جانا ہے۔ اس لئے آپ ہی اس کے کفن دفن کا بندوبست کر دیں، میں نہیں آسکوں گا۔ یہ وہ اولاد ہے جس کو راضی کرنے کی خاطر تم نے خدا کو ناراض کیا، اس لئے اب وہ تمہارے اوپر مسلط کر دی گئی۔ جیسا کہ حدیث میں صراحتاً موجود ہے کہ جس مخلوق کو راضی کرنے کے لئے خدا کو ناراض کرو گے اللہ تعالیٰ اس مخلوق کو تمہارے اوپر مسلط کر دیں گے۔

جیسا کرو گے ویسا بھرو گے:

جب وہ اولاد سر پر مسلط ہو گئی تو اب ماں باپ بیٹھے رو رہے ہیں کہ اولاد دوسرے راستے پر جا رہی ہے ارے جب تم نے شروع ہی سے اس کو ایسے راستے پر ڈالا۔ جس کے ذریعے اس کا ذہن بدل جائے، اس کا خیال بدل جائے اس کی سوچ بدل جائے، تو اس کا انجام یہی ہونا تھا۔

اندرون قعر دریا تختہ بندم کردہ ای ☆ بازی گوئی کہ دامن ترمکن ہوشیار باش

پہلے میرے ہاتھ پاؤں باندھ کر مجھے سمندر کے اندر ڈبو دیا۔ اس کے بعد کہتے ہو کہ ہوشیار! دامن تر مت کرنا، بھائی: اگر تم نے پہلے اس کو کچھ قرآن شریف پڑھایا ہوتا، اس کو کچھ حدیث نبوی سکھائی ہوتی، وہ حدیث سکھائی ہوتی جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آدمی دنیا سے جب چلا جاتا ہے تو تین چیزیں اس کے لئے کار آمد ہوتی ہیں، ایک علم ہے جسے وہ چھوڑ گیا جس سے لوگ نفع اٹھا رہے ہیں۔ مثلا کوئی آدمی کوئی کتاب تصنیف کر گیا اور لوگ اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں یا کوئی آدمی علم دین پڑھاتا تھا۔ اب اس کے شاگرد آگے پڑھا رہے ہیں، اس سے مرنے والے شخص کو بھی فائدہ پہنچتا رہتا ہے۔ یا کوئی صدقہ جاریہ چھوڑ گیا۔ مثلا کوئی مسجد بنادی، کوئی مدرسہ بنادیا۔ کوئی شفاخانہ بنادیا۔ کوئی کنواں بنادیا اور لوگ اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں ایسے عمل کا ثواب مونے کے بعد بھی جاری رہتا ہے۔ اور تیسری چیز نیک اولاد ہے جو وہ چھوڑ گیا۔ وہ اس کے حق میں دعائیں کریں۔ تو اس کا عمل مرنے کے بعد بھی جاری رہتا ہے کیونکہ ماں باپ کی تربیت کے نتیجے میں اولاد جو کچھ کر رہی ہے وہ سب باپ کے نامہ اعمال لکھا جا رہا ہے۔ اگر یہ حدیث پڑھائی ہوتی تو آج باپ کا یہ انجام نہ ہوتا۔ لیکن چونکہ اس راستے پر چلایا ہی نہیں۔ اس لئے یہ انجام بد آنکھوں کے سامنے ہے۔

حضرات انبیاء اور اولاد کی فکر:

بھائی اولاد کو دین کی طرف لانے کی فکر اتنی ہی لازمی ہے جتنی اپنی اصلاح کی فکر لازم

ہے، اولاد کو صرف زبانی سمجھانا کافی نہیں۔ جب تک اس کی فکر اس کی تڑپ اسی طرح نہ ہو جس طرح اگر دھکتی ہوئی آگ کی طرف بچہ بڑھ رہا ہو اور آپ اس کو لپک کر جب تک اٹھا نہیں لیں گے اس وقت تک آپ کو چین نہیں آئے گا اسی طرح کی تڑپ یہاں بھی ہونی ضروری ہے۔ پورا قرآن کریم اس حکم کی تائید سے بھرا ہوا ہے، چنانچہ انبیاء علیہم السلام کے واقعات کا ذکر فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

وَكَانَ يَأْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ . (سورہ مریم)

''یعنی حضرت اسمٰعیلؑ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوۃ کا حکم دیا کرتے تھے'' حضرت یعقوبؑ کے بارے میں فرمایا کہ جب ان کا انتقال ہونے لگا تو اپنی ساری اولاد اور بیٹوں کو جمع کیا۔ کوئی شخص اپنی اولاد کو اس فکر کے لئے جمع کرتا ہے کہ میرے مرنے کے بعد تمہارا کیا ہوگا ؟ کس طرح کماؤ گے ؟ لیکن حضرت یعقوبؑ اپنی اولاد کو جمع کر رہے ہیں اور یہ پوچھ رہے ہیں کہ بتاؤ! میرے مرنے کے بعد تم کس کی عبادت کرو گے ؟ ان کو اگر فکر ہے تو عبادت کی فکر ہے۔ بس اپنی اولاد اپنے اہل وعیال کے بارے میں اس فکر کو پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

قیامت کے روز ماتحتوں کے بارے میں سوال ہوگا:

بات صرف اہل وعیال کی حد تک محدود نہیں، بلکہ جتنے بھی ماتحت ہیں، جن پر انسان اپنا اثر ڈال سکتا ہے۔ مثلاً ایک شخص کسی جگہ افسر ہے اور کچھ لوگ اس کے ماتحت کام کر رہے ہیں قیامت کے دن اس شخص سے سوال ہوگا کہ تم نے اپنے ماتحتوں کو دین پر لانے کی کوشش کی تھی ؟ ایک استاذ ہے اس کے ماتحت بہت سارے شاگرد پڑھتے ہیں۔ قیامت کے روز اس استاذ سے سوال ہوگا کہ تم نے اپنے شاگردوں کو راہ راست پر لانے کے سلسلے میں کیا کام کیا ؟ ایک تاجر سے سوال ہوگا کہ تم نے اپنے ماتحتوں کو دین پر لانے کے سلسلے میں کیا کوشش کی تھی ؟ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ:

كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْؤُلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ . (جامع الاصول)

''یعنی تم میں سے ہر شخص راعی اور نگہبان ہے، اور اسے اس کی رعیت کے بارے میں

سوال ہوگا''۔

یہ گناہ حقیقت میں آگ ہیں:

یہ آیت جو شروع میں تلاوت کی اس آیت کے تحت میرے والد ماجد حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس اللہ سرہ فرمایا کرتے تھے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ جو فرمایا کہ ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ یہ اس طرح کہا جارہا ہے جیسے کہ آگ سامنے نظر آرہی ہے۔ حالانکہ اس وقت کوئی آگ بھڑکتی ہوئی نظر نہیں آرہی ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ جتنے گناہ ہوتے ہوئے نظر آرہے ہیں۔ یہ سب حقیقت میں آگ ہیں۔ چاہے دیکھنے میں یہ گناہ لذیذ اور خوش منظر معلوم ہو رہے ہوں۔ لیکن حقیقت میں یہ سب آگ ہیں اور یہ دنیا جو گناہوں سے بھری ہوئی ہے وہ ان گناہوں کی وجہ سے جہنم بنی ہوئی ہے۔ لیکن حقیقت میں گناہوں سے مانوس ہوکر ہماری حس مٹ گئی ہے۔ اس لئے گناہوں کی ظلمت اور آگ محسوس نہیں ہوتی ورنہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ صحیح حس عطا فرماتے ہیں اور ایمان کا نور عطا فرماتے ہیں ان کو یہ گناہ واقعتاً آگ کی شکل میں نظر آتے ہیں یا ظلمت کی شکل میں نظر آتے ہیں۔

حرام کے ایک لقمے کا نتیجہ:

دارالعلوم دیو بند کے صدر مدرس حضرت تھانویؒ کے استاذ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ فرماتے ہیں کہ کہ ایک مرتبہ ایک شخص کی دعوت پر اس کے گھر کھانا کھانے چلا گیا، ابھی صرف ایک لقمہ ہی کھایا تھا کہ یہ احساس ہوگیا کہ کھانے میں کچھ گڑ بڑ ہے شاید یہ حلال کی آمدنی نہیں ہے جب تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ حلال کی آمدنی نہیں تھی لیکن وہ حرام آمدنی کا لقمہ نادانستہ طور پر حلق میں چلا گیا۔ حضرت مولانا فرماتے تھے کہ میں نے اس پر توبہ استغفار کی۔ لیکن اس کے باوجود دو مہینے تک اس حرام لقمے کی ظلمت محسوس ہوتی رہی اور دو ماہ تک بار بار یہ خیال اور وسوسہ آتا رہا کہ فلاں گناہ کرلو اور گناہ کے داعیے دل میں پیدا ہوتے رہے۔ اللہ تعالیٰ جن لوگوں کے دلوں کو مجلی اور مزکی فرماتے ہیں انہیں ان گناہوں کی ظلمت کا احساس ہوتا ہے۔ ہم لوگ چونکہ ان گناہوں سے مانوس ہوگئے ہیں اس لئے ہمیں معلوم نہیں ہوتا۔

اندھیرے کے عادی:

ہم لوگ یہاں شہروں میں بجلی کے عادی ہو گئے ہیں ہر وقت شہر بجلی کے قمقموں سے جگمگا رہا ہے اب اگر چند منٹ کے لئے بجلی چلی جائے تو طبیعت پر گراں گزرتا ہے اس لئے کہ نگاہیں بجلی کی روشنی اور اس کی راحت کی عادی ہیں جب وہ راحت چھن جاتی ہے تو سخت تکلیف ہوتی ہے اور وہ ظلمت بہت بری لگتی ہے البتہ بہت سے دیہات ایسے ہیں کہ وہاں کے لوگوں نے بجلی کی شکل تک نہیں دیکھی وہاں ہمیشہ اندھیرا رہتا ہے۔ کبھی بجلی کے قمقمے وہاں جلتے ہی نہیں ہیں ان کو کبھی اندھیرے کی تکلیف نہیں ہوتی اس لئے کہ انہوں نے بجلی کے قمقموں کی روشنی دیکھی ہی نہیں، البتہ جس نے یہ روشنی دیکھی ہے، اس سے جب یہ روشنی چھن جاتی ہے تو اس کو تکلیف ہوتی ہے

یہی ہماری مثال ہے ہم صبح و شام گناہ کرتے رہتے ہیں اور ان گناہوں کی ظلمت کے عادی ہو گئے ہیں اس لئے اس ظلمت کا احساس نہیں ہوتا اللہ تعالی ہمیں ایمان کا نور عطا فرمائے، تقوی کا نور عطا فرمائے، تب ہمیں معلوم ہو کہ ان گناہوں کے اندر کتنی ظلمت ہے، حضرت والد صاحبؒ فرماتے ہیں کہ یہ گناہ درحقیقت آگ ہی ہیں۔ اسی لئے قرآن کریم نے فرمایا کہ:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَأْكُلُوْنَ فِىْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ﴾

(النساء)

یعنی جو لوگ یتیموں کا مال ظلما کھاتے ہیں وہ درحقیقت اپنے پیٹوں میں آگ کھا رہے ہیں اس آیت کے تحت اکثر مفسرین نے یہ فرمایا کہ یہ مجاز اور استعارہ ہے کہ آگ کھا رہے ہیں یعنی حرام کھا رہے ہیں جس کا انجام بالاخر جہنم کی آگ کی شکل میں ان کے سامنے آئے گا لیکن بعض مفسرین نے بیان فرمایا کہ یہ مجاز اور استعارہ نہیں ہے بلکہ یہ حقیقت ہے یعنی وہ حرام کا جو لقمہ کھا رہے ہیں وہ واقعی آگ ہے لیکن اس وقت بے حسی کی وجہ سے آگ معلوم نہیں ہو رہی ہے لہذا جتنے گناہ ہمارے چاروں طرف پھیلے ہوئے ہیں وہ حقیقت میں آگ ہیں۔ حقیقت میں دوزخ کے انگارے ہیں لیکن ہمیں اپنی بے حسی کی وجہ سے نظر نہیں آتے

اللہ والوں کو گناہ نظر آتے ہیں:

اللہ تعالی جن لوگوں کو چشم بصیرت عطا فرماتے ہیں ان کو ان کی حقیقت نظر آتی ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں صحیح اور مستند روایتوں میں ہے کہ جس وقت کوئی آدمی وضو کر رہا ہوتا، یا غسل کر رہا ہوتا تو آپ اس کے بہتے ہوئے پانی میں گناہوں کی شکلیں دیکھ لیتے تھے کہ یہ فلاں فلاں گناہ بہتے ہوئے جارہے ہیں۔

ایک بزرگ تھے جب وہ اپنے گھر سے باہر نکلتے تو چہرے پر کپڑا ڈال لیتے تھے۔ کسی شخص نے ان بزرگ سے پوچھا کہ حضرت! آپ جب بھی باہر نکلتے ہیں تو چہرے پر کپڑا ڈال کر نکلتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ ان بزرگ نے جواب میں فرمایا کہ میں کپڑا اٹھا کر باہر نکلنے پر قادر نہیں اس لئے کہ جب میں باہر نکلتا ہوں تو کسی انسان کی شکل نظر نہیں آتی، بلکہ ایسا نظر آتا ہے کہ کوئی کتا ہے، کوئی خنزیر ہے، کوئی بھیڑیا ہو، کوئی گدھا ہے اور مجھے انسانوں کی شکلیں ان صورتوں میں نظر آتی ہیں۔ اس کہ وجہ یہ ہے کہ گناہ ان شکلوں میں متشکل ہو کر سامنے آجاتے ہیں۔ بہر حال! چونکہ ان گناہوں کی حقیقت ہم پر منکشف نہیں ہے اس لئے ہم ان گناہوں کو لذت اور راحت کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں وہ گندگی ہے حقیقت میں وہ نجاست ہے، حقیقت میں وہ آگ ہے۔ حقیقت میں وہ ظلمت ہے۔

یہ دنیا گناہوں کی آگ سے بھری ہوئی ہے:

حضرت والد صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ یہ جو دنیا گناہوں کی آگ سے بھری ہوئی ہے اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کسی کمرے میں گیس بھر گئی ہو، اب وہ گیس حقیقت میں آگ ہے، صرف دیا سلائی لگانے کی دیر ہے ایک دیا سلائی دکھاؤ گے تو پورا کمرہ آگ سے دھک جائے گا اسی طرح یہ بداعمالیاں یہ گناہ جو معاشرے کے اندر پھیلے ہوئے ہیں حقیقت میں آگ ہیں، صرف ایک صور پھونکنے کی دیر ہے جب صور پھونکا جائے گا تو یہ معاشرہ آگ سے دھک جائے گا، ہمارے یہ برے اعمال بھی درحقیقت جہنم ہے، ان سے اپنے آپ کو بھی بچاؤ اور اپنے اہل وعیال کو بھی بچاؤ۔

پہلے خود نماز کی پابندی کرو:

علامہ نوویؒ نے دوسری آیت یہ بیان فرمائی ہے کہ:

﴿وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا﴾ (طٰہٰ ۱۳۲)

یعنی اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو اور خود بھی اس نماز کی پابندی کرو، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عجیب ترتیب رکھی ہے بظاہر یہ ہونا چاہئے تھا کہ پہلے خود نماز قائم کرو اور پھر اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو، لیکن یہاں ترتیب الٹ دی ہے کہ پہلے اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو اور پھر خود بھی اس کی پابندی کرو۔ اس ترتیب میں اس بات کی طرف اشارہ فرمادیا کہ تمہارا اپنے گھر والوں کو یا اولاد کو نماز کا حکم دینا اسوقت تک موثر اور فائدہ مند نہیں ہوگا جب تک تم ان سے زیادہ اس کی پابندی نہیں کروگے۔ اب زبان سے تو تم نے ان کو کہہ دیا کہ نماز پڑھو لیکن خود اپنے اندر نماز کا اہتمام نہیں ہے۔ تو اس صورت میں ان کو نماز کے لئے کہنا بالکل بے کار ہو جائیگا۔ لہذا اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دینے کا ایک لازمی حصہ یہ ہے کہ ان سے زیادہ پابندی خود کرو اور ان کے لئے ایک مثال اور نمونہ بنو۔

بچوں کے ساتھ جھوٹ مت بولو:

حدیث شریف میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک خاتون نے اپنے بچے کو گود میں لینے کے لئے بلایا، بچہ آنے میں تردد کر رہا تھا تو اس خاتون نے کہا کہ تم ہمارے پاس آؤ، ہم تمہیں کچھ چیزیں دیں گے اب وہ بچہ آگیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاتون سے پوچھا تم نے بچے کو جو یہ کہا ہے کہ ہمارے پاس آؤ ہم تمہیں کچھ چیزیں دیں تو کیا تمہاری واقعی کچھ دینے کی نیت تھی؟ اس خاتون نے جواب دیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس ایک کھجور تھی اور یہ کھجور اس کو دینے کی نیت تھی۔

آپ نے فرمایا کہ اگر دینے کی نیت نہ ہوتی۔ تو یہ تمہاری طرف سے بہت بڑا جھوٹ ہوتا اور گناہ ہوتا اس لئے کہ تم بچے سے جھوٹا وعدہ کر رہی ہو گویا اس کے دل میں بچپن سے یہ بات ڈال رہی ہو کہ جھوٹ بولنا اور وعدہ خلافی کرنا کوئی ایسی بری بات نہیں ہوتی۔ لہذا

اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ بیوی بچوں کو جو بھی حکم دو پہلے خود اس پر عمل کرو اور اس کی پابندی دوسروں سے زیادہ کرو۔

بچوں کو تربیت دینے کا انداز:

آگے علامہ نوویؒ احادیث لائے ہیں

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ : اَخَذَ الْحَسَنُ ابْنُ عَلِیٍّ ؓ تَمْرَةً مِّنْ تَمْرِ الصَّدَقَةِ فَجَعَلَهَا فِیْ فِيْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم : كخ كخ ، اِرْمِ بِهَا ، اَمَا عَلِمْتَ اِنَّا لَا نَأْكُلُ الصَّدَقَةَ .

(جامع الاصول: ۴/ ۶۵۷)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کے صاجبزادے حضرت حسنؓ جبکہ ابھی بچے ہی تھے ۔ایک مرتبہ صدقہ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور اٹھا کر اپنے منہ میں رکھ لی، جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فوراً فرمایا'' کخ کخ '' عربی میں یہ لفظ ایسا ہے جیسے ہماری زبان میں ''تھو تھو'' کہتے ہیں ۔

یعنی اگر بچہ کوئی چیز منہ میں ڈال دے اور اس کی شناخت کے اظہار کے ساتھ وہ چیز اس کے منہ سے نکلوانا مقصود ہو تو یہ لفظ استعمال کیا جاتا ہے، بہرحال! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' کخ کخ ''یعنی اس کو منہ سے نکال کر پھینک دو، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہم یعنی بنو ہاشم صدقے کا مال نہیں کھاتے۔

حضرت حسنؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے ہیں۔ اور ایسے محبوب نواسے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں خطبہ دے رہے تھے۔ اس وقت حضرت حسنؓ مسجد میں داخل ہو گئے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اترے اور آگے بڑھ کر ان کو گود میں اٹھا لیا اور بعض مرتبہ ایسا بھی ہوتا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے ہیں اور یہ حضرت حسنؓ آپ کے کندھے پر سوار ہو گئے اور جب آپ سجدے میں جانے لگے تو آپ نے ان کو ایک ہاتھ سے پکڑ کر نیچے اتار دیا اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ آپ ان کو گود میں لیتے اور فرماتے کہ : مبخلة ومجبنة

یعنی یہ اولاد ایسی ہے کہ انسان کو بخیل بھی بنا دیتی ہے اور بزدل بھی بنا دیتی ہے۔ اس لئے کہ انسان اولاد کی وجہ سے بعض اوقات بخیل بن جاتا ہے اور بعض اوقات بزدل بن جاتا ہے ایک طرف تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حسنؓ سے اتنی محبت ہے دوسری طرف جب انہوں نے نادانی میں ایک کھجور بھی منہ میں رکھ لی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ گوارا نہ ہوا کہ وہ اس کھجور کو کھا جائیں۔ مگر چونکہ ان کو پہلے سے اس چیز کی تربیت دینی تھی۔ اس لئے فوراً وہ کھجور منہ سے نکلوائی۔ اور فرمایا کہ یہ ہمارے کھانے کی چیز نہیں ہے۔

بچوں سے محبت کی حد:

اس حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ فرمادیا کہ بچے کی تربیت چھوٹی چھوٹی چیزوں سے ہوتی ہے۔ اس سے اس کا ذہن بنتا ہے اسی سے اس کی زندگی بنتی ہے۔ یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ آج کل یہ عجیب منظر دیکھنے میں آتا ہے کہ ماں باپ کے اندر بچوں کو غلط باتوں پر ٹوکنے کا رواج ہی ختم ہو گیا ہے۔ آج سے پہلے بھی ماں باپ بچوں سے محبت کرتے تھے۔ لیکن وہ عقل اور تدبیر کے ساتھ محبت کرتے تھے۔ لیکن آج کل یہ محبت اور لاڈ اس درجے تک پہنچ چکا ہے کہ بچے کتنے ہی غلط کام کرتے رہیں، لیکن ماں باپ ان غلطیوں پر ٹوکتے ہی نہیں، ماں باپ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ نادان بچے ہیں ان کو ہر قسم کی چھوٹ ہے، ان کو روک ٹوک کرنے کی ضرورت نہیں۔ ارے بھائی، یہ سوچو کہ اگر وہ بچے نادان ہیں مگر تم تو نادان نہیں ہو، تمہارا فرض ہے کہ ان کو تربیت دو، اگر کوئی بچہ ادب کے خلاف، تمیز کے خلاف یا شریعت کے خلاف کوئی غلط کام کر رہا ہے۔ تو اس کو بتانا ماں باپ کے ذمے فرض ہے، اس لئے کہ وہ بچہ اسی طرح بدتہذیب بن کر بڑا ہو گیا تو اس کا وبال تمہارے اوپر ہے کہ تم نے اس کو ابتداء سے اس کی عادت نہیں ڈالی۔ بہر حال! اس حدیث کو یہاں لانے کا مقصد یہ ہے کہ بچوں کی چھوٹی چھوٹی حرکتوں کو بھی نگاہ میں رکھو۔

حضرت شیخ الحدیث کا ایک واقعہ:

شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحبؒ نے آپ بیتی میں ایک قصہ لکھا ہے کہ جب میں

چھوٹا بچہ تھا تو ماں باپ نے میرے لئے ایک چھوٹا سا خوبصورت تکیہ بنا دیا تھا جیسا کہ عام طور پر بچوں کے لئے بنایا جاتا ہے مجھے اس تکیہ سے بڑی محبت تھی اور میں ہر وقت اس کو اپنے ساتھ رکھتا تھا ایک دن میرے والد صاحب لیٹنا چاہ رہے تھے ان کو تکیہ کی ضرورت پیش آئی تو میں نے والد صاحب سے کہا کہ: ابا جی میرا تکیہ لے لیجئے یہ کہہ کر میں نے اپنا تکیہ ان کو اس طرح پیش کیا جس طرح کہ میں نے اپنا دل نکال کر باپ کو دیا لیکن جس وقت وہ تکیہ میں نے ان کو پیش کیا اس وقت والد صاحب نے مجھے ایک چپت رسید کیا اور کہا کہ ابھی سے تو اس تکیہ کو اپنا تکیہ کہتا ہے مقصد یہ تھا کہ تکیہ تو درحقیقت باپ کی عطا ہے لہذا اس کو اپنی طرف منسوب کرنا یا اپنا قرار دینا غلط ہے، حضرت شیخ الحدیثؒ لکھتے ہیں کہ اس وقت تو مجھے بہت برا لگا کہ میں نے تو اپنا دل نکال کر دیدیا تھا اس کے جواب میں باپ نے ایک چپت لگا دیا لیکن آج سمجھ میں آیا کہ کتنی باریک بات پر اس وقت والد صاحب نے تنبیہ فرمائی تھی اس کے بعد سے ذہن کا رخ بدل گیا، اس قسم کی چھوٹی چھوٹی باتوں پر ماں باپ کو نظر رکھنی پڑتی ہے تب جا کر بچے کی تربیت ہوتی ہے اور بچہ صحیح طور پر ابھر کر سامنے آتا ہے۔

کھانا کھانے کا ایک ادب:

عَنْ اَبِیْ حَفْصٍ عُمَرَ اَبِیْ سَلَمَۃَ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَبْدِ الْاَسَدِ رَبِیْبِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ : کُنْتُ غُلَامًا فِیْ حِجْرِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ ، وَکَانَتْ یَدِیْ تَطِیْشُ فِی الصَّحْفَۃِ ، فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : یَا غُلَامُ سَمِّ اللّٰہَ ، وَ بِیَمِیْنِکَ ، وَکُلْ مِمَّا یَلِیْکَ . فَمَا زَالَتْ تِلْکَ طُعْمَتِیْ بَعْدُ ۔(جامع الاصول: ۷/۳۸۸)

حضرت عمر بن ابو سلمہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوتیلے بیٹے ہیں۔ حضرت ام سلمہ جو ام المومنین ہیں، ان کے پچھلے شوہر سے یہ صاحبزادے پیدا ہوئے تھے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ سے نکاح فرمایا تو یہ ان کے ساتھ ہی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے، اس لئے یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ربیب یعنی سوتیلے بیٹے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بڑی محبت اور شفقت فرمایا کرتے تھے

اور ان کے ساتھ بڑی بے تکلفی سے باتیں کیا کرتے تھے وہ فرماتے ہیں کہ جس وقت میں چھوٹا بچہ تھا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر پرورش تھا ایک روز کھانا کھاتے ہوئے میرا ہاتھ پیالے میں ادھر سے ادھر حرکت کر رہا تھا، یعنی کبھی ایک طرف سے لقمہ اٹھایا کبھی دوسری طرف سے اور کبھی تیسری طرف سے لقمہ اٹھالیا۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس طرح کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا اے لڑکے! کھانا کھاتے وقت بسم اللہ پڑھو۔ اور داہنے ہاتھ سے کھاؤ اور برتن کا جو حصہ تمہارے سامنے ہے وہاں سے کھاؤ ادھر ادھر سے ہاتھ بڑھا کر کھانا ٹھیک نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح کی چھوٹی چھوٹی باتوں کو دیکھ کر اس پر تنبیہ فرماتے اور صحیح ادب سکھاتے۔

یہ اسلامی آداب ہیں:

ایک اور صحابی حضرت عکراش بن ذویب فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، جب کھانا سامنے آیا تو میں نے یہ حرکت شروع کی کہ ایک نوالہ ادھر سے لیا۔ اور دوسرا نوالہ ادھر سے لے لیا۔ اور اس طرح برتن کے مختلف حصوں سے کھانا شروع کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اے عکراش! ایک جگہ سے کھاؤ، اس لئے کہ کھانا ایک جیسا ہے ادھر ادھر سے کھانے سے بدتہذیبی معلوم ہوتی ہے اور بدسلیقگی بھی ظاہر ہوتی ہے۔ اس لئے ایک جگہ سے کھاؤ، حضرت عکراش فرماتے ہیں کہ میں نے ایک جگہ سے کھانا شروع کر دیا جب کھانے سے فارغ ہوئے تو ایک بڑا تھال لایا گیا جس میں مختلف قسم کی کھجوریں بکھری ہوئی تھیں۔ مثل مشہور ہے کہ دودھ کا جلا ہوا چھاچھ کو بھی پھونک پھونک کر پیتا ہے۔ چونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے فرما چکے تھے کہ ایک جگہ سے کھاؤ اس لئے میں نے وہ کھجوریں ایک جگہ سے کھانی شروع کر دیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی ایک طرف سے کھجوریں اٹھاتے کبھی دوسری طرف سے اٹھاتے۔ اور مجھے جب ایک طرف سے کھاتے ہوئے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا کہ اے عکراش! تم جہاں سے چاہو کھاؤ، اس لئے کہ یہ مختلف قسم کی کھجوریں ہیں۔ اب اگر ایک طرف سے کھاتے رہے۔ پھر دل تمہارا

دوسری قسم کی کھجور کھانے کو چاہ رہا ہے تو ہاتھ اٹھا کر وہاں سے کھجور اٹھا کر کھالو۔ (مشکوۃ المصابیح: ۳۶۷) گویا کہ احادیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سبق سکھایا کہ اگر ایک ہی قسم کی چیز ہے تو پھر اپنی طرف سے کھاؤ اور اگر مختلف قسم کی چیزیں ہیں تو دوسری طرف سے بھی کھا سکتے ہو۔ اپنی اولاد اور اپنے صحابہ کی ان چھوٹی چھوٹی باتوں پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ تھی۔ یہ سارے آداب خود بھی سیکھنے کے ہیں اور اپنے گھر والوں کو بھی سکھانے کے ہیں یہ اسلامی آداب ہیں جن سے اسلامی معاشرہ ممتاز ہوتا ہے۔

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهُ صلى الله عليه وسلم مُرُوْا اَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ اَبْنَاءُ سَبْعٍ وَّاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا ، وَهُمْ اَبْنَاءُ عَشْرٍ وَفَرِّقُوْا بَيْنَهُمْ فِيْ الْمَضَاجِعِ

(جامع الاصول: ۵/ ۸۷)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنی اولاد کو نماز کا حکم دو جب وہ سات سال کے ہو جائیں یعنی سات سال کے بچے کو نماز پڑھنے کی تاکید کرنا شروع کرو، اگر چہ اس کے ذمے نماز فرض نہیں ہوئی، لیکن اس کو عادی بنانے کے لئے سات سال کی عمر سے تاکید کرنا شروع کردو، اور جب دس سال کی عمر ہو جائے اور پھر بھی نہ نماز پڑھے تو اس کے نماز نہ پڑھنے پر مارو اور دس سال کی عمر میں بچوں کے بستر الگ الگ کردو ایک بستر میں دو بچوں کو نہ سلاؤ۔

سات سال سے پہلے تعلیم:

اس حدیث میں پہلا حکم یہ دیا کہ سات سال کی عمر میں نماز کی تاکید شروع کردو، اس سے معلوم ہوا کہ سات سال سے پہلے اس کو کسی چیز کا مکلف کرنا مناسب نہیں، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جب تک بچے کی عمر سات سال تک نہ پہنچ جائے اس پر کوئی بوجھ نہیں ڈالنا چاہئے، جیسے کہ بعض لوگ سات سال سے پہلے روزہ رکھوانے کی فکر شروع کردیتے ہیں حضرت تھانویؒ اس کے بہت مخالف تھے حضرت فرمایا کرتے تھے کہ اللہ میاں تو سات سال سے پہلے نماز پڑھانے کو نہیں کہہ رہے ہیں مگر تم سات سال سے پہلے اس کو روزہ

رکھوانے کی فکر میں ہو یہ ٹھیک نہیں۔اس طرح سات سال سے پہلے نماز کی تاکید کی کوشش بھی درست نہیں۔اسی لئے کہا گیا کہ سات سال سے کم عمر کے بچے کو مسجد میں لانا ٹھیک نہیں۔البتہ کبھی کبھار اس کو اس شرط کے ساتھ مسجد میں لا سکتے ہے کہ وہ مسجد کو گندگی وغیرہ سے ملوث نہیں کرے گا تاکہ وہ تھوڑا تھوڑا مانوس ہو جائے لیکن سات سال سے پہلے اس پر باقاعدہ بوجھ ڈالنا درست نہیں۔

گھر کی تعلیم دو:

بلکہ ہمارے بزرگ فرماتے ہیں کہ سات سال سے پہلے تعلیم کا بوجھ ڈالنا بھی مناسب نہیں۔سات سال سے پہلے کھیل کود کے اندر اس کو پڑھا دو لیکن باقاعدہ اس پر تعلیم کا بوجھ ڈالنا اور باقاعدہ اس کو طالب علم بنا دینا ٹھیک نہیں۔آج کل ہمارے یہاں یہ وباء ہے کہ بس بچہ تین سال کا ہوا تو اس کو پڑھانے کی فکر شروع ہوگئی یہ غلط ہے۔صحیح طریقہ یہ ہے کہ جب وہ تین سال کا ہو جائے تو اس کو گھر کی تعلیم دے دو۔اس کو اللہ و رسول کا کلمہ سکھا دو،اس کو کچھ دین کی باتیں سمجھا دو اور یہ کام گھر میں رکھ کر جتنا کر سکتے ہو کر لو باقی اس کو مکلف کر کے باقاعدہ نرسری میں بھیجنا اور ضابطے کا طالب علم بنا دینا اچھا نہیں۔

قاری فتح محمد صاحبؒ:

ہمارے بزرگ حضرت مولانا قاری فتح محمد صاحبؒ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے آمین۔قرآن کریم کا زندہ معجزہ تھے جن لوگوں نے ان کی زیارت کی ہے ان کو معلوم ہوگا کہ ساری زندگی قرآن کریم کے اندر گزاری اور حدیث میں جو یہ دعا آتی ہے کہ یا اللہ قرآن کریم کو میری رگ میں پیوست کر دیجئے،میرے جسم میں پیوست کر دیجئے، میری روح میں پیوست کر دیجئے۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حدیث کی یہ دعا ان کے حق میں پوری طرح قبول ہوگئی کہ قرآن کریم ان کے رگ و پے میں پیوست تھا۔

قاری صاحب قرآن کی تعلیم کے معاملے میں بڑے سخت تھے جب کوئی بچہ ان کے پاس آتا تو اس کو بہت اہتمام کے ساتھ پڑھاتے تھے اور اس کو پڑھنے کی بہت تاکید

کرتے تھے۔ لیکن ساتھ ساتھ یہ بھی فرماتے تھے کہ جب تک بچے کی عمر سات سال نہ ہو جائے اس وقت تک اس پر تعلیم کا باقاعدہ بوجھ ڈالنا درست نہیں اس لئے کہ اس سے اس کی نشو نما رک جاتی ہے اور اسی مذکورہ بالا حدیث سے استدلال فرماتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں کو نماز کا حکم دینے کے لئے سات سال کی عمر کی قید لگائی ہے۔ جب بچہ سات سال کا ہو جائے تو پھر رفتہ رفتہ اس پر تعلیم کا بوجھ ڈالا جائے ۔ یہاں تک کہ جب بچہ دس سال کا ہو جائے تو اس وقت آپ نے نہ صرف تادیبا مارنے کی اجازت دی بلکہ مارنے کا حکم دیا کہ اب وہ نماز نہ پڑھے تو اس کو مارو۔

بچوں کو مارنے کی حد:

یہ بات بھی سمجھ لینی چاہئے کہ استاد کے لئے یا ماں باپ کے لئے بچے کو اس حد تک مارنا جائز ہے جس سے بچے کے جسم پر مار کا نشان نہ پڑے۔ آج کل یہ بے تحاشہ مارنے کی جوریت (عادت) ہے یہ کسی طرح بھی جائز نہیں۔ جیسا کہ ہمارے یہاں قرآن کریم کے مکتبوں میں مار پٹائی کا رواج ہے اور بعض اوقات اس مار پٹائی میں خون نکل آتا ہے زخم ہو جاتا ہے یا نشان پڑ جاتا ہے یہ عمل اتنا بڑا گناہ ہے کہ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی قدس اللہ سرہ فرمایا کرتے تھے کہ اس گناہ کی معافی کی کیا شکل ہو گی؟ اس لئے کہ اس گناہ کی معافی کس سے مانگے؟ اگر اسی بچے سے مانگے تو وہ نابالغ بچہ معاف کرنے کا اہل نہیں ہے اس لئے کہ اگر نابالغ بچہ معاف بھی کر دے تو شرعاً اس کی معافی کا اعتبار نہیں اس لئے حضرت والا فرمایا کرتے تھے کہ اس کی معافی کا کوئی راستہ سمجھ میں نہیں آتا، اتنا خطرناک گناہ ہے۔ اس لئے استاد اور ماں باپ کو چاہئے کہ وہ بچے کو اس طرح نہ ماریں کہ اس سے زخم ہو جائے یا نشان پڑ جائے البتہ ضرورت کے تحت جہاں مارنا ناگزیر ہو جائے۔ صرف اس وقت مارنے کی اجازت دی گئی ہے۔

بچوں کو مارنے کا طریقہ:

اس کے لئے حکیم الامت مولانا تھانوی قدس اللہ سرہ نے ایک عجیب نسخہ بتایا ہے اور ار ا

نسخہ وہی بتا سکتے تھے یاد رکھنے کا ہے، فرماتے تھے کی جب کبھی اولاد کو مارنے کی ضرورت محسوس ہو یا اس پر غصہ کرنے کی ضرورت محسوس ہو تو جس وقت غصہ آرہا ہو اس وقت نہ مارو، بلکہ بعد میں جب غصہ ٹھنڈا ہو جائے تو اس وقت مصنوعی غصہ پیدا کر کے مارلو اس لئے کہ طبعی غصہ کے وقت اگر مارو گے یا غصہ کرو گے تو پھر حد پر قائم نہیں رہو گے بلکہ حد سے تجاوز کر جاؤ گے اور چونکہ ضرورۃ مارنا ہے اس لئے مصنوعی غصہ پیدا کر کے پھر مارلو تا کہ اصل مقصد بھی حاصل ہو جائے اور حد سے گزرنا بھی نہ پڑے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ساری عمر اس پر عمل کیا کہ طبعی غصہ کے وقت نہ کسی کو مارا اور نہ ڈانٹا، پھر جب غصہ ٹھنڈا ہو جاتا تو اس کو بلا کر مصنوعی قسم کا غصہ پیدا کر کے وہ مقصد حاصل کر لیتا تا کہ حدود سے تجاوز نہ ہو جائے کیونکہ غصہ ایک ایسی چیز ہے کہ اس میں انسان اکثر وبیشتر قائم نہیں رہتا۔

بچوں کو تربیت دینے کا طریقہ:

اسی لئے حضرت تھانویؒ ایک اصول بیان فرمایا کرتے تھے جو اگر چہ کلی اصول تو نہیں ہے اس لئے کہ حالات مختلف بھی ہو سکتے ہیں لیکن اکثر وبیشتر اس اصول پر عمل کیا جا سکتا ہے کہ جس وقت کوئی شخص غلط کام کر رہا ہو ٹھیک اس وقت میں اس کو سزا دینا مناسب نہیں ہوتا بلکہ وقت پر ٹوکنے سے بعض اوقات نقصان ہوتا ہے اس لئے بعد میں اس کو سمجھا دو سزا دینی ہو تو سزا دے دو دوسرے یہ کہ ہر ہر کام پر بار بار ٹوکتے رہنا بھی ٹھیک نہیں ہوتا۔ بلکہ ایک مرتبہ بٹھا کر سمجھا دو کہ فلاں وقت تم نے یہ غلط کام کیا۔ فلاں وقت یہ کیا اور پھر ایک مرتبہ جو سزا دینی ہے دے دو۔ واقعہ یہ ہے کہ غصہ ہر انسان کی جبلت میں داخل ہے اور یہ ایسا جذبہ ہے کہ جب ایک مرتبہ شروع ہو جائے تو بعض اوقات انسان اس میں بے قابو ہو جاتا ہے اور پھر حدود پر قائم رہنا ممکن نہیں رہتا۔ اس لئے کہ اس کا بہترین علاج وہی ہے جو ہمارے حضرت تھانویؒ نے تجویز فرمایا۔ بہر حال! اس سے یہ معلوم ہوا کہ اگر ضرورت محسوس ہو تو کبھی کبھی مارنا بھی چاہئے، آج کل اس میں افراط وتفریط ہے اگر ماریں گے تو حد سے گزر جائیں گے یا پھر بالکل مارنا چھوڑ دیا ہے اور یہ سمجھتے ہیں کہ بچے کو کبھی نہیں مارنا چاہئے۔ یہ دونوں باتیں غلط ہیں وہ افراط ہے اور یہ تفریط ہے اعتدال کا راستہ وہ

ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمادیا۔

تم میں سے ہر شخص نگران ہے:

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ: كُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ. اَلْإِمَامُ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِيْ أَهْلِهٖ وَمَسْؤُلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِيْ بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْؤُلَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا وَالْخَادِمُ رَاعٍ فِيْ مَالِ سَيِّدِهٖ وَ مَسْؤُلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْؤُلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ. (جامع الأصول:۴/۵۰)

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے ہیں کہ تم میں سے ہر شخص راعی ہے، نگہبان ہے ذمہ دار ہے اور ہر شخص سے قیامت کے روز اس کی ذمہ داری اور نگہبانی کے بارے میں سوال ہوگا امام یعنی سربراہِ حکومت ذمہ دار ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں آخرت میں سوال ہوگا کہ تم نے ان کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا؟ ان کی کیسی تربیت کی اور ان کے حقوق کا کتنا خیال رکھا؟ اور مرد اپنے گھر والوں کا بیوی بچوں کا نگران اور نگہبان ہے قیامت کے روز اس سے سوال ہوگا کہ بیوی بچے جو تمہارے سپرد کئے گئے تھے ان کی کیسی تربیت کی، ان کے حقوق کس طرح ادا کئے؟ عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگہبان ہے جو چیز اس کی نگہبانی میں دی گئی ہے اس کے بارے میں اس سے قیامت کے روز سوال ہوگا کہ تم نے اس کی کس طرح نگہبانی کی؟ اور نوکر اپنے آقا کے مال میں نگہبان ہے، یعنی اگر آقا نے پیسے دیئے ہیں تو وہ پیسے اس کے لئے امانت ہے وہ اس کا ذمہ دار ہے اور آخرت کے دن اس سے اس کے بارے میں سوال ہوگا کہ تم نے اس امانت کا حق کس طرح ادا کیا؟ لہٰذا تم میں سے ہر شخص کسی نہ کسی حیثیت سے راعی ہے اور جس چیز کی نگہبانی اس کے سپرد کی گئی ہے قیامت کے روز اس سے اس کے بارے میں سوال ہوگا۔

اپنے ماتحتوں کی فکر کریں:

اس حدیث کو آخر میں ذکر کرنے کا منشاء یہ ہے کہ بات صرف باپ اور اولاد کی حد تک

محدود نہیں۔ بلکہ زندگی کے جتنے شعبے ہیں ان سب میں انسان کے ماتحت کچھ لوگ ہوتے ہیں مثلاً گھر کے اندر اس کے ماتحت بیوی بچے ہیں، دفتر میں اس کے ماتحت کچھ افراد کام کرتے ہوں گے، اگر کوئی دکان دار ہے تو اس دکان میں اس کے ماتحت کوئی آدمی کام کرتا ہوگا۔ اگر کسی شخص نے فیکٹری لگائی ہے تو اس فیکٹری میں اس کے ماتحت کچھ عملہ کام کرتا ہوگا یہ سب اس کے ماتحت اور تابع ہیں لہٰذا ان سب کو دین کی بات پہنچانا اور ان کو دین کی طرف لانے کی کوشش کرنا انسان کے ذمہ ضروری ہے، یہ نہ سمجھے کہ میں اپنی ذات یا اپنے گھر کی حد تک ذمہ دار ہوں بلکہ جو لوگ تمہارے زیر دست اور ماتحت ہیں ان کو جب تم دین کی بات بتاؤ گے تو تمہاری بات کا بہت زیادہ اثر ہوگا اور اس اثر کو وہ لوگ قبول کریں گے اور اگر تم نے ان کو دین کی بات نہ بتائی تو اس میں تمہارا قصور ہے اور اگر وہ دین پر عمل نہیں کر رہے تو اس میں تمہارا قصور ہے کہ تم نے ان کو دین کی طرف متوجہ نہیں کیا اس لئے جہاں کہیں جس شخص کے ماتحت کچھ لوگ کام کرنے والے موجود ہیں ان تک دین کی بات پہنچانے کی فکر کریں۔

صرف دس منٹ نکالیں:

اس میں شک نہیں کہ آج کل زندگیاں مصروف ہوگئیں ہیں اوقات محدود ہو گئے ہیں ہر شخص اتنا تو کر سکتا ہے کہ چوبیس گھنٹے میں سے پانچ دس منٹ روزانہ اس کام کے لئے نکالے کہ اپنے ماتحتوں کو دین کی بات سنائے گا، مثلاً کوئی کتاب پڑھ کر سنا دے، کوئی وعظ پڑھ کر سنا دے، ایک حدیث کا ترجمہ سنا دے، جس کے ذریعہ دین کی بات ان کے کام میں پڑتی رہے، یہ کام تو ہر شخص کر سکتا ہے اگر ہر شخص اس کام کی پابندی کر لے تو انشاء اللہ اس حدیث پر عمل کرنے کی سعادت حاصل ہو جائے گی، اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ سب کو بھی اس عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(۵)

بسم الله الرحمن الرحیم

یأیها الذین آمنوا قوا أنفسکم وأهلیکم نارا . (التحریم)

اولاد کے حقوق

از افادات

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی زید مجدھم

نائب مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

اولاد کے حقوق

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَنُوْمِنُ بِهٖ وَ نَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَ مَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِىَ لَهٗ وَ نَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ نَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَ نَبِيَّنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ عَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَا اَمَرَهُمْ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُوْمَرُوْنَ ﴾ (التحریم:۶)

نیک تربیت والدین پر اولاد کا حق ہے:

میرے قابل احترام بزرگو، گزشتہ اتوار کو آپ کی خدمت میں والدین کی عظمت، ان کا احترام، ان کی خدمت اور ان کے حقوق کے ادا کرنے کے بارے میں عرض کیا تھا۔ آج انشاء اللہ تعالیٰ اولاد کی نیک تربیت کے بارے میں کچھ باتیں عرض کرنے کا ارادہ ہے کیونکہ جس طرح ماں باپ کی خدمت، ان کا احترام اولاد پر ضروری ہے اسی طرح ماں باپ پر بھی اولاد کے حقوق ہیں اور ان کی بھی کچھ ذمہ داریاں ہیں؟ اور ماں باپ کو اپنی اولاد کے ساتھ کیسا برتاؤ کرنا چاہیے اور کس طرح ان کی خدمت اور دینی تربیت کرنی چاہیے؟ یہ دینی تربیت اولاد کا ماں باپ پر انتہائی اہم حق ہے جو ماں باپ کو ادا کرنا چاہیے۔ جو ماں باپ اولاد کی دینی تربیت کی ذمہ داری پوری کریں گے وہ دنیا میں بھی سرخرو ہوں گے اور آخرت میں بھی سرخرو ہوں گے اور جو ماں باپ اولاد کی دینی تربیت نہیں کریں گے تو ان کو اس ذمہ داری کے ادا نہ کرنے پر بڑا عذاب اور وبال ہوگا۔

شریعت کی رو سے اولاد کی تربیت والدین پر فرض ہے:

اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ماں باپ کے ذمے اولاد کی تربیت کو ضروری قرار دیا ہے اور جس چیز کو ضروری قرار دے دیا جائے اس میں بندے کو اختیار نہیں ہوتا کہ چاہے تو وہ کرے اور چاہے تو نہ کرے، نفل اور مستحب کام کے اندر انسان کو کرنے یا نہ کرنے کا اختیار ہوتا ہے لیکن جو چیز فرض و واجب ہو، ضروری اور لازم ہو اس میں اختیار نہیں ہوتا اگر اس کو نہیں کریں گے تو پکڑ ہوگی۔

جو آیت میں نے تلاوت کی ہے اس کی تفسیر میں علامہ آلوسیؒ صاحب روح المعانی نے یہ حدیث بیان فرمائی ہے کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب ان ماں باپ پر ہوگا جنہوں نے اپنی اولاد کی نیک تربیت نہیں کی ہوگی۔ حضرت مولانا سجان محمود صاحبؒ نے اپنی کتاب تربیت اولاد میں اس کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ بچے کی دینی اور نیک تربیت بچپن ہی سے شروع ہوتی ہے اور یہ فریضہ بچپن ہی سے ماں باپ پر عائد ہو جاتا ہے بچے کے پیدا ہوتے ہی اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام ماں باپ کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں کہ تم بچے کے سلسلے میں ان امور کو بجالاؤ لہذا اگر ماں باپ نے بچپن ہی سے ان احکام کے مطابق بچے کی تربیت نہ کی اور وہ بچے دینی تربیت کے بغیر بڑے ہوتے چلے گئے اور پھر مکلف ہونے کے بعد ان سے گناہوں کا صدور شروع ہو گیا تو چونکہ ان کے گناہوں میں ماں باپ کی کوتاہی کو بھی دخل ہے ان کی غفلت اور سستی کا بھی اس میں دخل ہے اس لیے بچے بھی گناہگار ہوں گے اور ان کے ساتھ ساتھ ماں باپ بھی گناہ گار ہوں گے۔

اولاد میں کوتاہیاں دیکھنا اور خاموش رہنا:

مثلاً بچے بالغ ہونے کے باوجود نہ نماز پڑھ رہے ہیں، نہ روزہ رکھ رہے ہیں، نہ زکوۃ دے رہے ہیں، لڑکیاں پردہ نہیں کر رہی ہیں، سب آزادانہ زندگی گزار رہے ہیں اور ماں باپ خاموش تماشائی بنے ہوئے ہیں برائے نام کبھی کچھ کہہ کر یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے تو اپنی

ذمہ داری ادا کردی ۔ یاد رکھیے! ہم نے اپنی ذمہ داری واقعۃ ادا نہیں کی ہم نے اس فریضے میں زبردست کوتاہی کی، اور برابر کوتاہی کرتے چلے جارہے ہیں، جس کے نتیجے میں ہمارے گناہوں میں اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے، حتیٰ کہ اگر ماں باپ کا انتقال بھی ہوگیا، لیکن اولاد عیاشی میں اور گناہوں میں مبتلا ہے تو اب ماں باپ کے گناہوں میں اس تربیت میں کوتاہی کرنے کے نتیجے میں اضافہ ہورہا ہے۔ لہذا بچے کے پیدا ہونے سے لے کر بچوں کے مرنے تک ماں باپ نے جو ان کی دینی تربیت نہیں کی اور ان کے جو دینی حقوق تھے وہ ادا نہیں کیے تو اس کے ادا نہ کرنے سے یہ سارا وبال اور عذاب ماں باپ پر آئے گا۔ اس لیے علامہ آلوسیؒ نے فرمایا کہ ایسے ماں باپ کو سب سے زیادہ سخت عذاب ہوگا۔

تربیت میں سستی پر تنبیہ:

ہم سب کو اللہ تعالیٰ کے سامنے جانا ہے ہم پر صرف اپنی ذات کی ذمہ داری نہیں ہے کہ صرف اپنی ذات کو شریعت کا پابند بنائیں اور اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے احکام کا پابند بنا لیں بلکہ گھر والوں کی ذمہ داری اور اولاد کی ذمہ داری بھی ہمارے اوپر ہے، اپنے تمام ماتحتوں کی ذمہ داری بھی ہمارے اوپر ہے اور ماتحتوں میں سب سے پہلے بیوی بچے ہیں اور بعض علمائے کرام نے فرمایا کہ ملازم اور نوکر چاکر بھی اس میں داخل ہیں، چاہے وہ ملازم دکان میں کام کرتے ہوں، چاہے وہ گھر میں کام کرتے ہوں، قرآن کریم کی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔ (جیسے ایندھن ڈالنے سے آگ اور تیز ہوجاتی ہے اسی طرح انسان اور پتھر ڈالنے سے وہ جہنم اور تیز ہوجائے گی) اس جہنم پر ایسے فرشتے مقرر ہیں جو سخت طبیعت کے ہیں تند خو اور مضبوط اور طاقتور ہیں (کوئی ان کو ہٹا کر اور جہنم سے نکل کر بھاگ نہیں سکے گا) جو اللہ تعالیٰ ان کو حکم دے دیتے ہیں وہ اس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے اور جس چیز کا ان کو حکم دیا جاتا ہے وہ اس کو کرلیتے ہیں۔ مثلاً ان کو یہ حکم دیا جائے گا کہ دیکھو کوئی شخص جہنم سے نکلنے نہ پائے تو بس اس حکم پر پوری طرح عمل کریں

گے، اس جہنم سے بچنے کا حکم دیا جارہا ہے کہ تم خود اس آگ سے بچو اور اپنے گھر والوں کو بھی اس سے بچاؤ اور اس جہنم سے بچنے کا راستہ یہی ہے کہ ہم بچوں کے حقوق بھی ادا کریں جو حقوق شریعت نے مقرر کیے ہیں اور یہ حقوق بچے کے پیدا ہوتے ہی شروع ہو جاتے ہیں۔

بچے کا پہلا حق: پیدائش پر اظہار مسرت:

چنانچہ بچے کا پہلا حق یہ ہے کہ جب بچہ پیدا ہو چاہے وہ لڑکا ہو یا لڑکی ہو، وہ اس پر مسرت کا اظہار کرے، آج کل لڑکے کی پیدائش پر خوشی کا اظہار ہوتا ہے، لڑکی کی پیدائش پر اظہار نفرت ہوتا ہے، یہ نفرت کا اظہار کافرانہ روش ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے کافروں کا یہ طریقہ تھا کہ جب ان کے یہاں بچی پیدا ہوتی تو وہ اس پر نفرت کا اظہار کرتے اور غصہ کا اظہار کرتے۔ ہمارے دین میں اس پر مذمت آئی ہے بچی کی پیدائش پر ناراضگی یا غصہ کا اظہار کرنا جائز نہیں، اس کی وجہ سے ملنا جلنا چھوڑنا یا بیوی کو قصوروار ٹھہرانا جائز نہیں، یہ ظلم ہے۔

جیسے بیٹا نعمت ہے بیٹی بھی نعمت ہے:

ہمارے دین میں جیسے بیٹا نعمت ہے اسی طرح بیٹی بھی نعمت ہے، اللہ تعالی جس کو چاہیں بیٹے عطا فرما دیں جس کو چاہیں بیٹیاں عطا فرما دیں اور جس کو چاہیں دونوں عطا فرما دیں اور جس کو چاہیں کچھ بھی نہ دیں، یہ تو اللہ تعالی کی قدرت اور حکمت ہے وہ جس کو جس نعمت سے سرفراز کرنا چاہتے ہیں سرفراز فرما دیتے ہیں، لہذا جب کسی کے گھر اولاد پیدا ہو تو وہ اس پر خوشی کا اظہار کرے۔

دوسرا حق: دعائیں دینا:

دوسرا حق یہ ہے کہ دوسرے لوگ عزیز واقارب، رشتہ دار، دوست احباب اس کو دعا دیں کہ اللہ تعالی آپ کے اس بچے یا بچی کو نیک اور صالح بنائے اللہ تعالی اس کی عمر

میں برکت دے، اللہ تعالیٰ اس کو آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے، اس طرح کی دعائیں دیں۔

تیسرا حق ...... کان میں اذان اور اقامت کہنا:

تیسرا حق یہ ہے کہ جب بچے کو پاک صاف کر دیا جائے تو پھر اس کے دائیں کان میں اذان کہی جائے۔ دیکھئے! ان کاموں کے ذریعے بچے کو شروع ہی سے دین کی طرف لایا جا رہا ہے۔ خوشخبری، بشارت، دعائیں، اذان، اقامت یہ سب دین کے کام ہیں، دنیا میں جب وہ پہلا قدم رکھ رہا ہے تو وہ دعاؤں کی چھاؤں میں قدم رکھ رہا ہے اور سب سے پہلے اس کے کان میں جو آواز آ رہی ہے وہ اللہ کے نام کی آ رہی ہے، اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، پھر بائیں کان میں اقامت کے کلمات کہے جائیں۔

اذان و اقامت کہنے میں عجیب نکتے کی بات:

بعض بزرگوں نے اس کی عجیب و غریب وجہ بھی بیان فرمائی ہے وہ یہ کہ اذان و اقامت کے ذریعے اس یہ بتلانا مقصود ہوتا ہے کہ دنیا میں تیرے کو اتنا وقت رہنا ہے جتنا وقت اقامت اور جماعت کھڑی ہونے کے درمیان ہوتا ہے۔ بس اس زندگی کو خیال سے گزارنا اور اس زندگی کو آخرت کی تیاری میں لگانا اس لیے کہ تیری اذان بھی ہو چکی ہے، تیری اقامت بھی ہو چکی ہے، اب صرف نماز باقی ہے اور نماز کے بعد آخرت کی طرف جانا ہے اسی لیے نماز جنازہ کے شروع میں نہ اذان ہے اور نہ اقامت ہے، جیسے ہی جنازہ آیا اور صفیں درست کیں بس اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع ہو گئی۔ لیکن انسان اس دھوکے میں ہے کہ میری عمر پچاس سال ہو گئی، ساٹھ سال ہو گئی۔ حالانکہ آخرت کے مقابلے میں یہ زندگی ایک لمحہ ہے۔ یہاں دنیا میں آیا اور تھوڑی دیر بعد رخصت ہو گیا۔

بس اتنی سی حقیقت ہے فریب خواب ہستی کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ بن جائے

آنکھیں بند ہوتے ہی پوری زندگی کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔

چوتھا حق ...... تحنیک کرانا:

بچے کا چوتھا حق یہ ہے کہ کسی بزرگ سے اس کی تحنیک کرائی جائے۔ اس کا ایک طریقہ یہ ہے کہ کسی بزرگ سے کھجور یا چھوارا چبوا کر اس کا تھوڑا سا حصہ بچے کے تالو سے لگا دیا جائے۔ اس عمل کو تحنیک کہا جاتا ہے۔ ہمارے معاشرے میں اذان اور اقامت کہنے کا رواج تو ہے لیکن یہ تحنیک جو سنت ہے اس کا رواج نہیں ہے، پھر اس کے لیے کسی بڑے بزرگ کا ہونا کوئی ضروری نہیں بلکہ گھر میں یا قرب و جوار میں یا مسجد میں کوئی نیک صالح متقی پرہیزگار انسان ہو، اس سے یہ تحنیک کرالی جائے اور گھر کی نیک خاتون سے بھی یہ کام کرایا جا سکتا ہے، جس طرح اذان اور اقامت کے کلمات سے اس کے دل کے اندر اللہ تعالیٰ کی عظمت، ایمان کی مضبوطی اور آخرت کی فکر پیوست کی گئی ہے اسی طریقے سے اگر کسی بزرگ سے تحنیک کرائی جائے تو اس بزرگ کے اثرات اور ان کی برکات تحنیک کے ذریعے بچے کے پیٹ میں منتقل ہو جاتی ہیں۔

تحنیک کا دنیاوی فائدہ:

اس میں دنیاوی فائدہ بھی ہے وہ یہ کہ جب میٹھی چیز اس کے منہ میں جائے گی تو وہ منہ چلائے گا، اس سے اس کے دماغ کے تمام عضلات اور جسم کے تمام اعصاب سب کے سب بیدار ہو جائیں گے اور متحرک ہو کر کام کرنے لگیں گے، ذہن بھی کام کرنے لگے گا، کان بھی اور آنکھیں بھی کام کرنے لگیں گی اور سر ہی ان تمام چیزوں کا مرکز اور جسم کا سردار ہے۔ اسی کے اندر پورے جسم کو کنٹرول کرنے کی صلاحیت ہے۔ نیز بچے کے اندر چوسنے کی صلاحیت پیدا ہوگی جس سے ماں کا دودھ آسانی سے پی سکے گا اور اللہ پاک نے کھجور اور چھوارے کے اندر ہر قسم کی توانائی بھری ہوئی ہے جس کی اس کو فوری ضرورت ہے۔

دیکھو دین کی ہر بات میں فوائد ہی فوائد ہیں۔ اب ہم ہی نہ کریں تو ہمارا قصور ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ہمیں ایسی چیزیں بتا دی ہیں کہ جس کے اندر دین و دنیا دونوں کی بھلائیاں ہیں اور ان کو نہ کرنے میں دین و دنیا دونوں کا

نقصان ہے۔ کھجور اور چھوارا وقت پر میسر نہ ہو تو پھر شہد بھی لیا جا سکتا ہے یا باریک چینی اس کے منہ میں ڈال دی جائے تاکہ وہ اس کو چوس لے۔

تحنیک کا دوسرا طریقہ:

بعض بزرگوں نے یہ طریقہ بھی لکھا ہے کہ اگر کسی کے پاس کسی بزرگ کا کپڑا ہو جیسے رومال یا اس کے مستعمل کپڑے تو اس سے چھوٹا سا کرتا سلوالیا جائے اور سب سے پہلے اس کو یہ پہنا دیا جائے تاکہ اس بزرگ کے لباس میں جو برکات ہیں اس سے اس بچے کے اندر اس بزرگ کے اثرات بھی آجائیں۔

پانچواں حق ...... اچھا نام رکھنا:

بچے کے نام رکھنے میں کوشش کی جائے کہ اگر لڑکا ہے تو انبیاء کرام کے ناموں میں سے رکھا جائے یا اللہ تعالیٰ کے جو صفاتی نام ہیں وہ سب سے بہتر ہیں، ان میں سے رکھا جائے، جیسے عبداللہ، عبدالرحمٰن، عبدالستار، عبدالجبار، عبدالرحیم وغیرہ یا صحابہ کرامؓ کے ناموں میں سے کوئی نام رکھا جائے یا بزرگان دین میں سے کسی کا نام رکھا جائے۔ بچی ہے تو پچھلی امتوں میں جتنی نیک عورتیں گزری ہیں ان کے ناموں میں سے نام رکھا جائے یا ازواج مطہرات کے ناموں میں سے یا صحابیات کے ناموں میں سے رکھا جائے۔ اور ان سب کے نام حضرت تھانویؒ نے بہشتی زیور میں تحریر فرمائے ہیں۔

نام رکھنے میں احتیاط:

آج کل ایسے بے معنی نام رکھے جاتے ہیں کہ ان میں نام ہونے کی بھی صلاحیت نہیں ہوتی، یا پھر فلمی اداکاروں اور ٹی وی اداکاروں کے نام رکھے جاتے ہیں، یا پھر اللہ بچائے انگریزوں، ملحدوں، کافروں کے نام رکھے جاتے ہیں۔ خوب سمجھ لو! جیسا نام رکھو گے بچے کے اندر ویسے ہی اثرات آئیں گے، ہمیں دین اسلام یہ تعلیم دیتا ہے کہ دنیا میں آتے ہی بچے کے ساتھ وہ عمل کرو کہ اس میں نیکی کے جذبات پرورش پائیں۔

بچے میں نام کے اثرات پر واقعہ:

حضرت تھانویؒ کے مواعظ میں ہے کہ ایک شخص حضرت کی خدمت میں آتا تھا، وہ اپنے کسی بچے کے بارے میں کہا کرتا تھا کہ وہ بیمار بہت رہتا ہے، علاج کروا کر تھک گئے ہیں مگر ٹھیک ہی نہیں ہوتا۔ ایک دن حضرت نے پوچھا کہ اس کا نام کیا ہے؟ کہا کہ اس کا نام کلیم ہے اور کلیم کے ایک معنی زخمی کے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ نام ہی ایسا ہے تو ٹھیک کیسے ہوگا؟ پھر حضرتؒ نے کلیم ہٹا کر سلیم نام رکھ دیا اور سلیم کے معنی تندرست کے ہیں، چنانچہ نام بدلتے ہی بچہ تندرست ہو گیا اور ساری بیماری زائل ہو گئی۔ تو جس نام کے معنی اچھے ہوں گے اس کے اثرات بھی بچے کے اندر اچھے ہوں گے اور جس نام کے معنی برے ہوں گے اس کے اثرات بھی بچے کے اندر برے ہوں گے۔ برے نام جیسے شیطان، فرعون، ہامان رکھے گا تو کیا بچہ نیک بنے گا؟ اسی لیے منع کرتے ہیں کہ اس قسم کے نام مت رکھو، یہ کافروں کے نام ہیں، ان میں کفر کی بدبو بھری ہوئی ہے۔ جیسے ان ناموں کے رکھنے کو ہم برا سمجھتے ہیں ایسے ہی وہ نام جن کے معنی برے ہیں ان سے بھی ہمیں بچنا چاہیے۔

پیدائش کے ساتویں دن کے مستحب اعمال:

نام ویسے تو ساتویں دن سے پہلے بھی رکھ سکتے ہیں لیکن ساتویں دن نام رکھنا مستحب و مسنون ہے۔

عقیقہ کرنا:

دوسرا عمل ساتویں دن عقیقہ کرنا، یہ بھی مستحب ہے، اگر لڑکا ہے تو صحیح سالم بے عیب دو بکرے یا دو بکریاں اور اگر لڑکی ہے تو بے عیب ایک بکرا یا ایک بکری۔ اگر استطاعت نہ ہو تو عقیقہ نہ کرنے میں کوئی گناہ نہیں۔ بہر حال کرنے میں یہ فوائد ہیں ایک حدیث میں ہے کہ عقیقہ کرنے سے بچے سے تمام آفات اور مصیبتیں ٹل جاتی ہیں بچہ مکمل محفوظ و مامون ہو

جاتا ہے۔ ایک اور اس کی عجیب برکت ہے کہ قیامت کے دن بچہ اپنے والدین کی شفاعت کرے گا، سبحان اللہ!

اگر کوئی ساتویں دن نہ کر سکے تو بعد میں کر سکتا ہے، لیکن بعد میں بھی ساتویں دن کا خیال کرنا بہتر ہے اور اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ بچے کی پیدائش سے ایک دن پہلے کرے۔ مثلاً اگر بچہ جمعہ کے دن پیدا ہوا ہے تو بعد میں جب بھی عقیقہ کرے تو جمعرات کو کرے۔ اس حساب سے یہ ساتواں دن پڑے گا۔

اس طرح بہتر یہ ہے کہ عقیقہ کے گوشت کے تین حصے کرے ایک اپنے گھر کے لیے رکھے ایک حصہ اپنے پڑوسیوں میں تقسیم کر دے اور ایک حصہ غریبوں اور مسکینوں کو خیرات کر دے اس لیے کہ صدقہ کا فائدہ ہی یہ ہے کہ اس سے بلائیں اور مصیبتیں دور ہوتی ہیں۔

بچے کے سر کے بال منڈوانا:

اسی طرح ساتویں دن مستحب یہ ہے کہ بچہ ہو یا بچی استرے سے اس کے سر کے بال منڈوا دیئے جائیں اس کا دنیاوی فائدہ یہ ہے کہ اس کے سر کے سارے مسامات کھل جائیں گے اور اس کا دماغ صحیح کام کرنے لگے گا اور اس کے بالوں کے ہم وزن چاندی یا چاندی کی قیمت خیرات کر دینا بھی مستحب ہے۔

اب آپ ذرا سوچیں کہ ہمارے دین اسلام میں بچہ کی کیسی عمدہ تربیت ہو رہی ہے کہ ایک طرف عقیقہ ہو رہا ہے تو اس میں بھی صدقہ دیا جا رہا ہے، عزیز و اقارب کو بھی کھلایا جا رہا ہے، پڑوسیوں کو بھی دیا جا رہا ہے غریبوں کو بھی کھلایا جا رہا ہے جب سب کھائیں گے تو سب خوش ہوں گے خوشی میں دل سے دعائیں نکلیں گی اور پھر صدقہ بذات خود اجر و ثواب کا باعث ہے اور دوسری طرف سر منڈوایا جا رہا ہے تاکہ اس کے دماغ کی تمام صلاحیتیں کارآمد ہوں اور دماغ صحیح کام کرنے لگے۔

حکمت کی بات:

اس کے بعد اگر تھوڑی سی زعفران میسر ہو تو پانی میں گھول کر سر منڈوانے کے بعد اس

کے سر پر مل دی جائے۔طبی لحاظ سے زعفران گرم وخشک ہوتی ہے اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ ایک تو طاقت پہنچائے گی اور دوسرے گرد وپیش کا موسم اس کے سر اور دماغ پر اثر انداز نہیں ہوگا اس سے انشاء اللہ نزلہ وغیرہ بھی نہیں ہوگا۔

بچے کی ختنہ کرانا:

اسی طرح ساتویں دن کی اس کی ختنہ کروا دینا بھی مستحب ہے بعد میں بھی تو کروانی ہے اس وقت کروا دینے میں بڑی آسانی ہے کیونکہ پھر جیسے جیسے بچہ بڑا ہوتا جاتا ہے ختنے کا کام مشکل ہو جاتا ہے۔

شرعی نقطہ نظر سے ختنہ کا حکم:

شرعی لحاظ سے ختنہ کروانا سنت موکدہ ہے تمام انبیاء کرام کی سنت ہے، شعائر اسلام میں سے ہے کروانا ضروری ہے نہیں کروائے گا تو گناہگار ہوگا۔

ختنے کا دنیاوی فائدہ:

کسی ڈاکٹر نے کہا ہے کہ مسلمانوں کے ہاں جو ختنہ کا عمل ہے اس کا فائدہ یہ ہے کہ ختنہ کروانے سے آدمی پچاس فیصد کینسر سے محفوظ ہو جاتا ہے۔دیکھئے! شریعت کے ہر حکم میں کتنا فائدہ ہے اور بچے کے ساتھ کتنی خیرخواہی اور ہمدردی ہے۔

بچے کی تربیت کے سلسلے میں مزید تاکید:

اس کے بعد پھر بچے کی تربیت کے سلسلے میں مزید یہ بھی تاکید ہے کہ اگر چہ بچہ ہمارے سامنے بالکل معصوم ہے نہ بول سکتا ہے نہ چل سکتا ہے نہ کوئی چیز مانگ سکتا ہے، بس ابھی تو اس کے دو ہی کام ہیں، ہنسا اور رونا، چیز مل جائے تو ہنس دیتا ہے نہ ملے تو رو دیتا ہے لیکن حقیقت میں وہ اپنے ماں باپ کی ایک ایک اداء کو کھینچ رہا ہے اور اپنے اندر جذب کر رہا ہے ماں باپ کے ہنسنے کو بولنے کو ہر ہر قول وفعل کو ان کی معاشرت کو اپنے اندر لے رہا ہے۔

لہذا اب ضروری ہے کہ بچہ گھر آ گیا تو پہلے ماں باپ خود نیک بن جائیں گے نیک رہیں گے اور نیکی کا ماحول اپنے گھر میں قائم رکھیں گے تو وہی ماحول بچے کے دل و دماغ پر نقش ہوگا۔

بچوں کی تربیت جو خراب ہو رہی ہے وہ اسی وجہ سے ہو رہی ہے کہ ماں باپ خود تو نیک بنتے نہیں خود تو نمازی بنتے نہیں، خود تو قرآن پاک کی تلاوت کرتے نہیں، خود تو نظروں کی حفاظت کرتے نہیں، خود تو ٹی وی دیکھنے والے ہیں، فلمیں دیکھنے والے ہیں، خود تو بے حیا اور بے شرم ہیں تو بچہ کیسے حیادار اور شرم والا ہوگا؟ وہ کیسے نمازی بنے گا۔ وہ کیسے اللہ اللہ کرنے والا ہوگا؟ وہ کیسے تسبیح پڑھنے والا ہوگا؟ سب سے بڑی کوتاہی یہیں سے شروع ہوتی ہے اس میں ہم بچے کو قصوروار نہیں ٹھہرا سکتے، اپنے آپ کو قصوروار ماننا چاہیے، ہم نے اس کے سامنے اللہ کے نافرمانوں والا نمونہ پیش کیا اور نافرمان بن گیا، حاصل یہ ہے کہ ہم نے اپنے آپ کو ہی جہنم سے بچانے کی کوشش نہیں کی تو پھر ہم اپنے بچوں کو کیسے جہنم سے بچا سکتے ہیں۔

بچے کو سب سے پہلے اللہ کا نام سکھاؤ:

حکم یہ ہے کہ سب سے پہلے اللہ کا نام سکھاؤ، سب سے پہلے اذان کے ذریعے اللہ کا نام سنایا تھا، اب اللہ ہی کا نام سکھاؤ تاکہ اس کی زبان پر سب سے پہلے اللہ کا نام آئے اور جب اللہ کا نام اس کی زبان پر آئے گا تو اللہ کے نام کے اثرات اس کے دل میں آئیں گے، اللہ کی محبت اس کے دل میں پیدا ہوگی۔

جناب رسول اللہ کی محبت بچوں کے دلوں میں پیدا کی جائے:

نیز یہ کہ بچوں کی تربیت کے لیے گھر میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے واقعات پڑھ کر سنائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے حالات کہ کس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے کس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کو دنیا میں پھیلایا کیا کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدمات انجام دیں، کس طرح آپ صلی اللہ علیہ

وسلم نے فکرمندی سے کام لیا کس کس طریقے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی محفوظ ہے یہ باتیں ان کو سنائیں تا کہ ان کے دل میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اور پکی محبت پیدا ہو۔

دوسرے نمبر پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں والوں اور اہل بیت اور خاندان والوں میں سے جو مسلمان گزرے ہیں ان کی محبت ان کے دل میں پیدا کی جائے۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ کا یہی طریقہ تھا۔ صحابہ کرامؓ اپنے بچوں کے سامنے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات اس طرح سناتے اور یاد کراتے تھے جس طرح قرآن شریف کی سورت یاد کراتے ہیں۔ اب سوچو! ہم میں اور ان میں کتنا فرق ہو گیا، ہم تو کبھی نام بھی نہیں لیتے۔

گھر میں تعلیم کا اہتمام کرنا:

اسی طرح بچوں کی تربیت کے لیے دس پندرہ منٹ لازمی نکالیں۔ اس وقت سب گھر والے جمع ہوں۔ اکھٹے بیٹھیں، سیرت کی کوئی سی کتاب پڑھ کر سنائیں، ایک سیرت کی کتاب ہمارے حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی لکھی ہوئی ہے سیرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے اس کا معمول بنالیں، انشاء اللہ آپ دیکھیں گے کہ آپ کو خود بھی بہت سے فوائد محسوس ہوں گے اور گھر والوں پر بھی بہتر اثر ہوگا، اس لیے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ایسی پر اثر ہے کہ جو بھی سنے گا اس سے ضرور متاثر ہوگا۔ آپ کی وفات کا واقعہ جتنی دفعہ بھی آپ پڑھ لیں ہر دفعہ آنکھوں سے بے ساختہ آنسو ٹپکنا شروع ہو جائیں گے۔ حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کو چودہ سو سال گزر گئے، لیکن ایسا اس کے اندر اثر ہے کہ کوئی مومن اس کو پڑھے تو روئے بغیر نہیں رہ سکتا اور یہ واقعہ سیرت کی تمام کتابوں میں ہے اور اگر اس سے بڑی کتاب لینا چاہیں تو حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھیؒ کی تاریخ اسلام کے نام سے لکھی ہوئی کتاب لے لیں، یہ انتہائی آسان اردو میں ہے اور بہت ہی پر اثر ہے۔ اسی طرح ایک اور کتاب ہے سیرت المصطفٰے حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلویؒ کی لکھی ہوئی ہے اس میں کہیں کہیں طرز تحریر عالمانہ ہے۔ لیکن اردو میں ہے اور بڑی آسان اور عام فہم ہے۔

ایک اور کتاب رحمۃ للعلمین حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کی لکھی ہوئی ہے جن کا حال ہی میں انڈیا میں انتقال ہوا ہے۔ علی میاں کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ کتاب کراچی میں بھی ملتی ہے۔ دو جلدوں میں ہے، بڑی آسان اور عام فہم ہے اور بہت ہی دلنشین ہے۔ اسی طرح حضرت تھانویؒ کی کتاب نشر الطیب ہے اس میں حضرت تھانویؒ نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال اور خصوصیات تحریر فرمائی ہیں، بڑی عجیب وغریب کتاب ہے۔ تو ان میں سے جو کتاب بھی آسانی سے مل جائے، دس منٹ روزانہ اپنے گھر میں بچوں کو پڑھ کر سنا دیا کریں۔

بچوں کو بزرگوں کی مجلسوں میں لے جانا:

اور ایک کام یہ کریں کہ ہفتہ میں ایک مرتبہ یا پندرہ دن میں ایک مرتبہ اپنے بچوں اور بچیوں کو اور اپنے گھر والوں کو کسی نیک مجلس میں لے جایا کریں یہ اگر ایسا ہے کہ اس میں صرف لانا لے جانا ہے باقی سب کچھ خود ہی ہو جاتا ہے کیونکہ اولاد اور ماں باپ کے تعلق میں بے تکلفی غالب رہتی ہے اور بے تکلفی کی وجہ سے ماں باپ کی بات میں وہ اثر نہیں ہوتا جو ہونا چاہیے اب وہ اثر کہاں سے لائیں؟ تو وہ بزرگوں کی مجلس سے حاصل ہو جاتا ہے۔ جب وہ دین کی باتیں دوسروں سے سنیں گے اور سننے کے بعد وہ بات ان کے دل میں اترے گی تو جیسے ہمارے دل میں اثر ہو رہا ہے ایسے ہی ان کے دل میں اثر ہوگا اور اس کی برکت سے خود بخود ذہن بھی بدلے گا اور ماحول بھی تبدیل ہوگا اور جو ہم بچوں کی تربیت چاہتے ہیں وہ رفتہ رفتہ حاصل ہو جائے گی۔

پہلے زمانے میں یہی طریقہ تھا کہ ماں باپ خود بھی اللہ والوں کی صحبت میں جاتے تھے اور اپنے بچوں کو بھی لے جاتے تھے اور خواتین کا بھی اللہ والوں سے (اصلاحی) تعلق ہوتا تھا نتیجہ ہی کہ پورا گھر کا گھر نیک اور صالح ہوتا تھا، اب وہ صحبتیں نہ رہیں مجلسیں نہ رہیں وہ جو بیچتے تھے دوائے دل وہ دکان اپنی بڑھا گئے دوسری طرف سے یہ معاملہ ہے کہ

خواجہ در دنیست ورنہ طبیب ہست

ہمارے اندر ہی وہ طلب نہ رہی، لگن نہ رہی، تڑپ نہ رہی، جذبہ نہ رہا، ایسی مجلسوں سے ہم دور ہوتے چلے گئے اس لئے محروم ہو گئے، تو بہرحال جو ہوا سو ہوا، ابھی جب تک

زندگی باقی ہے ہمارے اختیار میں پلٹنا باقی ہے۔

بچوں اور گھر والوں کے ساتھ کیسا رویہ اپنانا چاہیے

اور ایک بات یہ بھی ضروری ہے کہ عام طور پر یہ دیکھا جاتا ہے کہ گھر سے باہر اگر ہم کسی سے اصلاح کی بات کریں گے تو بڑی سنجیدگی اور نرمی اور محبت اور شفقت کے ساتھ کریں گے اور گھر میں اس کا بالکل الٹ معاملہ ہوگا، بات بات پر ڈانٹنا ڈپٹنا تنبیہ کرنا اور لڑنے مرنے کو تیار ہو جانا، یہ ہمارا طریقہ ہوتا ہے گھر میں اصلاح وتربیت کا یہ کونسا اصلاح کا طریقہ ہے؟ ہم سوچیں! اگر ہمارے ساتھ کوئی ایسا کرے تو کیا ہماری اصلاح ہو جائے گی؟ ہم تو لڑنے مرنے کو تیار ہو جائیں گے، تو جب ہم اپنے بارے میں یہ رویہ برداشت نہیں کر سکتے تو بیوی بچوں کے بارے میں ہم نے کیسے برداشت کر لیا، آپ کی جو اصلاح ہوئی تو کیا ایک منٹ میں ہوئی یا ایک دن میں جو اپنے گھر والوں کی ایک دن میں کرنا چاہتے ہو، یہ تو ایسے ہی ہے جیسے عمارت کے نیچے بم رکھ دو ایک منٹ میں نیچے آجائے گی، جیسے وہ کام ایسے ہی یہ کام کہ گھر کو تباہ کرنا ہے۔ اللہ بچائے سب نے یہی طریقہ اختیار کر رکھا ہے۔

اولاد کے بارے میں اللہ تعالی سے مدد مانگنا:

ارے میاں! اولاد کی تربیت آسان کام نہیں، سب سے پہلے تو اس میں اللہ تعالی سے مدد مانگنی چاہیے، جب اللہ پاک کا فضل ہوگا تو یہ کام آسان ہو جائے گا ورنہ یہ کام آسان نہیں۔

دوسرا یہ کہ سب سے پہلے خود نیک بننا شرط ہے اس کے بعد بچوں کے ساتھ شفقت محبت اور نرمی کے ساتھ پیش آنا لازمی ہے۔ تنبیہ، غصہ، شاذ ونادر کبھی کبھی ہر وقت بچوں کو ٹوکنے سے بچوں میں ضد پیدا ہو جاتی ہے۔

ہمارے حضرت مفتی محمد شفیعؒ صاحبؒ کا بڑا عجیب وغریب طریقہ تھا۔ حضرت تربیت فرماتے تھے تو بات بات پر ٹوکتے نہیں تھے۔ ہاں البتہ نظر رکھتے تھے کہ کس نے کب کیا

کیا؟ اور اس کی باتیں ذہن میں رکھتے تھے کہ آج اس نے یہ گڑ بڑ کی، کل اس نے فلاں غلطی کی، جب مہینہ بھر گزر گیا، پھر علیحدہ اس کو بلایا، ڈانٹ ڈپٹ کے بغیر اس کو فرماتے کہ فلان دن تم سے یہ غلطی ہوئی تھی، فلاں دن تم نے یہ کیا تھا، اس کو دور کرنا چاہیے، اس میں یہ خرابی ہے، چھوڑنے کا یہ فائدہ ہے اور کرنے میں یہ نقصان ہے، یہ باتیں چھوڑنے کی ہیں کرنے کی نہیں، چھوٹے بچے کی عزت بھی رکھی، احترام بھی کیا، نرمی بھی برتی، سب کے سامنے اس کو رسوا بھی نہیں کیا اور ڈانٹ ڈپٹ بھی نہیں کی، بھلا بتایئے وہ بچہ قربان نہیں ہوگا تو کیا ہوگا؟

ہمارا رویہ اپنی اولاد کے ساتھ:

ہمارا جو رویہ ہے آج کل اپنی اولاد کے ساتھ کہ ہمارا کمرہ گویا کہ عدالت کا کمرہ ہے، بچوں کو مجرموں کی طرح پکڑ کر لا رہے ہیں، گھسیٹتے ہوئے، گالیاں دیتے ہوئے، منہ پہ تھپڑ مارتے ہوئے، تم ایسے ہو ویسے ہو، نماز نہیں پڑھتے ہو، سوئے رہتے ہو، نکل جاؤ میرے گھر سے، تو جب تم آج اس کو گھر سے نکلنے کو کہہ رہے ہو تو کل وہ جوان ہو جائے تو تمہیں نکلنے کا کہے گا۔

عبرت آموز واقعہ:

ہمارے ایک بزرگ نے اس موضوع پر ایک واقعہ سنایا تھا کہ انڈیا کے کسی شہر میں ایک سکھ تھا، وہ بوڑھا ہو گیا اور بیٹا جوان ہو گیا، بوڑھے کو دمے کا مرض لاحق ہو گیا، اب رات ہوتے ہی دمے کا شدید زور ہو جاتا، کھانسی اور بلغم نکلنا شروع ہو جاتا، چنانچہ ساری رات یہ سلسلہ جاری رہتا، وہ بیچارہ خود بھی پوری رات جاگتا اور شور کی وجہ سے دوسرے بھی جاگتے۔ بیٹا سارا دن کام سے تھکا ہارا ہوتا، بار بار نیند اکھڑتی تو بہت تنگ ہوتا، آخر پھر سوچتا کہ کوئی بات نہیں باپ ہے، لیکن رفتہ رفتہ جب دیکھا کہ روز کا ہی قصہ ہے، نہ تو یہ مرتا ہے نہ جان چھوڑتا ہے یہ تو ساری رات جگاتا ہی ہے ایک دن اس کو خیال آیا کہ

کیوں نہ اس کا کام ختم ہی کر دوں، قریب میں ایک دریا بہتا تھا، ایک دن اس نے اپنے بوڑھے باپ کو کندھوں پہ اٹھایا اور دریا کی طرف چل دیا، اب باپ خاموش کچھ نہیں بول رہا کہ کہاں لے جا رہے ہو اور کیوں لے جا رہے ہو؟ بیماری کی وجہ سے ویسے ہی سوکھ کر کانٹا ہو گیا تھا، مقابلے کی سکت نہیں تھی اور دل کا چور جانتا تھا جیسی کرنی ویسی بھرنی۔

چنانچہ جیسے ہی بیٹا دریا میں اترا اور پانی پنڈلیوں تک آیا اور پھینکنے کا ارادہ کیا تو باپ نے کہا: بیٹا ذرا اس جگہ سے ہٹ کر فلاں جگہ پہ مجھے پھینک دے، یہاں مت پھینک، بیٹے نے کہا: یہاں میں اور وہاں میں کیا فرق ہے؟ یہاں بھی پانی ہے اور وہاں بھی پانی ہے، باپ نے کہا بس میری خواہش ہے بیٹے نے کہا پہلے مجھے بتاؤ اس میں کیا راز ہے پھر پھینکوں گا، باپ کہنے لگا کہ اصل بات یہ ہے کہ میں نے بھی اپنے باپ کو یہیں پھینکا تھا۔

بیٹا سمجھدار تھا، کہنے لگا اچھا تو یہ بات ہے، فوراً دریا سے نکلا اور سیدھا واپس اپنے گھر گیا، جا کر باپ کا کمرہ صاف کیا، بستر کو دھویا، چادر بدلی اور صبح جب ہوئی تو اس کو ڈاکٹر کے پاس لے گیا، دوا دلوائی اور بقیہ زندگی خوب اس کی خدمت کی۔ وہ بہتر ہوا نہ ہوا لیکن اس نے اپنا فرض پورا کیا۔ اللہ بچائے، اللہ بچائے جب ہم اپنی اولاد کے ساتھ بدتمیزی سے پیش آ رہے ہیں اور ان کو گالیاں دے رہے ہیں تو پھر ہم کیسے ان سے خدمت کی امید کر رہے ہیں۔

لہذا ضروری ہے کہ ہم اپنے بچوں کے ساتھ محبت و شفقت کا اور نرمی کا سلوک کریں، سب سے بڑھ کر یہ کہ ہم ان کے سامنے نیک نمونہ پیش کریں جب ہم نیک ہوں گے، با اخلاق ہوں گے اور شریعت کے پابند ہوں گے، تو ہماری اولاد بھی نیک اور صالح ہوگی اور ہمارا احترام اور خدمت کرنے والی ہوگی۔

یہ تو میں نے مسلمان گھرانے کے بچے کے پیدا ہونے کے بعد شروع کے آداب بتائے، ان ہی سے اندازہ لگالیں کہ باقی زندگی میں ہمارے اوپر کتنی ذمہ داریاں ہوں گی کہ ہم ان کو کس طرح نیک بنائیں، یہ ہماری ساری زندگی کی ذمہ داریاں ہیں، اس کو

ساری زندگی انجام دینا ہیں، بزرگوں سے وابستہ رکھیں اور خود بھی وابستہ رہیں اور پوچھ پوچھ کر چلتے رہیں، پوچھ کر چلنے میں بڑی آسانی ہے اور سہولت ہے، ہر آدمی کا حال الگ الگ ہوتا ہے، ماحول الگ الگ ہوتا ہے، اس سلسلے میں دینی رہنمائی حاصل کر کے اپنے گھر میں دینی ماحول کا اہتمام کرنا چاہیے۔ اللہ تعالی ہم سب کو اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (امین)

(۶)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یأیھا الذین آمنوا قو أنفسکم و أھلیکم نارا .(التحریم)

تربیت اولاد

ازافادات

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری حفظہ اللہ تعالیٰ

تربیت اولاد

نَحْمَدُ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ رَسُوْلِنَا الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴿وَاْمُرْ اَهْلَکَ بِالصَّلٰوۃِ وَاصْطَبِرْ عَلَیْهَا﴾

''اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کیجیے اور آپ بھی اس پر قائم رہیں۔''

﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا قُوْا اَنْفُسَکُمْ وَ اَهْلِیْکُمْ نَاراً﴾

''اے ایمان والو بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے۔''

﴿یُوْصِیْکُمُ اللّٰهُ فِیْ اَوْلَادِکُمْ﴾

''اللہ وصیت کرتا ہے تم کو تمہاری اولاد کے بارے میں ﴾

﴿وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَکُمْ خَشْیَةَ اِمْلَاقٍ﴾

''اور اپنی اولاد کو افلاس کے ڈر سے قتل نہ کرو مرد اپنے گھر کا رکھوالا ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں باز پرس ہوگی اور عورت اپنے شوہر کے گھر کی رکھوالی ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔''

﴿لَاَنْ یُؤَدِّبَ الرَّجُلُ وَلَدَهٗ خَیْرٌ مِنْ اَنْ یَتَصَدَّقَ بِصَاعٍ﴾

''انسان کا اپنے بیٹے کو ادب سکھانا' یہ ایک صاع صدہ کرنے سے بہتر ہے۔''

﴿مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَدًا اَفْضَلَ مِنْ اَدَبٍ حُسْنٍ﴾

''کسی باپ نے اپنے بیٹے کو اچھے ادب سے بہتر عطیہ اور ہدیہ نہیں دیا۔''

﴿عَلِّمُوْا اَوْلَادَکُمْ وَ اَهْلِیْکُمُ الْخَیْرَ وَ اَدِّبُوْهُمْ﴾

''اپنی اولاد اور گھر والوں کو خیر سکھاؤ اور انہیں باادب بناؤ۔''

گرامی قدر حاضرین! اللہ تعالی نے انسان کو بے شمار نعمتیں عطاء فرمائی ہیں اگر ہم اس

نعمتیں شمار کرنا چاہیں تو شمار بھی نہیں کر سکتے یہ زندگی اس کی نعمت ہے۔ سورج چاند اور ستارے اس کی نعمت ہیں۔ نباتات اور جمادات اس کی نعمت ہیں پھل اور پھول اس کی نعمت ہیں گرمی اور سردی اس کی نعمت ہیں ہاتھ پاؤں اور تمام اعضاء اس کی نعمت ہیں گویائی اور شنوائی کی صلاحیت اس کی نعمت ہے ایمان اس کی نعمت ہے قرآن اس کی نعمت ہے کعبہ اس کی نعمت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ اس کی نعمت ہے غرضیکہ ہم پر اس کے احسانات اور اس کی نعمتیں بے شمار ہیں۔

اس کی بے شمار نعمتوں میں سے ایک بہت بڑی نعمت اولاد بھی ہے اولاد کو نور چشم بھی کہتے ہیں، لخت جگر بھی کہتے ہیں، رونق خانہ بھی کہا جاتا ہے، بڑھاپے کی لاٹھی کا نام بھی ہوتی ہے، دل کا سرور بھی ہوتی ہے، جگر کا ٹکڑا بھی ہوتی ہے، اس کے وجود سے گھر کی ویرانیاں ختم ہو جاتی ہیں اس کی جوانی والدین کے بڑھاپے کی لاٹھی ہوتی ہے۔

اولاد وہ نعمت ہے جس کی خواہش ہر شادی شدہ جوڑے کو ہوتی ہے اولاد کی قدر ان سے پوچھئے جو اس سے محروم ہیں لاولد حضرات کی بے بسی اور بے کسی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے اگر شادی کے بعد چند سال تک بچہ پیدا نہ ہو تو وہ باؤلے سے ہو جاتے ہیں وہ بچے کے لئے ہر جتن کرتے ہیں خود دعائیں کرتے ہیں دوسروں سے دعائیں کراتے ہیں نذریں مانتے ہیں تعویذات کراتے ہیں ہمارے ہاں مشہور ضرب المثل ہے ''مرتا کیا نہ کرتا'' تو بے اولاد حضرات بھی اس ضرب المثل کے مطابق سب کچھ کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں اور اگر یہ جاہل پیروں اور تعویذ فروشوں کے ہتھے چڑھ جائیں تو وہ ان کی جیب بھی خالی کر دیتے ہیں اور بعض اوقات تو ایمان سے بھی خالی کر دیتے ہیں۔

قرآن حکیم میں بچوں کو اس عالم رنگ و بو کا حسن اور خوبصورتی قرار دیا گیا ہے۔ فرمایا

﴿ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَةُ الْحَیَاةِ الدُّنْیَا ﴾ (سورۃ کھف)

''مال اور بیٹے دنیا کی زندگی میں رونق ہیں''

﴿ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا ﴾ (سورۃ فرقان)

''اے ہمارے رب ہم کو ہماری عورتوں اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک دے اور ہم کو پرہیز گاروں کا پیشوا بنادے۔''

یہ اولاد جو کہ آنکھوں کی ٹھنڈک ہوتی ہے جس سے دل کو سکون حاصل ہوتا ہے جس پر انسان فخر کرتا ہے جس کی خواہشات اور ضروریات پوری کرنے کے لئے وہ اپنا خون پسینہ بہاتا ہے بعض اوقات رحمت کے بجائے زحمت بن جاتی ہے والدین کی شاہراہ حیات پر پھولوں کے بجائے کانٹے بکھیر دیتی ہے میاں بیوی رورو کر اولاد کے لئے دعا کرتے ہیں اور خاص طور پر بیٹوں کے لئے تو بہت زیادہ دعائیں کی جاتی ہیں اور طرح طرح کے جتن کئے جاتے ہیں حالانکہ یہ تو اللہ تعالی کی مرضی ہے وہ جسے چاہے بیٹا دے اور جسے چاہے بیٹی دے کوئی اس پر جبر نہیں کرسکتا۔

﴿يَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ إِنَاثًا وَّ يَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ الذُّكُورَ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّ اِنَاثًا وَ يَجْعَلُ مَنْ يَشَاءُ عَقِيْمًا﴾ (سورۃ شوری)

''بخشا ہے جس کو چاہے بیٹیاں جس کو چاہے بیٹے یا ان کو جوڑے دے دیتا ہے بیٹے اور بیٹیاں اور جس کو چاہتا ہے بانجھ کردیتا ہے''

اولاد دینا یا نہ دینا بیٹے دینا یا بیٹیاں دینا یہ اللہ تعالی کے اختیار میں ہے اور اللہ تعالی کے ہر کام میں کوئی نہ کوئی حکمت ہوتی ہے۔ وہ بانجھ رکھتا ہے تو اس میں بھی کوئی حکمت ہوگی۔ وہ بیٹیاں دیتا ہے تو اس میں بھی کوئی حکمت ہوگی وہ بیٹے دیتا ہے تو اس میں بھی کوئی حکمت ہوگی۔ وہ بیٹے اور بیٹیاں دونوں دیتا ہے تو اس میں بھی کوئی حکمت ہوگی۔ اس لئے اس آیت کے آخر میں فرمایا۔

اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ

بے شک وہی جانتا ہے اور قدرت بھی رکھتا ہے وہ خوب جانتا ہے کہ کسے بیٹا دینا ہے اور کسے بیٹی دینی ہے اور کسے بانجھ رکھنا ہے۔

کم علم انسان:

انسان کو چونکہ بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے اس لئے جب وہ اللہ تعالی کے کاموں کی حکمت

نہیں سمجھتا تو شکوے کرنے لگتا ہے اعتراض کرنے لگتا ہے اعتراض کرنے لگتا ہے بغاوت پر اتر آتا ہے حالانکہ بیچارے کم علم انسان کو کیا معلوم کہ اس کے حق میں بیٹی بہتر ہے یا بیٹا؟ ممکن ہے کہ جس بیٹے کے لئے وہ اتنے اصرار اور تسلسل کے ساتھ دعائیں کر رہا ہے وہ اس کے لئے حضرت نوحؑ کا کنعان بن جائے جس بیٹے کے بارے میں وہ آس لگائے بیٹھا ہے کہ وہ میرے بڑھانے کا سہارا بنے گا ہوسکتا ہے کہ وہ بڑا ہو کر اپنے باپ کے دوسرے سہارے بھی چھین لے ایک گنوار کا مشہور واقعہ ہے کہ اس نے اپنے ہاں کے سرداروں کو بڑی ٹھاٹھ باٹھ کے ساتھ گھوڑوں پر سوار دیکھا تو اسے بھی گھڑ سواری کا شوق ہوا بیچارا غریب آدمی تھا اتنی سکت تو نہیں تھی کہ گھوڑا خرید سکتا چنانچہ دن رات اللہ سے دعائیں دعائیں کرنے لگا کہ اللہ میاں گھوڑا دے دے اور کچھ نہیں مانگتا ایک عدد گھوڑا عنایت فرما دے۔ ہر وقت چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے یہی دعا کرتا رہتا کہ یا اللہ میاں گھوڑا دے دے اتفاق سے ایک دن وہ کسی کام سے جنگل میں گیا رات کا وقت تھا وہاں سے شہر کے کوتوال کا گزر ہوا اس کی گھوڑی نے جو کہ گابھن تھی وہیں جنگل میں بچے کو جنم دے دیا گھوڑی کے بچے کے لئے چلنا پھرنا مشکل ہو رہا تھا

کوتوال نے ادھر ادھر نگاہ دوڑائی تو اسے یہ گنوار نظر آ گیا جو کہ حسب معمول گھوڑا دے دے گھوڑا دے دے کا ورد کر رہا تھا کوتوال نے ایک چپت رسید کی اور کہا کہ اس بچے کو گردن پر اٹھاؤ اور شہر تک پہنچاؤ مرتا کیا نہ کرتا کوتوال کا حکم ٹالنا ناممکن تھا۔ چارو ناچار گھوڑی کے اس نومولود بچے کو اپنے کندھوں پر اٹھا لیا اور شہر کی طرف چل پڑا' چلتا جاتا تھا اور زبان سے اپنی جہالت کی وجہ کہتا جاتا تھا'' اللہ میاں تو دعا سنتا تو ہے مگر سمجھتا نہیں ہے۔ میں نے گھوڑا مانگا تھا تاکہ میں اس پر سوار ہوں اور تو نے گھوڑا دیدیا تاکہ وہ میرے اوپر سوار ہو جائے۔''

بگڑی ہوئی اولاد:

تو دوستو! کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ والدین جس اولاد سے بڑی بڑی توقعات لگائے ہوئے ہوتے ہیں وہ ان کی زندگی کو اجیرن بنا دیتی ہے ان کے دن کا سکون اور

رات کی نیند حرام کر دیتی ہے یہاں تک کہ بعض اوقات والدین تنگ آ کر کہہ دیتے ہیں اے کاش تو نے جنم ہی نہ لیا ہوتا اور کبھی تو وہ ایسے دلبرداشتہ ہوتے ہیں کہ بددعا کر بیٹھے ہیں کہ ''اللہ تمہیں اٹھا لے تم پر اللہ کی لعنت اور پھٹکار ہو'' لیکن بددعا کرنے سے پہلے کبھی والدین نے یہ سوچنے کی بھی زحمت گوارا کی کہ اولاد کا بگاڑ کہیں ہماری غلط تربیت کا نتیجہ تو نہیں اگر تم نے اولاد کی صحیح تربیت کی ہوتی تو تمہیں یہ روز بد دیکھنا نہ پڑتا تم تو اس کا لاڈ پیار اور نخرے دیکھتے رہے تم تو بس یہی سمجھتے ہیں کہ ابھی تو بچے ہیں اب تو ان کے کھیلنے کودنے کا وقت ہے، تم تو ان کو گالیوں پر شاباش دیتے رہے تم تو مہمانوں کے سامنے ان سے ڈانس کرواتے رہے یہ ماں جو آج اپنی بگڑی ہوئی اولاد سے پریشان ہے اس وقت کتنے فخر سے سینہ پھلا کر کہتی تھی'' ارے دیکھو ماشاء اللہ میری بیٹی صرف سات برس کی ہے مگر کتنی مہارت سے ڈسکو ڈانس کرتی ہے اور منے کو دیکھو ابھی چھ برس کا ہے مگر فلاں فلاں گانا اس کو پورا یاد ہے'' یاد رکھو! تم اپنی ہی بوئی ہوئی فصل کو کاٹ رہے ہو اگر تم ببول کے بیج بو کر گل ولالہ کے اگنے کی توقع رکھتے ہو تو یہ نری حماقت اور سراسر نادانی ہے۔

یتیم کون؟

جب بچپن میں بچے کی تربیت ہی نہیں کی تو جوانی میں اس کی گستاخیوں' اس کی شرارتوں اور شوخیوں کی شکایتیں کرتا بے معنی ہے امام غزالی نے خوب کہا ہے کہ'' اولاد ماں باپ کے پاس ایک امانت کی مانند ہے جس کا دل ایک نفیس موتی کی مانند ہے وہ موم کی طرح نقش پذیر اور ہر قسم کے نقوش سے خالی ہے اس کی مثال پاک زمین جیسی ہے کہ اس میں جو کچھ بوئے گا وہی اگے گا اگر نیکی کا تخم بوئے گا تو لڑکا دارین کی سعادتوں کا حامل ہوگا اور والدین نیز اساتذہ اس کے ثواب میں شریک ہوں گے اگر نیکی کا تخم نہ بویا تو لڑکا بدبخت ہوگا اور جو افعال اس سے سرزد ہونگے ان میں والدین اور اساتذہ شریک ہونگے۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں

﴿ قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا ﴾ (التحریم)

'' اپنے آپ کو اور اپنے اہل وحیات کو جہنم کی آگ سے بچاؤ''

دنیا کی آگ کے مقابلے میں آخرت کی آگ بہت سخت ہے اس سے حفاظت بھی اسی نسبت سے زیادہ ہونی چاہیے اس آگ سے یوں بچانا ہوگا کہ اولاد کو مودب بنایا جائے اسے نیک اخلاق کی تعلیم دی جائے اور بری صحبت سے بچایا جائے کہ یہ تمام فساد کی جڑ ہے۔ (کیمیائے سعادت:۴۲۱)

جو بچہ صحیح تربیت سے محروم رہتا ہے وہ حقیقتاً یتیم ہوتا ہے' یتیم صرف وہ نہیں ہے جس کے والد کا انتقال ہو جائے بلکہ وہ بچہ بھی یتیم ہے جو کسی دردمند مربی کی تربیت سے محروم رہے۔ عربی زبان کے مشہور شاعر شوقی نے کیا خوب کہا ہے

لَیْسَ الْیَتِیْمُ مَنِ انْتَهٰی اَبَوَاهُ مِنْ
هَمِّ الْحَیَاةِ وَ خَلَفَاهُ ذَلِیْلًا

''وہ بچہ درحقیقت یتیم نہیں جس کے والدین دین کے غم سے آزاد ہو کر اسے بے یار و مددگار چھوڑ گئے ہوں۔''

اِنَّ الْیَتِیْمَ هُوَ الَّذِیْ تَلْقٰی لَهٗ اُمًّا تَخَلَّتْ اَوْ اَبًا مَشْغُوْلًا

''حقیقت میں تو یتیم وہ بچہ ہے جس کو ایسی ماں ملے جو اس سے بے توجہ ہو اور اس کا باپ بھی مشغول ہو۔''

شریک جرم:

تو حقیقی یتیم وہ بچہ ہے جو ماں باپ کی شفقت سے ان کی توجہ سے اور ان کی تربیت سے محروم رہتا ہے یہ بچہ بڑا ہو کر جب جرائم کی دنیا میں قدم رکھتا ہے اور چوری' ڈکیتی اور قتل و غارت گری کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کے والدین بھی اس صورت میں اس کے جرم میں برابر کے شریک ہونگے جب انہوں نے بچپن میں اسے اسلامی اخلاق نہ سکھائے ہوں اور اس کی تعلیم و تربیت کما حقہ توجہ نہ دی ہو وہ ایک مشہور واقعہ ہے کہ ایک نوجوان قتل کرنے کے جرم میں میں گرفتار ہوا' جج نے اسے پھانسی کی سزا سنائی تو اس نے درخواست کی کہ میرے گلے میں پھانسی کا پھندہ ڈالنے سے پہلے مجھے اپنی والدہ سے ملنے کا موقع دیا جائے والدہ کو لایا گیا تو اس نے کہا کہ میں تمہارے کان میں میں کچھ ضروری بات کہنا چاہتا

ہوں۔ ماں نے کان قریب کیا تو اس نے ماں کے کان کو کاٹ کھایا، جج نے کہا کہ یہ تم نے کیا ظلم کیا، تمہیں اپنی والدہ کا کان کاٹتے ہوئے شرم نہیں آئی، مجرم نے جواب دیا فی الوقت میں اسے یہی سزا دے سکتا ہوں اگر موقع ہوتا تو شاید میں اسے اس سے بھی بڑی سزا دیتا یہ عورت ہے جس نے مجھے جن تو لیا لیکن میری تعلیم و تربیت کی طرف کوئی توجہ نہ دی بلکہ میرے چھوٹے موٹے جرائم پر میری حوصلہ افزائی کرتی رہی، میں لوگوں سے جھگڑتا تھا تو یہ میری پیٹھ ٹھونکتی تھی مجھے شاباش دیتی تھی اگر یہ ابتداء ہی میں مجھے روکیتی ٹوکتی اور سمجھاتی رہتی تو آج میرے ہاتھ قتل ناحق نہ ہوتا اور حقیقت بھی یہی ہے کہ بے شمار مجرم ایسے ہیں جو ابتداء میں ننھے منے جرائم کرتے ہیں اور پھر ہوتے ہوتے سینئر قسم کے مجرم بن جاتے ہیں اور بلاخوف خطر بڑے بڑے جرائم کا ارتکاب کرنے لگتے ہیں۔

ایک حدیث کا مفہوم:

حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک حدیث منقول ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اللہ تعالی کی لعنت ہو چور پر کہ انڈا چراتا ہے اور اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے اور رسی چراتا ہے اور اس کا ہاتھ کاٹا ہے۔ (بخاری و مسلم)

چونکہ شرعی قانون کی رو سے صرف انڈا یا رسی چوری کرنے پر کسی کا ہاتھ نہیں کاٹا جا سکتا بلکہ احناف کے نزدیک چور کا ہاتھ کاٹنے کے لئے ضروری ہے کہ جس چیز کی چوری کی گئی ہے وہ کم از کم دس درہم کی مالیت رکھتی ہو اور ہر کسی کو معلوم ہو کہ انڈے کی اور رسی کی قیمت دس درہم کے برابر نہیں ہو سکتی اس لئے علماء کرام اور محدثین عظام نے اس حدیث کے مختلف مطالب بیان کئے ہیں بعض نے تو کہا کہ اس حدیث میں ''بیضہ'' سے مراد انڈا نہیں بلکہ اس کا معنی خود ہے جو کہ مجاہدین میدان جنگ میں سر پر پہنتے ہیں اور رسی سے مراد وہ رسی ہے جس سے جہازوں کے لنگر باندھے جاتے ہیں اور ان دونوں چیزوں کی قیمت دس درہم کے برابر ہو جاتی ہے لیکن اس حدیث کا زیادہ واضح مفہوم جس میں کسی قسم کی تاویل کی بھی ضرورت نہیں پڑتی ہے یہ ہے کہ اس چور نے اپنی چوریوں کا آغاز انڈے اور رسی جیسی بے وقعت چیزوں کے اڑانے سے کیا تھا اور پھر وہ بڑی بڑی چیزیں چوری

کرنے لگا یہاں تک کہ ہاتھ کٹنے تک نوبت پہنچ گئی۔

اس حدیث کو میرا یہاں بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ کسی چیز کی ابتداء تو بسا اوقات بہت معمولی اور معصوم ہوتی ہے لیکن وہ آگے چل کر بہت بڑی بن جاتی ہے۔

- ......قطروں کو جمع کیا جاتا ہے تو دریا بن جاتا ہے۔
- ......ذرے مل جاتے ہیں تو پربت بن جاتا ہے۔
- ......بنولے پر محنت کی جاتی ہے تو شاہانہ لباس بن جاتا ہے۔
- ......بچوں کی نگہداشت کی جاتی ہے تو وہ پھول بن کر گلشن کو معطر کر دیتے ہیں۔
- ......موتی پروئے جاتے ہیں تو حسینوں کے گلے کی مالا تیار ہو جاتی ہے۔
- ......ستارے مجتمع ہو جائیں تو کہکشاں بن جاتی ہے۔

مجاہدین کو منظم کیا جائے تو وہ ''بنیان مرصوص'' بن جاتے ہیں' افراد پر محنت کی جاتی ہے تو وہ محدث بنتے ہیں مفسر بنتے ہیں' مجاہد بنتے ہیں زمانے کے امام اور پیشوا بنتے ہیں زاہد اور پارسا بنتے ہیں۔

اور کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ چنگاری کو نہ بجھایا جائے تو وہ شعلہ بن کر خرمن کو بھسم کر دیتی ہے۔ خودرو جھاڑیوں کو نہ کاٹا جائے تو جھاڑ جھنکار کا ایک خوفناک جنگل تیار ہو جاتا ہے' دریا سے رسنے والے پانی کو بند نہ کیا جائے تو وہ سیلاب بن جاتا ہے' سوسائٹی میں پائی جانے والی غلاظتوں کا سدباب نہ کیا جائے تو عذاب خدا بن جاتا ہے، بچوں کی تربیت نہ کی جائے تو وہ ڈاکو اور لٹیرے بن جاتے ہیں' ہیروئنچی اور چرسی بن جاتے ہیں قاتل اور غارت گر بن جاتے ہیں۔

جو والدین بچپن ہی سے بچوں کے دل و دماغ میں اللہ تعالیٰ کا نام بٹھا دیتے ہیں اور ان کی تربیت پر پوری توجہ دیتے ہیں تو ان کے بچے اکثر و بیشتر بڑے ہو کر صراط مستقیم پر جمے رہتے ہیں۔ تاریخ میں اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔

حضرت سہیل تستریؒ:

حضرت سہیل تستریؒ فرماتے ہی کہ میں تین برس کا تھا میرے ماموں محمد بن سوار نماز

پڑھتے تو میں انہیں دیکھتا۔ ایک مرتبہ انہوں نے مجھ سے کہا کہ بیٹا جس رب نے تجھے پیدا کیا ہے اسے یاد نہیں کرو گے؟ میں نے پوچھا ماموں کیسے یاد کروں؟ تو آپ نے فرمایا کہ رات کو بستر پر کروٹ بدلتے وقت زبان ہلائے بغیر صرف اپنے دل میں تین دفعہ یوں کہا کرو کہ

اَللّٰهُ مَعِیْ ' اَللّٰهُ نَاظِرِیْ ' اَللّٰهُ شَاهِدِیْ

''اللہ میرے ساتھ ہے' اللہ مجھے دیکھ رہا ہے' اللہ میرے سامنے ہے۔''

میں نے چند راتوں تک یوں ہی کیا پھر انہیں اس کی اطلاع دی تو فرمایا اب ہر رات میں سات دفعہ یوں ہی کہا کرو۔ میں نے ایسا ہی کیا جس کے نتیجے میں مجھے اپنے دل میں اس کی لذت وحلاوت محسوس ہونے لگی پھر جب اس پر عمل کرتے ہوئے ایک سال گزر گیا تو فرمایا جو ذکر میں نے تمہیں سکھایا ہے اسے خوب یاد رکھو اور مرتے دم تک اس پر قائم رہو یہ تم کو دنیا وآخرت میں نفع کا ذریعہ ہوگا میں چند برسوں تک ایسا ہی کرتا رہا' یہاں تک کہ میں اس کی لذت اپنے باطن کی گہرائیوں میں محسوس کرنے لگا۔

پھر ایک دن فرمایا اے سہیل! اللہ جس کے ساتھ ہو' جس کو دیکھتا ہو' جس کے سامنے ہو کیا وہ شخص اللہ کی نافرمانی کر سکتا ہے؟ خبردار! کبھی خدا کی معصیت ونافرمانی نہ کرنا چنانچہ میں تنہا رہنے لگا۔ (رسائل امام غزالی)

یہ حضرت سہیل تستریؒ تھے جو اپنے ماموں کی توجہ اور تربیت کے نتیجے میں زہد وتقویٰ اور علم وفضل کی زرین مسند پر فائز ہوئے' مسلسل روزے رکھتے اور ساری ساری رات قیام کرتے' امام احمدؒ ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ مجھے اس امر کا ثبوت نہیں ملا کہ انہوں نے اپنے وصال تک کبھی سالن استعمال کیا ہو بچپن میں نیک بخت ماموں نے اپنے بھانجے کے دل میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہونے' اس کے حاضر ناظر ہونے کا عقیدہ اور تصور ان کے دل میں بٹھایا تھا اس نے ان کی مسلمانوں اور بزرگی کی بنیادوں کا کام کیا اور پھر اس پر اطاعت وعبادت اصلاح وارشاد اور نیکی اور پارسائی کی بہترین اور قابل رشک عمارت تعمیر ہوگئی۔

بابا فریدؒ:

بچپن میں ہم غالباً حضرت بابا فریدؒ کے بارے میں یہ واقعہ سنا کرتے تھے کہ ان کی والدہ نے انہیں نماز کی عادت ڈالنے کے لئے کہا کہ بیٹا اگر تم نماز پڑھو گے تو تمہیں شکر ملے گی پھر وہ یوں کرتیں کہ شکر کی پڑیا چھپا کر ان کے مصلے کے نیچے رکھ دیتیں یہ نماز سے فارغ ہو کر مصلیٰ اٹھاتے تو اس کے نیچے سے شکر کی پڑیا برآمد ہوتی' ایک دن ان کی والدہ کو اتفاق سے سفر پیش آ گیا اب فکر دامن گیر ہوئی کہ آج بچے کو شکر کی پڑیا نہ ملی تو اس کا اعتماد اٹھ جائے گا اس لئے اللہ سے دعا کی کہ تو ہی میرے بات کی لاج رکھ لینا۔ سفر سے واپس آئیں تو بیٹے سے پوچھا شکر کی پڑیا ملی تھی؟ بیٹے نے جواب دیا جی اماں جی شکر کی پڑیا تو ملی تھی مگر اس کا ذائقہ تو کچھ اور ہی تھا ایسی شکر تو میں نے کبھی چکھی ہی نہیں تھی اس واقعہ سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وہ مائیں بچوں کی تربیت کیلئے کیا کچھ جتن نہیں کرتی تھیں۔

حضرت شیخ الحدیثؒ کے والد:

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد ذکریاؒ کی آپ بیتی میں ہے کہ ''میری دادی صاحبہ نور اللہ مرقدہا حافظہ تھیں اور بہت اچھا یاد تھا' سال بھر کا معمول خانگی مشاغل' کھانے پکانے کے علاوہ ایک منزل روزانہ کا تھا اور رمضان المبارک میں چالیس پارے روزانہ چونکہ شیخ الحدیثؒ کی دادی اپنے بیٹے اور حضرت شیخ الحدیثؒ کے والد مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ کو دودھ پلاتے وقت قرآن بھی پڑھتی رہتی تھیں اس لئے اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ دودھ پینے کے زمانے میں پاؤ پارہ یاد کر چکے تھے اور سات برس کی عمر میں انہوں نے پورا قرآن حفظ کر لیا تھا۔

کل اور آج کی مائیں:

میرے دوستو! جب مائیں وہ تھیں جو زمانہ حمل میں اور مدت رضاعت میں قرآن کی تلاوت کرنے والی تھیں تو ان کی گود میں پرورش پانے والے بچوں کی توتلی زبان پر بھی

قرآن حکیم کی مقدس آیتیں اور سورتیں جاری ہو جاتی تھیں۔ آج مائیں وہ ہیں جو گانے سنتے ہوئے بلکہ گنگناتے ہوئے دودھ پلاتی ہیں اور ڈسکو ڈانس کے سائے میں بچوں کی پرورش کرتی ہیں تو بچوں کی توتلی زبان پر بھی فحش گانوں کے بول ہوتے ہیں اور وہ چھوٹی سی عمر میں فلموں کے ڈائیلاگ بولنا شروع کر دیتے ہیں۔

اولاد کے حقوق:

آپ نے دیکھا جن لوگوں نے اولاد کی صحیح تربیت کی ان کی اولاد علم وعمل کے اعتبار سے، عظمت ورفعت کے اعتبار سے اور سیرت وکردار کے اعتبار سے ایسی بلندیوں تک پہنچ گئی کہ آج دنیا ان کو رشک کے ساتھ دیکھتی ہے اور یہ جو انہوں نے اولاد کی تربیت کی تو حقیقت میں یہ ان کی اولاد کا حق تھا، بہت سے والدین ایسے ہیں جن کو یہ تو معلوم ہے کہ والدین کے اولاد پر کچھ حقوق ہیں اور اس میں کچھ شک بھی نہیں کہ واقعی والدین کے اولاد پر بے شمار احسانات بھی ہیں اور حقوق بھی ہیں۔ ماں اسے حالت حمل میں اٹھائے پھرتی رہی ہے...... پھر اس نے بچے کو اس حالت میں جنا کہ موت وزندگی میں بہت کم فاصلہ رہ گیا تھا...... مدت رضاعت میں وہ ماما کی ساری تکلیف اٹھا کر اسے پالتی پوستی رہی...... بچہ کے پیشاب سے بستر گیلا ہو جاتا تھا تو وہاں وہ خود سو جاتی اور اسے خشک کپڑے پر لٹاتی...... بچہ رات کو روتا تو والدین کی نیند حرام ہو جاتی...... بچہ بیمار ہو جاتا تو اس کی تکلیف والدین محسوس کرتے......والدین اس کی ہر ضد اور ہر خواہش پوری کرنے کے لئے اپنی آرزوؤں کا خون کرتے رہے۔

امیہ بن صلت نے اپنے نافرمان بیٹے کو اپنی پدرانہ شفقتیں یاد دلاتے ہوئے بڑے عجیب انداز میں کہا تھا

کَاَنِّیْ اَنَا الْمَطْرُوْقُ دُوْنَکَ بِالَّذِیْ

(جب تم بیمار ہوتے) تو یوں محسوس ہوتا گویا کہ تمہارے بجائے میں ہی بیمار ہوں۔

طَرَقْتَ بِہٖ دُوْنِیْ فَعَیْنِیْ تَھْمَلُ

اس وجہ سے میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے۔

تَخَافُ الردی نَفْسِیْ عَلَیْکَ وَ اِنَّھَا

میرا دل تمہاری ہلاکت سے خوفزدہ رہتا تھا حالانکہ

لَتَعْلَمُ اَنْ لِلْمَوْتِ وَقْتٌ مُؤَجَّلٌ

اسے معلوم ہے کہ موت مقرر وقت پر ہی آئے گی۔

جب والدین کی محبتیں، شفقتیں اور احسانات بے شمار ہیں تو ان کے حقوق العباد تب ادا کرے گی جب وہ پہلے خود اولاد کے حقوق ادا کریں گے اور اگر انہوں نے بچوں کے حقوق کی کوئی پرواہ نہ کی تو بڑے ہو کر بچے بھی ان کے حقوق کی کوئی پرواہ نہیں کریں گے۔

پہلا حق:

آپ کی اولاد کا آپ پر پہلا حق یہ ہے کہ ان کے لئے اچھی ماں تلاش کریں اور ماں پر لازم ہے کہ وہ ایسے شوہر سے نکاح کرے جو اس کے بچوں کا اچھا باپ ثابت ہو سکے کتنے ہی ایسے مرد ہیں جو محض حسن پرستی میں مبتلا ہو کر آوارہ عورتوں سے شادی کر لیتے ہیں اور کتنی ہی شریف گھرانوں کی عورتیں ہوتی ہیں جو محض جذبات میں آ کر بدکردار مردوں سے شادی رچا لیتی ہیں، ایسے مردوں اور عورتوں کو اپنی غلطی کا احساس اس وقت ہوتا ہے جب جذبات کا طوفان تھم جاتا ہے اور عملی زندگی سے سابقہ پیش آتا ہے۔

اگر بچوں کی ماں کوٹھوں پر بیٹھنے والی رنڈی ہو......

محفلوں کی زینت بننے والی رقاصہ ہو......

چند ٹکوں کے بدلے اپنی ناموس بیچنے والی کنجری ہو......

ہر کسی کا دل لبھانے والی طوائف ہو......

یا بچوں کا باپ بندروں کی طرح ایکٹنگ کرنے والا فلمی ایکٹر ہو......

بے ہنگام آوازیں نکالنے والا گویا ہو

ناجائز دھندا کرنے والا منشیات فروش ہو

گناہ کے اڈے چلانے والا دلال ہو، تو آپ کا کیا خیال ہے کہ ان سے جنم لینے والی اولاد عابد و زاہد ہو گی؟ حافظ و عالم ہو گی؟ اس میں شک نہیں کہ اللہ اس بات پر قادر ہے کہ

کہ وہ کانٹوں سے پھول اور پتھروں سے پانی پیدا فرمادے وہ اس پر قادر ہے کہ مشرک سے مومن اور مومن سے مشرک پیدا فرمادے لیکن عام طور پر بچے کی نفسیات اور اس کے خیالات پر اس کے ماں باپ اور ان کے خاندان کے اثرات ضرور پڑتے ہیں' ابن عدیؒ نے اپنی کتاب ''کامل'' میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی ہے کہ ''اچھے خاندان میں اپنی شادی کرو اس لئے کہ خاندانی اثرات سرایت کرتے ہیں۔''

ایک دوسری روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

''تم گندگی کے سبزہ سے بچو' صحابہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ گندگی کے سبزہ سے کیا مراد ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ حسین وجمیل عورت جو گندے اور رزیل خاندان میں پیدا ہوئی ہو۔''

اولاد کا دوسرا حق :

اولاد کا دوسرا حق یہ ہے کہ ان کے لئے اچھا نام تجویز کیا جائے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ''تم لوگوں کو قیامت کے دن تمہارے اور تمہارے والدین کے نام سے پکارا جائے گا اس لئے اچھا نام رکھا کرو'' (الحدیث)

نام انسان کی شخصیت پر دلالت کرتا ہے نام سے انسان کا تعارف ہوتا ہے اس لئے نام ایسا ہونا چاہیے جو اپنے مسمّی کے مسلمان ہونے پر' اللہ کا بندہ ہونے پر' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہونے پر دلالت کرے' ایسا گول مول نام نہ رکھیں جس سے پتہ ہی نہ چلے کہ یہ بچہ مسلم ہے یا غیر مسلم اور ایسا نام بھی نہ رکھیں جو بدفالی پر دلالت کرتا ہو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بدفالی والے نام کو تبدیل کردیا کرتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو الزنیۃ کو بنوالرشدہ سے بنومغیوہ سے اور حزن کو سہل سے تبدیل کردیا تھا اس لئے کہ کبھی کبھی نام بھی عجیب اثرات دکھاتا ہے۔

امام مالکؒ اپنی کتاب ''الموطا'' میں یحییٰ بن سعید سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے ایک شخص سے پوچھا تمہارا نام کیا ہے اس نے جواب دیا جمرۃ (انگارہ) پوچھا کس کے بیٹے ہو؟ اس نے کہا (شہاب (شعلہ) کا' انہوں نے پوچھا کس سے تعلق

ہے؟ اس نے کہا کہ حرقہ (جلن) سے انہوں نے پوچھا کہاں رہتے ہو؟ اس نے کہا کہ حرۃ النار (آگ کے ٹیلے پر) انہوں نے پوچھا کس جگہ؟ اس نے کہا کہ ذات لظی (بھڑکنے والے ٹیلے) پر یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا جلدی گھر پہنچو اس لئے کہ تمہارے اہل وعیال آگ میں جل کر ہلاک ہو گئے ہیں اور واقعی ایسا ہی ہوا جیسا کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا۔

ہمارے ہاں آج کل لوگوں کو یہ شوق ہے کہ ماڈرن نام رکھے جائیں اور یہ نام ایسے ہوتے ہیں کہ کبھی کبھی تو پتہ بھی نہیں چلتا کہ جس کا یہ نام ہے وہ مسٹر ہے یا مس سے ہے یا جنس ثالث ہے مسلم ہے یا غیر مسلم اور بعض لوگوں کی تو یہ خواہش ہوتی ہے کہ ایسا نام ہو جو پہلے کسی نے نہ رکھا ہو چنانچہ ہم سے پوچھنے کے لئے آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مولوی صاحب کوئی ایسا نام بتائیں جو بالکل انوکھا اور نیا ہو اب ہم انوکھے اور نئے نام کہاں سے لائیں اب یہی ہو سکتا ہے کہ انسانی بچوں کے نام کھمل پسو مچھر جوں گیدڑ اور لومڑی رکھ دیئے جائیں آپ میری اس بات پر ہنسیں نہیں کیونکہ آپ کو کئی لوگ ایسے مل جائیں گے جنہوں نے اپنا نام کلب رکھا ہوا ہے جسے اردو میں کتا کہا جاتا ہے لیکن اگر آپ ان کے نام کا اردو ترجمہ کر کے بڑے ہی مہذب انداز میں پیار کے ساتھ کہیں ''ارے جناب کتا صاحب'' تو وہ مرنے مارنے پر تل جائیں گے۔

میرے بزرگو اور دوستو! اس وقت اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ ہم اپنے بچوں اور بچیوں کے نام صحابہ اور صحابیات جیسے رکھیں یہ نام کے نام ہوں گے اور دشمنان صحابہ کے خلاف جہاد کا جہاد ہوگا۔ یہ بات بالکل مہمل سی ہے کہ نام میں کیا رکھا ہے؟ نام میں بھی بہت کچھ ہوتا ہے بس آپ نام رکھتے ہوئے یہ نیت کر لیں کہ اے اللہ میرے بیٹے میں ابو بکر و عمر، عثمان و علی، سعد و سعید، بلا و خبیب، خباب و معاویہ، اسامہ اور حذیفہؓ فاطمہ و عائشہ، خدیجہ و صفیہ، سمیہ، رقیہ، اسماء اور حمیراؓ والی صفات پیدا فرما دے۔

تیسرا حق:

اولاد کا تیسرا حق یہ ہے کہ اس کے ساتھ محبت و شفقت پیار اور ایثار کا سلوک کیا جائے

یہ صرف اسلام کی تعلیم نہیں بلکہ دنیا بھر کے مذاہب سوسائٹیاں فلاسفہ اور انسان بچوں کی محبت پر متفق ہیں بلکہ دیکھا تو یہ گیا ہے کہ انسان تو انسان حیوان بھی بچوں سے محبت کرتے ہیں ایسے کئی واقعات ہم نے اخبارات اور رسائل میں پڑھے ہیں کہ اژدھوں اور شیروں جیسی خوفناک مخلوق نے انسانی بچوں کو موت کے منہ میں جانے سے بچالیا جب حیوانات بھی بچوں سے محبت کرتے ہیں تو انسان کیوں نہ کرے وہ تو اشرف المخلوق ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ بچے کائنات کا حسن ہیں دنیا کی رونق ہیں گلشن انسانیت کے مہکتے، چٹکتے، لچکتے پھول ہیں، بچوں کی معصومیت پر ہزاروں کلیوں کا حسن قربان کیا جا سکتا ہے وہ باپ کتنا بدنصیب اور سنگدل ہے جو اپنے بچوں سے محبت نہیں کرتا۔

بچوں کا عالمی دن اور سال منا کر حقوق الاطفال کے چیمپین بننے والے سن لیں ! مہذب دنیا میں سب سے پہلے اور سب سے زیادہ بچوں کے حقوق پر اسلام نے زور دیا ہے محسن کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول وعمل سے بچوں کے حقوق اجاگر کئے اور عالم انسانیت کو سمجھا دیا بتا دیا سکھا دیا کہ بچوں سے کیسے محبت کی جاتی ہے۔ (ابوداؤد اور ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عمرو العاص ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَلَمْ يَعْرِفْ حَقَّ كَبِيْرِنَا))(الحديث)

''وہ شخص ہم میں سے نہیں جو چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور بڑوں کے حق کو نہ پہچانے۔''

چوتھا حق:

اولاد کا چوتھا حق یہ ہے کہ اس کی پرورش حلال روزی سے کی جائے بلکہ ضروری ہے کہ اسے دودھ پلانے والی عورت بھی حلال کھانے والی ہو خواہ وہ ماں ہو یا آیا کیونکہ جو دودھ حرام سے حاصل ہوتا ہے وہ پلید اور ناپاک ہوتا ہے جس بچے کا گوشت پوست اس حرام دودھ سے پیدا ہوگا اس کے مزاج اور اس کی طبیعت میں حرام کے جراثیم سرایت کر جائیں گے یہ بات بارہا مشاہدے میں آئی ہے کہ جو لوگ اپنے بچوں کو حرام روزی کھلاتے ہیں ان کے بچوں میں اس کے اثرات ظاہر ہو کر رہتے ہیں اور جو مائیں حلال پر

اکتفا کرنے والی ہوتی ہیں ان کی گود میں پلنے والے بچوں میں ان کی ماؤں کا زہد و تقویٰ ضرور رنگ دکھاتا ہے۔

یہ صرف ایک واقعہ نہیں بلکہ تاریخ ایسے ان گنت واقعات سے بھری پڑی ہے کہ والدین کی حلال یا حرام روزی کا بچوں کے اخلاق اور سیرت و کردار پر کتنا گہرا اثر ہوتا ہے۔

پانچواں حق:

اولاد کا پانچواں حق جو تمام حقوق میں سے اہم ترین حق ہے وہ یہ ہے کہ اولاد کی صحیح نہج پر تربیت کی جائے جن والدین کی غفلت یا غلط تربیت کے نتیجے میں بچے بے راہ روی یا گمراہی کا شکار ہو جاتے ہیں ان کو جان لینا چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کی جسمانی پرورش کر رہے ہیں لیکن روحانی طور پر وہ ان کو قتل کر رہے ہیں قرآن حکیم میں ہے۔

﴿ وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ﴾ (القرآن)

اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو اگرچہ اس آیت کا تمام مفسرین نے مطلب یہی بیان کیا ہے کہ صرف اس اندیشے سے اولاد کو قتل نہ کرو کہ ان کو کھلائیں گے کہاں سے لیکن جو شخص صرف اس خیال سے اپنی اولاد کو دینی تعلیم نہیں دلاتا کہ یہ بڑے ہو کر اپنا پیٹ کیسے پالیں گے تو کیا اس شخص کو بھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اللہ کے بندے! مفلسی کے ڈر سے اپنی اولاد کا (روحانی) قتل نہ کر! اسی روحانی قتل کو حضرت اکبر الہ آبادیؒ نے اپنے اس شعر میں بڑے خوبصورت انداز میں بیان کیا ہے۔

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

حضرت اکبر یہ فرما رہے ہیں کہ انگریزوں کے مرتب کردہ نظام تعلیم کی بدولت کالجوں میں نئی نسل کا روحانی قتل ہو رہا ہے اگر فرعون کو قتل کرنے کا یہ طریقہ سوجھ جاتا تو وہ خواہ مخواہ جسمانی قتل نہ کرتا اور دنیا میں بدنام بھی نہ ہوتا اور ان کالجوں میں نئی نسل کا روحانی قتل یوں ہو رہا ہے کہ وہاں پڑھنے والوں کی اکثریت اپنے والدین سے اپنی روایات

سے اور اخلاق سے بیگانہ ہو جاتا ہے اسی لئے تو حضرت اکبرالہ آبادی کو کہنا پڑا۔

ہم ایسی سب کتابیں قابل ضبطی سمجھتے ہیں
جن کو پڑھ کے لڑکے باپ کو خبطی سمجھتے ہیں

ان کالجوں کی کس کس خرابی اور نقص کو بیان کیا جائے وہاں تو آوے کا آوا ہی خراب ہے۔

خط غلط ' انشاء غلط ' املا غلط
ہست ایں مضمون ز سر تا پا غلط

تربیت کی اہمیت:

آپ اپنے بچے کے لئے دن رات محنت کرتے ہیں اسے اچھی غذا دیتے ہیں بہترین لباس مہیا کرتے ہیں اس کے لئے انار رکھتے ہیں اس کی ہر جائز و ناجائز فرمائش پوری کرتے ہیں۔ اسے ملکوں کی سیر کراتے ہیں اگر آپ کے بس میں ہو تو آسمان کے ستارے توڑ کر اس کی گود میں رکھ دیں۔ یہ سب کچھ اپنی جگہ لیکن اگر آپ نے اس کی صحیح تربیت نہیں کی تو آپ نے اس کے لئے کچھ بھی نہیں کیا' کیا آپ نہیں جانتے کہ وہ آپ کی صحیح تربیت کی بدولت اچھا انسان بن سکتا ہے۔

- ...... مثالی مسلمان بن سکتا ہے۔
- ...... حافظ قرآن بن سکتا ہے۔
- ...... خادم اسلام بن سکتا ہے۔
- ...... بہادر مجاہد بن سکتا ہے۔
- ...... شب زندہ دار عابد بن سکتا ہے۔
- ...... قناعت پسند زاہد بن سکتا ہے۔

اور آپ کی غفلت اور بے توجہی سے وہ انسان نما حیوان بن سکتا ہے۔

- ...... چلتا پھرتا شیطان بن سکتا ہے۔
- ...... باغی دین وایمان بن سکتا ہے۔

❁ ......دشمن مال و جان بن سکتا ہے۔

❁ ......ملعون جہان بن سکتا ہے۔

❁ ......غدار پاکستان بن سکتا ہے۔

اسی لئے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ''کسی نے اپنے بیٹے کو اچھے ادب سے بہتر عطیہ وہدیہ نہیں دیا'' (الحدیث)

اور فرمایا کہ ''انسان کا اپنے بیٹے کو ادب سکھانا یہ ایک صاع صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔(ترمذی)

والدین اپنے کردار کو اسلامی سانچے میں ڈھالیں اور اپنی اولاد کے سامنے اچھے انسان بن کر رہیں کیونکہ بچہ سب سے پہلے جن دو شخصیتوں سے متاثر ہوتا ہے وہ اس کے والدین ہیں بچہ ان کی نقالی کرتا ہے اور انہی جیسا بننے کی کوشش کرتا ہے اگر والدین اپنے بچوں کے سامنے گانے سنتے رقص وسرور کی محفل میں شریک ہوتے ہیں' سگریٹ نوشی کرتے ہیں' جھوٹ بولتے ہیں فلمیں اور ڈرامے دیکھتے ہیں' اپنے بزرگوں کے ساتھ گستاخانہ پیش آتے ہیں' حرام کمائی پر فخر کرتے ہیں اور اس کے حصول کے راستے تلاش کرتے ہیں بات بات پر طیش میں آتے ہیں اور اول فول بکنے لگتے ہیں نماز روزے کی پابندی نہیں کرتے تو ایسے والدین کو یقین کر لینا چاہیے کہ ان کا بیٹا بھی انہی جیسا بنے گا والدین کی نادانیاں' حماقتیں' شرارتیں اور خباثتیں اس کی زندگی کا حصہ بنیں گی اسے نادان مت سمجھیے وہ آپ کی ایک ایک حرکت کو نوٹ کر رہا ہے اور ایک ایک ادا دیکھ رہا ہے۔

پہلی درس گاہ:

جب بچے میں کچھ شعور آ جائے اور اس کی توتلی زبان بولنے کے قابل ہو جائے تو ماں باپ پر لازم ہے کہ وہ چھوٹی چھوٹی باتیں اس کے معصوم ذہن میں ڈالتے رہیں وراس کی زبان سے کہلواتے رہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے'' اپنے بچوں کو سب سے پہلے کلمہ لا الہ الا اللہ سکھاؤ۔(الحدیث)

ماں کی گود بچے کے لئے پہلی درسگاہ ہے بچے کی ابتدائی تربیت کی ذمہ داری ماں پر عائد ہوتی ہے ماں کو چاہیے کہ وہ بچے کے حافظے میں حلال وحرام اور جائز و ناجائز کے الفاظ راسخ کردے اور اس کا ذہنی رابطہ اسلامی تاریخ کے ساتھ جوڑ دے۔

ماں کو چاہیے کہ اپنے بچوں کو دیو' بھوت' پریوں' جنات' ٹارزن اور کتے بلیوں کی کہانیوں کے بجائے انبیاء کرامؑ صحابہ کرامؓ اور اسلامی تاریخ کے مجاہدوں' غازیوں اور شہیدوں کے واقعات سنائے۔

انہیں حضرت سمیہؓ کی قربانی کے متعلق بتایئے' حضرت حمزہؓ کی شہادت کا واقعہ سنایئے' حضرت بلالؓ کی مظلومیت کا احوال بیان کیجئے' حضرت علیؓ کی شجاعت اور حضرت عمر فاروقؓ کی عدالت کا تذکرہ کیجئے' بدر واحد اور خندق وحنین کی تفصیلات سے آگاہ کیجئے' ان کے سامنے فتح مکہ کا نظارہ پیش کیجئے' حضرت سعد ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ ''ہم اپنے بچوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات اور جنگیں اسی طرح یاد کراتے تھے جس طرح انہیں قرآن کریم کی سورتیں یاد کراتے تھے۔''

ممکن ہے کہ یہ تاریخی واقعات ایک دوبار سنانے سے ان کو ذہن نشین نہ ہوں لیکن بار بار دہرانے سے ان واقعات کی کچھ نہ کچھ جزئیات ضرور ان کے ذہنوں میں بیٹھ جائیں گی اور کچھ نہیں تو کم از کم ان عظیم شخصیات کے نام تو ان کو یاد ہو ہی جائیں گے۔

ہمارے لئے انتہائی غیرت کا مقام کہ مسلمان گھرانوں میں پرورش پانے والے بچوں کو فلمی ایکٹروں اور ایکٹرسوں اور گلوکاروں کے نام تو یاد ہیں لیکن انہیں صحابہ اور صحابیات' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات' اسلامی تاریخ کے مجاہدوں' جانثاروں اور ہمارے حقیقی محسنوں کے نام یاد نہیں' چھوٹے چھوٹے معصوم بچوں کو فلموں کے ڈائیلاگ ڈراموں کے مکالمے اور پوری پوری کہانیاں از بر ہیں لیکن اسلامی تاریخ کے اہم ترین واقعات سے انہیں دور کی آشنائی بھی نہیں ہے۔

صحبت صالح:

اولاد کی تربیت کا تیسرا موثر وسیلہ اور ذریعہ یہ ہے کہ بچے کو صحبت صالح اور نیک

ماحول فراہم کیا جائے اور صحبت بد اور گندے ماحول سے اسے حتی الامکان بچایا جائے اس لئے کہ ہر انسان بچہ ہو یا کہ بڑا وہ ماحول سے ضرور متاثر ہوتا ہے ہے بعض اوقات انسان محض ماحول کے زیر اثر ایک کام شروع کرتا ہے لیکن رفتہ رفتہ وہ کام اس کی عادت بن جاتا ہے۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ ہر کام پہلے ریا ہوتا ہے پھر عادت ہوتی ہے پھر عبادت ہو جاتی ہے جو حدیث میں بچے کو دس سال کی عمر میں مار کر نماز پڑھانے کا حکم ہے تو مار کر نماز پڑھانا حقیقی نماز نہیں کیونکہ وہ ڈر کے مارے پڑھتا ہے یہاں تک کہ سجدہ کرتے ہوئے بھی ایک آنکھ سے دیکھتا رہے گا جب دیکھا باپ نہیں بھاگ جائے گا لیکن جب اس کی عادت پڑ گئی اور ساتھ ساتھ کچھ علم بھی آ گیا تو خیال کرے گا کہ یہ بہت ضروری چیز ہے تو یہی چیز عبادت بن جائے گی۔ عارف رومیؒ فرماتے ہیں

بہر دنیا بہر دین و بہر نام
اللہ الہ کردہ باید و السلام

حضرت سفیان ثوریؒ جو فقہ کے امام ہیں مگر ان کا مذہب مدون نہیں ہوا وہ فرماتے ہیں۔

طلبنا العلم لغير الله فالى ان يكون الا لله

''ہم نے علم غیر اللہ کے لئے طلب کیا لیکن علم تو صرف اللہ تعالی کا ہو کر رہا ہے''

وجہ اس کی یہ ہے کہ ظاہر کا باطن پر اثر پڑتا ہے مثلاً اگر ایک آدمی عورتوں کا سالباس پہن لے تو چند دن کے بعد اس کا دل یہ چاہے گا کہ وہ کلام بھی عورتوں کی طرح کرے بلکہ تمام حرکات وسکنات عورتوں جیسی کرے اسی طرح اگر کوئی بتکلف علماء کا سا درویشوں کا سالباس پہن لے تو اس کا اثر بھی قلب پر پڑے گا اگر کفار کا سالباس پہن لے تو چند دنوں میں دیگر افعال بھی کفار ہی کی طرح کرنے لگے گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ حنین سے واپس آ رہے تھے راستہ میں ایک جگہ پڑاؤ کیا کفار کے بہت سے بچے مسلمانوں کے لشکر کے پاس جمع ہو گئے ان میں حضرت ابو محذورہؓ بھی تھے جب موذن نے اذان کہی تو ان بچوں نے بھی نقل اتارنا شروع کی رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو پکڑ کر لاؤ سب بچے تو بھاگ گئے مگر ابو محذورہؓ ان میں سے کچھ بڑے تھے انہیں بھاگتے ہوئے شرم آئی وہ نہ بھاگے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب ان کو حاضر کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کہو اشہد ان لا الہ الا اللہ ان کو تامل ہوا کیوں کہ اس میں توحید کا اقرار تھا لیکن دبے لفظوں سے کہہ دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا کہو اشھد ان الا الہ الا اللہ تو حضرت ابو محذورہؓ نے دوبارہ بھی کہہ دیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہو اشھد ان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں حضرت ابو محذورہؓ کو زیادہ تامل ہوا کیونکہ توحید کے تو کسی درجہ میں مشرکین مکہ بھی قائل تھے چنانچہ وہ کرتے تھے لبیک الھم لبیک لاشریک لک لبیک الاشریکا ھوا لک ...... لیکن رسالت کے وہ منکر تھے اور سارا جھگڑا رسالت کے نہ ماننے پر تھا' اس لئے ابو محذورہؓ پہلے تو چپ ہو گئے پھر دبے لفظوں میں کہا اشھد ان محمد رسول اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زور سے کہو تو ابو محذورہؓ نے زور سے دوبارہ کہا۔

ابو محذورہؓ نے یہ اذان اسلام کی حالت میں نہیں کہی تھی محض نقالی کی تھی لیکن اس کا اثر دل میں اتر گیا کہنے لگے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب تو میں آپ کا ہوں (الحدیث)

اس واقعہ سے وہ بات بھی ثابت ہو گئی کہ جو میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ بچے کی زبان سے جو کلمات بار بار کہلائے جائیں گے ان کا اثر اس کے دل پر ضرور پڑے گا اور یہ بھی ثابت ہوا کہ صحبت کا کتنا اثر ہوتا ہے۔

حکایت رومیؒ:

مولانا رومیؒ نے ایک حکایت لکھی ہے کہ ایک چرواہے نے جنگل سے شیر کا بچہ پکڑ لیا اور اسے بھیڑوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیا وہ اگرچہ شیر کا بچہ تھا لیکن بھیڑوں جیسی بزدل اور ڈرپوک مخلوق کے ساتھ رہنے کی وجہ سے اس میں بھیڑوں والی صفات پیدا ہو گئیں ایک دن چشمے سے سارا ریوڑ پانی پی رہا تھا جب اس بچے نے اپنا عکس پانی میں دیکھا تو اسے احساس ہوا کہ میں تو بھیڑ نہیں ہوں بلکہ میں تو کچھ اور ہوں میری شکل تو شیر سے ملتی جلتی ہے اس احساس کے بعد وہ واقعی شیر بن گیا اور اس نے چیر پھاڑ کر کے اس ریوڑ میں تباہی

مچادی۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شہزادہ تھا جس نے شروع ہی سے عورتوں میں پرورش پائی تھی اسے مردوں کی صحبت نصیب ہی نہیں ہوئی بلکہ وہ جوانی تک عورتوں ہی میں رہا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس کی طبیعت اور مزاج نسوانی بن گیا وہ عورتوں ہی کی طرح ہاتھ نچا نچا کر بات کرتا تھا اور ان ہی کی طرح بولتا چالتا اور چلتا پھرتا تھا ایک دن اتفاق سے کہیں سے سانپ نکل آیا سب عورتیں چلانے لگیں کسی مرد کو بلاؤ سانپ نکل آیا ہے وہ شہزادے صاحب بھی کہنے لگے ارے کسی مرد کو بلاؤ سانپ آ گیا ہے کسی عورت نے انہیں یاد دلادیا حضور آپ بھی تو مرد ہیں آپ ہی ہمت کرلیں شہزادہ شرمندہ ہو کر کہنے لگا افوہ ہمیں تو اب یاد آیا کہ ہم بھی مرد ہیں۔ لاؤ لاٹھی لاؤ۔

تو میرے بزرگو اور دوستو! بھیڑوں اور بکریوں کی صحبت شیروں کو بھی بھیڑ بکری بنا دیتی ہے اور عورتوں کی ہم نشینی مردوں میں بھی زنانہ صفات پیدا کر دیتی ہے اس لئے آپ اپنے بچوں کو صحبت بد کا شکار نہ ہونے دیں اور یاد رکھیں کہ ٹی وی اور وی سی آر کی فحش فلمیں بھی صحبت بد ہی ہیں۔

کتابیں :۔

بچے کو پڑھنے کیلئے فحش لٹریچر، عشقیہ ناول اور افسانے، جھوٹی اور دیو مالائی کہانیوں کی کتابیں مت دیجیے بلکہ اسے دینی کتابوں اور رسائل کی طرف متوجہ کیجیے آپ ابتداء میں کوئی چھوٹا سا کتابچہ اسے مطالعہ کے لئے دیجیے اور اس کا خلاصہ بتانے پر اسے معقول انعام دیجیے یوں اس کی حوصلہ افزائی بھی ہوگی اور آگے بڑھنے اور پڑھنے کا جذبہ بھی اس کے دل میں پیدا ہوگا۔

امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں یہ وصیت کی ہے کہ بچے کو قرآن کریم اور احادیث نبویہ اور نیک بچوں کے واقعات اور دینی احکام کی تعلیم دی جائے۔

ہمارے اسلاف بچوں کے لئے سب سے زیادہ قرآنی تعلیم پر زور دیتے تھے۔ کیونکہ قرآن سے سینے میں نور پیدا ہوتا ہے دل میں ایمان کی جڑیں مضبوط ہوتی ہیں جنت

دوزخ کا تصور سامنے آتا ہے اور اللہ تعالی کی طرف سے بے پناہ اجر و ثواب ملتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے

''جس نے قرآن مجید کا ایک حرف پڑھا اس کو ایک نیکی ملے گی اور ایک نیکی کا ثواب' دس نیکوں کے برابر ہے الم ایک حرف نہیں بلکہ الف ایک حرف ہے لام ایک حرف ہے میم ایک حرف ہے۔''

پورے قرآن مجید میں تین لاکھ بائیس ہزار چھ سو ستر حروف ہیں تو پورے قرآن مجید کے پڑھنے کا ثواب بتیس لاکھ چھبیس ہزار سات سو نیکی ملے گی۔

امانت میں خیانت:

یہ بات اچھی طرح جان لیں کہ اولاد تمہاری اپنی ملکیت نہیں ہے نہ ہی تم اسے اپنی مرضی سے حاصل کر سکتے ہو نہ ہی اپنی مرضی سے اسے زندہ رکھ سکتے ہو' دینا نہ دینا بھی اللہ کی مرضی پر منحصر ہے اور مختصر یا لمبی زندگی دینا بھی اسی کی مشیت پر منحصر ہے کوئی بچپن میں فوت ہو جاتا ہے کوئی جوانی میں اور کوئی بڑھاپے میں کسی نے خوب کہا ہے کہ

باغ دنیا میں مرجھاتے ہیں یہ پھول
کچھ کھلے کچھ آدھ کھلے کچھ بن کھلے

یہ اولاد آپ کے پاس ایک خوبصورت اور قیمتی امانت ہے اس امانت میں خیانت نہ کیجیے بلکہ اس کا حق ادا کیجیے اور اس کا حق یہی ہے کہ اس کی صحیح تربیت کیجیے اگر آپ نے افلاس کے ڈر سے یا چند ٹکوں کی خاطر انہیں بگاڑ کے راستے پر لگا دیا تو یہ ایک بہت بڑی امانت میں بہت بڑی خیانت ہو گی۔ آپ بڑے شوق سے اپنی اولاد کو ڈاکٹر بنایئے' پروفیسر بنایئے' انجینئر بنایئے' آفیسر بنایئے' پائلٹ بنایئے لیکن اسے سب سے پہلے ایک اچھا انسان اور مثالی مسلمان بنایئے اگر آپ نے ایسا کر لیا تو یہ زندگی میں آپ کے لئے کار ثواب ہو گا اور مرنے کے بعد صدقہ جاریہ ہو گا۔ اگر آپ نے اولاد کو غیر مہذب بنا دیا تو کل اس کا ہاتھ آپ کے گریبان تک بھی پہنچ سکتا ہے اور اگر اسے دینی تعلیم نہ دی تو آپ مرنے کے بعد آپ کے لئے دعا کرنے والا کوئی نہ ہو گا۔

(۷)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یأیھا الذین آمنوا قو أنفسکم وأھلیکم نارا .(التحریم)

ماں کی شخصیت اور تربیت

ازافادات

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہم العالی

ماں کی شخصیت اور انسان کی تربیت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی،أمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴿ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَکَرٍ أَوْ أُنْثٰی وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ . (سورة النحل)
سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ . اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ .

بچے کا پہلا مدرسہ:

انسانی زندگی کی ابتداء ماں کے بطن سے ہوتی ہے، بچہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہو کر دنیا میں آتا ہے، اسی لئے ماں کی گود کو بچے کا پہلا مدرسہ کہا جاتا ہے، آئندہ کے ایک دو بیانات عورت کی تعلیم کی ضرورت، عورت بچوں کی تربیت کس طرح کرے، اس عنوان پر رہیں گے، امید ہے کہ سب مستورات توجہ سے سنیں گی۔ اہم نکات کو لکھ کر محفوظ کریں گی اور ان باتوں کو عملی جامہ پہنائیں گی، تاکہ ان سے ان کو دینی، دنیاوی سب فوائد حاصل ہوں سکیں، فارسی کا ایک شعر ہے:

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

جب کوئی مستری دیوار کی پہلی اینٹ ہی ٹیڑھی رکھ دیتا ہے، تو وہ دیوار آسمانوں تک اونچی چلی جائے، اس کا ٹیڑھا پن بڑھتا ہی چلا جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح اگر کسی ماں کی اپنی زندگی میں دینداری نہیں اور وہ بچے کی پرورش کر رہی ہے، تو وہ بچے میں دین کی محبت

کیسے پیدا کر پائے گی ؟ اس لئے اس پہلی اینٹ کو ٹھیک کرنے کی ضرورت ہے۔ ماؤں کی گود کو دینی گود بنانے کی ضرورت ہے، آج بچیاں اپنی عمر کی وجہ سے ماں بن جاتی ہیں۔ لیکن دینی تعلیم نہ ہونے کی وجہ سے ان کو یہ پتہ نہیں ہوتا کہ مجھے کیا کرنا ہے، وہ ماں کے مقام سے واقف نہیں ہوتی، ماں کی ذمہ داریوں سے واقف نہیں ہوتی، بیچاری اپنی عقل سمجھ سے جو بہتر سمجھتی ہے وہی کرتی رہتی ہے، کتنا اچھا ہوتا کہ اس کو دین کی تعلیم ہوتی، قرآن اور حدیث کے علوم اس کے سامنے ہوتے، اللہ والوں کی زندگیوں کے حالات اس کو معلوم ہوتے، قدم قدم پر یہ بچے کو اچھی ہدایات دیتی، نصیحتیں کرتی، دعائیں دیتی، اس کی محبت بھری باتیں بچے کی زندگی میں نکھر کر سامنے آجاتیں۔

عورتوں کو دینی تعلیم دینے کی ضرورت واہمیت:

عورتوں کو دینی تعلیم دینا انتہائی ضروری ہے۔ یہ عاجز پہلے بھی کئی مرتبہ کہہ چکا ہے کہ اگر کسی انسان کے دو بچے ہوں ایک بیٹا اور ایک بیٹی اور اس کی حیثیت اتنی ہو کہ دو میں سے ایک کو تعلیم دلوا سکے تو اس کو چاہئے کہ بیٹی کو تعلیم پہلے دلوائے اس لئے کہ مرد پڑھا فرد پڑھا، عورت پڑھی خاندان پڑھا، آج کل کے مردوں میں ایک بات عام مشہور ہے کہ جی حدیث پاک میں آیا ہے کہ عورتیں عقل اور دین میں ناقص ہوتی ہیں، یہ بات سو فیصد ٹھیک ہے، اس کی وجہ یہ کہ ان کی عقل میں جذباتیت زیادہ ہوتی ہے۔ ذرا سی بات پہ بھڑک اٹھتی ہیں، محسوس جلدی کر لیتی ہیں، نرم بھی جلدی پڑ جاتی ہیں، گرم بھی جلدی ہو جاتی ہیں، تو یہ عقل کی افراط و تفریط کی بیشی یہ عقل کا نقص ہے۔

دوسرا اپنے جذبات پہ قابو نہیں رکھ پاتیں، جذبات میں آجائیں تو دین کی باتوں کو ٹھکرا بیٹھتی ہیں، اس لئے فرمایا کہ ان میں عقل اور دین کی کمی ہے، ویسے اگر یہ کسی کام کے کرنے پر تل جائیں تو ماشاء اللہ کر کے دکھایا کرتی ہیں۔ حدیث پاک میں ہے:

"مَا رَأَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَدِيْنٍ يَذْهَبْنَ الرَّجُلَ الْهَازِمَ مِنْ اِحْدٰى كل

(الحدیث)

کہ عورتوں کو عقل اور دین کے جیسا ناقص نہیں دیکھا لیکن یہ ایسی ناقصات ہیں کہ یہ

بڑے بڑے عقلمند مردوں کی عقل کو اڑا دیتی ہیں۔

اس لئے یہ بات تجربہ میں آئی کہ عورتیں جب کسی چیز کو منوانے پر تل جائیں یا ضد کریں، ہٹ دھرمی کریں یا خاوند کو پیار محبت کی گولی کھلائیں، خاوند کو مجبور کر کے اپنی بات منوالیتی ہیں۔

تو جب دنیا کی یہ باتیں منوالیتی ہیں، تو دین کی تعلیم حاصل کرنے کی یہ بات کیوں نہیں منواسکتیں؟ اس میں غلطی مردوں اور عورتوں دونوں کی طرف سے ہے، بعض گھروں کے مرد چاہتے ہیں کہ عورتیں دین میں آگے بڑھیں مگر عورتوں کے دل میں شیطانیت غالب ہوتی ہے، رسم ورواج کی محبت ہوتی ہے، وہ آگے قدم نہیں بڑھاتیں اور دیندارانہ زندگی گزارنے پر آمادہ نہیں ہوتیں۔

اور کئی گھروں میں عورتیں دیندار ہوتی ہیں، وہ چاہتی ہیں کہ ہمارے مرد نیک بن جائیں مردوں کی عقل پر پردے پڑ چکے ہوتے ہیں، وہ سنی ان سنی کر دیتے ہیں، ان کی عورتیں بیچاری زور دکر ان کو یہ سمجھاتی ہیں کہ یوں نہ کرو، یہ گناہ نہ کرو، یہ گناہ نہ کرو مگر یہ توجہ بھی نہیں کرتے تو ایسے مردوں کی وجہ سے گھر کی عورتوں کے دین میں بھی رکاوٹیں آجاتی ہیں۔

تو کسی گھر میں عورت رکاوٹ بنتی ہے، تو کسی گھر میں مرد رکاوٹ بنتا ہے، تاہم ان رکاوٹوں کو دور کرنے کی ضرورت ہے، مردوں میں جہاں دینداری کا شوق ہوتا ہے، اسی طرح عورتوں میں بھی دینداری کا شوق ہوتا ہے، ان کے اندر روحانی ترقی کرنے کی خاصیت اور صلاحیت موجود ہوتی ہے، اگر ان کے دل میں اللہ رب العزت کی معرفت کو حاصل کرنے کا شوق آجائے، تو راتوں کی عبادت ان کے لئے مشکل نہیں، تہجد کی پابندی ان کے لئے مشکل نہیں، پانچ وقت کی نماز کا اہتمام ان کے لئے مشکل نہیں۔

واشنگٹن کی نومسلم خاتون اور محبت الٰہی:

اس عاجز کو ایک مرتبہ واشنگٹن اسٹیٹ میں جانا ہوا، ایک نئی مسلمان عورت کچھ سوالات پوچھنے کے لئے آئی، پردے کے پیچھے بیٹھ کر اس نے پوچھا کہ میں پہلے یہودن تھی، پھر مسلمان

بنی ، تو چند سوالات اس نے پوچھے ، ان کے جوابات اس کو دے دیئے ، اس جگہ کی مسلمان عورتیں اس کی بڑی تعریفیں کرتی تھیں ، تو باتوں کے دوران ایک عورت نے بتایا کہ یہ نماز کا اتنا اہتمام کرتی ہے کہ اس نے نمازوں کے لئے مستقل علیحدہ خوبصورت پوشاکیں سلوائی ہوئی ہیں ، ہر نماز کے لئے وضو کرتی ہے ، اچھے کپڑے پہنتی ہے ، اس پر اپنی عبا پہنتی ہے جو بہت خوبصورت ہوتی ہے ، جیسے کسی ملک کی ملکہ ہے ، اور وہ پہن کر مصلی پر آ کر ایسی جم کر نماز پڑھتی ہے جیسے ڈوب چکی ہو ، عورتیں کہتی ہیں کہ ہم تو اس کو دیکھ دیکھ کر حیران ہوتی ہیں ۔ تو گفتگو کے دوران میں نے اس عورت سے پوچھا کہ آپ نماز کا جو یہ اہتمام کرتی ہیں اس کی کوئی خاص وجہ؟ اس نے کہا میں نے قرآن مجید میں پڑھا ، اللہ تعالی نے مردوں کے لئے فرمایا:

﴿ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ ﴾ ۔ (سوراعراف)

تم اگر مسجد میں آؤ تو زینت اختیار کر کے آؤ ۔

میں سمجھ گئی کہ وہ چاہتے ہیں کہ مصلے پر میرے سامنے جو ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو ، اس نے صاف ستھرے کپڑے پہنے ہوئے ہوں اور دنیا کا بھی دستور ہے کہ جب کسی دفتر میں کسی افسر کے سامنے کوئی پیش ہوتا ہے تو اچھے لباس میں جاتا ہے ۔ کہنے لگی میں تو احکم الحاکمین کے سامنے کھڑی ہوتی ہوں ، اس لئے میں پوشاک پہن کر حاضر ہوتی ہوں کہ میرے مولا اسے پسند کرتے ہیں پھر جب میں تکبیر پڑھ دیتی ہوں تو میں دنیا کو بھول جاتی ہوں ، بیت اللہ میرے سامنے ہے ، جنت میرے دائیں طرف ہے ، اور جہنم بائیں طرف ہے اور ملک الموت میری روح قبض کرنے کے لئے میرے پیچھے موجود ہے اور یہ میری زندگی کی آخری نماز ہے جو میں پڑھ رہی ہوں سبحان اللہ ، اللہ کی ایسی نیک بندیاں بھی آج دنیا میں موجود ہیں جو اپنی ہر نماز کو زندگی کی آخری نماز سمجھ کر پڑھتی ہیں ۔ تو عورت کے دل میں اگر نیکی کا جذبہ آ جائے تو پھر یہ نیکی کے بڑے بڑے بلند مقامات حاصل کر لیتی ہے ۔

اللہ نے عورت کو نبی کیوں نہیں بنایا:

اللہ تعالی نے گو عورت کو نبی نہیں بنایا مگر نبیوں کی ماں ضرور بنایا ہے ، نبی اس لئے نہیں بنایا کہ نبی جو آتے ہیں تو ان کے ذمہ انسانوں کی تربیت ہوتی ہے ، اب عورت ہو اور غیر مردوں کی

تربیت اس کے ذمے ہو تو یہ کتنا مشکل معاملہ ہے، اس لئے شریعت نے عورت کو قاضیہ اور چیف جسٹس بنانے کی اجازت نہیں دی کہ دونوں میں مدعی اور مدعی علیہ دونوں کو سامنے دیکھنا پڑتا ہے ان کے حالات کا جائزہ لینا پڑتا ہے، کھود کرید کرنی پڑتی ہے، تو غیر محرم مردوں کے احوال میں اگر دخل اندازی کرتی تو فتنے ہوتے، ان فتنوں کے سد باب کے لئے شریعت نے یہ بوجھ عورت کے سر پر نہیں رکھا، اس کے سوا ولایت کے جتنے بھی مقامات ہیں وہ عورتیں حاصل کر سکتی ہیں، یہ قرآن مجید کی مفسرہ بھی بن سکتی ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی روایت بھی کر سکتی ہیں۔

امام جعفر کی بیٹی اور خدمت حدیث:

ایک کتاب درس نظامی کے اندر موجود ہے جو بھی عالم بنتا ہے اس کتاب کو ضرور پڑھتا ہے، امام ابوجعفر طحاویؒ کی طحاوی شریف یہ کتاب کیسے لکھی گئی امام صاحب حدیث بیان کرتے تھے اور ان کی بیٹی اس کتاب کی املاء کیا کرتی تھی۔ یہ ان کی بیٹی کی املاء شدہ کتاب تھی جو آگے چلی اور آج اس سے احادیث پڑھ کر سب لوگ عالم بنتے ہیں یوں سمجھئے جتنے لوگ بھی عالم بن رہے ہیں ان کے علم میں امام جعفرؒ کی بیٹی کا حصہ بھی موجود ہے، یہ سب کے سب ان کے روحانی شاگرد بن گئے تو عورت ایسے بھی نیکی کے کام کر سکتی ہے کہ قیامت کے دن وہ کروڑوں انسانوں کو علم پہنچانے کا ذریعہ بن جائے۔

اس عاجز نے ایک چھوٹی سی کتاب ترتیب دی ہے ''خواتین اسلام کے کارنامے'' اس میں مختلف باب ہیں کہ عورتوں نے علوم قرآن میں کیسے خدمت کی؟ علوم حدیث میں کیسے خدمت کی؟ معرفت کے میدان میں عورتوں نے کون سے درجات حاصل کئے؟ جہاد کے میدان میں کیا خدمات دیں؟ تربیت کے عنوان پر بچوں کی کیسے شاندار تربیت کی؟ یہ سب واقعات اس چھوٹی سی کتاب میں اکٹھے کر دیئے گئے ہیں تا کہ عورتیں اس کو پڑھیں اور ان کو پتہ چلے کہ عورتیں دنیا میں فقط کچن کے کام کرنے کیلئے پیدا نہیں ہوئیں وہ تو زندگی کی ایک ضرورت ہے ،مقصد زندگی کچھ اور ہے اور ہمیں اس مقصد کو ہر وقت سامنے رکھنا ہے، عورت اگر چاہے تو یہ دین میں بہت زیادہ ترقی حاصل کر سکتی ہے بلکہ میں تو یہاں تک کہتا ہوں ایک طالب علم ہونے کے ناطے عورت ولایت کے میدان میں اتنا مرتبہ حاصل کر سکتی ہے کہ یہ بڑے بڑے ولیوں کی

مربیہ بھی بن جاتی ہے۔

حضرت حسن بصریؒ کو حضرت رابعہ بصریہؒ کا مشورہ:

حسن بصریؒ اس امت کے بڑے اولیاء میں سے گزرے ہیں، ان کے زمانے میں ایک خاتون تھی جس کا نام رابعہ بصریہ ہے، کبھی کبھی یہ ان کے پاس جایا کرتی تھیں کچھ مسائل پوچھنے کے لئے، ایک مرتبہ جب ان کے گھر گئیں تو پتہ چلا کہ وہ دریا کی طرف گئے ہیں، گرمی کا موسم تھا بہت زیادہ شدت کی گرمی تھی، اہل خانہ نے بتایا کہ وہ دریا کنارے اس لئے گئے ہیں وہاں بیٹھ کر میں اللہ اللہ کروں گا، انہوں نے بات ضروری پوچھنی تھی، یہ بھی دریا کے کنارے کی طرف چل پڑیں، بڑھاپے کی عمر تھی جب دریا کے کنارے پر پہنچیں تو کیا دیکھا کہ حسن بصری نے کنارے کی بجائے پانی پر دریا کے اوپر مصلی بچھایا ہوا ہے اور اللہ رب العزت کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں یہ گویا ان کی ایک کرامت تھی جو اللہ رب العزت نے اس وقت ان پر ظاہر کر دی تھی، یہ ایک طرف بیٹھ کر دیکھتی رہیں، جب حسن بصری نماز سے فارغ ہوئے، انہوں نے رابعہ بصریہ کو دیکھا، تو سلام کیا، رابعہ بصریہ نے انہیں کہا:

اگر بر ھوا روی مگسے باشی
اگر تو ہوا پہ چلتا ہے تو مکھی کی مانند ہے
وبر آب روی خسے باشی
اگر تو پانی پر تیرتا ہے تو تو تنکے کی مانند ہے
دل بدستے طاقت کسے باشی
اپنے دل کو قابو میں کر لے تاکہ تو کچھ تو بن جائے

حسن بصریؒ نے اقرار کیا کہ واقعی مجھ سے غلطی ہوئی، مجھے ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔ دیکھئے اتنے بڑے ایک ولی کو اتنا پیارا مشورہ کس نے دیا، ایک عورت نے دیا، جو خود ولایت کے مقام کی معرفت حاصل کر چکی تھی۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کا احسان عظیم:

سیدہ حضرت عائشہؓ پوری امت کی استاذ ہیں، محسنہ ہیں، والدہ ہیں، محبوبہ محبوب خدا ہیں، ان کے امت پر کتنے احسانات ہیں، ہم حیران ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایک حدیث پاک میں آتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کے تین بچے ہوئے اور وہ فوت ہو گئے قیامت کے دن یہ تین بچے اس کی شفاعت کریں گے اور قیامت کے دن اپنے والدین کو ساتھ لے کر جنت میں جائیں گے۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی، اگر وہ سن کر خاموش رہتی تو تین بچوں کی شفاعت والی حدیث امت کو نہ پہنچتی مگر وہ خاموش نہیں رہیں انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال پوچھا ،اتنی خوبصورت بات کہی کہ امت کے لئے آسانیاں کردیں۔ پوچھنے لگیں اے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اگر کسی کے دو بچے بچپن میں فوت ہوئے اور وہ قبرستان میں پہنچے تو اس کا کیا ہوگا؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ بھی اس کی شفاعت کریں گے۔ والدین کو جنت میں لے جائیں گے اس پر وہ خاموش نہیں ہوئیں۔ اگلا سوال پوچھا اے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اگر کسی کا ایک بچہ ہو، بچہ تو بچہ ہوتا ہے پیارا ہوتا ہے ،اگر وہ بچپن میں جدا ہو کر قبرستان پہنچ گیا تو والدین کی شفاعت نہیں کرے گا؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ بھی شفاعت کرے گا اور اپنے والدین کو جنت میں لے کر جائے گا۔

جب یہ بات پوچھ لی تو بات مکمل ہو گئی تھی، سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے ایک بات اور پوچھی اے اللہ کے محبوب اگر کوئی عورت حاملہ ہوئی اور اتنا وقت گزر گیا کہ بچے میں جان پیدا ہو گئی مگر کسی وجہ سے مس کیرتج (misscarriage) ہو گیا، عورت کو ولادت کی تکلیف ہوتی ہی ہے، اس ماں نے تو تکلیف اٹھائی، کیا اس تکلیف اٹھانے پر اس کو اجر نہیں ملے گا؟

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اس قسم کا بچہ بھی جس میں زندگی پیدا ہو چکی تھی قبرستان میں چلا گیا وہ بھی شفاعت کرے گا اور اپنی ماں کو لے کر جنت میں چلا جائے گا۔

اب یہ دیکھئے ان کا کتنا بڑا احسان ہے اگر وہ آگے سے کوئی بات نہ پوچھتیں، تو تین

بچوں والی حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادی تھی ۔لیکن ان کے سوالات کی وجہ سے امت کے لئے آسانیاں ہوگئیں اور امت پر اجر کے دروازے کھلتے چلے گئے ۔تو اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ امت کی محسنہ ہیں ۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ امام المفسرین کہلاتے ہیں یہ حضرت عائشہؓ کے شاگرد تھے پردے میں بیٹھ کر یہ ان سے تفسیر کے نکات پوچھا کرتے تھے ، یہی نہیں کہ صحابہ کرامؓ تک یہ سلسلہ رہا بلکہ بعد کے اولیاء میں بھی ایسی باخدا عورتیں گزریں جنہوں نے اپنے بچوں کی تربیت کی اور ان کو معرفت کی باتیں سکھائیں ۔

امام غزالیؒ کی ماں کا علم معرفت :

امام غزالیؒ دو بھائی تھے ،ایک کا نام محمد تھا اور ایک کا نام احمد تھا ۔محمد غزالیؒ اور احمد غزالیؒ دونوں بھائی بڑے نیک تھے مگر ایک کا رجحان علم کی طرف زیادہ تھا اور دوسرے کا رجحان ذکر کی طرف زیادہ تھا ۔

جس کو ہم امام غزالی کہتے ہیں یہ عالم تھے ، اپنے وقت کے بہت بڑے واعظ اور خطیب تھے ، اپنے وقت کے قاضی تھے ، ایک بڑی مسجد کے امام بھی تھے ، ان کے چھوٹے بھائی احمد غزالی ذکر و اذکار میں لگے رہتے اور ان کی عادت تھی کہ مسجد میں جا کر نماز پڑھنے کی بجائے اپنی نماز خلوت میں پڑھ لیا کرتے تھے ۔ایک دن امام محمد غزالیؒ نے اپنی والدہ سے عرض کیا کہ اماں ! لوگ مجھ پر اعتراض کرتے ہیں کہ تیرا سگا بھائی تیرے پیچھے نماز نہیں پڑھتا اپنی علیحدہ نماز پڑھ لیتا ہے ۔آخر کیا بات ہے ؟ تو آپ بھائی سے کہیں کہ الگ نماز پڑھنے کی بجائے میرے پیچھے نماز پڑھ لیا کریں ۔ ماں نے چھوٹے بیٹے کو بلایا بیٹے تم بڑے بھائی کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرو ۔ کہنے لگے امی میں پڑھوں گا چنانچہ اگلی نماز میں امام غزالیؒ نے امامت کروائی اور احمد غزالیؒ نے ان کے پیچھے نیت باندھ لی ۔ جب دوسری رکعت میں کھڑے ہوئے تو امام احمد غزالیؒ نے نماز کی نیت توڑ دی اور جماعت میں سے نکل کر علیحدہ نماز پڑھی ، گھر آگئے ، اب نماز کے بعد لوگوں نے امام محمد غزالیؒ پر اور اعتراضات کئے کہ تیرے بھائی نے تو ایک رکعت پڑھی اور دوسری رکعت میں نماز توڑ کر چلے گئے ۔

امام غزالیؒ بڑے مغموم ہوئے، پریشان ہوئے پھر آ کر والدہ کی خدمت میں عرض کیا اماں ! بھائی نے تو ایک رکعت پڑھی پھر نماز توڑ کر آ گیا، میری بے عزتی اور زیادہ کروا دی، ماں نے بلا کر پوچھا! بیٹے تو نے یہ کیا کام کر دکھایا، بیٹے نے کہا امی! جب تک یہ اللہ کی نماز پڑھ رہے تھے میں ان کے پیچھے کھڑا تھا، جب یہ اللہ کی نماز پڑھنے کی بجائے اور چیزوں میں مشغول ہو گئے تو میں نے نماز توڑ دی۔ امی انہی سے پوچھو۔

ماں نے پوچھا محمد غزالی معاملہ کیا ہے؟ امام غزالیؒ کی آنکھوں سے آنسو آ گئے، امی بھائی کہتا تو ٹھیک ہے، میں نے جب نماز کی نیت باندھی، تو میری توجہ اللہ رب العزت کی طرف تھی، میں نماز کی پہلی رکعت توجہ کے ساتھ پڑھتا رہا۔ جب دوسری رکعت میں کھڑا ہوا تو میں نماز سے پہلے عورتوں کے حیض و نفاس کے مسائل کا مطالعہ کر رہا تھا، انہی مسائل کی طرف میرا دھیان چلا گیا، تھوڑی دیر کے لئے پھر میں نے توجہ ٹھیک کر لی، تو جب یہ بات انہوں نے کی تو ماں نے ٹھنڈی سانس لی، دونوں بیٹے حیران ہوئے، اماں آپ ٹھنڈی سانس کیوں لے رہی ہیں۔ کہنے لگی میرے دو بیٹے دونوں کسی کام کے نہ ہوئے۔ بڑی حیرانی ہوئی ان کو سن کر

امام غزالیؒ نے کہا میں بھی کسی کام کا نہیں، امام احمدؒ نے پوچھا امی میں بھی کسی کام کا نہیں۔ ماں نے کہا کہ ہاں تم دونوں میرے کسی کام کے بیٹے نہ بنے، تو انہوں نے پوچھا وجہ کیا ہے؟ ماں نے کہا کہ ایک آگے نماز پڑھانے کھڑا ہوا، تو وہ عورتوں کے حیض و نفاس کے بارے میں سوچ رہا تھا اور دوسرا اس کے پیچھے کھڑا ہوا وہ خدا کی طرف متوجہ ہونے کی بجائے بھائی کے قلب میں کھڑا جھانک رہا تھا، دونوں میں سے کسی کی توجہ اللہ کی طرف نہیں تھی، تو میرے بیٹوں میں سے دونوں میں سے کوئی کام کا نہ بنا۔

سوچنے کی بات ہے جب عورت معرفت کا علم حاصل کرتی ہے تو اتنی بلندیوں کو پالیتی ہے کہ بڑے بڑے ولیوں کی تربیت کرتی ہے اور ان کو معرفت کے نکات سمجھا دیتی ہے

عورت کی غیر معمولی صلاحیتیں:

اللہ رب العزت نے عورت کے اندر بڑی غیر معمولی صلاحیتیں رکھی ہیں، عام طور پر

کہتے ہیں کہ عورت کے اندر جلد بازی ہوتی ہے، لیکن اگر اس کو علم آجائے ،تربیت ہوجائے ،تو اس کے اندر بڑی تحمل مزاجی بھی پیدا ہوجاتی ہے،صبر بھی پیدا ہوجاتا ہے، جتنا صبر عورت کرسکتی ہے شاید میری نظر میں مرد بھی اتنا صبر نہیں کرپاتے۔ جتنی تحمل مزاجی عورت میں آسکتی ہے اتنی تحمل مزاجی تو شاید مرد میں بھی پیدا نہیں ہوسکتی اور اس کی کئی مثالیں ہیں۔

حضرت جابرؓ کی اہلیہ کا صبر و تحمل:

چنانچہ ایک حدیث پاک میں آتا ہے حضرت جابرؓ کا بچہ تھا چھ سات سال کا، سفر پر جانا پڑا، بچہ پیچھے بیمار تھا سفر سے واپس ہوئے اسی رات وہ بچہ فوت ہوگیا۔ بیوی نے کیا کیا کہ بچہ کو نہلا کر، کپڑا اوپر ڈال دیا، خاوند آئے تو ان کا استقبال کیا اور ان کو بٹھایا۔ انہوں نے آتے ہی پوچھا کہ میرے بیٹے کا کیا حال ہے؟ فرمانے لگیں الحمد للہ بعافیۃ وخیر۔ اللہ کی تعریفیں ہیں کہ بیٹا عافیت اور خیریت کے ساتھ ہے۔ خاوند سمجھے کہ وہ سورہا ہے، چنانچہ انہوں نے کھانا کھایا کھانے کے دوران میاں بیوی دونوں بات چیت کرنے لگے، آپس میں الفت ومحبت کی باتیں ہونے لگیں اور خاوند کا مزاج محبت کی طرف مائل ہوا، تو اس وقت اپنے خاوند سے پوچھتی ہیں ایک مسئلہ مجھے آپ سے پوچھنا ہے کہ اگر کوئی کسی کو امانت دے اور کچھ وقت کے بعد واپس مانگے تو خوشی خوشی امانت دینی چاہیے یا اس کو تنگ دل ہوکر امانت دینی چاہیے۔

جابرؓ نے فرمایا نہیں نہیں ،خوشی خوشی دینی چاہیے ،امانت تو اس کا حق ہوتا ہے، جب انہوں نے یہ بات کہی تو فرمانے لگی اللہ رب العزت نے بھی ہم دونوں کو امانت دی تھی ،اللہ رب العزت نے وہ امانت واپس لے لی۔اب آپ بھی خوشی خوشی اس امانت کو واپس کردیجئے۔

حیران ہوکر پوچھنے لگے کیا بات ہے؟ فرمانے لگیں کہ بیٹا فوت ہوگیا ہے میں نے نہلا دیا کفن پہنا دیا لیٹا ہوا ہے، اسے جا کر قبرستان میں دفن کردیجئے ،سوچنے کی بات ہے ۔عورت کے اندر صبر کا پہاڑ آگیا، علم نے اس کو پہاڑ کی طرح استقامت عطا فرمادی، آج کی عورتیں ہوتیں ،رو رو کے برا حال کرلیا ہوتا ،خاوند آتا بیوی کو دیکھ کر اسے بھی رونا پڑتا،

کہرام مچا ہوتا مگر وہ عورتیں بات کو سمجھتی تھیں انہوں نے یہ سوچا میرا خاوند پردیس سے آ رہا ہے، آتے ہی اسے یہ خبر ملے گی تو صدمہ پہنچے گا، تو اپنے خاوند کو صدمے سے میں بچا لوں کتنی اچھی بیوی تھی جس نے خاوند کا محبت سے استقبال کیا اور کھانا کھلایا اور جب میاں بیوی دونوں محبت و پیار کی باتیں کر چکے اور خاوند کا دل اس وقت ہر بات کو سننے کے لیے آمادہ ہو گیا، تب ان کو بات بتائی، تب ان کے خاوند نے جا کر اپنے بیٹے کو دفن کیا تو عورت کے اندر تو ایسا تحمل بھی پیدا ہو جاتا ہے۔

سیدہ خدیجہ الکبریٰؓ کی امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی :

امت کی محسنہ سیدہ خدیجہ الکبریٰؓ ہیں ان کے امت پر بڑے احسانات ہیں چنانچہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ان سے نکاح ہوا انہوں نے اپنا پورا مال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نکاح سے پہلے مدینے کے فقراء میں سے سمجھے جاتے تھے کہ جن کے پاس پیسوں کی کمی ہوتی لیکن نکاح کے بعد مدینے کے امراء میں شامل ہو گئے۔ اللہ نے وہ سب مال دین کی خاطر خرچ کروا دیا چنانچہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں تشریف لے جاتے تھے ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی اتری آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیلؑ کو اصلی شکل میں دیکھا ان کے چھ سو پر تھے حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ ایک پر کو پھیلائیں تو وہ مشرق ڈھانپ لیتا ہے دوسے کو پھیلائیں تو وہ مغرب کو ڈھانپ لیتا ہے اتنا بڑا ان کا قد ہے کہ وہ پورے آسمان کو ڈھانپ لیتے ہیں چہرہ ان کا سورج سے زیادہ روشن ہے اور اتنی زیادہ برق رفتاری ہے اگر بارش کا قطرہ زمین سے ایک بالشت اونچا ہو اس سے پہلے کہ وہ قطرہ زمین پر گرے جبرائیلؑ سدرۃ المنتہیٰ سے زمین پر آ کر پھر واپس جا سکتے ہیں۔ اللہ نے اتنی تیز رفتاری عطا فرمائی۔ اب اتنے بڑے فرشتے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی مرتبہ اصلی حالت میں جب دیکھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک خوف کی سی کیفیت طاری ہو گئی چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر آئے، بخاری شریف کی روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ: مجھے کمبل اڑھا دو کمبل اڑھا دو چنانچہ بی بی خدیجہ الکبریٰؓ نے

فوراً کمبل اڑھا دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم لیٹ گئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

لَقَدْ خَشِیْتُ عَلٰی نَفْسِیْ: (الحدیث) مجھے ڈر ہے کہیں میری جان نہ نکل جائے پوچھا اے میرے آقا کیا ہوا؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پورا واقعہ سنایا۔ کوئی آج کی عورت ہوتی تو رونے پیٹنے بیٹھ جاتی خاوند پر اثر ہو گیا ہے میرے خاوند نے جن دیکھ لیا میرے خاوند پر کسی نے کچھ کر ڈالا میری زندگی کا کیا بنے گا۔ مگر وہ ایسی عورت نہیں تھی انہوں نے اتنی بڑی بات سن لی مگر پھر کہنے لگیں اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اطمینان رکھئے کلا۔ ہرگز نہیں

وَاللّٰہِ اللہ کی قسم لَا یُخْزِیْکَ اللّٰہُ اَبَدًا: اللہ رب العزت آپ کو کبھی ضائع نہیں کریں گے، رسوا نہیں کریں گے۔

اِنَّکَ تَصِلُ الرَّحِمَ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو صلہ رحمی کرنے والے ہیں:

وَتَکْسِبُ الْمَعْدُوْمَ : جس کے پاس کچھ نہیں ہوتا اس کو کما کر دینے والے ہیں۔

تَقْرِی الضَّیْفَ : آپ صلی اللہ علیہ وسلم مہمان نوازی کرنے والے ہیں۔

وَتَحْمِلُ النَّوَائِبَ: اور آپ تو دوسروں کا بوجھ اٹھانے والے ہیں۔

وَتُعِیْنُ عَلٰی نَوَائِبِ الْحَقِّ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو نیک باتوں میں تعاون کرنے والے ہیں۔ چنانچہ ان الفاظ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی آج کون بیوی ہے جس کا خاوند پریشان ہو اور وہ خاوند کی اچھی صفات گنا کر کہے کہ آپ کے اندر یہ اچھی باتیں ہیں اللہ آپ کی مدد کریں گے، عورتیں تو ایسا موقع پر اور زیادہ دوسروں کا دل تھوڑا کر کے بیٹھتی ہیں مگر خدیجہ الکبریٰؓ کا احسان ہے انہوں نے تسلی کے الفاظ بھی کہے اور پھر ان کا دل دیکھئے یہی نہیں کہ زبانی تسلی دی۔ بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تھوڑی سی حالت بہتر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ایک رشتہ دار کے پاس لے گئیں جن کا نام ورقہ بن نوفل تھا یہ پہلے تو مشرکین میں سے تھے لیکن انہوں نے کتاب کا علم حاصل کیا اور وہ کتاب کی کتابت کیا کرتے تھے۔ اور یہ اہل کتاب میں شامل ہو گئے تھے، مشرکین میں سے یہی ہیں جن کا شمار اہل کتاب میں سے ہوا۔ انہوں نے ان کو جا کر کہا کہ یہ آپ کے بھتیجے کیا کہتے ہیں :

اِسْمَعْ اِبْنَ اَخِیْکَ : کہ اپنے بھائی کے بیٹے کی بات تو سنیے یعنی سنیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیا کہتے ہیں، ورقہ بن نوفل نے پوچھا "یَا ابْنَ اَخِیْ مَاذَا رَأَیْتَ" اے میرے بھائی کے بیٹے تو نے کیا دیکھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پورا واقعہ سنایا۔ انہوں نے فرمایا:

اَبْشِرْ اَبْشِرْ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت ہو خوشی ہو۔

هٰذَا نَامُوْسُ الَّذِیْ : یہ وہ ناموس ہے جو موسیٰ پر وحی لاتا تھا یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اللہ کا پیغام لے کر آیا ہے پھر فرمایا میں بوڑھا ہوں اگر میں زندہ ہوتا تو تمہاری مدد کرتا سبحان اللہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰؓ کا پوری امت پر احسان دیکھئے انہیں زبان سے بھی تسلی دی اور اپنے عمل سے بھی انہوں نے ایسے شخص کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچایا جنہوں نے پورے معاملہ کو کھول کر رکھ دیا تو جب یہ عورتیں دین کو سمجھ لیتی ہیں تو پھر ان کے دلوں میں پہاڑوں جیسی استقامت آجاتی ہے غیر معمولی تحمل مزاجی آجاتی ہے۔ بڑے بڑے صدمے آرام سے برداشت کر جاتی ہیں حتیٰ کہ مرد بھی حیران ہو جاتے ہیں یہ سب برکتیں دینداری کی ہیں علم دین کی ہیں اور اگر یہ علم دین سے بیچاری محروم ہوں تو ان کا کیا قصور پھر تو یہ تھوڑ دلی ہوتی ہیں۔ بیچاری چھوٹی چھوٹی مکڑیوں سے ڈرتی ہیں اور کبھی کبھی تو صرف دروازہ پہ کھٹک جائے آندھی سے تب بھی ڈر پڑتی ہیں ان کا دل اتنا چھوٹا ہوتا ہے اس لئے ان کو دین کا علم سکھانا اور دیندار بنانا انتہائی ضروری ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی کا صبر:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احد میں جب اپنے چچا حضرت امیر حمزہؓ کو دیکھا ان کی لاش کا مثلہ بنا پڑا تھا، ان کا دل نکال لیا گیا تھا اور ان کی آنکھیں نکال لی گئی تھیں۔ کان کاٹ دیئے گئے تھے، ہندہ نے ان کا ہار بنا کر اپنے گلے میں پہنا تھا اب سوچئے پیچھے لاش کا کیا حال ہوگا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت آزردہ ہوئے آنکھوں میں سے آنسو آگئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت پابندی لگا دی کہ میری پھوپھی حضرت حمزہ کی بہن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کے لئے آئے گی دوسری عورتوں کی طرح ایسا نہ ہو کہ وہ دیکھے اور اسے صدمہ پہنچے، گھر کی عورتیں اپنی اپنے مردوں کو

دیکھنے کے لئے آ گئیں کہ ان کو نہلائیں دفنائیں تو اس وقت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی جو تھی وہ بھی آ گئیں مگر صحابہؓ نے روک دیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرما دیا ہے کہ آپؓ اپنے بھائی کی لاش کو نہیں دیکھ سکتیں انہوں نے پوچھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں منع فرما دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اس کی لاش دیکھنے کا حوصلہ نہیں رکھو گی پوچھنے لگیں اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! میں اپنے بھائی کی لاش پر رونے کے لئے نہیں آئی میں تو اپنے بھائی کو مبارک باد دینے کے لئے آئی ہوں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ سنے فرمایا۔ اچھا پھر تمہیں دیکھنے کی اجازت ہے۔ سوچئے کتنا بڑا دل کر لیا کہ میں تو اپنے بھائی کو مبارک باد دینے کے لئے آئی ہوں تو یہ صبر و تحمل ان عورتوں میں آ جاتا ہے یہی نہیں کہ پہلے زمانے کی عورتوں میں تھا۔ آج بھی جو دیندار عورتیں ہیں ان کے دلوں میں ایسی استقامت ہوتی ہے۔

ایک صابرہ کی حکمت عملی:

ہمارے قریبی لوگوں میں سے ایک آدمی سے واقعہ پیش آیا وہ ۱۹۷۱ سے پہلے مشرقی پاکستان کے اندر کام کرتا تھا۔ اس کے بڑے بڑے گیس اسٹیشن (gasstation) تھے۔ کروڑوں روپے کا مالک تھا بلکہ اربوں کا مالک تھا سینکڑوں کی تعداد میں اس کے گیس اسٹیشن تھے اللہ کی شان دیکھئے اتنے مال پیسے والا تھا کہ اس کا ایک کام کرنے والا اس کے دو لاکھ روپے چوری کر کے بھاگ گیا اس نے اس کے خلاف کوئی ایکشن نہ لیا کچھ عرصے کے بعد وہ پھر واپس آ گیا رونے دھونے لگا مجھ سے غلطی ہو گئی اس نے وہ دو لاکھ بھی معاف کر دیئے اور اس کو نوکری پر بھی بحال کر دیا۔ سوچئے وہ کتنا کاروبار اور مال رکھنے والا بندہ ہوگا جس کو پرواہ ہی نہیں تھی دو لاکھ روپے کی۔ اتنا کچھ اس کی مال جائیداد تھی لیکن جب جنگ میں ڈھاکہ علیحدہ ہوا تو یہ اس حال میں کراچی اترا کہ اس کی بیوی کے سر پر فقط دوپٹہ تھا۔ دونوں کی جیبیں خالی تھیں کچھ ہاتھ میں نہیں تھا۔ سب کچھ وہاں چھوڑ آیا۔ اب کراچی میں اس کے ایک بھائی تھے۔ ان کے گھر آ کر ٹھہرے وہ خود یہ واقعہ سناتے تھے کہ جب میں آیا مجھے یقین نہیں آتا تھا کہ میں زندہ ہوں میں کروڑوں اربوں پتی انسان اور آج اک

پیسہ بھی نہیں ۔ میں کس سے مانگوں گا میں کیسے زندگی گزاروں گا کہنے لگے قریب تھا کہ میرا بریک ڈاؤن (Nerves briak down) ہو جائے مگر بیوی نیک تھی دیندار تھی پہچان گئی کہ میرے خاوند کے اوپر یہ حالات آگئے ۔ چنانچہ جب ہم کھانے کے دستر خوان پر بیٹھتے تو میرے بھائی اور ان کے بچے بھی ہوتے تو میری بیوی یہ واقعہ چھیڑتی اور کہتی کہ ہمارے اوپر اتنا بڑا صدمہ آیا میں عورت ہوں میں زیادہ گھبرا گئی ہوں اور میرے خاوند کو تو اللہ نے پہاڑ جیسا دل دے دیا ہے انہوں نے اس کو ہاتھوں کی میل بنا کر اتار دیا ہے ان کو تو پرواہ ہی نہیں کہنے لگے میں اندر دل سے خوفزدہ تھا اور وہ ایسی باتیں کرتی کہ سن سن کر مجھے تسلی ہونے لگی کہ جب میری بیوی کو کوئی غم نہیں تو پھر میں اتنا کیوں پریشان ہو رہا ہوں میں ڈیپریشن (Depression) کا شکار کیوں ہو رہا ہوں ۔ چنانچہ بیوی ایسی باتیں کرتی کہ ان کا دل تو بہت بڑا ہے انہوں نے تو اتنے مال کو ہاتھوں کی میل سمجھ لیا ہے ۔ ان کو تو اللہ نے پہلے بھی بہت دیا وہی پروردگار ہے اب ان کو یہاں بھی بہت دے گا یہ تو قسمت کے بادشاہ ہیں ۔ قسمت کے دھنی ہیں جب اس نے ایسی ایسی باتیں کیں تو کہنے لگے میری طبیعت بحال ہو گئی ۔ ہم نے مشورہ کیا ، بھائی سے ادھار لے کر ایک ٹرک خریدا اور اس کو کرائے پر چلانا شروع کر دیا میں نے محنت کی میرے مولا نے میری مدد کی کہنے لگا پانچ سال کے بعد سینکڑوں ٹرکوں کی کمپنی کا میں پھر مالک بن گیا آج پھر اربوں پتی بنکر زندگی گزار رہا ہوں مگر میں اپنی بیوی کا احسان کبھی نہیں اتار سکتا جس نے اس حالت میں بھی مجھے سنبھال لیا

عورتوں کی علمی اور اخلاقی ترقی میں رکاوٹ کیا؟

عورتوں کے اندر اگر دین کا علم اور دینداری ہو تو وہ بڑے بڑے صدمے اپنے دلوں پر برداشت کر جاتی ہے حیران ہوتے ہیں اتنی نازک ہوتی ہیں مگر لوہے کی طرح اپنے اوپر یہ سب بوجھ اٹھا لیتی ہیں اور اپنے دوسرے اہل خانہ کو پتہ بھی نہیں چلنے دیتی ۔ سبحان اللہ! یہ اللہ رب العزت نے ان کے اندر صلاحیتیں رکھی ہیں ۔ لیکن دیکھنے میں ایک بات آئی یہ بھی کہتا چلوں بعض عورتوں کی علمی اور اخلاقی ترقی میں ان کے مرد رکاوٹ بن جاتے ہیں اس کی وجہ کیا ہوتی ہے کہ بعض مرد یہ سمجھتے ہیں کہ عورتوں کا کام تو بچے پالنا اور گھر کے کام

کرنا خاوند کو خوش رکھنا فقط یہی کچھ ہے یہی کچھ ان کا دین ہے۔ یہ نہیں سمجھتے کہ انہوں نے دین کا علم بھی پڑھنا ہے۔ عبادت بھی کرنی ہے اپنے رب کی بندی بن کر زندگی گزارنی ہے اسی غلط فہمی کی وجہ سے ایسے مرد اپنی عورتوں کو دین کی تعلیم نہیں دلواتے۔ بس واجبی سا قرآن مجید پڑھا دیا چند مسائل بہشتی زیور کے سکھا دیئے اور زیادہ نہیں پڑھنے دیتے حالانکہ عورتوں میں علم کی صلاحیت زیادہ ہوتی ہے وہ اگر چاہیں تو بخاری شریف تک کی تعلیم حاصل کرسکتی ہیں مگر گھر کے مردان کو اجازت نہیں دیتے بعض تو ایسے ہیں کہ مختلف جگہوں پہ دینی مجالس ہوں ان میں جانے کی اجازت نہیں دیتے تو سوچئے ایسے مرد عورتوں کی ترقی میں رکاوٹ بن جاتے ہیں۔ ہر وقت ان کو گھر کے کاموں میں لگائے رکھتے ہیں

قیامت کے دن سوال ہوگا:

حدیث پاک میں آتا ہے :

"كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْؤُلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ"

تم میں سے ہر ایک راعی ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا، تو خاوند سے بیوی بچوں کے بارے میں پوچھا جائے گا، اور بیوی سے بچوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ ہر ایک سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا تو کل جب ان مردوں کو جواب دینا پڑے گا کہ تمہاری عورتوں کو تو پاکی اور ناپاکی کے مسائل کا پتہ نہیں تھا ان کو تو فرائض و واجبات کا بھی صحیح پتہ نہیں تھا نماز کے مسائل کا پتہ نہیں تھا اور وہ تو عبادت میں کوتاہیاں کرتی تھیں بتاؤ تم نے ان کو دین کی تعلیم کیوں نہیں دلوائی ؟ معلوم نہیں کیا جواب اللہ کے سامنے پیش کر پائیں گے یا پھر اس وقت اللہ کے عتاب کا سبب بنے گا اس لئے ضروری ہے ہم گھر کی عورتوں کو محبت و پیار کے ساتھ دین کی تعلیم کی طرف مائل کریں اگر ان کے اپنے دل نہیں بھی چاہتے یہ عورتوں کی فطرت ہے پیار سے اگر منوالو تو پہاڑ سے بھی چھلانگ لگا جائیں گی اور اگر غصہ سے بات کرو تو قدم بھی نہیں اٹھائیں گی پیار سے زیادہ بہتر چیز ان کے لئے کچھ بھی نہیں اور یہی چیز حدیث پاک میں سے بھی ملتی ہے۔

معزز وایمان دار کون:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں کے ساتھ لطف ومروت سے پیش آؤ:

اِنَّ اَکْرَمَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَحْسَنُکُمْ اَخْلَاقًا وَّاَلْطَفُکُمْ لَیِّنًا بِاَھْلِہٖ

تم میں سے بہترین معزز ایمان والا وہ ہے جوتم میں سے اچھے اخلاق والا ہے اور اپنے اہل خانہ کے ساتھ نرمی کا سلوک کرنے والا ہے۔

تو اگر نرمی کے ساتھ عورتیں بات مان جائیں تو پھر گرمی کی کیا ضرورت ہے بہتر یہ ہے اچھے اخلاق کے ساتھ ان کو محبت و پیار کے ساتھ متوجہ کیا جائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری وصیت:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے بارے میں وصیت فرمائی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے پردہ فرمانے لگے تو آخری الفاظ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنے گے تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِتَّقُوْا اللّٰہَ فِی النِّسَاءِ

اے مردو عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا

لوگ عورتوں کو اپنے گھر کی باندیاں سمجھ لیتے ہیں۔ حالانکہ یہ تو امانت ہوتی ہیں یہ ماں باپ نے آزاد جنی ہیں باندیاں نہیں بلکہ اللہ نے ان کے نکاح کے ذریعے ان کو مردوں کی امانت میں دے دیا ہے تو یہ امانت کا خیال کریں اس میں خیانت نہ کریں ان کے دین میں آگے بڑھنے کا ان کے ساتھ تعاون کرنے کا سبب بنیں اور بعض مرد تو ایسے ہوتے ہیں وہ عورت کو اپنے ماں باپ سے ملنے کی اجازت نہیں دیتے ہمیں کتنی ایسی عورتوں نے خط لکھے۔ کئی کئی سال سے روتی پھر رہی ہیں ان کو ماں باپ۔ بہن بھائی سے ملنے کی اجازت نہیں خاوند سے پوچھا کوئی خاص وجہ ہے؟ کوئی خاص وجہ بھی نہیں۔ بس میں چاہتا ہوں یہ نہ جائے سوچنے کی بات ہے اس بیچاری کا بھی دل ہے یہ اس گھر میں پیدا ہوئی ماں باپ نے جنم دیا۔ بہن بھائیوں میں پلی بڑھی کئی سال کے بعد اگر اس کا جی چاہا کہ میں ان سے

مل لوں تو خاونداس کو منع کر دیتا ہے اس لئے کہ نہ خاوند کے پاس دین کا علم ہوتا ہے نہ اس کو حقوق کا پتہ ہوتا ہے اس لئے ایسی تربیتی مجالس میں میاں بیوی سب کا آنا اور اپنے اپنے عنوانات کے تحت مضامین کا سننا انتہائی ضروری ہے تاکہ گھروں کی زندگی بہتر ہو جائے۔

عورتوں میں بے دینی کے اسباب:

جن گھروں میں مردوں کی بے توجہی کی وجہ سے عورتیں بے دین اور بے عمل بن رہی ہیں تو یہ مرد قیامت کے دن جوابدہ ہونگے بعض گھروں میں تو ہم نے دیکھا کہتے ہیں کہ یہ میری بیٹی کی ویڈیو کیسٹ لائبریری ہے۔ حیرت ہوتی ہے ان کی بیٹی ان ویڈیو کیسٹوں کو دیکھ کر دل میں گناہ کے کیا کیا منصوبے بناتی ہوگی کیسے اس کی عزت محفوظ رہتی ہوگی۔ مگر ان کو دین کا کوئی دھیان نہیں۔ اللہ نے مال پیسہ خوب دے دیا ریل پیل ہے اور اب اس نشے میں عیش و آرام کی زندگی گزارتے ہیں اور بعض تو ایسے کم بخت ہوتے ہیں جو اپنے پاس جوان بیٹیوں کو بٹھا کر ڈرامے دیکھتے ہیں فلمیں دیکھتے ہیں یورپ کی گندی فلمیں جن میں فحش حرکات ہو رہی ہوتی ہیں اپنے جوان بیٹے بیٹیوں کے ساتھ بیٹھ کر دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ ایسے مردوں کو قیامت کے دن زنجیروں میں باندھ کر پیش کیا جائے گا اور جب تک یہ جواب نہیں دیں گے ان کی زنجیروں کو نہیں کھولا جائے گا۔ اس لئے چاہئے کہ گھر کے بچوں اور گھر کی عورتوں کی دینی تعلیم کے لئے مرد ہر وقت فکر مند رہیں ان سے ان کے بارے میں بھی پوچھا جائے گا اور ان کے بیوی بچوں کے بارے میں بھی پوچھا جائے گا۔

سیرت کے حسن و جمال کو اپنائیں:

ایک اور بنیادی غلطی جو ہمارے معاشرے میں اس وقت آئی ہوئی ہے جس کو میں نے بہت دیر غور و خوض کے بعد سوچ و بچار کے بعد توجہ الی اللہ کے بعد پایا وہ یہ غلطی ہے کہ آج کل کے نوجوان کی نظر میں عورت کا حسن و جمال ہی عورت کی اچھائی کا معیار ہے۔ اس لئے اگر نوجوان اپنی بیوی کا رشتہ ڈھونڈتا ہے تو پہلی بات یہی ہوتی ہے خوبصورت ہو ،معلوم نہیں یہ ایسا شوق دلوں میں کیوں بیٹھ گیا کہ جس نے پورے معاشرے کی حالت کو

بدل کے رکھ دیا ہے۔معیار کو بدل کے رکھ دیا ہے۔یاد رکھنا عورتوں میں صورت کے حسن و جمال کی بجائے سیرت کے حسن و جمال کو دیکھیں تو یہ زیادہ بہتر ہے اس لئے عام طور پر دیکھا جو نوجوان شکل وصورت کو دیکھ کر شادیاں کرتے ہیں تھوڑے دنوں بعد انہی کے گھروں میں پھڈے ہوتے ہیں لڑائیاں جھگڑے ہوتے ہیں اس لئے کہ گھر کی زندگی تو اچھے اخلاق سے گزرتی ہے وہ جس کو حور پری سمجھ کر لائے تھے وہ ہٹ دھرمی کرتی ہے ضد کرتی ہے بات نہیں مانتی (Coperate) نہیں کرتی پھر ان کو پریشانی ہوتی ہے۔پھر آکر پوچھتے ہیں حضرت بیوی بات نہیں مانتی بڑا پریشان رہتا ہوں طلاق دینے کو دل کرتا ہے اب میں کیا کروں۔اب بھئی تم کیا کرو تمہیں پہلے سوچنا چاہئے تھا۔

شادی کے لئے عورت کا انتخاب:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لوگ عورت سے چار وجہ سے شادی کرتے ہیں۔بعض اس کے بڑے خاندان کی وجہ سے،بعض اس کے مال ودولت کی وجہ سے،بعض اس کے حسن و جمال کی وجہ سے اور بعض اس کی دینداری کی وجہ سے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم عورتوں سے ان کے اچھے اخلاق اور دینداری کی وجہ سے نکاح کیا کرو،تو نوجوانوں کو چاہئے کہ سب سے پہلی چیز تو اچھے اخلاق دیکھیں خوبصورتی کو نمبر دو پر رکھیں۔ایسا نہ کہ فقط ظاہر کی خوبصورتی کو مقدم کرلیں اور سیرت کو مقدم نہ کریں ایک بات ذہن میں رکھنا ،خوبصورت عورت جتنی مرضی ہو اگر کردار کی بری ہے تو اس کی خوبصورتی کس کام کی اور اگر عورت کی شکل اچھی نہیں مگر باوفا ہے خادمہ ہے،جان نثار کرنے والی بیوی ہے ہر وقت خاوند کی خدمت میں لگی رہتی ہے اس سے بہتر زندگی کا ساتھی کوئی نہیں ہوسکتا۔اس لئے عورت جو زندگی کی شریک حیات ہے۔حسن کی کسوٹی پہ تولنے کی بجائے نوجوان کو چاہئے کہ وہ سیرت کی کسوٹی پہ تولیں۔اچھے اخلاق کی کسوٹی پہ تولیں ان کو دینداری کی کسوٹی پہ تولیں۔

دنیا میں فتنوں کی وجوہات:

دنیا میں جتنے بھی فتنے عورت کے اوپر آتے ہیں وہ اس کے ظاہری حسن کی وجہ سے

آتے ہیں ۔ یہ ظاہری حسن انسان کے لئے امتحانوں کا سبب بن جاتا ہے ۔ اس لئے جو حسن و جمال کو زیادہ دیکھتے ہیں انہی گھروں میں پریشانیاں بھی زیادہ ہوتی ہیں ۔ قرآن مجید میں آپ نے پڑھا ہوگا حضرت یوسفؑ کو اللہ رب العزت نے حسن و جمال ایسا دیا تھا جس کی کوئی مثال ہی نہیں بلکہ حدیث پاک میں فرمایا:

فَاِذَا قَدْ اُوْتِیَ شَطْرَ الْحُسْنِ ...... انکو اللہ رب العزت نے آدھی دنیا کا حسن دیا تھا یعنی یوں سمجھئے کہ ساری دنیا کے حسینوں کا حسن جمع کیا جائے تو وہ ایک حصہ ہے اور اتنا ہی حصہ حضرت یوسفؑ کو دے دیا تھا تو کیسا حسن و جمال ہوگا لیکن یوسفؑ کو ان کے بھائیوں نے بالآخر کنویں کے اندر ڈال دیا پھر جب کنویں سے نکال کر ان کو بیچا گیا قرآن مجید کی آیت ہے:

﴿وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ﴾ . (سورہ یوسف)
ان کو بیچا گیا چند کھوٹے سکوں کے بدلے میں ۔

حسن ظاہری کی قیمت:

عجیب بات ہے نقطے کی بات ہے ذرا دل کے کانوں سے سنئے گا یوسفؑ کا حسن تو مادری تھا مادرزاد تھا ماں کے پیٹ سے حسین پیدا ہوئے تھے لیکن انمٹ حسن تھا اس وقت تک ان کو علم نہیں ملا تھا حکمت نہیں ملی تھی علم اور حکمت تو جوان ہو کر ملی:

﴿لَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ آتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا﴾ (سورہ یوسف)

وہ تو بھر بھر پور جوانی کی عمر میں ملی بچپن میں ان کے پاس فقط حسن تھا وہ حسن ظاہری کی قیمت اللہ کی نظر میں دیکھئے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ﴾ ۔ (سورہ یوسف)

ان کو چند کھوٹے سکوں کے بدلے بیچ دیا . اے حسن کے پیچھے بھاگنے والو عبرت کی بات ہے رب العزت کی نظر حسن ظاہری کی قیمت چند کھوٹے سکوں کے سوا کچھ نہیں تم کس متاع کے پیچھے بھاگتے پھرتے ہو تم نے کس کی پوجا شروع کر دی تم کس کے دیوانے بن گئے ارے چند کھوٹے سکوں کی قیمت ہے جس کے بارے میں اللہ نے فرمایا

﴿وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ﴾ . (سورہ یوسف)

چند سکے اور وہ بھی کھوٹے اس لئے ظاہری حسن اللہ رب العزت کی نظر میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا مسلمان مردوں کو چاہئے فقط حسن و جمال کیکسوٹی میں تولنے کی بجائے نقش نین ایسے ہوں ہاتھ پاؤں ایسے ہوں، چہرہ ایسا ہو، ان چیزوں کو صرف کسوٹی بنانے کی بجائے پہلے تو یہ دیکھو کہ انسانیت بھی اس میں ہے کہ نہیں ہوتی تو وہ انسان چاہئے تا کہ اس کے اندر اچھے اخلاق ہوں عقل کی اچھی ہو اخلاق کی اچھی ہو پھر شکل کی بھی اچھی ہو تو ''نور علی نور'' مگر فقط صرف ظاہری حسن کو کسوٹی بنالینا مردوں کی بہت بڑی خامی ہے۔

صحابہ کرامؓ کا معیار اخلاق وا کردار:

صحابہ کرامؓ کے زمانے میں اخلاق کو کسوٹی بنایا جاتا تھا دینداری کو کسوٹی بنایا جاتا تھا اس لئے اگر دیندار بیوہ بھی ہو جاتی تھی تو دوسرے مرد اس سے نکاح کرنے کے لئے تیار ہو جاتے تھے اس لئے کہ دینداری ہوتی تھی آج تو اگر کوئی عورت بیوہ ہو جائے عجیب زمانہ آ گیا کوئی اس سے نکاح کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا بیچاری جوانی کی عمر اسی طرح گزارتی ہے کوئی اس کی ہمدردی کرنے والا غمگسار نہیں ہوتا کوئی اس کا دکھ بانٹنے والا نہیں ہوتا تو انسانیت کی بنیاد ختم ہو گئی فقط خواہشات نفسانی کی بنیاد آ گئی اس لئے مردوں کو چاہئے کہ یہ فقط حسن ظاہری کو بنیاد بنانے کی بجائے انسان کے کردار کو بنیاد بنائیں علم کو بنیاد بنائیں اخلاق کو بنیاد بنائیں۔

ظاہری اور باطنی حسن کا فرق:

ایک نقطہ یاد رکھنا ظاہری حسن وقت کے ساتھ ساتھ گھٹتا چلا جاتا ہے اور باطنی حسن اخلاق کا حسن وہ عمر کے ساتھ ساتھ بڑھتا چلا جاتا ہے جتنی عمر زیادہ ہو گئی اخلاق کا حسن بڑھتا چلا جائے گا اگر عمر زیادہ ہو گی تو ظاہری حسن گھٹتا چلا جائے گا اس لئے گھٹنے والی چیز کو پسند کرنے کی بجائے بڑھنے والی چیز کو پسند کرنا چاہئے تا کہ زندگی کا انجام اچھا گزرے چونکہ اس کی وجہ سے انسان کی ساری زندگی اچھی گزرتی ہے اس لئے اپنی بیویوں کے اندر

سب سے پہلے انسانیت کو دیکھیں اچھے اخلاق کو دیکھیں نیکی کو دیکھیں جب یہ چیز موجود ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک اچھا انسان ہے یہ اچھی ساتھی ثابت ہوگی اچھی خادمہ ثابت ہو گی اس لئے دین کو بنیاد بنانا چاہئے اور یہی حدیث پاک میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم عورت سے اس کی دینداری کی وجہ سے نکاح کیا کرو سبحان اللہ محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسے قیمتی موتی اور ہیرے عطا فرما دیئے ہم ان پر عمل کریں گے ہماری اپنی زندگیوں کے اندر خیر آئے گی فقط ظاہری نین نقش کو دیکھ کر شادی کر لیتے ہیں پھر بعد میں گھر میں دینداری نہیں ہوتی روتے پھرتے ہیں اولاد بگڑ رہی ہے بیوی توجہ نہیں دیتی تو اب کیوں روتے ہیں اپنے آپ پر روئیں کہ انہوں نے فیصلہ ہی غلط کیا تھا شاعر نے کیا عجیب بات کہی:

جس سے آنچل بھی نہیں سر کا سنبھالا جاتا ☆ اس سے کیا خاک تیرے گھر کی حفاظت ہوگی

کہ جو لڑکی سر کا دوپٹہ نہیں سنبھال سکتی، او خدا کے بندے وہ تیرے گھر کو کیا سنبھالی گی اور تیرے بچوں کو کیا سنبھالے گی اور تیرے بچوں کی اچھی ماں کیسے بنے گی ان کی تربیت کیسے کرے گی ؟ اس لئے یہ بہت بڑی خامی آج کل کے نوجوانوں کے ذہن میں آ گئی اور اس خامی کا پھر آگے نتیجہ نکلتا ہے۔

بے پردگی کی اصل وجوہات:

چونکہ عورتوں کو ان کے ظاہری شکل وصورت کی وجہ سے پسند کیا جاتا ہے بچیاں پیدا ہوتی ہیں تو وہ بچاری اپنے ظاہر کو آراستہ کرنے پہ لگی ہوتیں ہیں ان کی ہر وقت یہی سوچ ہوتی ہے کہ میں کپڑے ایسے پہنوں کہ میں اچھی لگوں، میری آنکھیں اچھی لگیں چہرہ اچھا لگے، ہاتھ اچھے لگیں، بیچاریاں ہر وقت اسی سوچ میں رہتی ہیں کیونکہ ان کو پتہ ہوتا ہے کہ ہمیں زندگی کا ساتھی اسی معیار کی وجہ سے بنایا جائے گا معلوم ہوا مردوں کی اس سوچ نے عورتوں کی زندگی کا رخ بدل دیا، اگر ان کو پتہ ہوتا ہمیں ہماری دینداری کی وجہ سے زندگی کا ساتھی بنایا جاتا تو یہ حدیث پڑھتیں، تفسیر پڑھتیں یہ اچھے اخلاق بناتیں یہ اپنی عزت وناموس کی حفاظت کرتیں، یہ باپردہ زندگی گزارتیں تہجد گزار بنتیں، اللہ کی ولیہ

بنتیں، ان کو کوئی زندگی کا ساتھی بنا لیتا مگر معیار ہی بدل گیا، معیار ظاہری خوبصورتی ہے لہذا بچیوں کو دیکھا بے چاری پیدا ہوتی ہیں تو اس وقت سے یہ بچیاں اس سوچ میں ہوتی ہیں کوئی ایسی صورت اختیار کریں کہ ہم دیکھنے والوں کو اچھی لگ سکیں اور یہی چیز بلا خران کو بے پردگی پہ بھی آمادہ کر دیتی ہے جن کو اللہ نے کچھ شکل اچھی دیدی تو وہ خوشی خوشی بے پردہ پھرتی ہیں لوگ مجھے دیکھیں گے سوچیں گے یہ کتنی خوبصورت ہے، دیکھئے بے پردگی بھی اسی وجہ سے ہوئی فیشن پرستی بھی اسی کی وجہ سے ہوئی اور عورت کی دین سے دوری بھی اسی کی وجہ سے ہوئی کہ مردوں نے کسوٹی کیا بنالی عورت کو خوبصورت ہونا چاہئے۔

خوبصورت کی بجائے خوب سیرت:

تو خوبصورت کی بجائے پہلے خوب سیرت ہونا چاہئے اس کے اندر نیکی ہوئی چاہئے اچھے اخلاق ہونے چاہئے اگر مرد اپنی زندگی کی ترتیب کو بدل لیں اور نیک سیرت بیوی کو ڈھونڈنا شروع کر دیں تو دیکھنا یہ عورتیں جو آج کل فیشن ایبل کہلاتی ہیں یہ سب سے بڑی تہجد گزار بن جائیں گی نیکوکار بن جائیں گی اور ماحول کے اندر نیکی آجائے گی اللہ رب العزت ہمیں نیکی پر زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمادے۔

دائمی عزتوں کا راز:

دنیا میں انسان کو جو عزتیں ملتی ہیں وہ حسن و جمال سے نہیں ملتیں وہ تو اخلاق کی وجہ سے ملتی ہیں اس لئے حضرت یوسف علیہ السلام کو حسن کی وجہ سے قید خانے میں جانا پڑا ظاہری حسن کی وجہ سے ان کے اوپر اتنی بڑی مصیبت آئی کہ نو سال تنہا رہے، نہ کوئی رشتہ دار، نہ ماں باپ، نہ کوئی بہن بھائی، نہ کوئی اور رہے، کوئی پرسان حال نہیں اور نو سال قید کے اندر تنہائی کی زندگی گزاری، یہ قید تنہائی کوئی معمولی بات نہیں ہوتی مگر یوسف علیہ السلام نے اس کو برداشت کیا یہ سب حسن ظاہری کی وجہ سے تھا پھر اس کے بعد اللہ رب العزت نے ان کو تخت و تاج عطا فرمایا اور جب تخت و تاج ملا، سنئے قرآن پاک کی آیت فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہا:

﴿ اِجۡعَلۡنِیۡ عَلٰی خَزَآئِنِ الۡاَرۡضِ اِنِّیۡ حَفِیۡظٌ عَلِیۡمٌ ﴾ (سورہ یوسف)

مجھے خزانوں کا والی بنا دیجئے کہ میں اچھا محافظ ہوں اور علم والا ہوں۔

یعنی مجھے پتہ ہے کہ خزانے کو کیسے رکھنا چاہئے آپ نے یہ تو نہیں کہا :

اِجۡعَلۡنِیۡ عَلٰی خَزَآئِنِ الۡاَرۡضِ اِنِّیۡ حَسِیۡنٌ جَمِیۡلٌ

کہ میں بڑا حسین اور بڑا جمیل ہوں اس لئے خوبصورتی کی بنیاد پر آپ خزانے مجھے دیجئے معلوم ہوا جو خزانے ملے وہ حسن و جمال کی وجہ سے نہیں ملے بلکہ ان کو فضل و کمال کی وجہ سے ملے اس لئے ہم کو چاہئے کہ حسن کو معیار نہ بنائیں جو مٹنے والی چیز ہے جو سائے کی مانند چیز ہے جوانی میں جو لڑکی حور پری کی طرح خوبصورت ہوتی ہے بڑھاپے میں اس کا چہرہ چھوہارے کی طرح بن جاتا ہے دیکھنے کو بھی دل نہیں کرتا، ایسے زائل ہونے والے حسن کے پیچھے کیا بھاگنا اس لئے چاہئے کہ ہم سیرت کو دیکھیں۔

سیرت پائیدار حسن:

سیرت عمر کے ساتھ ساتھ اور اچھی ہوتی ہے عمر جتنی زیادہ ہوتی ہے انسان کے اخلاق اور زیادہ بہتر ہو جاتے ہیں۔ پائیدار چیز کو معیار بنانے کی ضرورت ہے اس لئے اگر آج یہ چیز معیار بن جائے دیکھنا ہمارے ماحول میں کتنی نیکی آجائے گی ہاں اگر اللہ رب العزت کسی کو دینداری کے ساتھ ساتھ خوبصورتی بھی عطا فرما دیں تو یہ نور علیٰ نور ہے:

﴿ ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُوالۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ ﴾ (سورۃ حدید)

اس لئے ہمیں چاہئے عورتوں کی دینداری کی زیادہ فکر کریں اور یہ بھی ذہن میں رکھیں کہ عورتیں اپنے دولت مند گھروں میں رہتے ہوئے بھی دیندار بن سکتی ہیں بعض عورتوں کے ذہن میں یہ خیال ہوتا ہے کہ شاید غریب لوگوں کی بیٹیاں دین پڑھیں ہم تو امیر ماں باپ کی بیٹیاں ہیں، ماں باپ بھی سوچتے ہیں کہ ہم اپنی بیٹی کو کیمرج میں پڑھائیں گے ہم تو بیٹی کو لندن بھیجیں گے۔ فلاں جگہ بھیجیں گے، انگریزی کی تعلیم دلوائیں گے اور دین کی تعلیم دلوانے کی اتنی رغبت نہیں ہوتی یہ غلط فہمی ہے عورت بڑے بڑے گھروں کے اندر رہتے ہوئے بھی بڑے تقوی اور پرہیزگاری والی زندگی گزار گئیں کتنی مثالیں ہیں۔

ملکہ زبیدہ کی مثالی زندگی:

زبیدہ خاتون کو دیکھئے یہ وقت کی ملکہ تھی لیکن اتنی نیک دل تھی کتنے اچھے اچھے کام کئے کہ جس کی وجہ سے آج تک ان کا شمار نیک عورتوں میں ہوتا ہے اس کے بارے میں لکھا ہے کہ اس نے اپنے گھر میں تین سولڑکیاں، نوکرانیاں رکھی ہوئیں تھی یعنی خادمائیں رکھی ہوئی تھیں ان کا ایک ہی کام تھا وہ سب کی سب قرآن پاک کی حافظات تھیں قاریات تھیں ان کی شفٹیں اس نے بنا دی تھیں اور اپنے محل کے مختلف کونوں پر ایک ایک خادمہ کو بیٹھا دیا تھا قاریہ حافظہ کو بیٹھا دیا تھا اور ان کا کام تھا کہ ہر ایک نے چار چھ گھنٹے قرآن پاک کی تلاوت کرنی ہے ایک شفٹ ختم ہوئی تو دوسری آجاتی وہ ختم ہوتی تو تیسری آجاتی وہ ختم ہوتی تو اگلی آجاتی، تین سو حفظات دن رات میں اس کے محل کے تمام برآمدوں میں کمروں میں بیٹھ کر قرآن پاک کی تلاوت کرتیں تھیں پورا محل قرآن پاک کا گلشن اور باغ نظر آتا تھا سبحان اللہ ایسی بھی بیبیاں گزریں جن کو اللہ نے وقت کی ملکہ بھی بنایا، مال و دولت کے خزانے قدموں کے نیچے ہیں مگر ان کی دینداری دیکھئے پورے محل کو قرآن کے نغموں سے اس نے سجا دیا اور دل میں دوسروں کی ہمدردی اتنی تھی اس وقت کے لوگ جب حج پر جاتے تھے تو راستے میں پانی نہ ملنے کی وجہ سے جانور مر جاتے، لوگ مر جاتے اس نے خاوند سے فرمائش کی کہ ایک نہر بنا دیجئے جو دریا فرات سے لیکر مقام عرفات تک ہو، چنانچہ ایک نہر بنائی گئی آج بھی جب حج پر جاتے ہیں اس کے کچھ حصے دیکھنے میں نظر آجاتے ہیں حیران ہوتے ہیں کوئی تو ایسی تھی کہ جس نے اپنے خاوند سے تاج محل بنوایا کوئی ایسی تھی جس نے اپنے خاوند سے گلشن آراء باغ بنوایا اور یہ خدا کی بندی ایسی تھی جس نے نہر زبیدہ بنوائی، قیامت کے دن لاکھوں انسان ہونگے، پرندے ہونے، جانور ہونگے جنہوں نے پانی پیا ہوگا اور ان سب کو پانی پلانے کا اجر اس نیک خاتون کو جائے گا تو معلوم ہوا کہ دولت مند ماحول میں رہ کر بھی عورت تقیہ، نقیہ اور پاکباز زندگی گزار سکتی ہے۔

والی کابل امیر دوست محمد کی اہلیہ کے یقین کا حیرت انگیز واقعہ:

ایک امیر والی کابل گزرے ہیں جن کا نام دوست محمد تھا، ان کے بارے میں آتا ہے

کہ ایک دفعہ دشمن نے حملہ کیا انہوں نے بیٹے کو بھیجا کہ اپنی فوج لیکر جاؤ اور جا کر ان کے ساتھ جنگ کرو اب جب وہ جنگ ہوئی کچھ دنوں کے بعد ان کی ایجنسی نے ان کو آ کر اطلاع دی کہ شہزادہ بھاگا اور دشمن نے اس پر وار کیا اس کی پیٹھ پر زخم بھی آئے مگر وہ بچ نکلا اور کہیں روپوش ہو گیا اور اس کو شکست ہو گئی اب یہ سن کر والی کابل کا دل بڑا مغموم ہوا بڑا پریشان ہوا گھر آیا بیوی نیک تھی پہچان گئی خاوند کو کوئی صدمہ ہے نیک بیویاں ایسے وقت میں اللہ کی نیک بندیاں رحمت کی پیامبر بن کر آتی ہیں اور اپنے خاوند کے دکھ بانٹ لیتی ہیں اس نے پیار سے پوچھا آج میں آپ کو غم زدہ پاتی ہوں کیا بات ہے خاوند نے بتایا کہ اطلاع آئی ہے کہ میرے بیٹے نے شکست کھائی اس کی پیٹھ پر زخم آئے زخمی حالت میں بچ نکلا روپوش ہے میری ایجنسیوں نے اطلاع دی جب اس نے یہ بات سنی تو کہنے لگی آپ کی بات ٹھیک ہو گی مگر میرے نزدیک یہ بات غلط ہے کبھی یہ بات ٹھیک نہیں ہو سکتی خاوند نے کہا وہ کیوں؟ کہنے لگی بس میں کہہ رہی ہوں میں اس کی ماں ہوں میں اس بیٹے کو جانتی ہوں یہ خبر بالکل غلط ہے آپ تسلی رکھئے غم زدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہمارا بیٹا ایسا کبھی نہیں کر سکتا والی کابل حیران ہیں وہ کہنے لگے تجھے کیوں نہیں بات سمجھ آ رہی؟ مجھے کتنے لوگوں نے اطلاع دی، کہنے لگی ہرگز نہیں، یہ بات بالکل غلط ہے، چاہے سینکڑوں لوگ آ کر کہیں پھر بھی یہ بات غلط ہے اس خاوند نے سوچا عورتوں کی عادت ہوتی ہے، مرغے کی ایک ٹانگ ہانکتی رہتی ہیں اور یہ بات مانتی نہیں ضد کرتی جاتی ہیں میری بیوی بھی شاید یہی کر رہی ہے مگر تیسرے دن اطلاع ملی کہ بات تو بالکل غلط تھی شہزادے کو اللہ نے فتح عطا فرمادی اور وہ فاتح بن کر واپس لوٹا۔

جب والی کابل کو اطلاع ملی اس نے گھر آ کر بتایا کہ وہ تو بات واقعی غلط نکلی میری ایجنسیوں کی بات ٹھیک نہیں تھی مگر یہ تو بتاؤ کہ تمہارا کیا معاملہ ہے؟ تم نے کیسے کہہ دیا کہ یہ بات غلط ہے کیسے پتہ چل گیا؟ کہنے لگی یہ ایک راز ہے، میں نے اپنے اور اللہ کے درمیان رکھا تھا سوچا تھا کسی کو نہیں بتاؤں گی۔

والی کہنے لگا کہ میں خاوند ہوں مجھے ضرور بتا دو، کہنے لگی یہ راز ہے جب یہ بچہ میرے پیٹ میں آیا میں نے اس وقت سے کوئی مشتبہ لقمہ اپنے منہ میں نہیں ڈالا اور جب بچے کی

ولادت ہوئی میں نے نیت کر لی میں اس بچے کو ہمیشہ باوضو دودھ پلاؤں گی جب بھی میں نے بچے کو دودھ پلایا ہمیشہ باوضو ہو کر پلایا میں نے کبھی بے وضو دودھ نہیں پلایا اس کی برکت تھی جس کی وجہ سے بچے کے اندر بہادری آئی اچھے اخلاق آئے یہ کیسے ممکن ہے میرا بچہ شکست کھاتا یہ شہید ہو سکتا تھا یہ دشمن کے سامنے کٹ سکتا تھا مگر پیٹھ پھیر کر بھاگ نہیں سکتا تھا یہ تو بزدلوں کا کام ہوتا ہے اللہ نے میرے گمان کو سچا کر دیا تو پہلے وقت کی ملکہ بھی ایسی نیک ہوتیں تھیں اپنے بیٹوں کو باوضو دودھ پلاتی تھیں اور آج کل کی بچیوں کا تو یہ حال ہے کہ سینے سے لگا کر بچوں کو فیڈ (Feed) دے رہی ہوتی ہیں سامنے ٹی وی پر ڈرامے بھی دیکھ رہی ہوتی ہیں، گانے سن رہی ہوتی ہیں، تھرکتے جسموں کو دیکھ رہی ہوتی ہیں۔

اے ماں! تو بچے کو (ایسے گناہ میں مبتلا ہو کر) دودھ پلاتی ہے تو یہ تیرا بیٹا بڑا ہو کر امام غزالیؒ کیسے بنے گا ؟ عبدالقادر جیلانیؒ کیسے بنے گا ؟ تو نے تو بچپن میں ہی اس کی روحانیت کا گلا گھونٹ کر رکھ دیا کہ ایسی حالت میں دودھ پلایا کہ یہ دودھ اس کے اندر جا کر کیا فساد مچائے گا اس لئے چاہئے کہ ہم اپنے بچوں کی اچھی تربیت کریں۔

عورتوں کیلئے دینی تعلیم کی فکر کیجئے :

عورتوں کو دین کی تعلیم دلوائی جائے ان بیچاریوں کو دین کی طرف متوجہ کیا جائے، اگر مردان کو ترغیب نہیں دیں گے ان کو فضائل نہیں سنائیں گے یہ تو اپنے کپڑے جوتی میں مست رہیں گی ان کی سوچ یہیں تک ہے یہ اسی میں رہتی ہیں بلکہ اللہ نے قرآن میں فرمایا:

﴿ اَوَمَنْ یُّنَشَّؤُا فِی الْحِلْیَةِ وَهُوَ فِی الْخِصَامِ غَیْرُ مُبِیْنٍ ﴾ (سورۃ زخرف)

یہ بیچاریاں تو بس سونے کے کھلونوں میں ہی پلتی ہیں اور اسی میں ان کی زندگی گزرتی ہے اور بات تو سچی ہے کہ بیٹی بیچاری دودھ پینا چھوڑتی ہے تو ماں باپ اسکے کانوں میں سوراخ کروا دیتے ہیں اس میں ہم بالیاں ڈالیں گے ذرا بڑی ہوتی ہے تو ناک سلوا دیتے ہیں اس میں ہم سونے کا لونگ ڈالیں گے، ذرا بڑی ہوتی ہے تو گلے میں ایک لاکٹ ڈال دیا جاتا ہے۔ یعنی سونے کا طوق ڈال دیتے ہیں اور ذرا بڑی ہوتی ہے تو ہاتھوں میں چوڑیاں یعنی سونے کی ہتھکڑیاں ڈال دیتے ہیں اور ذرا بڑی ہو جاتیں ہیں، شادی کی عمر

کی ہوگئی تو پاؤں میں سونے کا زیور سونے کی بیڑیاں پاؤں میں ڈال دی جاتی ہیں یہ بیچاری سونے چاندی کی قیدی ہے۔ بچپن سے جوانی تک ماں باپ نے اس کو سونے میں قید کر دیا اس لئے اس کے دل میں سونے کی محبت ہوتی ہے مال کی محبت ہوتی ہے اس کی طبیعت ایسی بن جاتی ہے کہ بیچاری کو ہر وقت انہی آرائش کی فکر رہتی ہے اپنے سونے چاندی کی فکر رہتی ہے بلکہ بعض عورتوں میں سونے چاندی کی رغبت اتنی ہوتی ہے زیور پہننے کا شوق ایسا ہوتا ہے اگر ان کو کہا جائے تمہارے پورے جسم کے اندر ہم کیلیں ٹھونک دیں گے مگر کیلیں سونے کی ہونگی اسی وقت تیار ہو جائیں گی کہیں گیں جلدی کرو۔ آپ نے جو کہا تھا پورا کرو بیچاری پورے جسم میں سونے کی کیلیں ٹھکوا لیں گیں۔

ظاہری آرائش کی بجائے دینی زندگی اپنایئے:

مردوں کو چاہئے کہ ان کو ظاہری آرائش کے اوپر لگانے کی بجائے ان کو دین کے اوپر لگائیں ان کے سامنے بات کو کھولیں یہ دیندار بنیں اپنے رب کی نظر میں نیک بن کر اچھی بن کر زندگی گزاریں تاکہ قیامت کے دن کی عزت ان کو نصیب ہو جائے۔ آج تو بچی پیدا ہوتی ہے ماں اس دن سے سوچنا شروع کر دیتی ہے میں نے بچی کا جہیز بنانا ہے ایک دن آئیگا بچی کو لینے والے آئیں گے میری بچی اچھا جہیز لے کر جائے۔ اے ماں تو بچی کے بارے میں ابھی سے سوچ رہی ہے یہ تو ابھی دودھ پیتی بچی ہے جس کو ابھی رخصت ہونے میں بیس سال لگیں گے اس کا جہیز بنے گا ایسا نہ ہو اس کا جہیز تیار نہ ہو اور بچی کی رخصتی کے وقت بچی کو پریشانی ہو، تجھے اپنی اس بیٹی کی فکر ہے جو ابھی کھلونوں میں کھیلتے پھر رہی ہے تجھے اپنی فکر نہیں تو نے بھی اللہ کے سامنے پیش ہونا ہے اور تیرا نیکیوں کا جہیز بھی اللہ کے سامنے کھولا جائے گا اگر اس میں کچھ نہ ہوا ارے تیری بیٹی کو شرمندگی کیا ہونی تھی اس سے بڑھ کر شرمندگی تجھے ہوگی۔

اے بہن دو جہیزوں کی تیاری کر:

اے بہن تو اپنا جہیز تو پہلے تیار کر لے ہر عورت کو دو جہیز تیار کرنے پڑتے ہیں ایک مال کا

جہیز خاوند کے لئے اور ایک نیکیوں کو جہیز پروردگار کے لئے ۔تو خاوند کے پاس تھوڑا جہیز بھی لے کر پہنچی چلو کوئی بات نہیں لیکن اگر پروردگار کے سامنے خالی ہاتھ پہنچی اور جہیز نیکیوں کا نہ ہوا تو کتنی شرمندگی ہوگی اس دن پریشان کھڑی ہوگی اکیلی ہوگی نہ ماں ساتھ دے گی نہ باپ ساتھ دے گا نہ خاوند ہوگا نہ بیٹا ہوگا اور نہ بھائی ہوگا اکیلی کھڑی اس وقت پریشان پکار رہی ہوگی ﴿رَبِّ ارْجِعُوْنَ﴾ اللہ مجھے مہلت دے دے، میں واپس جاؤں گی اور واپس جا کر نیکی والی زندگی گزاروں گی اللہ فرمائیں گے ''کلا'' ہرگز نہیں ہرگز نہیں تجھے مہلت دی تھی تو نے دنیا کے کھیل تماشے میں گزار دی رسم ورواج میں گزار دی آج تو میرے پاس خالی ہاتھ آئی ۔آج دیکھ ہم تیرا کیا بندوبست کرتے ہیں ۔اس دن انسان پریشان ہوگا ۔لہذا ضرورت ہے ہم بچیوں کو نیکی سکھائیں ،دین کی تعلیم دلوائیں تاکہ یہ بچیاں دیندار بن جائیں ،ہم نے اس کے اثرات دیکھے بڑی بڑی فیشن ایبل بچیاں جب دینی مدارس میں آتی ہیں دینی ماحول میں آتی ہیں ان کی زندگی کی ترتیب بدل جاتی ہے ۔تہجد گزار بن کر واپس جاتی ہیں ۔الحمدللہ پاکستان میں اس عاجز کے ایک درجن کے قریب بچیوں کے مدارس ہیں ۔ہم دیکھتے ہیں ایم اے پاس بچیاں آتی ہیں اور اللہ کی رحمت سے بالکل باقاعدہ دیندار بن کر جاتی ہیں بلکہ ایک ڈبل ایم اے بچی پچھلے سال یا اس سے پچھلے سال داخل ہوئی وہ کہنے لگی جب اللہ نے مجھے اتنی سمجھ دی میں ڈبل ایم اے کر سکتی ہوں ،ایم اے جغرافیہ اس نے کیا ایم اے کیلیگرافی اس نے کیا تو کہنے لگی میں اللہ کا قرآن کیوں نہیں پڑھ سکتی ،اس نے پھر داخلہ لیا ۔سات مہینے میں قرآن سینے میں سجا کر چلی گئی ۔سبحان اللہ ایسی ایسی ہمارے سامنے مثالیں موجود ہیں ہم نے دارالحسان واشنگٹن کے اندر الحمدللہ ایک عورتوں کی کلاس شروع کی ۔بڑی عمر کی عورتیں اور بچوں والی عورتیں ہیں ،ان کے خاوند حیران ہوتے ہیں ،آکر بتاتے ہیں کل ٹیسٹ (Test) تھا میری بیوی ایک ہاتھ سے سالن پکا رہی تھی دوسرے ہاتھ میں کتاب پکڑ کر صرف کی گردانیں یاد کر رہی تھی تعلیلات پڑھ رہی تھی ۔حیران ہوتے ہیں بچوں والی عورتیں جن سے کوئی توقع بھی نہیں رکھ سکتا جب ان کو دین کی طرف رغبت دلائی جاتی ہے تو بچے بھی پالتی ہیں کھانے بھی پکاتی ہیں ،خاوند کے حقوق بھی پورے کرتی ہیں مگر اس ساتھ دین کی تعلیم بھی پڑھتی ہیں اور ماشاءاللہ ساتھ

ساتھ دیندار بھی بن جاتی ہیں۔ الحمدللہ ہم نے اس کے کئی جگہوں پر نمونے دیکھے، تو اس لئے بچیوں کو دین کی تعلیم دینا ضروری ہے۔

ایک فیشن ایبل لڑکی کا عبرت انگیز واقعہ:

ایک آدمی نے اپنی بیٹی کی تعلیم کا کوئی خیال نہ کیا حتی کہ اس کو خوب مال پیسہ دیا فیشن ایبل خوبصورت لڑکی بن گئی۔ حتی کہ جوانی میں اس کو موت آ گئی بیٹی جوانی میں جدا ہو گئی اس کی بڑی تمنا تھی، میں اس کو کبھی خواب میں تو دیکھوں میری بیٹی کس حال میں ہے ایک دن اس نے خواب میں دیکھا اپنی بیٹی کی قبر پہ کھڑا ہے اچانک اس کی بیٹی کی قبر کھل گئی کیا دیکھتا ہے بیٹی بے لباس پڑی ہے اس نے اپنے ستر کو چھپایا مگر اس کی تو حالت عجیب تھی اس کا سر بالکل گنجا ہے اور اس کی شکل عجیب اس نے پوچھا بیٹی تیرا کیا حال ہے، کہنے لگی ابو میں بے پردہ پھرتی تھی، جب یہاں قبر میں آئی میرے سر کو بہت بڑا بنا دیا گیا پہاڑوں کی طرح میرا ہر ہر بال بڑ کے درخت کی طرح بنا دیا گیا جس کی شاخیں زمین میں دور تک پھیلی ہوتی ہیں پھر فرشتے آئے انہوں نے میرے ایک ایک بال کو نوچا اور جس طرح لڑ کے درخت کو کھینچ لیں زمین میں گڑھے پڑ جاتے ہیں ابو ایک ایک بال کو نوچنے سے میرے سر کے اندر گڑھے پڑ گئے اس لئے میرے سر کی جلد بھی چلی گئی فقط ہڈی ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں اس نے کہا بیٹی تمہارا چہرہ بھی نہیں وہ کہنے لگی ابو آپ دیکھ رہے ہیں آپ کو میرے دانت نظر آ رہے ہیں ہونٹ نہیں ہیں اس کی وجہ یہ تھی میرے ہونٹوں پہ سرخی لگی ہوتی تھی اور میں اسی طرح وضو کر کے نماز پڑھ لیتی تھی فرشتے آئے انہوں نے کہا تو طہارت کا خیال نہیں رکھتی تھی۔ تیرا غسل بھی نہیں ہوتا تھا چنانچہ انہوں نے میری سرخی کو جو کھینچا یہ سرخی چپک گئی تھی میرے ہونٹوں سے سرخی کے ساتھ اوپر نیچے کے دونوں ہونٹ بھی کٹ گئے اس لئے آپ کو میرے بتیس دانت نظر آ رہے ہیں۔ ہونٹ اوپر نہیں ہیں باپ نے کہا بیٹی تیرے ہاتھوں کی انگلیاں زخمی نظر آتی ہیں، ابو میں ناخن پالش لگایا کرتی تھی فرشتے آئے کہنے لگے تیرے ناخنوں کو ہم کھینچیں گے انہوں نے میرے ایک ایک ناخن کو کھینچا ابو میرے ہاتھ پہ زخم ہیں میرے چہرے پہ زخم ہیں میرے سر پہ زخم ہیں میں بتا نہیں سکتی آپ

نے مجھے اتنی محبت دی تھی میں نے جو خواہش کی ابو آپ نے پوری کر دی مجھے اتنی محبت دی میں تو غم پریشانی کو جانتی نہیں تھی شہزادیوں کی طرح آپ نے پالا کاش ابو آپ مجھ پر ایک اور احسان کرتے مجھے کچھ دین کی سمجھ بھی بتا دیتے میں آج اس عذاب میں گرفتار نہ ہوتی ، نہ میں خاوند کو بلا سکتی ہوں ، نہ میں آپ کو پیغام بھیج سکتی ہوں ، اکیلی یہاں پڑی ہوں ، فرشتے آتے ہیں ہاتھوں میں گرز ہوتے ہیں میری پٹائی کرتے ہیں ابو میرا دکھ بانٹنے والا کوئی نہیں ، اس کی آنکھ کھل گئی تب اس کو احساس ہوا کاش میں اپنی بیٹی کو دین سکھا تا میری بیٹی آگے جا کر جنت کی نعمتوں میں پل جاتی تو جن بیٹیوں کو اتنے پیار و محبت سے پالتے ہیں ان کو اگر ہم دیندار نہیں بنائیں گے یہ جہنمی فرشتوں کے ہاتھوں میں جائیں گی اور ان کی درگت بنے گی اس لئے بہتر یہ ہے کہ ہم اپنی بیٹیوں کو دین پڑھائیں دیندار بنائیں اپنی بیٹیوں اپنی بیویوں کو دیندار بنائیں عورتوں کے دینی معاملات میں ان کا تعاون کریں ان کو ترغیب دیں ان کو دین کی بنیاد پر زندگی کا ساتھی بنائیں م تا کہ ماحول کے اندر دینداری آئے ، عورتوں کو بھی چاہئے وہ خود بھی کوشش کریں جب وہ مردوں سے دنیا کی باتیں منوا لیتی ہیں تو دین کی باتیں کیوں نہیں منوا سکتیں ؟

من حرامی تے حجتاں ڈھیر

من حرامی ہوتا ہے تو بہانے بنا لیتی ہیں اس لئے مردوں کو چاہئے کہ اپنی ذمہ داریاں پوری کریں ، عورتوں کو چاہئے کہ اپنی ذمہ داریاں پوری کریں تا کہ ہم سب نیک بنکر زندگی گزاریں اور اپنے رب کے فرمانبردار بندے بن جائیں اب تنہائیوں میں رو رو کر منانے کی ضرورت ہے ، اپنے رب کو سجدہ میں جا کر منانا ، اپنے رب سے ہاتھ اٹھا کر دعائیں مانگنا ، دامن پھیلا کر دعائیں مانگنا اے اللہ تیرے در پر ایک فقیرنی حاضر ہے ، تیری رحمت کی طلبگار ہے ، وہ پروردگار جو مردوں کو حکم دیتا ہے عورتوں کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ جب آپ دعائیں مانگیں گی وہ پروردگار آپ کے ساتھ کیوں نہیں نرمی فرمائیں گے ، اپنے گناہوں کو بخشوائیے اور آئندہ نیکوکاری کی زندگی کا دل میں ارادہ کر لیجئے اللہ تعالی ہمارے آنے والے وقت کو گزرے وقت سے بہتر فرما دے ۔

❀❀ — ❀❀

(۸)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یآیھا الذین آمنوا قو أنفسکم وأھلیکم نارا .(التحریم)

نیک اولاد کا حصول کیسے؟

مجموعہ افادات و بیانات

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہم العالی

نیک اولاد کا حصول کیسے؟

فطری خواہش:

ہر انسان کے اندر اللہ رب العزت نے ایک فطری خواہش رکھی ہے کہ جب وہ جوانی کی عمر کو پہنچے تو شادی کے بعد صاحب اولاد ہو جائے، اولاد کا ہونا ایک خوشی ہوتی ہے اور اولاد کا نیک ہونا دوگنی خوشی ہوتی ہے۔ اسی لئے جب بھی اللہ رب العزت سے اولاد کی دعا مانگیں تو ہمیشہ نیک اولاد کی دعا مانگیں، بچوں کا نیک ہونا ماں باپ کا اپنی اولاد کی تربیت کرنا یہ اللہ رب العزت کو بہت پسند ہے، حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو نصیحتیں کیں، پیاری پیاری باتیں سنائیں۔ اللہ رب العزت کو اتنی اچھی لگیں کہ ان کو قرآن میں نقل فرمایا اور سورۃ کا نام بھی لقمان رکھ دیا۔ انبیاء کرامؑ نے اپنی زندگیوں میں اپنی اولادوں کے لئے دعائیں مانگیں لیکن اگر ان کی دعاؤں کے الفاظ دیکھے جائیں تو فقط انہوں نے اولاد نہیں مانگی بلکہ نیک اولاد مانگی

انبیاء کرامؑ اولاد کے لئے دعائیں:

حضرت ابراہیمؑ کو بڑھاپے میں جا کر اولاد ملی وہ دعا مانگتے تھے:

﴿رب هب لی من الصلحین﴾ (سورۃ ال عمران)

اے اللہ مجھے نیک بیٹا عطا فرما۔ حضرت زکریا بوڑھے ہو گئے، مگر اولاد کی نعمت نصیب نہیں ہوئی، اللہ رب العزت سے دعائیں کرتے ہیں مایوس نہیں ہوئے، اگرچہ ظاہری بدن میں بڑھاپے کے آثار ظاہر ہو گئے، ہڈیاں گھلنے لگیں سارے بال سفید ہو کر چمکنے لگے۔ اس عمر میں تو انسان کی ہمتیں ٹوٹ جاتی ہیں۔ نا امیدی دل میں آنے لگ جاتی ہے مگر وہ تو اللہ رب العزت کے پیغمبر تھے۔ انہیں پتہ تھا یہ سب اللہ رب العزت کے حکم سے ہوتا

ہے۔ چنانچہ بڑھاپے میں بھی دعا مانگنے لگے، قرآن مجید نے پیارے انداز میں اس دعا کو نقل کیا:

﴿ کھیعص. ذکر رحمت ربک عبدہ ذکریا .اذ نادی ربہ نداء خفیا﴾ (سورۃ مریم آیت:۱،۲،۳)

جب انہوں نے پکارا اپنے رب کو خفی انداز سے۔اب سوچئے جب دل میں تمنا ہوتی ہے تو بے اختیار انسان کے دل سے دعائیں نکل رہی ہوتی ہیں۔انسان کبھی تنہائیوں میں جا کر دعا مانگتا ہے کبھی اونچی مانگتا ہے کبھی خفی انداز سے مانگتا ہے مگر زکریاؑ نے دعا کیا مانگی ،قول یہ عرض کیا۔

﴿ رب انی وھن العظم منی ﴾ (سورۃ مریم آیت،۴)

اے اللہ میری ہڈیاں اب گھلنے کا وقت آ گیا۔ واشتعل الرأس شیبا میرے بال سفید ہو کر چمکنے لگ گئے:

﴿ولم اکم بدعائک رب شقیا﴾ (سورۃ مریم آیت،۴)

لیکن اے اللہ میں جو آپ سے دعائیں مانگتا ہوں اس بارے میں ناامید نہیں ہوں ،اب دعا مانگتے مانگتے جس پر بڑھاپا آ جائے اور پھر بھی وہ اتنی لجاجت سے اور اسقدر عاجزی اور نیازمندی سے دعائیں مانگ رہا ہو تو پروردگار کی رحمت کو جوش آیا۔ان کی دعا کیا تھی:

﴿ وانی خفت الموالی من ورائی و کانت امرأتی عاقرا فھب لی من لدنک ولیا یرثنی ویرث من ال یعقوب واجعلہ رب رضیا ﴾

(سورۃ مریم آیت،۵،۶)

کتنی پیاری دعا مانگی بیٹا بھی مانگا تو ایسا کہ جو اپنے باپ دادا کے کمالات کا وارث بنے اپنے باپ دادا کے علوم کا وارث بنے۔تو یہی اصل مقصود ہوتا ہیکہ اولاد ہو اور نیک ہو ،جو انسان کے لئے صدقہ جاریہ بن جائے۔

نیک اولاد بہترین صدقہ جاریہ:

حدیث پاک مین آتا ہے کہ جب انسان اس دنیا سے فوت ہو جاتا ہے:

" انقطع عمله من ثلث " (حدیث)

اس کے عمل منقطع ہو جاتے ہیں سوائے تین عملوں کے، ان میں سے ایک اگر اس نے اللہ کے راستے میں صدقہ کیا تو صدقہ جاریہ کا ثواب اسے ملتا رہتا ہے اور دوسرا اگر اس نے اپنے علم کے ذریعے سے دوسروں کو فائدہ پہنچایا تو یہ بھی اس کو ثواب ملتا رہتا ہے اور تیسرا حدیث پاک میں فرمایا ولد صالح اگر اس نے اپنے پیچھے نیک اولاد چھوڑی، اولاد کا جتنا بھی عمل ہوگا اس کے مطابق اس کا اجر اولاد کو بھی ملے گا اور اللہ تعالی ان کے والدین کے نامہ اعمال میں بھی لکھیں گے بلکہ بعض روایات میں آتا ہے کہ بچہ جب پیدا ہوتا ہے اس وقت سے لے کر مرنے تک اگر وہ نیک بنا تو جتنی مرتبہ دنیا میں سانس لیتا ہے ہر ہر سانس کے بدلے اس کے والدین کو اجر دیا جاتا ہے، اسی لئے اولاد مانگیں تو ہمیشہ نیک مانگیں۔

حضرت زکریا دعائیں مانگ رہے ہیں۔ اللہ تعالی کی شان دیکھئے بی بی مریم محراب میں ہیں مسجد میں ہیں۔ زکریاؑ ان کو چھوڑ کر کہیں دعوت کے کام پر چلے گئے۔ ذرا دیر سے واپس آئے خیال تھا کہ بی بی مریم کے پاس کھانا ختم ہو چکا ہوگا لیکن جب وہاں آئے تو ان کو بے موسم کے پھل کھاتے ہوئے دیکھا، پوچھا:

﴿ يمريم انى لک هذا قالت هو من عندالله ﴾ (ال عمران آیت:۳۷)

مریم نے جواب دیا یہ اللہ رب العزت کی طرف سے ہے:

﴿ان الله يرزق من يشاء بغير حساب﴾

جب مریم نے یہ بات کہی کہ بے موسم کے یہ پھل مجھے پروردگار نے عطا کئے اب دل میں بیٹے کی تمنا تو تھی ہی سہی دعائیں تو پہلے بھی مانگتے تھے، لیکن موقع کے مطابق پھر دل میں یاد آ گئی قرآن نے بتلا دیا: ﴿هنالک دعاز کریا ربه ﴾

زکریاؑ کو اپنی بات یاد آ گئی اور اس موقع پر انہوں نے اپنے رب سے پکار کر دعا کی:

﴿رب هب لى من لدنک ذرية طيبه﴾

اے اللہ مجھے بھی پاک نیک بیٹا عطا فرمادے

﴿انک سميع الدعاء﴾ (سورۃ ال عمران آیت:۳۸)

اے اللہ اگر آپ مریم کو بے موسم کے پھل دے سکتے ہیں میں بھی بوڑھا ہو چکا ہوں میری بھی اولاد کا موسم تو نہیں مگر مجھے بھی بے موسم کا پھل عطا کیجئے۔ اللہ رب العزت نے دعا کو اسی وقت قبول فرمایا ﴿فنادته الملئكة﴾ چنانچہ کیا فرمایا:

﴿ان اللہ یبشرک بیحی مصدقابکلمة من الله وسیدا وحصوراونبیا من الصلحین﴾ (سورۃ ال عمران آیت:۳۹)

بیٹا بھی دیا تو یحیٰؑ، ایسا نام جو پہلے کسی نے رکھا نہیں اور پھر یہ بھی فرمایا یہ اتنا پاک باز ہوگا کہ یہ عورتوں سے ایک طرف رہنے والا، اللہ کا نبی نیکوکار ہوگا۔ اللہ تعالی اولاد بھی دیتے ہیں اور نیکوکار بھی دیتے ہیں یہی سب سے بڑی تمنا ہوتی ہے چنانچہ باپ کی دعا قرآن مجید میں آپ نے سن لی ابراہیمؑ نے بھی دعائیں مانگیں اور حضرت زکریاؑ نے بھی دعائیں مانگیں بالاخر اللہ رب العزت نے ان کو نیک بچے عطا فرمادیئے۔ چنانچہ کب سے یہ دعائیں شروع ہوتی ہیں قرآن مجید کی طرف رجوع کریں عمرانؑ کی بیوی تھیں ان کو امید ہو گئی یعنی ان کو حمل ہو گیا اب جس وقت سے امید لگ گئی انہوں نے اپنے دل میں ایک نیت کی قرآن مجید نے وہ خوبصورت نیت نقل کی۔ فرمانے لگیں:

﴿رب انی نذرت لک مافی بطنی محررا فتقبل منی﴾

(سورۃ ال عمران آیت:۳۵)

سراپا عجز و نیاز بن گئیں سراپا دعا بن گئیں۔ اپنے پروردگار کے حضور دامن پھیلا کر دعا مانگی اے میرے مالک جو کچھ میرے بطن میں ہے میں نے اس کو تیرے دین کے لئے وقف کر دیا۔ اے اللہ اس کو مجھ سے قبول فرمالے۔ ابھی تو بچے کی پیدائش نہیں ہوئی ابھی تو فقط بنیاد پڑی ہے امید لگی ہے مگر ماں کو اس وقت سے فکر ہو رہی ہے کہ میری ہونے والی اولاد نیک بن جائے۔ چنانچہ انہوں نے اس وقت سے دعا مانگی

﴿رب انی نذرت لک ما فی بطنی﴾

تو سوچئے نیک اولاد کے لئے ماں باپ کب سے دعائیں مانگنی شروع کر دیتے ہیں نیک اولاد کے لئے وظیفہ قرآنی علماء نے لکھا ہے قرآن مجید کی یہ آیت ہے اگر کوئی بھی عورت حمل کے بعد اس دعا کو کثرت کے ساتھ پڑھے گی تو اللہ رب العزت اس کو نیک

پاک اولاد عطا فرمائیں گے اور یہ ہمارے مشائخ کا دستور رہا اور انہوں نے تصدیق بھی کی کہ جو بھی حاملہ عورت ایام حمل میں وقتاً فوقتاً پڑھتی رہتی ہے:

﴿رب انی نذرت لک مافی بطنی محررا فتقبل منی﴾

(سورۃ ال عمران آیت: ۳۵)

تو اس کی اس نیک نیتی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نیک اولاد عطا فرما دیتے ہیں۔ یہاں سے ماں باپ کی دعائیں ہیں، ابھی بچے کی بنیاد پڑ رہی ہے اور کب تک ماں باپ کی تمنائیں رہتی ہیں کہ اولاد نیک بن جائے۔ جب تک اس دنیا سے رخصت نہیں ہو جائے چنانچہ قرآن پاک کی طرف رجوع کریں۔

حضرت یعقوبؑ اور ابراہیمؑ کی اولاد کے لئے نصیحت:

حضرت یعقوبؑ نے اپنی موت کے وقت اپنے بیٹوں کو جمع کیا اور فرمایا قرآن مجید میں ہے:

﴿ام کنتم شهداء اذ حضر یعقوب الموت اذقال لبنیه ماتعبدون من بعدی﴾ (سورہ بقرہ آیت: ۱۳۳)

اب دیکھئے موت کا وقت آ گیا اس وقت یعقوبؑ اپنے بیٹوں کو اکٹھا کر کے ان سے پوچھتے ہیں میرے بیٹو! میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ جب بچوں نے اچھا جواب دیا کہ ہم آپ کے معبود کی عبادت کریں گے تو خوش ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرما دیا: ﴿ووصی بها ابرهیم بنیه ویعقوب﴾

اور نصیحت کی ابراہیم اور یعقوب نے اپنے بیٹوں سے فرمایا:

﴿یبنی ان الله اصطفی لکم الدین فلاتموتن الا وانتم مسلمون﴾

(سورہ بقرہ، آیت: ۳۲)

آیت کے بعد دیکھئے کہ ماں کے پیٹ میں جب حمل ٹھہرتا ہے اس وقت سے ماں کی دعائیں باپ کی دعائیں اس سے کی بھی اور کب تک دعائیں رہتی ہیں جب باپ دنیا سے جا رہا ہے اس وقت اس کی آخری تمنا بھی یہی ہوتی ہے کہ:

اے میرے بیٹو! اللہ نے تمہارے لئے دین کو پسند کیا، تمہیں موت نہ

آئے مگر اس حالمیں تم اسلام پر ہو۔

یعنی ایمان پر موت ہو، معلوم ہوا کہ یہ تو ساری زندگی کا مسئلہ ہے یہ تو ماں باپ سے جا کر پوچھئے کہ ان کے دل کی دعائیں کہا کہاں نکلتی ہیں کوئی موقع نہیں ہوتا، کوئی دن نہیں ہوتا، نیک ماں باپ کی دعائیں ہوتی ہیں یہ تو اس لئے پوری زندگی کا معاملہ ہوتا ہے بلکہ آپ حیران ہوں گی ہر بچہ جس نے پانچ چھ برس کی عمر میں نماز پڑھنی سیکھی وہ اس وقت سے دعائیں مانگتا ہے اور دعا کیا مانگتا ہے ہر بچہ:

﴿رب اجعلنی مقیم الصلوة ومن ذریتی﴾ (سورہ ابراہیم:۴۰)

اے اللہ مجھے نماز کا پابند بنا دے اور میری اولاد کو بھی نماز کا پابند بنا دے اب اس پانچ سال کے بچے کی اولاد تو نہیں ہوتی مگر اللہ رب العزت کے علم میں ہے، کہ یہ بچہ جب جوانی کی عمر کو پہنچے گا اس وقت اس کی اولاد ہوگی تو اب سوچئے کہ جس کو جوانی کی عمر میں پچیس سال کی عمر میں جا کر اولاد ملنی تھی اس نے پانچ چھ سال کی عمر میں ماں باپ سے نماز سیکھی تھی اور اس وقت سے وہ اپنی توتلی زبان سے یہ دعائیں مانگتا ہے اے اللہ مجھے بھی نماز کا پابند بنا دے میری اولاد کو بھی نماز کا پابند بنا دے۔

اب جس بچے نے پانچ سال کی عمر میں یہ دعائیں مانگنی شروع کر دیں حالانکہ اولاد پچیس سال کی عمر میں جا کر ملی پھر اس کے بعد بھی وہ یہی دعائیں مانگتا رہا حتی کہ اس کی موت کا وقت آ گیا اب سوچئے کہ اگر اس وقت اس کی اولاد نماز کی پابند نہیں ہوتی تو باپ کے دل پر کتنا صدمہ ہوتا ہے کوئی بندہ اس کو محسوس نہیں کر سکتا سوائے اس کے کہ جو باپ ہو اس لئے اللہ تعالی نے ماں باپ کے اندر فطری طور پر نیک اولاد کی تمنا رکھ دی ہوتی ہے اسی لئے ساری زندگی اس کے لئے دعائیں کی جاتی ہیں قرآن مجید نے بھی دعا سکھائی ہے کہ یہ دعا مومنین مانگا کریں وہ دعا یہ ہے:

﴿ربنا هب لنا من ازواجنا وذریتنا قرة اعین﴾۔(سورہ فرقان:۷۴)

اے اللہ ہماری بیویوں میں سے ہماری اولادوں میں سے ایسا بنا دے کہ ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنے۔

﴿واجعلنا للمتقین اماما﴾ اور خود ہمیں بھی متقیوں کا امام بنا دے

اب سوچنے کی بات ہے کہ دعائیں مانگی جارہی ہیں کہ اولاد آنکھوں کی ٹھنڈک بنے اور وہ تو تبھی بنے گی جب وہ نیک ہوگی فرمانبردار ہوگی قرآن پاک سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ ماں باپ تو ساری زندگی اولاد کے لئے دعائیں مانگتے ہیں:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اپنی اولاد کیلئے:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اپنی اولاد کے بارے میں بہت ہی عجیب وغریب ہے انہوں نے جب اپنی اولاد کو بیت اللہ شریف کے پاس جا کر چھوڑا حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ حضرت ہاجرہ کو تو یہ دعا مانگی:

﴿ربنا انی اسکنت من ذریتی﴾ (سورہ ابراہیم:۳۷)

اے میرے پروردگا میں نے اپنی اولاد کو سکونت دی۔

بواد غیر ذی ذرع : ایک ایسی وادی میں کہ جس میں ذرات کا نام ونشان بھی نہیں ایسی جگہ جہاں پتھر ہی پتھر ہیں پانی نہیں جس کی وجہ سے نہ پھل ہے، نہ پھول، نہ درخت ہے، نہ کچھ اور ہے، ایسی بے برگ وگیاہ جگہ پر میں نے اپنے بچوں کو چھوڑ دیا۔

عند بیتک المحرم: تیرے حرمت والے گھر بیت اللہ کے پاس اور میں نے اپنی اولاد کو وہاں اللہ کے گھر کے پاس بسایا تو یہ دعا کرتے ہیں:

ربنا لیقیموا الصلوۃ: اے اللہ نیت یہ ہے کہ وہ نماز پڑھنے والے بن جائیں یعنی عبادت گزار بن جائیں اگر چہ لفظ صلوۃ کا استعمال کیا مگر صلوۃ عبادت کی طرف نشاندہی کر رہی ہے تو یہ بتایا گیا کہ اے اللہ تیرے گھر کے پاس چھوڑا نماز کا لفظ استعمال کیا تا کہ تیرے گھر میں جا کر عبادتیں کر سکیں۔

فاجعل افئدۃ من الناس تھوی الیھم وارزقھم من الثمرات: اے اللہ لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل فرمادے تا کہ انؑ کو لوگوں کے اندر محبوبیت، قبولیت نصیب ہو عزت نصیب ہو، ان کو لوگوں کا مرجع بنا دیجئے، اے اللہ ان کو کھانے کے لئے پھل عطا کر دیجئے۔

لعلھم یشکرون: تا کہ وہ آپ کا شکر ادا کر سکیں۔ اتنی پیاری دعا حضرت

ابراہیم نے اپنے بچوں کے لئے مانگی، آج بھی چاہئے کہ ہر ماں ہر باپ اپنے بچوں کے لئے یہی دعا مانگیں

ہم یہ نیت کریں:

ربنا انی اسکنت من ذریتی : اے اللہ ہماری اولادیں ایک ایسی جگہ زندگی گزار رہی ہیں۔

بواد غیر ذی زرع : جو دینی اعتبار سے بے عملی کا ماحول ہے، دینی اعتبار سے فسق وفجور کا ماحول ہے، نیکی کم ہے برائی زیادہ ہے، اس لئے یہ بھی بواد غیر ذی زرع کی مانند ہے یہ نیت کریں کہ اللہ یہ بھی دینی اعتبار سے وادی غیر ذی زرع ہے۔

عند بیتک المحرم : اس سے مسجد مراد لیجئے، لوگوں مسلمانوں کے گھر عام طور پر مسجد کے قریب تو ہوتے ہیں کبھی چند منٹ میں پہنچ جاتے ہیں کبھی دس منٹ میں پہنچ گئے تھوڑا سا فاصلہ ہوتا ہے تو یہ نیت کریں کہ اے اللہ تیرے گھر کے پاس ہم نے اپنی اولاد کو مکان بنا کر دیا اور ایسا کہ یہاں کا موحول دینی نہیں اے اللہ ہماری نیت یہ ہے:

لیقیموا الصوة : یہ ہماری اولاد نمازیں پڑھنے والی بن جائیں، اے اللہ ان کا رابطہ مسجد کیساتھ پکا ہو جائے تیرے گھر سے ان کو محبت ہو جائے چونکہ حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ جس کو مسجد میں کثرت سے آتے دیکھو اس کے ایمان کی گواہی دیدو لہذا مسجد کے اندر ان کا دل لگ جائے۔

فاجعل افئدة من الناس تھوی الیھم : اور اے اللہ ایسا نہ ہو کہ لوگ ان کے حاسد ہوں، ان کے مخالف ہوں ان کو تکلیف پہنچانے والے ہوں ایسا نہ ہو اے اللہ لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت ڈال دیجئے لوگ عزت سے پیش آئیں، لوگ ان کا اکرام کریں لوگ تعریفیں کریں لوگ خوشی خوشی ان سے ملیں اور اچھے اخلاق کا برتاؤ کریں اے اللہ ہماری اولاد کو ایسی قبولیت دیجئے۔

وارزقھم من الثمرات : اے اللہ ان کو کھانے کو پھل دے اگر پھل مل سکتے ہیں تو روٹی پانی تو پہلے کی بات ہے، اس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالی فقط روٹی پانی ہی نہیں بلکہ اس

کے ساتھ ساتھ ان کو کھانے کے لئے پھل بھی عطا فرمائیں گے، پاکیزہ اور وافر رزق عطا فرمائیں گے اور مقصد کیا ہوگا:

لعلهم یشکرون : اے اللہ وہ آپ کا شکر ادا کر سکیں اب یہ **لعلهم یشکرون** ایک نکتہ ہے کہ انہوں نے اس لئے یہ کہا کہ تھوڑے بندے شکر کرنے والے ہوتے ہیں **''قلیل من عبادی الشکور''** (سبا:۱۳) میرے بندوں میں سے تھوڑے ہوتے ہیں جو شکر گزار ہوتے ہیں تو دیکھئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کتنی پیاری اور خوبصورت ہے ہر ماں اور باپ کو چاہئے اپنی اولاد کی نیت کر کے ان کے مفہوم کو ذہن میں رکھ کر ابراہیم علیہ السلام کی طرح دعا مانگیں۔

اللہ تعالی نے جیسے ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کو عزتیں بخشیں ان میں سے انبیاء کو پیدا کیا، اسی طرح اللہ تعالی آپ کی اولاد میں اولیاء کو پیدا فرمائے، جس طرح ابراہیم علیہ السلام کی اولادوں میں سے سید الانبیاء کو پیدا کیا اسی طرح اللہ تعالی آپ کی اولاد میں سے کسی بڑے ولی کو پیدا فرمائیں گے جس طرح اللہ رب العزت نے ان کو وافر رزق عطا کیا، آج دیکھئے عرب ملکوں کے جتنے لوگ ہیں ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے نیچے آرہے ہیں اللہ تعالی نے آج بھی انکو کھانے کے لئے پھل عطا کئے لہذا اس دعا سے فائدہ اٹھایئے اللہ رب العزت ہماری اولادوں کو نیک بنادے، نیک اولاد انسان کے لئے نعمت ہے اور بری اولاد انسان کے لئے وبال ہے اس لئے کہ نیک اولاد صدقہ جاریہ بنے گی قرآن مجید نے بتادیا حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے والد کی نیک اولاد تھے دعا مانگتے تھے:

﴿رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی وعلی والدی﴾

(الاحقاف:۱۵)

دیکھئے وہ شکر ادا کر رہے ہیں جو نعمتیں اللہ نے ان پر کیں یا ان کے والد گرامی پر کیں نیک اولاد تو والدین کیلئے بھی نیک دعائیں کرتی ہے اور بری اولاد تو انسان کے لے دنیا میں بھی تکلیف کا سبب بنتی ہے اور آخرت میں بھی شرمساری کا سبب بنے گی، بری اولاد کا کیا بتائیں انسان کے لئے وہ چھٹی انگلی کی طرح ہوتی ہے نہ اس کو انسان کاٹ سکتا ہے

، نہ برداشت کرسکتا ہے، اب ماں باپ کو ان کے پاس رہنا تو ہوتا ہی ہے مگر دل ہی دل میں گھٹ گھٹ کر جی رہے ہوتے ہیں۔اس بری اولاد کا کیا کہنا۔

بری اولاد کے ثمرات:

اس بری اولاد کا کیا کہنا چنانچہ ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک آدمی کے ہاں اولاد نہیں تھی وہ مکہ مکرمہ میں رہتا تھا بڑی دعائیں مانگتا تھا کسی نے اسے کہا کہ مقام ابراہیم پر جا کر دعائیں مانگو اللہ تعالی تمہیں اولاد عطا فرمادیں گے لیکن اس بیچارے کو یہ سمجھ نہیں تھی کہ میں نے نیک اولاد مانگنی ہے چنانچہ وہ مقام ابراہیم پر گیا اور وہاں جا کر اس نے دو رکعت نفل پڑھ کر کھڑے ہو کر دعا مانگی اے اللہ مجھے بیٹا دیدے اب چونکہ بیٹے کی دعا مانگی اللہ نے دعا تو قبول کر لی لیکن بیٹا نافرمان نکلا، جیسے ہی اس نے جوانی میں قدم رکھا اس نے عیاشی والے کام کرنے شروع کر دیئے لوگوں کی عزتیں خراب کرنے لگا ماحول کے اندر معاشرے کے اندر اس کی وجہ سے بہت پریشانی آگئی لوگ اسے برا سمجھتے اور اس کی وجہ سے ماں باپ کو بھی برا کہتے حتی کہ اس نوجوان نے ایسے بدمعاشی کے کام کئے کہ ماں باپ کانوں کو ہاتھ لگاتے باپ بڑا پریشان ہوا، بچے کو سمجھاتا، اس کے کان پر جوں تک نہ رینگتی ، اس کو جوانی کا نشہ چڑھا ہوا تھا وہ بات کو ایک کان سے سنتا اور دوسرے کان سے نکال دیتا بری صحبت میں پڑ چکا تھا برے کاموں کی لذت اس کو پڑ چکی تھی اس لئے وہ اپنی مستیوں میں لگا رہتا باپ جتنا بھی سمجھاتا بچہ بات ہی نہ سنتا حتی کہ باپ نے ایک دن اس کو بلا کر اچھی طرح ڈانٹا تاکہ اس کو کچھ تو سمجھ آئے اب سوچئے باپ نے ڈانٹ پلائی سمجھانے کی خاطر اصلاح کی خاطر لیکن نوجوان آگے سے غصے میں آگیا کہ تم نے مجھے کیوں ایسی ایسی باتیں کہیں اور وہاں سے نکلا اس نوجوان نے بھی سنا تھا کہ فلاں جگہ جا کر اگر دعائیں کریں تو وہ قبول ہوتی ہیں غصے میں آکر وہ نوجوان بیت اللہ شریف کی طرف آیا اور مقام ابراہیم پر جہاں پہلے باپ نے بیٹے کے پیدا ہونے کی دعا کی تھی اسی جگہ پر کھڑے ہو کر نوجوان نے باپ کے مرنے کی دعا کی، بری اولاد کا تو یہ حال ہوتا ہے انسان اولاد کو پیار محبت سے پالتا ہے مگر وہ بڑی ہو کر انسان کی دشمن بن جاتی ہے اور دنیا میں بھی ان کا یہی

معاملہ، قیامت میں بھی یہی حال۔

قیامت کے دن نافرمان اولاد بدکار اولاد کو جب کھڑا کیا جائے گا تو پوچھا جائے گا تم کیوں نافرمان بنے تو اپنا سارا بوجھ اپنے ماں باپ پر ڈال دیں گے، کہیں گے:

﴿ربنا انا اطعنا سادتنا و کبراء نا﴾ (احزاب:۶۷)

کہیں گے کہ اے پروردگار ہم نے اپنے بڑوں کی ماں باپ کی اپنے امراء کی تعمیل کی انہوں نے کہا تھا کہ بیٹی تو نے گریجویشن (Graduation) کرنی ہے میں نے کر کے دکھا دی، انہوں نے کہا تھا تو نے بزنس کی (Management) کرنی ہے میں نے کر کے دکھا دی، انہوں نے کہا تھا کہ تو نے کمپیوٹر سائنس پڑھنی ہے میں نے پڑھ کر دکھا دی جو دنیا کے ٹارگٹ (Target) انہوں نے دیئے تھے اللہ میں نے کر کے دکھا دیئے ماں باپ کاش مجھے دین کے راستے پر ڈالتے میں بھی دیندار بن جاتی، انہوں نے تو مجھے دنیا کی عزتوں کے پیچھے لگایا کہ دنیا میں نام ہو دنیا میں تعریفیں ہوں دنیا کا رزق اچھا ہو جو انہوں نے کہا اے اللہ ہم نے کر کے دکھا دیا یہ ہمارا قصور نہیں یہ ہمارے والدین کا قصور ہے۔

﴿ ربنا اتهم ضعفين من العذاب والعنهم لعنا كبيرا﴾ ۔(احزاب:۶۸)

اے اللہ ہمارے والدین کو دوگنا عذاب دیجئے اللہ ان پر لعنتوں کی بارش برسا دیجئے۔

دیکھئے قرآن مجید کی آیات کیا بتا رہی ہیں اگر ہم نے اس اولاد کو دین نہ سکھایا، نیک نہ بنایا، دعائیں نہ مانگیں تو یہ قیامت کے دن مقدمہ دائر کرے گی کرتوت اپنے ہوں گے بدمعاشیاں اپنی ہوں گی گناہ اپنے ہوں گے مگر اپنے آپ کو بچانے کی خاطر ماں باپ کے سر پر ڈال دیں گے کہیں گے اے اللہ ان کو دوگنا عذاب دیجئے اور صرف عذاب کی بات نہیں قرآن پاک کے الفاظ ہیں یہ بھی ساتھ کہیں گے ﴿ولعنهم لعنا كبيرا ﴾ کہ اے اللہ ان پر لعنتوں کی بارش برسا دے۔

عجیب بات ہے اولاد یہ کہے گی چنانچہ اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائیں گے تم سب کے لئے دوگنا عذاب ہے بچوں کو بھی دوگنا، ماں باپ کو بھی دوگنا، تو اولاد اگر بری ہوئی تو ماں باپ پکڑے جائیں گے (کلکم راع و کلکم مسؤل عن رعيته) تم میں ہر آدمی

راعی (چرواہا، نگہبان) ہے اور اس سے (اس کی) رعیت کے بارے میں قیامت کے دن پوچھا جائے گا۔ لہذا اولاد جو مانگیں تو نیک مانگیں اس لئے کہ وہ صدقہ جاریہ بنے گی ۔ اور اگر یہ بری ہوئی تو انسان کے لئے وبال جان بن جائے گی اس لئے بچوں کی تربیت دین اسلام میں ایک بہت اہم کام ہے اس لئے باپ کو بھی فکر مند ہونا چاہئے ، ماں کو بھی فکر مند ہونا چاہئے ۔

والدین کی دعاؤں کے اثرات:

عام طور پر لوگ سمجھ لیتے ہیں کہ ماں کی گود بچے کی پہلی درسگاہ ہوتی ہے یہ بات شریعت نے نہیں بتائی بلکہ یہ (شریعت نے تو) بتایا کہ ماں کی گود میں آنے سے پہلے ہی بچے پر اثرات آنے شروع ہو جاتے ہیں چنانچہ بچے کی پیدائش سے پہلے ہی ماں باپ کی دعاؤں کا اثر ہوتا ہے ، ماں باپ کی نیکیوں کا اثر ہوتا ہے یہ اثر تو پہلے سے ہی شروع ہو جاتا ہے ، سنئے اسلام نے پہلے سے ہی نشاندہی کر دی ۔

حضرت امام ابو حنیفہ کے والد کا سبق آموز واقعہ:

چنانچہ حضرت نعمان ایک بزرگ گزرے ہیں انہوں نے اپنے بیٹے ثابت کو ایک مرتبہ حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر کر دیا اور کہا کہ اے امیر المؤمنین میرے بیٹے کی اولاد نہیں آپ اس کے لئے دعا فرمادیں حضرت علی نے دعا فرمادی ثابت کو بیٹا ملا اس نے اپنے والد کے نام پر اس کا نام نعمان رکھا چنانچہ یہ بچہ (نعمان بن ثابت بن نعمان) جب بڑا ہوا تو اپنے وقت کا امام اعظم ابو حنیفہؒ بنا تو معلوم ہوا کہ ماں باپ نے دعائیں کروائیں اللہ والے کے ہاتھ اٹھ گئے اللہ نے ان کو ہیرے موتی جیسا بیٹا عطا فرمادیا۔ تو اس وقت سے اثرات شروع ہو جاتے ہیں ۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے والد کا سبق آموز واقعہ:

چنانچہ ایک بزرگ گزرے ہیں پہلی صدی جب مکمل ہوئی تو اس سے تقریبا پندرہ بیس

سال پہلے کی بات ہے جس کا نام عبدالعزیز تھا وہ ایک بزرگ کے پاس چلے جاتے تھے جن کا نام ابو ہاضم تھا بڑے اللہ والے تھے یہ ان کی خدمت میں آتے جاتے نیازمندی سے بیٹھتے چنانچہ ابو ہاضم نے ایک مرتبہ خوش ہوکر اپنی خشک روٹی کا ایک بچا ہوا ٹکڑا ان کو بھی دیدیا کہ یہ آپ لے لیں انہوں نے اس کو تبرک سمجھا کہ یہ اللہ والے کا بچا ہوا کھانا ہے ویسے ہی مومن کے کھانے میں شفا ہوتی ہے پھر ایک نیک بندے نے کھانا دیا تحفہ دیا یہ تو تبرک تھا حضرت عبدالعزیز اس ٹکڑے کولیکر اپنے گھر آئے اب سوچنے لگے کہ میں کیا کروں بیوی سے بھی مشورہ کیا کہ اس کواس طرح سے استعمال کرنا چاہئے کہ اس کی برکتیں حاصل کرسکیں چنانچہ انہوں نے نیت کری کہ میں اس کے تین ٹکڑے کرتا ہوں روزانہ روزہ رکھوں گا اور اس روٹی کے ٹکڑے سے افطار کروں گا یہ اس کا بہترین استعمال ہے چنانچہ یہ ادب تھا دل کے اندر نیکی تھی چنانچہ انہوں نے تین روزے رکھے پہلا روزہ پہلے ٹکڑے سے افطار کیا اور دوسرا روزہ دوسرے ٹکڑے سے افطار کیا اور تیسرا روزہ تیسرے ٹکڑے سے افطار کیا، اللہ کی شان جب تیسرا روزہ مکمل ہوا تو رات کو میاں بیوی آپس میں اکٹھے ہوئے اللہ نے اس رات میں اس کو برکت عطا فرمادی ان کے ہاں بیٹا ہوا جس کا نام انہوں نے عمر رکھا یہ عمر جب جوان ہوا تو اللہ نے اس کو عمر بن عبدالعزیز بنادیا تو یہ اثرات ہوتے ہیں۔

والدین کا اثر اولاد پر:

آداب کے لئے ماں کی گود پہلا نہیں ہوتی بلکہ اس سے پہلے سے اثرات شروع ہوجاتے ہیں یہ دین اسلام کا حسن ہے اس نے ہمیں نشاندہی کردی پہلے سے بتادیا کہ بطن سے اثرات آتے ہیں بلکہ سمجھ لیجئے کہ اولاد کی امید لگنے سے پہلے ماں باپ کی زندگی نیکی پر ہوگی اور ماں باپ کے اندر اخلاص ہوگا اور ماں باپ کے اندر اللہ رب العزت کی خشیت (ڈر) ہوگی تو ان کی دعائیں ان کے لئے نیک اولاد کا سبب بنیں گی، چنانچہ اس عمر سے ان کے اوپر اثرات ہوتے ہیں۔

شاہ عبد القادر جیلانی کے والد کا سبق آموز واقعہ:

چنانچہ ایک درویش کہیں جا رہے تھے نہر کے کنارے کے اوپر، بھوک لگی ہوئی تھی مگر کچھ کھانے کو نہیں تھا اللہ کی یاد میں جا رہے تھے اس بھوک کے عالم میں انہوں نے جب نہر کے پانی کو دیکھا تو ایک سیب ان کو تیرتا ہوا نظر آیا ان کو بھوک لگی ہوئی تھی اس نے وہ سیب لے لیا اور کھا لیا جب کچھ پیٹ میں چلا گیا تو خیال آیا یہ سیب میرا تو نہیں تھا، معلوم نہیں کہ کس خدا کے بندے کا تھا میں نے تو بلا اجازت سیب کھا لیا قیامت کے دن کیا جواب دینا پڑے گا اب پریشانی ہوئی، دیکھیں اللہ والوں کو چھوٹی چھوٹی باتوں سے بھی پریشانی ہوتی ہے کہ ہم سے اللہ تعالی کی کوئی تھوڑی سی بھی نافرمانی نہ ہو، کسی بندے کا تھوڑا سا بھی حق ہمارے اوپر نہ آئے چنانچہ سوچنے لگے کہ میں کیا کروں دل میں خیال آیا کہ جدھر سے پانی آرہا ہے ادھر ہی واپس چلا جاؤں ہوسکتا ہے کہ جس بندے کا سیب گرا ہو مجھے وہ بندہ مل جائے اب دعائیں مانگتے ہوئے ادھر جا رہے ہیں کچھ دور آگے چلے ان کو سیب کا ایک باغ نظر آیا جس کے درختوں کی شاخیں نہر کے پانی کے اوپر تک پھیلی ہوئیں تھیں یہ سمجھ گئے کہ کسی پرندے نے یہ سیب گرایا ہوگا اور وہ پانی میں بہتا ہوا مجھے ملا اور میں نے کھا لیا چلو اس باغ کے مالک سے اس کی معافی مانگ لیتا ہوں میرے پاس پیسے تو نہیں، چنانچہ یہ باغ کے مالک کو ملے اور ان کو جا کر بتایا میں بھوکا تھا ایک سیب نظر آیا وہ میں نے کھا لیا ہے کھانے کے بعد خیال آیا کہ یہ کسی کا حق میرے اوپر آ گیا ہے اب یا تو مجھ سے مزدوری لے لیں کیونکہ میرے پاس پیسے نہیں جو دے سکوں اور یا پھر مجھے معاف کر دیجئے، اس باغ کے مالک کو پتہ نہیں کیا سوجھی کہا ہاں میں نے آپ کو معاف نہیں کروں گا میں آپ سے قیامت کے دن اپنا حق مانگوں گا۔

وہ درویش ان سے منت سماجت کرنے لگا کہ بھائی مجھ سے غلطی ہوگئی اللہ کے لئے مجھے معاف کر دو اگر معاف نہیں کرتے تو مجھ سے کوئی مشقت یا مزدوری لے لو۔ باغ کا مالک کہنے لگا اچھا میں معاف تو نہیں کرتا مگر میں مشقت اور مزدوری لوں گا درویش کہنے لگا کہ

کونسا کام کراؤ گے، میں کرنے کے لئے تیار ہوں دنیا کی تکلیفیں اٹھانا آسان ہے آخرت کی تکلیف اٹھانا بڑا مشکل ہے تو باغ کے مالک نے کہا میری ایک جوان بیٹی ہے لیکن اندھی ہے، بہری ہے گونگی ہے لولی اور لنگڑی ہے، بس اسے آپ ایک گوشت کا لوتھڑا سمجھ لیں اگر تم اس سے نکاح کرو اور ساری زندگی اس کی خدمت کرو تو پھر میں تمہیں اپنا حق معاف کرونگا ورنہ میں معاف نہیں کرسکتا۔

اب یہ بیچارے سوچتے پھر دل میں خیال آیا کہ اس طرح کی زندہ لاش سے نکاح کرلینا اور ساری زندگی اس کی خدمت کرنا آسان ہے لیکن قیامت کے دن کسی بندے کے حق کا جواب دینا بڑا مشکل کام ہے چنانچہ وہ آمادہ ہوگئے وقت طے ہوگیا نکاح ہوگیا نکاح کے بعد رخصتی ہوئی، جب یہ پہلی رات اپنی بیوی کو ملنے کے لئے تشریف لے گئے کیا دیکھتے ہیں کہ وہ انتہائی خوبصورت تھی کہ جیسے حور پری ہوتی ہے۔جس کی آنکھیں اچھی زبان اچھی کان اچھے ہاتھ پاؤں اچھے وہ دلہن بن کر بیٹھی ہوئی ہے اس نے سلام کیا پوچھا کہ آپ اس باغبان کی بیٹی ہیں کہنے لگی جی پوچھا کہ آپ کیکوئی اور بہن بھی ہے اس نے کہا کہ نہیں میں اپنے باپ کی ایک ہی بیٹی ہوں بڑے حیران ہوئے اور دل میں سوچتے رہے کہ اس کے والد نے مجھے تفصیلات (Specifaction) تو کچھ اور بتائیں تھیں اور یہ تو اتنی پیاری خوبصورت بیوی کہ انسان تصور بھی نہیں کرسکتا میاں بیوی کی رات اچھی گزر گئی اگلے دن انکے سسر سے ملاقات ہوئی تو سسر صاحب نے سلام کے بعد فوراً پوچھا سنائیں کہ آپ نے اپنے مہمان کو کیسے پایا، یہ کہنے لگے کہ جی آپ نے بتایا تھا کہ وہ اندھی ہے بہری ہیگونگی ہے لولی ہے لنگڑی ہے اور میرے ذہن میں تو یہ دھیان تھا لیکن وہ تو بالکل صحیح سلامت تندرست ہی نہیں بلکہ اتنی خوبصورت کہ لاکھوں میں ایک ہے یہ کیا معاملہ ہے تو اس وقت اس کے باپ نے کہا کہ وجہ یہ ہے کہ یہ میری بیٹی قرآن کی حافظہ ہے حدیث کی حافظہ ہے۔

اندھی کیسے؟ گونگی کیسے؟ لنگڑی کیسے؟

اس نے ساری زندگی تقوی وطہارت کے ساتھ گزاری کبھی اس نے غیر محرم پر نگاہ

نہیں اٹھائی میں نے اس لئے کہا کہ یہ اندھی ہے۔

کبھی غیر محرم سے کلام نہیں کیا میں نے اس لئے کہا یہ گونگی ہے۔

کبھی اس نے بغیر اجازت گھر سے باہر قدم نہیں رکھا میں نے اس لئے کہا کہ یہ لنگڑی ہے اس طرح پاک زندگی گزارنے والی میری خوبصورت بیٹی تھی۔

میرا دل چاہتا تھا کہ اس کا خاوند ایسا ہو جس کے دل میں اللہ کا ڈر ہو اس لئے کہ بیوی کے حقوق وہی اچھے طریقے سے پورے کر سکتا ہے جس کے دل میں اللہ کا ڈر ہو گا اسی لئے سورۃ النساء کو پڑھ کر دیکھئے ہر چند آیتوں کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

واتقوا الله . واتقوا الله. واتقوا الله

یہ جو تقوی کو اختیار کرنے کا حکم دیا اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ تقوی کے بغیر میاں بیوی تعلقات میں توازن نہیں رہ سکتے یہ پرہیز گار انسان ہی کر سکتا ہے جو بیوی کے حقوق ٹھیک ٹھیک ادا کرے اور کمی نہ آنے دے، لہذا وہ کہنے لگے کہ میرے دل میں یہ تھا کہ جس کے دل میں تقوی ہو خوف خدا ہو اس کو میں اپنی بیٹی کے لئے خاوند کے طور پر چن لوں۔

جب آپ میرے پاس ایک سیب کی معافی مانگنے کے لئے آئے تو میں پہچان گیا کہ آپ کے دل میں خوف خدا ہے اس لئے میں نے آپ کا نکاح اپنی بیٹی سے کر دیا یہ اتنا نیک باپ تھا اور اتنی نیک ماں تھی اللہ نے ان کو ایک بیٹا عطا فرمایا انہوں نے اس کا نام عبدالقادر رکھا اور یہی عبدالقادر وہ بچہ تھا جو بڑا ہو کر عبدالقادر جیلانی بنا، تو جب ماں ایسی ہوتی ہے، باپ ایسا ہوتا ہے تو پھر بیٹا بھی اولیاء کا بادشاہ بنا کرتا ہے تو ماں باپ کے اثرات بچوں کے اندر منتقل ہوتے ہیں اس لئے یہ ذہن میں مت رکھنا کہ جی ماں کی گود بچے کا پہلا مدرسہ ہے، یہ ذہن میں مت رکھنا کہ گود سے پہلے پہلے بہت سارے کام ہو چکے ہوتے ہیں اس لئے جب سے انسان اولاد کی نیت کرے اس وقت سے دعائیں مانگے اور اس وقت سے ہر چیز کا خیال رکھے شریعت نے نشاندہی کر دی اور فرما دیا کہ جب میاں بیوی دونوں ایک دوسرے کے ساتھ ملنے کا ارادہ کریں تو ان کی نیت نیک اولاد کی ہونی چاہیے کیونکہ: **انما الاعمال بالنیات** ۔(مشکوۃ) کہ اعمال کا دارومدار نیت پر ہوتا ہے۔ تو جب بھی میاں بیوی ملیں ان کی نیت

یہی ہو کہ اللہ تعالیٰ ہمیں نیک اولاد عطا فرما دے اور یہ بھی کہ جب وہ ایک دوسرے کے ساتھ اکٹھا ہونے کا ارادہ کریں۔

بسم اللہ کی برکات:

علماء نے لکھا کہ جب انسان جسم سے اپنے لباس کو ہٹائے اگر وہ بسم اللہ پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اس کے گرد ایک حفاظت کا پردہ ڈال دیتے ہیں شیطان اس کو نہیں دیکھ سکتا جنات اس کو نہیں دیکھ سکتے اس لئے سنت ہے کہ انسان کپڑے بدلنا چاہے یا نہانے کے لئے کپڑے اتارنا چاہے اس کو چاہئے کہ بسم اللہ پڑھ لے تا کہ اس کے گرد ایک حفاظت کی چادر آ جائے اور شیطان اور جن اسے دیکھ نہ سکیں، آج کل لوگ سنت کا خیال نہیں رکھتے اور جسم سے لباس ہٹا دیتے ہیں شیطان اور جن دیکھتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ جی بچی پر جن کا اثر ہو گیا، فلاں پر جن کا اثر ہو گیا شیطانی اثرات ہو گئے ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو چھوڑ کر خود اپنے لئے مصیبتیں خرید لی ہیں اس لئے میاں بیوی کو چاہئے کہ اکٹھا ہونے کا ارادہ کریں تو اپنے جسم سے کپڑے علیحدہ کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھ لیں تا کہ ان کو آپس میں ملتے ہوئے کوئی شیطان نہ دیکھ سکے کوئی جن نہ دیکھ سکے اور شریعت نے یہ نکتہ بھی فرما دیا کہ دونوں کو قبلہ رو نہیں ہونا چاہئے بلکہ یہ بات کہی کہ اگر جسم سے اپنا لباس ہٹائیں تو ایک بڑی چادر ہو جس کے اندر وہ دونوں ایک دوسرے سے ملیں اس بڑی چادر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کی ہونے والی اولاد میں حیا پیدا فرمائیں گے لہذا علماء نے کتابوں میں اس بات کی تصدیق کی کہ جن میاں بیوی نے اپنے اوپر بڑی چادر لینے کا اہتمام کیا تو اللہ نے فطری طور پر ان کی اولاد کو شرمیلی بنایا، حیا والا بنایا تو یہ اللہ رب العزت کی طرف سے معاملات ہوتے ہیں دیکھیں شریعت نے ہمیں کیسی کیسی باریک باتوں کے بارے میں بتا دیا۔

ہمبستری کی دعائیں اور آداب:

بلکہ بخاری شریف میں ہمبستری کے وقت کی یہ دعا ہے مرد کو چاہئے کہ وہ پڑھ لے:

بسم الله اللهم جنبنا الشيطن وجنب الشيطن ما رزقتنا

اور جب مرد کو انزال ہو تو حصن حصین کے اندر یہ دعا ہے ان دعاؤں کو یاد کر لینا چاہئے:

اللهم لاتجعل للشيطان فيما رزقتني نصيبا

چنانچہ میاں بیوی دونوں ملاپ کر چکیں تو اس کے بعد ان کو چاہئے کہ طہارت کے اندر جلدی کریں جلدی کی آخری حد یہ ہے کہ ان کی نماز قضا نہ ہو۔

علماء نے کتابوں میں لکھا ہے کہ اگر میاں بیوی کے ملاپ سے اولاد کا نطفہ ٹھہر گیا مگر میاں یا بیوی کی اگلی نماز قضا ہو گئی تو ان کی اولاد فاسق بنے گی لہذا یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس میں مردوں اور عورتوں دونوں کی طرف سے کوتاہی ہوتی ہے ملتے ہیں پھر جب اگلی نماز اگر فجر کی ہے تو قضا ہو گئی یا کوئی اور نماز ہے تو قضا ہو گئی عورتیں غسل ذرا دیر سے کرتی ہیں اور راسی میں نماز قضا کر بیٹھتی ہیں۔

نافرمان اولاد کیوں جنم لیتی ہے؟

ایک بات نکتے کی یاد رکھنا جب بھی میاں بیوی کے ملاپ کی وجہ سے ان کی اگلی نماز قضا ہوئی اور اس ملاپ کی وجہ سے ان کو اولاد ہو گئی تو اس اولاد کے اندر فسق و فجور آ جائے گا جب ماں نے ہی اس عمل کی وجہ سے اللہ کے حکم کو توڑ دیا تو پھر پھل بھی تو ایسا ہی ملنا ہے اس لئے اس بات کا بڑا خیال رکھیں۔

کراچی میں ہمارے ایک دوست ہیں ان کی والدہ جب فوت ہونے لگیں تو ان کی عمر اسی (۸۰) سال کے قریب تھی اس نے جب اپنے سب بچے بچیوں کو بلایا اور بتایا کہ میں تھوڑے ہی دنوں میں چلی جاؤں گی تمہیں ایک بات نصیحت کے طور پر بتانا چاہتی ہوں کہ جب میری شادی ہوئی تو میری عمر بیس سال تھی اور آج میں بستر مرگ (موت) پر پڑی ہوئی ہوں میری عمر اسی (۸۰) سال ہے اور اس ساٹھ سالہ ازدواجی زندگی میں کبھی بھی میری کوئی بھی نماز قضا نہیں ہوئی سبحان اللہ آج کے دور میں بھی ایسی نیک بیبیاں ہیں ساٹھ سالہ شادی شدہ زندگی میں اس کی کبھی بھی کوئی نماز قضا نہیں ہوئی تو معلوم ہوا کہ سردیوں

گرمیوں میں اٹھنے کے لئے انہوں نے ایسا وقت چنا ہوگا کہ اس کی کوئی بھی نماز قضا نہ ہوئی ایسے وقت میں پھر اللہ تعالیٰ نیک اولاد عطا فرماتے ہیں۔

ماں کے اثرات بچے پر سائنسی دنیا کا اعتراف:

سائنس کی دنیا نے تو آج مان لیا (Genetic) میں بچے کی ماں کے اثرات نظر آتے ہیں اس کو ''بی ہیومیرل اسپیکٹ آف ڈی این اے'' کہتے ہیں کہ بچے کے اندر ماں باپ کی طرف سے حیا بہادری شرم اور اچھے اخلاق منتقل ہوتے ہیں اسکو سائنس کی دنیا میں "Behoaviourl Espect of DNA" کہتے ہیں تو ماں باپ کے اندر اگر نیکی ہوگی اور ماں باپ نیکی کا خیال کریں گے اور اللہ سے ڈرنے والے، مانگنے والے ہوں گے تو بچے کے DNA میں بھی یہی اثرات آئیں گے یہ بات یاد رکھنا کہ جب باپ علی المرتضیٰؓ ہوتا ہے اور ماں فاطمۃ الزہراءؓ ہوتی ہے تو پھر بیٹے حسن وحسینؓ جنت کے سردار بنا کرتے ہیں۔

جب باپ ابراہیم علیہ السلام ہو اور بیوی ہاجرہ ہو تو پھر بیٹا اسماعیل علیہ السلام بنا کرتا ہے اس لئے میاں بیوی کو چاہئے اپنی زندگی کا رخ ٹھیک کریں، نیک بن جائیں اپنی اولاد کے لئے آج سے دعائیں شروع کردیں اور جب ایک دوسرے کے ساتھ ملاپ ہو تو شریعت کے احکام کے مطابق ہو ان کی وجہ سے نمازیں قضا نہ ہوں بے شرمی اور بے حیائی کا معاملہ نہ ہو بلکہ اللہ سے نیک اولاد کی تمنا ہو جانوروں والا مسئلہ نہ ہو آج کل یورپ کی وجہ سے ایسی بے حیائی آگئی فلموں میں ویڈیوں میں مسلمان جوان بچے اور بچیاں ایسی بری حرکتیں دیکھتے ہیں جانوروں سے بھی بڑھ کر، یورپ نے بے حیائی کا ایسا سبق دیا کہ ہمارے نا جوان بھی اسی کو اپنا رہے ہیں پھر اپنی اولادوں کے بارے میں روتے پھرتے ہیں اولاد ماں باپ کو جوتے مارتی پھرتی ہے پہلے زمانے میں تو تصور نہیں کیا جاتا تھا نئے دور کی بات ہے ہمیں آ کر باپ بتاتا ہے کہ میرے بیٹے نے مجھے جوتے سے مارا، ماں کہتی ہے دعا کیجئے بیٹے کی ہدایت کے لئے بیٹی کی ہدایت کے لئے ایک ماں نے امریکہ میں دعا کروائی کہ میں اپنا غم کس کو بتاؤں میں نے بیٹی کو کہا بوائے فرینڈ نہ بناؤ بیٹی نے غصہ میں

آ کر مجھے جوتے سے مارا جب ماں باپ اس قسم کی جانوروں والی حرکتوں میں ملوث ہوں گے تو پھر اولاد ایسی تو ہوگی کہ جو ماں باپ کو اپنے جوتوں سے مارے گی ایسی کم بخت اولاد سے اللہ ہمیں محفوظ فرمائیں۔

اسلامی تعلیمات کامیابی کی شاہراہ ہیں:

اس لئے یورپ کی تعلیمات پر عمل کی بجائے اسلام کی تعلیمات کو اپنایئے، شریعت نے میل ملاپ کا جو دستور بنایا اس میں برکت ہے اس میں رحمت ہے اللہ کی مدد ہے اور نیکی ہے، ان کے مطابق اگر آپ چلیں گی اور زندگی گزاریں گی آپ کی اپنی زندگی بھی اچھی گرزے گی اور اولاد بھی ایسی ملے گی جو آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہوگی اور قیامت کے دن اللہ کے حضور بھی آپ کی سرخروائی کا سبب بنے گی رب کریم ہمیں اپنی اولاد کی تربیت کرنے کی توفیق عطا فرمائے لہذا آج کے بیان میں ہم نے ٹاپک (موضوع) یہ رکھا کہ ماں کی گود تو مدرسہ ہوتی ہی ہے اس کی باتیں توکل سے شروع ہوں گی۔

ماں کی گود سے پہلے ہی ماں کی کوکھ میں ہی بچے پر اثرات شروع ہو جاتے ہیں ہم نے آج کے عنوان میں اس بات کو کھولا کہ ماں باپ پہلے سے ہی دعائیں کریں اور شریعت کی باتوں کا خیال رکھیں تاکہ بچے کی بنیاد پڑنے سے پہلے ہی اللہ کی طرف سے خیر کے فیصلے ہوں رب کریم ہماری اولادوں کو نیکوکار بنادے۔


الله أكبر

(۹)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یأیھا الذین آمنوا قو أنفسکم وأھلیکم نارا .(التحریم)

والدین کی شرعی ذمہ داریاں

از افادات

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہم العالی

والدین کی شرعی ذمہ داریاں

اولاد اللہ کے خزانوں کی نعمت:

علماء نے لکھا ہے کہ جب کوئی بھی عورت اپنے خاوند سے حاملہ ہو تو اس کو چاہئے کہ اللہ رب العزت کا شکر یہ ادا کرے کہ اللہ رب العزت نے اس کو ماں بننے کی سعادت عطا فرمائی یہ اولاد کی نعمت اللہ رب العزت کی طرف سے ہوتی ہے کتنے لوگ ہیں کہ جن کے پاس مال بھی ہے حسن و جمال بھی ہے دنیا کی سب نعمتیں ہیں مگر اولاد جیسی نعمت سے محروم ہوتے ہیں مختلف مما لک میں جا کر علاج معالجہ کرواتے ہیں حکیم ڈاکٹر کی ہر دوائی استعمال کرتے ہیں لیکن اولاد نہیں ہوتی یہ بازار سے خریدنے والی چیز نہیں یہ تو اللہ کے خزانوں کی نعمت ہے جسے چاہیں عطا فرمادیں۔

حمل کا بوجھ اٹھانے پر اجر عظیم:

تو جب کوئی عورت حاملہ ہو تو حدیث پاک میں آتا ہے جس لمحہ حمل ٹھہرے اللہ رب العزت اس کے پیچھے سب گناہوں کو معاف فرمادیتے ہیں یہ اس لئے کہ اب یہ بوجھ اٹھا رہی ہے اور جب کسی پر بوجھ ڈالا جائے تو اس کی رعایت بھی کی جاتی ہے چنانچہ اللہ رب العزت کی طرف سے بچے کی بنیاد پڑتے ہی ماں کے پچھلے سب گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں، حاملہ عورت کو اکثر یہ الفاظ پڑھنے چاہئے:

اللھم لک الحمد ولک الشکر

اے اللہ سب تعریفیں آپ کے لئے ہیں اور آپ کا ہی میں شکر ادا کرتی ہوں۔

بلکہ دو رکعت نفل اگر شکرانے کے پڑھ لے تو اور بہتر ہے پھر اس کے بعد اپنی صحت کا ہر وقت خیال رکھے کھانے میں تازہ سبزیاں استعمال کرے۔

حاملہ عورت کے لئے مفید مشورے:

علماء نے کتابوں میں لکھا ہے کہ جو عورت حمل کے دوران دودھ کو کثرت سے استعمال کرے تو اس کا ہونے والا بچہ خوبصورت اور عقلمند ہوتا ہیاور اس کو سو سال کے حکماء نے تجربے کے بعد تصدیق سے ثابت کیا ہے کئی عورتیں دودھ تو استعمال کرتی ہیں عادت ہوتی ہے اور کچھ عورتوں سے دودھ پیا ہی نہیں جاتا ان کو چاہئے کہ وہ دودھ کے پرادکٹ (مصنوعات) استعمال کریں کسٹرڈ بنا کر استعمال کرسکتی ہیں آئس کریم استعمال کرسکتی ہیں کھیر استعمال کرسکتی ہیں دودھ کسی نہ کسی شکل میں اگر ان کے پیٹ میں جائے گا تو یہ متوازن غذا(Balance diet) ہے، ہر وٹامن اور ہر پروٹین اس کے اندر موجود ہے تو بچے کے لئے جو ضروری غذا(Required food) ہوگی وہ ماں کی طرف سے اس بچے کو ملتی چلی جائے گی یہ تجربہ شدہ بات ہے کہ دودھ کے زیادہ استعمال کرنے سے بچہ خوبصورت بھی ہوتا ہے اور عقلمند ہوتا ہے دودھ پینے کی دعا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتائی ہے: **اللھم بارک لنا فیہ وزدنا منہ**

دوران حمل چند احتیاطیں اور اختیار کرنے کے کام:

۱)...... ابتداء کے تین مہینے اور آخر کے تین مہینے ایسے ہوتے ہیں کہ شوہر کے ساتھ مخصوص تعلقات سے پرہیز کرنا چاہئے۔

۲)...... حمل کے دوران جتنا عرصہ بھی ہو عورت کو چاہئے کہ وہ نیک لوگوں کے واقعات پڑھے

۳)...... اللہ رب العزت کی قدرت کی نشانیوں میں غور کرے۔

۴)...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کی کتابیں پڑھے۔

۵)...... جنت کے باغات اور جنت کے معاملات کے بارے میں سوچے اس لئے کہ ماں کی سوچ کے بچے پر حیاتیاتی (Biological) اثرات ہوتے ہیں جتنا یہ اچھی اچھی چیزوں کے بارے میں سوچے گی اتنا ہی بچے کی نشوونما اس کے بطن میں اچھی ہوگی بلکہ اگر کوئی نیک ماڈل انسان کے ذہن میں ہوتا ہے کہ بیٹا ہو تو ایسا ہو اور بیٹی ہو تو ایسی ہو تو ایسے

نیک لوگوں کے خیالات اگر ذہن میں ہوں گے تو اس کے (Genetically) ذہانت بچے کے اوپر اثرات ہوں گے اس لئے ہمیشہ اچھی سوچ رکھنی چاہئے اور اچھی چیزوں کے بارے میں سوچتے رہنا چاہئے۔

۶)...... شوہر پر یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ اپنی بیوی کو حمل کے بعد زیادہ آرام پہنچائے خاص طور پر اس کو ذہنی پریشانی سے بچائے اگر شوہر کی وجہ سے ساس یا نند کی وجہ سے حاملہ عورت کو ذہنی دباؤ کا شکار ہونا پڑے تو یہ شرعاً گناہگار ہوں گے بہت زیادہ اس کا لحاظ اور خیال رکھنا چاہئے۔

۷)...... خود عورت کو چاہئے کہ وہ جھوٹ غیبت سے بچے گناہ والے کاموں سے بچے اس لئے اس کی نیکی کے اثرات بھی اس کے بچے پر ہوں گے اور اس کے گناہ کے اثرات بھی اس کے بچے پر ہوں گے۔

۸)...... خاص طور پر حلال کھانے میں بہت زیادہ کوشش کریں مشتبہ لقمہ سے پرہیز کریں حرام کھانے سے پرہیز کریں۔

بچے پر نیکی کے اثرات کیسے ہوں؟

ایک میاں بیوی نے دل میں یہ سوچا کہ ہماری ہونے والی اولاد نیک ہو لہذا اس کے لئے ہم حلال کھائیں گے، ہر نیک کام کریں گے، تاکہ بچے پر نیکی کے اثرات ہوں، جب سے حمل ٹھہرا تو میاں بیوی دونوں نے نیک اعمال کرنے شروع کر دیئے باقاعدگی کے ساتھ نیکی کرتے رہے لیکن بچے کی جب ولادت ہوئی تو انہوں نے بچے کے اندر نافرمانی کے اثرات دیکھے، وہ ضدی نکلا، ہٹ دھرم نکلا، بات نہیں مانتا، تو ایک مرتبہ دونوں میاں بیوی سوچ رہے تھے کہ ہم نے اتنی محنت کی نتیجہ برآمد نہیں ہوا آخر کیا بات ہے سوچتے سوچتے بیوی کے دل میں خیال آیا اس نے کہا کہ واقعی ہم سے غلطی ہوگئی خاوند نے پوچھا کہ کیا غلطی؟ بیوی کہنے لگی کہ پڑوسی کا ایک بیری کا درخت ہے جس کی شاخیں ہمارے صحن میں بھی آتی ہیں تو کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ دوران حمل بیر گرتے تھے مجھے اچھے لگتے تھے میں کھا لیتی تھی تو میں نے پڑوسی سے اجازت ہی نہیں لی ہوئی تھی میں نے بغیر اجازت کے جو چیز

کھائی اس کے اثرات میرے بچے پر آپڑے، اس قسم کے بہت سارے واقعات ہیں۔

مشتبہ کھانے کا اثر اولاد پر:

ایک بزرگ تھے ان کی ساری اولاد بڑی نیکوکار تھی، لیکن ان میں سے ایک بچہ بہت ہی نافرمان اور بے ادب قسم کا تھا اللہ والے ان کے ہاں مہمان آئے انہوں نے یہ فرق دیکھا تو اس بزرگ سے پوچھا کہ آخر یہ کیا وجہ ہے؟ یہ بچہ کیوں ایسا نافرمان نکلا؟ تو وہ بزرگ بڑے آزردہ ہوئے، آنکھوں سے آنسو آگئے فرمانے لگے کہ یہ اس کا قصور نہیں، یہ میرا قصور ہے ،ایک مرتبہ گھر میں فاقہ تھا اور ہمارے گھر میں شاہی دعوت کا بچا ہوا کھانا آگیا کسی نے ہدیہ کے طور پر بھیجا تھا عام طور پر میں ایسے کھانے سے پرہیز کرتا تھا لیکن بھوک کی وجہ سے اس دن میں نے وہی کھانا کھالیا، پھر وہی رات تھی کہ ہم میاں بیوی نے ملاقات کی اور اللہ نے اسی رات بچے کی بنیاد رکھی یہ اس مشتبہ کھانے کا اثر ہے کہ ہمارا یہ بچہ نافرمان نکلا۔

تو اس لئے اس حالت میں عورت کو چاہئے کہ وہ حلال لقمے کا بہت زیادہ خیال رکھے یہ بازاروں کی بنی ہوئی چیزیں جن کی پاکی ناپاکی کا کوئی پتہ نہیں اس سے بھی پرہیز کریں۔

خوش رہنا صحت کا بہترین راز:

تاہم عورت اپنے ذہن کے اندر ہمیشہ مثبت سوچ (Thinking positive) رکھے، ہر وقت حاملہ کو خوش رہنا چاہئے عرب کے لوگوں کے اندر یہ بات بہت معروف تھی کہ جو حاملہ عورت خوش رہے گی تو اگر اس کا بیٹا ہوا تو وہ بڑا بہادر بنے گا اور بیٹا کم رونے والا ہوگا، تو اس لئے ماں کو چاہئے کہ ہونے والے بچے کی خاطر اپنے آپ کو خوش رکھے، زندگی میں خوشیاں بھی ہوتی ہیں غم بھی ہوتے ہیں بعض اوقات لوگ تکلیف پہنچاتے ہیں دل دکھاتے ہیں صدمے پہنچاتے ہیں مگر یہ تو انسان کے بس میں ہے کہ صدموں کے باوجود مسکراتا پھرے۔

پرسکون زندگی کے راز:

لوگوں کے (Miss behave) کے باوجود مسکراتا پھرے مسکراہٹ تو انسان کی

اپنی اختیاری ہوتی ہے اگر اپنے ذہن کے اندر ان چیزوں کو محسوس ہی نہ کرے پھر اس کے اوپر کوئی ڈپریشن (Depression) نہیں ہوتی یا کوئی ایسی بات نہیں آتی مثال کے طور پر اگر آپ ائرپورٹ پر ہیں یا ریلوے اسٹیشن پر ہیں تھوڑی دیر کے لئے آپ کا جی چاہتا ہے کہ اچھی چائے پئیں اور وہاں آپ کو اچھی چائے نہیں ملتی تو آپ کبھی غم زدہ نہ ہوں آپ سمجھتی ہیں کہ یہ تھوڑی دیر کی بات ہے میں اپنے گھر جاؤں گی تو اچھی چائے بنا کر پی لوں گی بالکل اسی طرح اللہ والے بھی سوچتے ہیں یہ دنیا مسافر کی گزرگاہ کی مانند ہے اگر یہاں انسان کو خوشیاں نہ ملیں تو کونسی ایسی بات ہے انشاء اللہ جنت میں جا کر خوشیوں بھری زندگی گزاریں گے اس لئے اگر آپ کو کوئی صدمہ پہنچ بھی جائے تو اس کو اپنے ذہن سے ہٹا دیں ایسے سمجھیں کہ جیسے کچھ ہوا ہی نہیں بلکہ اگر آپ کو کوئی دکھ دے یا کسی نعمت سے محروم کر دیا جائے تو آپ اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کا خیال رکھیں جو اللہ نے بن مانگے آپ کو عطا کی ہیں آپ سوچیں کہ اللہ نے مجھے عقل عطا فرمائی، شکل عطا فرمائی، مجھے اللہ نے صحت عطا فرمائی، صحیح سالم ہاتھ اور پاؤں عطا فرمائے گویائی عطا فرمائی، بینائی عطا فرمائی، یہ سب دولتیں اللہ نے بن مانگے عطا کیں مجھ پر تو اللہ رب العزت کی بڑی نعمتیں ہیں میں تو ان کا شکریہ بھی ادا نہیں کر سکتی، تو جب انسان ایسی چیزوں کو دیکھتا ہے تو بے اختیار دل سے الحمدللہ کے الفاظ نکلتے ہیں۔

مثبت سوچ کے ذریعے پریشانی کا حل:

ایک عورت غربت کی حالت میں تھی چنانچہ اس کی جوتی پھٹی ہوئی تھی اور وہ ایک گھر سے دوسرے گھر جا رہی تھی اور یہی سوچ رہی تھی کہ میرا مقدر بھی اللہ نے کیسا لکھا ہے کہ میرے پاؤں میں جوتی بھی ٹوٹی ہوئی ہے، تھوڑی دور آگے بڑی تو اس نے دیکھا کہ ایک عورت پاؤں سے معذور ہے اور یہ بساکھیوں کے بل چلتی ہوئی آ رہی ہے اب اس کے دل پر چوٹ پڑی اللہ میں تو جوتی کے ٹوٹنے کا شکوہ کر رہی تھی یہ بھی تو خدا کی بندی ہے جس کی ٹانگیں بھی صحیح نہیں اور وہ بچاری معذور ہے اور چل رہی ہے تو جب انسان نیچے کے لوگوں کو دیکھتا ہے تو پھر اسے اللہ کی نعمتوں کی قدر دانی کا احساس ہوتا ہے اس لئے چاہئے کہ آپ کو

کوئی ایسی ناپسندیدہ بات بھی پیش آئے تو اللہ رب العزت کی نعمتوں پر غور کریں اور شکر ادا کریں، انسان کی اپنی سوچ ہوتی ہے، غازی بستامیؒ کہیں جا رہے تھے نئے کپڑے پہنے، نہائے دھوئے مسجد کی طرف جا رہے تھے، راستے میں ایک عورت نے اپنے گھر کی چھت سے کچھ گندگی کچھ راکھ نیچے گلی میں پھینکی اس کو پتہ نہیں تھا کہ کوئی نیچے سے گزر رہا ہے یا نہیں آپ بالکل نیچے تھے وہ ساری راکھ آپ کے سر کے اوپر آپڑی، چنانچہ سر میں بھی راکھ پڑ گئی کپڑوں پر بھی راکھ پڑ گئی، لوگ حیران تھے کہ آپ کی طبیعت میں غصہ آئے گا لیکن آپ الحمدللہ، الحمدللہ، الحمدللہ کہنے لگے، آپ نے فرمایا کہ دل میں یہ سوچ رہا تھا اے اللہ میں تو اس قابل تھا کہ میرے سر پر آگ کے انگارے برسائے جاتے، تو نے فقط میرے سر پر راکھ کو ڈال کر معاملہ نمٹا دیا تو سوچئے ان کے سر پر راکھ پڑی اور ابھی ھی سوچتے ہیں کہ میرا سر انگارے برسائے جانے کے قابل تھا یہ مولا نے ترس فرمادیا کہ راکھ کے ساتھ معاملہ نمٹ گیا تو اسی طرح جب کوئی مصیبت پہنچے تو بڑی مصیبت کے بارے میں سوچیں کہ مجھے اللہ نے اس سے بچالیا، سوچیں کہ لوگ اگر میرے ساتھ صحیح برتاؤ نہیں کر رہے تو اللہ نے میرے ساتھ کتنی رحمت فرمائی کہ مجھے اللہ نے ماں بننے کی سعادت عطا فرمائی جب اس قسم کی اچھی باتیں سوچیں گی تو آپ کے ذہن سے غم غلط (دور) ہو جائیں گے۔

غم دور کرنے کی دعا:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ تھی کہ نماز کے بعد پریشانیوں کے دور ہونے کے لئے دعا پڑھا کرتے تھے:

بسم اللہ الذی لا الہ الا ھو الرحمن الرحیم أللھم اذھب عنی الھم ولحزن O

تو رب العزت کی رحمت سے انسان کی ہر پریشانی دور ہو جاتی ہے آپ بھی اس دعا کو یاد کرلیں، اور نماز کے بعد اس کو پڑھنے کی عادت ڈالیں، دل میں یہ نیت رکھیں کہ میری ہونے والی اولاد جو بھی ہوگی میں اسے نیک بناؤں گی تا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ایک نیک بندے کا اضافہ ہو جائے۔

نیک اولاد کی تمنا:

حدیث پاک میں آتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ایسی عورتوں سے شادی کرو کہ جو زیادہ بچے جننے والی ہو، قیامت کے دن میں اپنی امت کے زیادہ ہونے پر فخر کروں گا دل میں یہ نیت کرنا کہ یہ میری اولاد جو ہوگی بیٹا ہو یا بیٹی ہو میں اسے نیک بناؤں گی تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ایک نیک جان بڑھ جائے۔

اچھی پرورش کرنے کا ثمرہ:

اسی لئے جو عورت اس طرح اپنے بچوں کی پرورش کرتی ہے حدیث پاک میں آتا ہے کہ اس کے بچے اپنی زندگی میں جتنے سانس لیتے ہیں اللہ رب العزت ہر ہر سانس کے لینے پر اس کی ماں کو اجر اور ثواب عطا فرماتے ہیں، تو یہ بہت بڑی سعادت ہے کہ اللہ رب العزت کسی کی اولاد کو نیک بنائے۔

نومولود بچے کو ماں کی طرف سے پہلا تحفہ:

جب اللہ تعالی بچے کی ولادت فرمادے تو ماں کے لئے یہ خوشی کا موقع ہوتا ہے اور بچے کے لئے پہلا تحفہ جو ماں اسے پیش کرسکتی ہے وہ ماں کا اپنا دودھ ہوتا ہے، ماں کو چاہئے کہ بچے کو اپنا دودھ ضرورر پلائے، ہاں میڈیکل کے لحاظ سے دودھ ٹھیک نہیں، بچے کے لئے نقصان دہ ہے تو یہ اور بات ہے لیکن اگر ماں کا دودھ بچے کے لئے ٹھیک ہے تو اس سے بہتر غذا بچے کو اور کوئی نہیں مل سکتی، ہر ماں کو چاہئے کہ ضرور دودھ پلائے تاکہ بچے کے اندر ماں کی محبت آجائے۔

اگر ماں دودھ نہیں پلائے گی تو ماں کی محبت بچے کے اندر کیسے آئے گی؟ عام طور پر کئی مائیں اپنی اسمارٹنس (Smartness) کو سامنے رکھتے ہوئے دودھ پلانے سے گھبراتی ہیں اور شروع سے ہی بچے کو ڈبوں کے دودھ پر لگادیتی ہیں پھر جب ڈبے کا دودھ پی کر بچے بڑے ہوتے ہیں ماں کو ماں نہیں سمجھتے اس لئے کسی شاعر نے کہا۔

طفل سے بو آئے کیا ماں باپ کے اطوار کی
دودھ ڈبے کا پیا ، تعلیم ہے سرکار کی

جب نہ دین کی تعلیم پائی ہے، نہ ماں کا دودھ پیا ہے، تو پھر اس میں اچھے اخلاق کہاں سے آئیں گے۔

بچے پر ماں کے دودھ کے اثرات:

ایک ماں اپنے بیٹے سے ناراض ہوئی ، کہنے لگی بیٹے تم نے میری بات نہ مانی تو کبھی بھی میں تمہیں اپنا دودھ معاف نہیں کروں گی ،اس نے مسکرا کر کہا امی میں تو نیڈو کے ڈبے کا دودھ پی کر بڑا ہوا ہوں آپ نے تو مجھے اپنا دودھ پلایا ہی نہیں ، مجھے معاف کیا کریں گی ،تو ایسا واقعی یہ دیکھا گیا ہے کہ ڈبوں کے دودھ کے اثرات اور ہوتے ہیں اور ماں کے دودھ کے اثرات اور ہوتے ہیں۔

بچے کو دودھ پلانے کے آداب:

۱)...... ماں کو چاہئے کہ بچے کو دودھ خود پلائے۔

۲)......(ماں پہلے) خود بسم اللہ پڑھ لے۔

۳)...... جتنی دیر بچہ دودھ پیتا رہے ماں اللہ کے ذکر میں مشغول رہے۔ ماں اللہ رب العزت کی یاد میں مشغول رہے، ماں دعائیں کرتی رہے کہ اللہ میرے دودھ کے ایک ایک قطرے میں میرے بیٹے کو علم کا سمندر عطا فرما تو ماں کی اس وقت کی دعائیں اللہ کے ہاں قبول ہوتی ہیں۔

۴)...... ہمارے مشائخ جو پہلے گزرے ان کی ماؤں نے تو تربیت ایسی کی کہ باوضو اپنے بچوں کو دودھ پلاتی تھیں اگر آج کوئی باوضو دودھ پلائے تو وہ بڑی خوش نصیب ہے۔ اور اگر نہیں پلا سکتی تو کم از کم دودھ پلاتے وقت دل میں اللہ کا ذکر کو تو کر سکتی ہے۔

۵)...... یوں نہ کرے کہ ادھر دودھ پلا رہی ہے ادھر بیٹھی ڈرامہ دیکھ رہی ہے، ادھر فلم دیکھ رہی ہیں، ادھر طبلے کی تھاپ پر تھرکتے ہوئے جسم دیکھ رہی ہیں۔

۶)...... اگر گناہ کی حالت میں دودھ پلائیں گی تو بچہ نافرمان بنے گا، اللہ رب العزت

کا بھی اور ماں باپ کا بھی ، بعد میں رونے کا پھر کیا فائدہ ، اس لئے بچپن سے ہی بچے کی تربیت ٹھیک رکھی جائے۔

ے)......اگر ماں کا دودھ کم ہو تو اس کو چاہئے کہ ڈاکٹر سے مشورہ کر کے اپنا علاج کروائے فوراً ڈبے کے دودھ پر ڈالنے کی کیا ضرورت ؟ مائیں عام طور پر یہ غلطی کر لیتی ہیں وہ سمجھتی ہیں کہ ہمارا دودھ پورا نہیں اور تھوڑا تھوڑا ڈبے کا دینا شروع کر دیتی ہیں اب ڈبے کے دودھ کا ذائقہ کچھ اور اور ماں کے دودھ کا ذائقہ کچھ اور، عام طور پر بچے کا دودھ چھوڑ کر ڈبے کا دودھ لینا شروع کر دیتے ہیں تو ایسا ہر گز نہ کریں جب تک کوئی بہت بڑی مجبوری نہ ہو ورنہ تو بچے کو اپنا دودھ پلائیں پھر دیکھیں کہ آپ کی محبت بچے کے دل میں کیسے سرائیت کرتی ہے ، جب ماں اپنا دودھ پلائے گی تو بچے کے اندر ماں کے اخلاق بھی آئیں گے ، ماں کی ایمانی کیفیت کی برکات بھی بچے کے اندر آئیں گی ۔

فیڈر اور چوسنیاں بیماری کا مرکز ہیں :

یہ بات ذہن میں رکھنا کہ اکثر عورتیں جو ڈبوں کے دودھ پلاتی ہیں تو ان کے بچے بیمار رہتے ہیں اس بیماری کا سبب ان کے فیڈر اور چوسنیاں ہیں ، یہ فیڈر اور چوسنیاں تو بیماری کا سینٹر ہوتی ہیں جہاں پر جراثیم بیکٹیریا پرورش پاتے ہیں لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں آپ جتنا مرضی ان کو دھوتی رہیں جتنا مرضی گرم پانی میں ڈالتی رہیں چونکہ وہ ربڑ کے بنے ہوتے ہیں اس لئے اس کے اندر بیکٹیریا کا چھپنا آسان ہوتا ہے ۔

یا تو یہ کریں کہ اگر ڈبے کا دودھ ہی مجبوراً پلانا ہے تو ہر دوسرے دن اس کا فیڈر اور چوسنی کا نپل بدلتے رہیں تاکہ بیکٹیریا اس میں پیدا نہ ہو سکیں ۔ اور اگر اتنا برداشت (Offo rd) نہیں کر سکتیں تو پھر دوسرا طریقہ یہ ہے کہ بچے کو اسٹیل کے برتن اور چمچ کے ساتھ دودھ پلائیں جو ماں بچے کو سٹیل کے صاف برتنوں میں دودھ پلاتی ہے اس بچے کے پیٹ میں کوئی خرابی نہیں آتی یا تو اپنا دودھ پلائیں یا اسٹیل کے برتنوں میں چمچ کے ساتھ دودھ پلائیں ۔

اگر یہ بھی نہیں کر پاتی اور فیڈر چوسنی دینی پڑتی ہے تو پھر ہر دوسرے تیسرے دن اس کو بدلتی رہیں ، ایک فیڈر ایک مہینہ چلانا وہ تو بچے کے منہ میں بیکٹیریا کی بریگیڈ فوج داخل کرنے

کی مانند ہے، اب یہ بچہ بیمار ہوگا مگر قصور ماں کا ہوگا، معصوم بچے ماں باپ کی لاعلمی اور لاپرواہیوں کی وجہ سے بیچارے صحت کے بجائے بچپن سے ہی بیمار ہوتے ہیں ساری عمر اس کمزوری کے اثرات ہوتے ہیں اس لئے سب سے اچھا تو یہی ہے کہ اپنا دودھ ہو جس کی برکتیں بھی ساتھ جا رہی ہوں۔

پیدائش کے بعد تحنیک دینا:

جب بچے کی پیدائش ہو تو بچے کی تحنیک کروانا سنت ہے کہ کسی نیک بندے کے منہ میں دی ہوئی کوئی کھجور ہو یا چبائی ہوئی کھجور ہو یا کوئی شہد ہو تو ایسی کوئی چیز بچے کے منہ ڈالنا یہ اللہ کے نیک بندوں کا ''سلا'' وہ جب بچے کے منہ میں جاتا ہے، تو اس کی اپنی برکات ہوتی ہیں، چنانچہ یہ تحنیک کسی نیک بندے سے کروانی چاہئے، وہ مرد بھی ہو سکتا ہے اور عورت بھی ہو سکتی ہے، اس کی ہم نے بڑی برکات دیکھی ہیں اسی لئے جو عورتیں حاملہ ہوتی ہیں وہ پہلے سے ہی تحنیک کے لئے کچھ نہ کچھ تیار کروا کر رکھ لیتی ہیں، موقع پر تو کہیں نہیں بھاگا جا سکتا تو اسلئے اس کا بھی خاص خیال رکھنا چاہئے۔

تحنیک کے بعد اذان واقامت کا عمل اور اسکی حکمت:

تحنیک کروانے کے بعد بچے کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان کے اندر اقامت کہی جاتی ہے یہ اللہ رب العزت کا نام ہے جو بچے کے دونوں کانوں میں لیا جاتا ہے، سبحان اللہ چھوٹی عمر میں بچہ ابھی سمجھ بوجھ نہیں رکھتا مگر اس کے کانوں میں اللہ نے اپنی بلندی اور عظمتوں کے تذکرے کروا دیئے، ایک کان میں بھی اللہ اکبر کہتے ہیں اور دوسرے کان میں بھی اللہ اکبر کہتے ہیں گویا اللہ کی عظمت اس کو سکھا دی گئی اور یہ بھی ایک پیغام (Message) پہنچا دیا گیا کہ جس طرح دنیا کے اندر اذان ہوتی ہے پھر اس کے بعد اقامت ہوتی ہے اور اقامت کے بعد نماز پڑھنے میں تھوڑی دیر ہوتی ہے بالکل اسی طرح اے بندے تیری زندگی کی اذان بھی کہی جا چکی، تیری زندگی کی اقامت بھی کہی جا چکی، تیری زندگی نماز کی مانند ہے اور نماز تو ہمیشہ امام کے پیچھے پڑھی جاتی ہے ایک شرعی

طریقے پر پڑھی جاتی ہے تو یہ پیغام (Message) ہے، تو اپنی زندگی کو بھی صحیح گزارنا چاہتے ہے تو شریعت کے طریقے کو اپنا لینا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو زندگی کی نماز کا امام بنا لینا پھر تیری نماز قبول ہو جائے گی اور بالآخر تجھے قبر میں جانا ہی ہے یہ تو ابتداء میں اللہ رب العزت کا پیغام اس بچے کے ذہن میں پہنچا دیا جاتا ہے۔

ماں باپ کی طرف بچے کو اچھے نام کا تحفہ:

بچے کا نام ہمیشہ اچھا رکھیں اللہ رب العزت کو عبداللہ نام سب سے زیادہ پسند ہے، عبدالرحمٰن نام پسند ہے، عبدالرحیم نام پسند ہے ایسے نام رکھیں کہ قیامت کے دن جب پکارے جائیں تو اللہ رب العزت کو اس بندے کو جہنم میں ڈالتے ہوئے حیا محسوس ہو، اللہ تعالی محسوس فرمائیں کہ میرا بندہ میرے رحمت والے نام کے ساتھ ساری زندگی پکارا جاتا رہا اب میں اس کو جہنم میں کیسے ڈالوں؟ ایسا نام ہونا چاہئے۔

بے معنی اور بے مطلب نام رکھنے سے بچیں:

آج کل کی مائیں نئے نئے ناموں کی خوشی میں بے معنی قسم کے نام رکھ لیتی ہیں الٹے سیدھے نام جس کے معنی کا نہ ماں کو پتہ اور نہ کسی اور کو پتہ، مہمل قسم کے نام رکھ دیتی ہیں یہ بچے کے ساتھ زیادتی ہوتی ہے بچے کے حقوق میں سے ہے کہ ماں باپ ایسا نام رکھیں کہ جب بچہ بڑا ہوا اور اس نام سے اس کو پکارا جائے تو بچے کو خوشی ہو یہ بچے کا حق ہے جو ماں باپ کے اوپر ہوتا ہے اس لئے بچے کو ہمیشہ اچھا نام دیں، انبیاء کے ناموں میں سے کوئی نام دیں، صحابہ کرامؓ کے ناموں میں نام دیں، اولیاء اللہ کے ناموں میں سے نام دیں۔

صرف محمد نام رکھنے کی برکات:

ایک روایت میں آتا ہے کہ جس گھر کے اندر کوئی بچہ محمد نام کا ہوتا ہے اللہ رب العزت اس نام کی برکت سے سب اہل خانہ کو جہنم کی آگ سے بری فرما دیتے ہیں تو محمد کا نام، احمد کا نام بہت پیارا ہے، ہمارے مشائخ تو دس دس نسلوں تک باپ کا محمد پھر اس کے بیٹے کا نام محمد پھر اس

کے بیٹے کا نام محمد یہ نام اتنا پیارا تھا کہ دس دس نسلوں تک یہی نام چلتا چلا جاتا تھا لیکن آج کل اس نام کو رکھ تو دیتے ہیں ساتھ کوئی دوسرا لفظ بھی لگا دیتے ہیں اور نام زیادہ دوسرا مشہور ہوتا ہے مثلاً محمد اویس نام رکھا اب اویس زیادہ مشہور کر دیا، محمد کا نام کوئی جانتا بھی نہیں، اس لئے محمد نام اللہ رب العزت کو پیارا ہے، احمد نام قرآن میں ہے اللہ رب العزت کو پیارا ہے چاہیں تو محمد احمد نام بھی رکھ سکتی ہیں بہت پیارا نام ہے، عبداللہ رکھ سکتی ہیں، عبداللہ ابراہیم رکھ سکتی ہیں انبیاء اور اولیاء کے ناموں پر بچوں کے نام رکھیں تاکہ قیامت کے دن ان ہی کے ساتھ ان کا حشر ہو جائے اور اللہ رب العزت کی رحمت ہو۔

بچیوں کے نام رکھنے کا طریقہ:

اسی طرح بچیوں کے نام بھی صحابیاتؓ کے ناموں پر رکھیں ام المؤمنین کے ناموں پر رکھیں، نبی کی بیٹیوں کے ناموں پر رکھیں، بچیوں کے نام بھی اچھے رکھیں کہ ایسے نام نہ رکھیں کہ جن کا کوئی مطلب ہی نہ ہو، بہر حال اس بات کا بھی خاص خیال رکھیں۔

ولادت کے بعد عقیقہ:

جب بچے کی ولادت ہو تو ساتویں دن عقیقہ کرنا سنت ہے، بیٹے کے لئے دو بکرے اور بیٹی کے لئے ایک بکرا، یہ خوشی کا اظہار ہے، خود بھی اس کو کھائیں، رشتے داروں کو بھی کھلائیں، غرباء کو بھی دیں اس کے لئے ہر طرح کی اجازت ہوتی ہے، جب بچے کی پیدائش ہو جائے تو ماں باپ نے گھر کے کام کاج بھی کرنے ہوتے ہیں عبادت بھی کرنی ہوتی ہے تو جب ماں (پاکی کے بعد) عبادت، تلاوت کے لئے بیٹھے تو اپنے بچے کو اپنی گود میں لیکر بیٹھے اور پھر اللہ رب العزت کا قرآن پڑھے آپ کے قرآن پڑھنے کی برکتیں آپ کے بیٹے کے اندر اس وقت اتر جائیں گی۔

ماں کی تلاوت سے بچہ حافظ بن گیا:

ایک مشہور واقعہ ہے کہ ایک ماں باپ نے اپنے بچے کو مدرسہ میں داخل کیا کچھ عرصے

کے بعد اس کا باپ مدرسہ میں گیا کہ اپنے بیٹے کی کارکردگی کا جائزہ لوں تو قاری صاحب سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ اس بچے نے تین پارے تو اتنی جلدی حفظ کر لئے ہمیں یقین ہی نہیں آتا، ایسے لگتا ہے کہ جیسے یہ تو پہلے سے ہی حافظ تھا، ان تین پاروں کے بعد اس نے عام معمول کے مطابق عام رفتار کے مطابق سبق لینا شروع کر دیا۔

تو خاوند نے یہ بات آکر اپنی بیوی کو بتائی ،تو بیوی مسکرا پڑی، اس نے کہا کہ اس میں مسکرانے والی کونسی بات ہے، وہ کہنے لگی کہ بات یہ ہے کہ میں تین پاروں کی حافظہ ہوں جب بھی میں پڑھنے بیٹھتی تھی بچے کو گود میں لیکر بیٹھتی تھی اور بار بار تین پاروں کی تلاوت کرتی تھی ان تین پاروں کا نور میرے بیٹے کے سینے میں اتر گیا یہ اس کی برکت ہے کہ جب یہ بچہ مدرسہ میں گیا تو تین پاروں کا حافظ جلد بن گیا جیسے یہ نور پہلے ہی اللہ نے اس کے دل میں رکھ دیا ہو تو ماں کی تلاوت کے اثرات بچے کے اوپر پڑا کرتے ہیں اس لئے جب بھی دعا مانگنے بیٹھیں ،قرآن پاک پڑھنے بیٹھیں یا عبادت کرنے بیٹھیں تو بچے کو اپنی گود میں لیکر بیٹھنے کی کوشش کریں جب بچے کو کھلانا ہو یا سلانا ہو تو بچے کو لوری بھی اچھی دیں اور اللہ اللہ کا نام اس کے سامنے کہنے کی کوشش کریں۔

سب سے پہلے لفظ اللہ سکھانے پر خوشخبری:

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس ماں نے یا باپ نے بچے کی تربیت ایسی کی کہ اس نے بولنا شروع کیا اور اس نے سب سے پہلے اللہ کا نام زبان سے نکالا تو اللہ تعالیٰ اس کے ماں باپ کے سب پچھلے گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں، اب یہ کتنا آسان کام ہے لیکن مائیں اس طرف توجہ نہیں دیتیں، کتنی مائیں ایسی ہیں جنہیں پتہ ہی نہیں ہوتا، بچوں کے سامنے امی اور ابو کا لفظ پہلے نہ کہیں ہمیشہ اللہ کا لفظ کہیں بار بار اللہ کا لفظ کہیں، جب آپ اللہ کا لفظ کہیں گے اور جو بھی اسے اٹھائے تو اس کو تلقین کریں تو بچے کے سامنے فقط اللہ کا نام لے، جب بار بار اللہ اللہ کا لفظ لیں گی تو بچہ بھی اللہ ہی کا لفظ بولے گا۔

لفظ اللہ کا تلفظ بہت آسان:

علماء نے لکھا ہے کہ حرکتیں تین ہیں: ایک فتحہ ،ایک کسرہ، اور ایک ضمہ، اس میں سب

سے آسان چیز جو بولی جاتی ہے اس کو فتحہ کہتے ہیں یہ سب سے زیادہ اسہل (تلفظ میں آسان) حرکت ہے، اس لئے پیش اور زیر کا لفظ لینا وہ بچے کے لئے مشکل ہوتا ہے زبر کا لفظ لینا آسان ہوتا ہے، تو اس سے معلوم ہوا کہ اگر اللہ کا لفظ لیا جائے گا تو یہ بچے کے لئے سب سے آسان لفظ ہے جو بچہ سیکھ سکتا ہے اور اس پر انسان کو اللہ کی طرف سے انعام بھی ملے گا کہ بچے نے اللہ کا نام پکارا ماں باپ کے پچھلے گناہوں کی مغفرت ہوگئی تو بچے کے سامنے کثرت کے ساتھ اللہ کا نام لیتی رہیں اور اگر اس کو سلانا پڑے تو اس وقت لوری بھی اس کو ایسی دیں کہ جو پیار والی ہو، نیکی والی ہو۔

پہلے وقت کی ماؤں کی لوری کے الفاظ:

پہلے وقت کی مائیں اپنے بچوں کو لوری دیتی تھیں:

حسبی ربی جل اللہ
مافی قلبی غیر اللہ
نور محمد صلی اللہ
لا الہ الا اللہ

یہ لا الہ الا اللہ کی ضربیں لگتی تھیں تو بچے کے دل پر اس کے اثرات ہوتے تھے، مائیں خود بھی نیک ہوتی تھیں اس کے دو فائدے ہیں ایک تو ماں کا اپنا وقت ذکر میں گزرا، اور دوسرا بچے کو اللہ کا نام سننے میں ملا، لا الہ الا اللہ کی ضربوں کے اس کے دل پر اثرات ہوں گے۔ اس کے علاوہ کوئی اور لوری کہے تو وہ بھی نیکی کے پیغام والی ہو، نیکی کی باتوں والی ہو

فقیر کی نیک ماں کی لوری اور اس کے اثرات:

ہماری عمر اس وقت پچاس سال ہوگئی لیکن بچپن کے اندر جب ماں لوری دیتی تھی تو جو الفاظ وہ کہا کرتی تھی بہن وہ الفاظ سناتی تھی کہ ان الفاظ سے لوری دیتی تھی اب عجیب بات ہے کہ ماں کی لوری کے وہ الفاظ ایسے نقش ہوگئے ہیں پچاس سال کی عمر میں بھی یوں

محسوس ہوتا ہے کہ لوری کے الفاظ کانوں میں گونج رہے ہیں ۔ ماں کہتی تھی:

اللہ اللہ لوری

دودھ بھری کٹوری

ذلفی دودھ پیئے گا

نیک بن کر جیئے گا

شاید یہ ماں کی وہ دعائیں ہیں اللہ نے نیک لوگوں کے قدموں میں بیٹھنے کی جگہ عطا فرمادی آج پچاس سال نصف صدی گزر گئی مگر وہ '' نیک بن کر جیئے گا '' کے الفاظ آج بھی ذہن کے اندر اپنے اثرات رکھتے ہیں تو اس لئے ماں کو چاہئے کہ اگر لوری بھی دے تو ایسی ہو کہ جس میں نیکی کا پیغام بچے کو پہنچ رہا ہو۔

بچوں کے سامنے بے شرمی والی حرکات سے اجتناب کیجئے :

بچے کا دماغ کیمرے کی طرح ہوتا ہے، وہ ہر چیز کا عکس محفوظ کر لیتا ہے، حکماء نے لکھا ہے کہ چھوٹے بچے کے سامنے بھی کوئی بے شرمی والی حرکت نہیں کرنی چاہئے ، میاں بیوی کوئی ایسا معاملہ نہ کریں (اور یہ نہ سمجھیں) کہ یہ بچہ چھوٹا ہے، اس کو کیا پتہ، اگر چہ وہ چھوٹا ہوتا ہے لیکن اس کے ذہن کے بیک گراؤنڈ کے اندر یہ سب مناظر نقش ہو رہے ہوتے ہیں اس لئے اس کا بڑا خیال رکھیں ۔

بچے کا خالق حقیقی کا تعارف:

بچے کا ایمان مضبوط کرنے کے لئے ماں کو چاہئے کہ کوشش کرتی رہے، بچہ بڑا ہو گیا اور اس کو کوئی ڈرانے کی بات آئی تو کبھی بھی کتے بلے سے نہ ڈرائیں کسی جن بھوت سے مت ڈرائیں، جب بھی کوئی مسئلہ ہو تو بچے کے ذہن میں اللہ (کی بڑائی) کا تصور ڈالیں بیٹا ! اگر تم ایسے کرو گے تو اللہ میاں ناراض ہو جائیں گے، اب جب آپ پیار سے سمجھائیں گی کہ اللہ میاں ناراض ہو جائیں گے بچہ پوچھے گا کہ اللہ میاں کون ہے؟ اب آپ کو اللہ میاں کا تعارف کرانے کا موقع مل جائے گا آپ تعارف کروائیں:

اللہ میاں وہ ہے جس نے آپ کو دودھ عطا کیا۔

اللہ میاں وہ ہے جس نے آپ کو سماعت (سننے کی طاقت) دی۔

اللہ میاں وہ ہے جس نے آپ کو بصارت (دیکھنے کی طاقت) دی۔

اللہ میاں وہ ہے جس نے آپ کو عقل عطا کی۔

اللہ میاں وہ ہے جس نے مجھے پیدا کیا۔

اللہ میاں وہ ہے جس نے آپ کو بھی پیدا کیا۔

ہم اللہ کے بندے ہیں۔

جب اللہ کی ایسی تعریف کریں گی اور اس کے انعامات کا تذکرہ کریں گی تو بچپن سے ہی بچے کے اندر اللہ کی محبت اور جنت میں جانے کا شوق پیدا ہو جائے گا کہ ہم جنت میں کب جائیں گے؟ مجھے اتنی اچھی اس کی بات لگی کہ دیکھو بچے کو جنت کی باتیں سنائیں اور ابھی سے پوچھ رہا ہے کہ ابو ہم جنت میں کب جائیں گے ابھی سے اس کو انتظار اور شوق نصیب ہو گیا، ماں کو بھی چاہئے کہ اسی طرح بچے کے اندر نیکی کے اثرات ڈالے اور اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا ایمان مضبوط کرے، صبر سے کام لے۔

ڈانٹ ڈپٹ سے بچے کی شخصیت پر منفی اثرات:

بچے سے کوئی بھی غلطی ہو جائے ذرا سی غلطی پر ڈانٹ ڈپٹ کرنے بیٹھ جانا اچھی ماؤں کی عادت نہیں ہوتی، بچے کو عزت کے ساتھ ڈیل کریں اور آپ نے بچے کو عزت کے ساتھ ڈیل کیا تو بچے کے اندر اچھی شخصیت پیدا ہوئی، اگر آپ نے بات بات پر ڈانٹنا شروع کر دیا تو بچے کی صفات کھل نہیں سکیں گی اس کی شخصیت کے اندر کبھی قائدانہ صفات پیدا نہیں ہوں گی۔

اس لئے بچے کی تربیت کرنا ماں کا اولین فریضہ ہوتا ہے اگر بچے سے غلطی ہو جائے یا نقصان ہو جائے تو بچے کو پیار سے سمجھائیں، مثال کے طور پر آپ کی بیٹی ہے اس نے پانی پینا ہے اب آپ کسی کام میں لگی ہوئی ہیں اس نے فریج کا دروازہ کھول دیا اور دروازہ کھول کر پانی نکالنے لگی تو کھانا بنا پڑا تھا جو دعوت کے لئے آپ نے پکایا تھا مہمان آنے

تھے، وہ کھانا پلیٹ سے گر کر ضائع ہوگیا اب دیکھتے ہی غصے میں آ کر بیٹی کو کوسنا اور ڈانٹنا یہ اچھی بات نہیں، آپ آئیں اور بیٹی کو پیار سے کہیں، بیٹی کوئی بات نہیں یہ تو مقدر میں ایسے تھا، یہ ایسے ہی اللہ میاں نے لکھا تھا اس نے نیچے گرنا تھا، بیٹی کوئی بات نہیں آئندہ اگر تجھے کسی چیز کی ضرورت ہو تو میں تمہیں اٹھا کر دے دیا کروں گی تم مجھے کہہ دیا کرو، آپ بالکل پریشان نہ ہوں یہ اللہ کی طرف سے ایسے ہونا تھا جب آپ ایسا کہیں گی تو بیٹی آگے سے جواب دے گی امی میں آئندہ سے احتیاط کروں گی، میں گندی بچی نہیں بنوں گی میں آپ کو ہی ایسی باتیں بتا دیا کروں گی۔

تو پھر بیٹی آپ سے پوچھی گی کہ امی جب ابو آئیں گے اور ابو کو پتہ چل گیا تو وہ مجھے ماریں اور ڈانٹیں گے تو نہیں؟ اب آپ بچی کو تسلی دیں کہ نہیں ہرگز نہیں میں تمہارا نام نہیں بتاؤں گی یہی کہوں گی کہ یہ گر کر ضائع ہوگیا، میں تمہارے ابو کو فون کر دیتی ہوں کہ وہ آتے ہوئے کچھ اور کھانے کا بندوبست کر کے لے آئیں تاکہ مہمانوں کے سامنے کچھ سویٹ ڈش بھی رکھی جا سکے تو ایسی بات میں آپ دیکھیں گی کہ بچی آپ کو اپنا نگہبان سمجھے گی، سر کا سایہ سمجھے گی کہ ماں میرے عیبوں کو چھپاتی ہے اور میرا ساتھ دیتی ہے۔

اچھی تربیت کے سنہری اصول:

بچپن میں جب ماں اپنے بچوں کی ہمدرد اور غمگسار بنے گی تو بڑی ہو کر یہی بچی ہوگی جو آپ کے دکھ بانٹے گی اور آپ کی خدمت میں پوری زندگی گزار دے گی اسی طرح بچی کے اندر شخصیت کی عظمت پیدا کریں اور بچی کے دل میں اللہ رب العزت کی محبت پیدا کریں، جب کھانا ضائع ہوگیا تو اللہ کا تصور ڈالئے کہ اللہ کو ایسا منظور تھا اور ساتھ یہ بھی کہیں کہ بیٹی اللہ کے سامنے استغفار کرلو، اللہ نے ایک نعمت ہمیں دی تھی مگر ہم سے ضائع ہوگئی آئندہ وہ ہمیں نعمتوں سے محروم نہ کردے جب آپ بچی کو بہانے بہانے سے اللہ کی نعمتوں کی طرف توجہ دلائیں گی تو بے اختیار اس کے دل میں ایمان مضبوط ہوگا۔ اچھی ماؤں کی تو یہی بات ہوتی ہے، ہر ہر بات میں سے نکتے نکال کر بچوں کا دھیان اللہ کی طرف لے جاتی ہیں، دین کی طرف جاتی ہیں اسی کا نام اچھی تربیت ہے۔

جب بچے آپ کے سامنے آئیں تو بچوں کو چھوٹی چھوٹی قرآنی آیات یاد کروائیں، چھوٹی چھوٹی سورتیں یاد کروائیں، چھوٹے بچے یاد بھی کر لیتے ہیں، انسان حیران ہوتا ہے کہ کتنی چھوٹی عمر میں ایسی چیزوں کا یاد کرنا اور پک اپ (Pickup) کرنا شروع کر دیتے ہیں، مجھے یاد ہے کہ ہماری ایک شاگردہ تھی، مریدہ تھی قرآن پاک کی حافظہ عالمہ اور قاریہ تھی اس کی شادی ہوئی اللہ نے اس کو بیٹا عطا کیا اس نے اپنے بیٹے کی اچھی تربیت کی پھر ایک مرتبہ اس نے اپنے میاں کو بھیجا اور بیٹا ساتھ تھا اور کہا کہ جائیں اور اس بچے کو کہا کہ حضرت صاحب کو تم نے سبق سنانا ہے اور شرط لگائی کہ حضرت صاحب کے سامنے تم نے کھڑے ہو کر سبق سنانا ہے اس کا خاوند بیٹے کو لیکر آیا کہ بچہ اتنا چھوٹا تھا کہ پوری طرح کھڑا بھی نہیں ہو سکتا تھا ہم نے اس کو کھڑا کرنے کی کوشش کی مگر وہ بیچارہ توازن بھی برقرار نہیں رکھ سکتا تھا، گرنے لگتا تھا چنانچہ میں نے کہا کہ یہ بیٹھ کر سنا دے اس نے کہا کہ نہیں اس کی امی نے کہا تھا کہ حضرت صاحب کے سامنے کھڑے ہو کر سنانا ہے عجیب بات تھی یہ کیسے کھڑا ہو؟ چنانچہ ہم نے اس کی ترکیب یہ نکالی کہ اس بچے کو دیوار کے ساتھ لگا کر کھڑا کیا اور دونوں طرف تکیے رکھ دیئے بچے نے دونوں ہاتھ تکئے پر رکھے، سہارے کے ساتھ کھڑا ہوا میرا خیال تھا کہ بچہ بسم اللہ پڑھے گا یا کوئی اور ایسی چیز پڑھے گا جو اس کی ماں نے اسے یاد کروائی ہوگی اتنا چھوٹا بچہ توتلی زبان سے تھوڑے تھوڑے الفاظ بولتا ہے، جب اس نے پڑھنا شروع کیا تو ہم حیران رہ گئے اس نے تبارک الذی سے سبق شروع کیا اس نے پوری سورۂ ملک سنادی، آج تک ہم اس پر حیران ہیں اتنا چھوٹا بچہ سورہ ملک کا حافظ کیسے بن گیا، جب پوچھا گیا تو ماں نے بتایا کہ میرے دل کی تمنا تھی یہ چھوٹا سا تھا بولنا بھی نہیں جانتا تھا اس کے سامنے سورہ ملک پڑھتی تھی روزانہ رات کو سوتے وقت سورہ ملک پڑھنا میرا معمول بن گیا میں اس بچے کو ایسے سناتی تھی جیسے کسی استاد کو سناتے ہیں تھوڑا تھوڑا بچے نے بولنا شروع کیا اس نے الفاظ پک اپ (Pickup) کرنے شروع کر دیئے اتنی چھوٹی عمر میں اللہ نے اس کو سورہ ملک کا حافظ بنادیا

تو یہ ماؤں پر منحصر ہے کہ چھوٹی عمر ہی میں بچے کے سامنے دین کی باتیں کرنے لگ

جائیں، ماں بننا آسان ہے مگر ماں بن کر تربیت کرنا یہ مشکل کام ہے آج کل سب سے بڑی خرابی ہماری یہی ہے کہ بچیاں جوان ہو جاتی ہیں اپنی شادی کے بعد مائیں بن جاتی ہیں مگر دین کا علم نہیں ہوتا اس لئے ان کو سمجھ نہیں ہوتی کہ ہم نے بچوں کی تربیت کیسے کرنی ہے اس لئے ایسی محفلوں میں آنا انتہائی ضروری ہوتا ہے، تا کہ بچیوں کو پتہ چل سکے کہ دینی نقطہ نظر سے ہم نے اپنی اولاد کی تربیت کیسے کرنی ہے بلکہ ایسی تقاریر ہوں کتابیں ہوں ان کو تحفے کے طور پر دوسروں کو بطور ہدیہ پیش کرنے چاہئے تا کہ وہ بھی ان باتوں کو سن کر (اور پڑھ کر) اپنی زندگی میں لاگو کر سکیں، چنانچہ جب بچہ سات سال کا ہو شریعت کا حکم ہے کہ اس کو نماز پڑھانا شروع کر دیں اور جب دس برس کا ہو تو نماز پڑھنے کے اندر سختی کرنے لگ جائیں، یہ ماں باپ کی ذمہ داری ہے کہ وہ بچے کو دین سکھائیں، دین کی تعلیم دیں۔

اولاد کا حق ماں باپ پر:

حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ سیدنا عمرؓ کے سامنے ایک باپ اپنے بیٹے کو لیکر آیا، بیٹا جوانی کی عمر میں تھا مگر وہ باپ کا نافرمان بیٹا تھا اس نے آکر حضرت عمرؓ کے سامنے اپنا مقدمہ پیش کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے مگر میری کوئی بات نہیں مانتا، نافرمان بن گیا ہے، آپ اسے سزا دیں یا سمجھائیں۔

حضرت عمرؓ نے جب باپ کی بات سنی تو بیٹے کو بلا کر پوچھا کہ بیٹے بتاؤ کہ تم اپنے باپ کی نافرمانی کیوں کرتے ہو تو اس نے آگے سے پوچھا کہ امیر المؤمنینؓ کیا والدین کے ہی اولاد پر حقوق ہوتے ہیں یا اولاد کا بھی ماں باپ پر کوئی حق ہوتا ہے، اولاد کے حقوق بھی ماں باپ پر ہوتے ہیں، اس نے کہا کہ میرے باپ نے میرا کوئی حق ادا نہیں کیا سب سے پہلے اس نے جو ماں چنی وہ ایک باندی تھی، جس کے پاس کوئی علم نہیں تھا، نہ اس کے اخلاق ایسے، نہ علم ایسا اس نے اس کو اپنایا اور اس کے ذریعے میری ولادت ہو گئی تو میرے باپ نے میرا نام جُعل رکھا، جُعل کے لفظی معنی گندگی کا کیڑا ہوتا ہے، یہ بھی کوئی رکھنے والا نام تھا جو میرے ماں باپ نے رکھا پھر ماں کے پاس چونکہ دین کا علم نہیں تھا اس نے مجھے کوئی دین کی بات نہیں سکھائی اور میں بڑا ہو کر جوان ہو گیا اب میں نافرمانی نہیں

کروں گا تو اور کیا کروں گا ؟ حضرت عمرؓ نے جب یہ سنا تو فرمایا کہ بیٹے سے زیادہ تو ماں باپ نے اس کے حقوق کو پامال کیا۔ اس لئے اب یہ بیٹے سے کوئی مطالبہ نہیں کر سکتے، آپ نے مقدمے کو خارج کر دیا۔

والدین کی اولین ذمہ داری:

ماں باپ کو چاہئے کہ وہ اولاد کو دین سکھائیں تاکہ بچے بڑے ہو کر ماں باپ کے بھی فرمانبردار بنیں اور اللہ تعالیٰ کے بھی فرمانبردار بنیں، شروع سے بچے کو نیکی سکھانا یہ ماں کی ذمہ داری ہوتی ہے۔

ایک نقطہ بھی ذہن میں رکھ لیں کہ ماں کو چاہئے کہ جب دینی شخصیات کا نام آئے، علماء کا نام، انبیاء کرام کا نام، مشائخ کا نام، انبیاء کا نام، صحابہ کا نام جس ایسی شخصیات کے نام آئیں تو ماں کو چاہئے کہ بڑے ادب کے ساتھ بچے کے سامنے نام لے، جب ماں دینی شخصیتوں کا نام بڑے ادب کے ساتھ بچے کے سامنے لے گی تو اس سے بچے کو یہ پیغام (Message) ملے گا کہ بیٹا تم بھی ایسا بننا، تمہیں بھی عزت ملے گی چنانچہ جب آپ اس طرح سے ان کے سامنے اچھا نام لیں گی تو بچہ عالم حافظ قاری بننے کی کوشش کرے گا نیک بننے کی کوشش کرے گا نیک بندوں کے احوال اور واقعات اس کو سنائیں اور بچوں کو ان کا تعارف کروائیں جب آپ تعارف کروائیں گی تو بچے کے پاس علم کا ذخیرہ آجائے گا کہ میں نے بھی ایسے بننا ہے عام طور پر مائیں اپنے بچوں کو اس قسم کے واقعات نہیں سناتیں، بلکہ کبھی سناتی بھی ہیں تو کسی نے مرغے کی کہانی سنائی، کسی نے بلی کی کہانی سنائی اور کسی نے چڑیا کی کہانی سنائی، بڑی خوش ہوتی ہیں کہ میرا بچہ مرغے کی کہانی سن کر سو جاتا ہے، ان کو جنت کی باتیں سنائیں تو اس سے بچے کے اندر نیکی کا شوق آتا ہے

بچوں کو سلام کرنے کی عادت ڈالیں:

چھوٹے بچوں کو سلام کرنے کی عادت ڈالیں، بچے کو بتائیں کہ بیٹے دوسروں کو دیکھو تو سلام کیا کرو، دونوں ہاتھوں سے سلام کرنے کی عادت ڈالو، سلام کے الفاظ بچوں کو

سکھائیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: افشوا السلام بینکم
تم سلام کو عام کرو، ایک دوسرے کے درمیان رواج دو

تو ہمیں چاہئے کہ زیادہ سے زیادہ بچے کو سلام کہنے کی عادت ڈالیں اس سے بچے کے دل سے جھجک دور ہو جاتی ہے اور وہ ڈپریشن میں نہیں جاتا، دوسروں کو دیکھ کر خوفزدہ نہیں ہوتا کیونکہ اس کو سلام کرنے کی عادت ہوتی ہے۔

تو ماں کو چاہئے کہ بچے کو سلام کہنے کا طریقہ سکھائے تاکہ بچے کے دل سے مخلوق کا ڈر دور ہو جائے اور بچے کے اندر جرأت آ جائے، بزدلی سے وہ بچ جائے۔

بچے کو شکریہ ادا کرنے کی عادت ڈالیں:

اسی طرح بچے کو شکریہ کی عادت بچپن سے سکھائیں، چھوٹی عمر کا ہے ذرا سمجھ بوجھ رکھنے والا ہو تو اس کو سمجھائیں کہ جب تم سے کوئی نیکی کرے، بھلائی کرے، تمہارے کام میں تمہارا تعاون کرے تو بیٹا اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں، چنانچہ اس کو شکریہ کی عادت بچپن سے ڈالیں جب وہ انسانوں کا شکریہ ادا کرے گا تو پھر اس کو اللہ کا شکر ادا کرنے کا بھی سبق ملے گا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ
جو انسانوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا بھی شکریہ ادا نہیں کرتا

تو یہ شکریہ کی عادت ہمیں ڈالنی چاہئے، عجیب بات ہے ہمیں اتنا زیادہ اس کا حکم دیا گیا مگر آج شاید ہی کوئی ماں ہو جو اپنے بیٹے کو شکریہ کے الفاظ سکھائے، وہ الفاظ یہ ہیں:

جزاکم اللہ یا جزاک اللہ خیرا

یہ الفاظ اپنے بچوں کو سکھائیں تاکہ بچے کو صحیح سنت کے مطابق شکریہ ادا کرنے کے الفاظ آتے ہوں، یہ عمل ہمارا تھا لیکن آج غیر مسلموں نے اس کو اپنا لیا۔

بچے کو شکریہ سکھانے کا عجیب واقعہ:

یہ عاجز ایک مرتبہ شاید ۱۹۹۷ء کی بات ہے، پیرس سے نیو یارک کی طرف جا رہا تھا، جہاز کے اندر جب ایک سیٹ پر بیٹھا تو میری ساتھ والی سیٹ پر ایک فرانسیسی لڑکی آ کر بیٹھ

گئی، اس کے پاس اس کی تین سالہ بیٹی تھی، اب تین ہی سیٹیں ہوتی ہیں ایک سیٹ پر ماں تھی، ایک سیٹ پر اس کی بیٹی تھی اور ایک سیٹ پر یہ عاجز بیٹھا تھا۔

عاجز کی یہ عادت ہے کہ سفر کے دوران کوئی نہ کوئی کتاب ساتھ ہوتی ہے، جس کو پڑھتے رہنے کی وجہ سے ادھر ادھر نگاہیں ہرگز نہیں اٹھتیں اور وقت بھی اچھی طرح کٹ جاتا ہے اس لئے عاجز نے کتاب پڑھنا شروع کی، تھوڑی دیر کے بعد ائر ہوسٹس نے کہا کہ کھانا (Serve) کرنا ہے عاجز نے تو معذرت کر لی کہ پیرس کا کھانا معلوم نہیں کیسا ہوگا اس لئے سفر کے دوران یہ تو اپنا پکا ہوا کھانا ساتھ رکھتا ہے اگر نہ ہو تو برداشت کر لیتا ہے منزل پر پہنچ کر کھاتا ہے۔

بہر حال عاجز نے معذرت کر لی مگر اس لڑکی نے تو کھانا لے لیا اور اپنی بچی کو کھلانے لگی اور خود بھی کھانے لگی، کیونکہ وہ ساتھ والی کرسی پر تو تھی، انسان نہ بھی متوجہ ہو لیکن اسے اندازہ ہو ہی جاتا ہے کہ کیا ہو رہا ہے چنانچہ میں کتاب پڑھ رہا تھا مگر اس کی حرکات سے مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ یہ کیا کر رہی ہے؟ اس نے اپنی بچی کے منہ میں چاولوں کا ایک لقمہ ڈالا، تو جب لقمہ بچی نے کھالیا تو وہ کہنے لگی Say Thank you (یعنی کہو آپ کا شکریہ) چنانچہ اس بچی نے کہا Thank you، پھر دوسرا لقمہ ڈالا پھر Thank you کہلوایا، ہر لقمہ ڈالنے کے بعد وہ ماں اپنی بچی سے Thank you کا لفظ کہلواتی، میرے اندازے کے مطابق اس فرانسیسی لڑکی نے اس کھانے کے دوران ۳۶ مرتبہ Thank you کہلوایا اس طرح شکریہ کی عادت واقعی بچی کی گھٹی میں پڑ جائے گی۔ اور یہ ساری عمر شکریہ ادا کرنے والی بن جائے گی۔

مسلمان مائیں اپنا طریقہ بھول گئیں:

یہ عمل اور طریقہ تو مسلمانوں کا تھا مسلمانوں بیٹیوں نے بھلا دیا اور کافروں کی بیٹیوں نے اسے اپنا لیا اس لئے ہمیں چاہئے کہ ہم بچپن سے ہی بچے کو یہ عادات سکھائیں، سلام کرنے کی عادت ڈالیں، شکریہ ادا کرنے کی عادت ڈالیں، جب ماں نے بچی کو شکریہ کی عادت نہیں ڈالی ہوتی بڑی ہو کر یہ بچی نہ باپ کا شکریہ ادا کرتی ہے، نہ بہن کا شکریہ ادا

کرتی ہے، نہ والدین کا شکریہ ادا کرتی ہے، اور کئی تو ایسے منحوس ہوتے ہیں کہ خدا کا شکریہ بھی ادا نہیں کرتے، ناشکرے بن جاتے ہیں، یہ غلطی کس کی تھی؟ ماں نے ابتداء سے یہ عادت ڈالی ہی نہیں تھی اس لئے جب بھی بچے کو کوئی چیز دیں بچے کو کوئی چیز کھلائیں اس کو کپڑے پہنائیں، کپڑے بدلوائیں کوئی بھی بچے کا کام کریں تو بچے کو کہیں کہ بیٹا مجھے جزاک اللہ کہو تو پھر بچہ آپ کو جزاک اللہ کہے گا تو پتہ ہوگا کہ میں نے شکریہ ادا کرنا ہے، یہ ایک اچھی عادت بچے کے اندر پختہ ہو جائے گی۔

دوسرے آدمی کے دل کومت ستاؤ:

ایک اور بات بچے کو یہ سکھائیں کہ بیٹے سب نیکیوں میں سے بڑی نیکی یہ ہے کہ تم نے کسی کو دکھ نہیں دینا، کسی کو تکلیف نہیں دینی، بچے چھوٹے ہوتے ہیں ایک دوسرے سے جلدی جھگڑ پڑتے ہیں جلدی لڑ پڑتے ہیں لیکن جب آپ بچے کو سکھائیں گی کہ بچے تم نے کسی کو تکلیف نہیں دینی کسی کا دل نہیں دکھانا تو ایسا کرنے سے بچے کے دل میں اس بات کی اہمیت آئے گی کہ دوسروں کا دل دکھانا اللہ تعالیٰ کو بہت ناپسند ہے، یاد رکھنا کہ روحانیت کی بیماریوں میں سے سب سے بڑی بیماری دل آزاری ہے، بعض اوقات ایسی باتیں کر دیتی ہیں کہ دوسرا تنہائیوں میں جا جا کر روتا ہے دوسرے کے دل کو دکھانا آج سب سے آسان کام بن گیا ہے حالانکہ اللہ کے ہاں سب سے زیادہ بڑا گناہ یہی ہے کہ کسی بندے کے دل کو دکھا دیا جائے، کہنے والے نے (پنجابی زبان میں) کہا:

مسجد ڈھادے، مندر ڈھادے، ڈھادے جو کجھ ڈھیندا
پر کسے دا دل نہ ڈھاویں، رب دلاں وچ رہندا

یعنی تو مسجد گرادے، مندر گرادے جو تیرے دل میں آتا ہے اسے گرادے لیکن کسی کا دل نہ گرانا اس لئے کہ دل میں تو اللہ تعالیٰ بستے ہیں جب آپ بچے کو یوں سمجھائیں گی کہ دل اللہ کا گھر ہے کسی کا دل نہ توڑنا تو بچے کو احساس ہوگا کہ میں نے اچھے اخلاق اپنانے ہیں دوسرے کے دل کو کبھی صدمہ نہیں دینا۔

غلطی کرنے پر بچے کو معافی مانگنے کا احساس دلائیں:

اگر بچہ کبھی لڑ پڑے تو آپ دیکھیں کہ کس کی غلطی ہے اس کو پیار سے سمجھائیں کہ بیٹا ابھی غلطی کی معافی مانگ لو تو قیامت کے دن اللہ رب العزت کے سامنے تمہاری یہ غلطی پیش ہی نہیں ہوگی بچے کو معافی مانگنے کی فضیلت سنائیں معافی مانگنے کا طریقہ بتائیں اس کے ذہن سے (معافی مانگنے کے) شرم کو ختم کریں، تاکہ وہ بے جھجک ہو کر معافی مانگنے کا عادی بن جائے، غلطیاں چھوٹوں سے بھی ہوتی ہیں، بڑوں سے بھی ہوتی ہیں، بچے کو سمجھائیں کہ بیٹے جب بھی کوئی ایسی غلطی ہو جائے، یا بندہ ایسا کام کر بیٹھے جو نہیں کرنا تھا تو ایسے وقت میں معافی مانگ لینی چاہئے تو بندوں سے بھی معافی مانگے، اپنے بہن بھائیوں سے اگر بدتمیزی کرے یا ان کو کوئی دکھ تکلیف دے یا جھگڑا کرے تو وہ ان سے بھی معافی مانگے پھر اس سے کہیں کہ اللہ تعالی سے بھی معافی مانگ لو تاکہ اللہ تعالی بھی آپ سے کہیں ناراض نہ ہوں ہر وقت اللہ تعالی کی ناراضگی کی بات اس کے دل میں ڈالنا کہ نیک کام کرنے سے اللہ تعالی خوش ہوتے ہیں فلاں کام کرنے سے ناراض ہوتے ہیں حتی کہ بچے کے دل میں یہ بات اتر جائے کہ اللہ کی ناراضگی سب سے بری چیز ہوتی ہے یہ بچے کی تربیت کے لئے سب سے ضروری ہے۔

بچوں کو اچھی طرح اچھلنے، کودنے اور کھیلنے کا موقع دیں:

اب اس کا یہ مطلب نہیں کہ بچے کو شروع سے ہی قیدی بنا کر نہ رکھ دیں کہ اس کو کھیلنے کودنے کا موقع ہی نہ دیں، بچے کی یہی عمر کھیلنے کودنے کی ہوتی ہے، بچے کو جائز طریقے سے اچھی طرح اچھلنے کودنے کھیلنے کا موقع دیں، بھاگنے دوڑنے کا موقع دیں یہ بچے کی جسمانی نشونما کے لئے ضروری ہوتا ہے۔

بچوں سے بڑوں جیسی توقع مت رکھئے:

بچہ بچہ ہی ہوتا ہے جب تک وہ کھیلے کودے گا نہیں اس کی جسمانی نشو ونما کیسے ہوگی؟ اور بچے سے وہی کچھ توقع رکھیں جو بچوں سے رکھ سکتے ہیں، بڑوں جیسی توقع آپ مت

رکھئے ، بچے کچے ہوتے ہیں اس لئے باتیں بھی جلدی بھول جاتے ہیں اس لئے ان کی چھوٹی چھوٹی اور معصوم باتوں سے کبھی کبھی درگزر بھی کر دیا کریں۔ انجان بن جایا کریں جیسا کہ آپ نے دیکھا ہی نہیں تو اس طرح بچے کی تربیت اچھی ہو جاتی ہے۔

امام شافعی کا سبق آموز واقعہ:

امام شافعیؒ کے بارے میں آتا ہے کہ تیرہ سال کی عمر میں انہوں نے دینی علوم حاصل کر لئے تھے اور ایک جگہ انہوں نے درس قرآن بھی دینا شروع کر دیا تھا عجیب بات ہے کہ تیرہ سال کی عمر میں انہوں نے درس قرآن دینا شروع کر دیا تھا ہمارے مشائخ نے اسی طرح چھوٹی عمر میں بڑے بڑے کمالات حاصل کر لئے ، خواجہ معصومؒ نے اپنے والد مجدد الف ثانیؒ سے بارہ سال کی عمر میں خلافت پالی تھی ، تو پہلے وقتوں کے حضرات کو بچپن سے نیکی ملتی تھی ، ماں کی گود سے ان کو اثرات ملتے تھے تو بارہ پندرہ سال کی عمر تک پہنچتے پہنچتے وہ بڑے علوم حاصل کر لیا کرتے تھے اور بڑے بڑے معارف حاصل کر لیا کرتے تھے۔

امام شافعیؒ نے بچپن کی عمر میں درس قرآن دینا شروع کر دیا ان کے درس قرآن میں کئی بڑے بڑے بوڑھے سفید ریش آ کر بیٹھتے تھے اور ان کے علمی معارف پر مبنی درس کو سنا کرتے ، چنانچہ ایک مرتبہ امام شافعیؒ تفسیر اور درس قرآن دے رہے تھے اچانک دو چڑیا لڑتے لڑے ان کے قریب آ کر گریں جیسے ہی یہ آ کر گریں امام شافعیؒ نے اپنے سر سے عمامہ اتارا اور دونوں چڑیوں کے اوپر رکھ دیا جب انہوں نے درس کے دوران یہ کام کیا تو جو بڑے بوڑھے قسم کے لوگ تھے ، سنجیدہ عمر کے لوگ تھے انہوں نے اس کو برا محسوس کیا کہ درس قرآن کے دوران آپ نے یہ بچوں والی حرکت کر دی۔

امام شافعیؒ بھی آخر عالم بن گئے تھے اور ان کو اللہ نے سمجھ عطا فرما دی تھی یہ بھی سمجھ گئے چنانچہ انہوں نے عمامہ اٹھا کر پھر اپنے سر پر رکھ لیا اور حدیث سنائی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الصبی صبی ولو کان ابن نبی

کہ بچہ بچہ ہی ہوتا ہے اگر چہ وہ کسی نبی کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔

تو اس حدیث کو سنانے سے جن لوگوں کے دلوں میں کوئی بات وارد ہوئی تھی وہ بات صاف ہوگئی تو بچہ بہر حال بچہ ہی ہوتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بچوں سے پیار و محبت :

نبی صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کے ساتھ بڑی محبت و پیار سے پیش آتے تھے حضرت انسؓ ایک صحابی ہیں بچپن سے ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتے جاتے تھے خود فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کوئی کام کہا کہ جا کر کر دو، میں گھر سے باہر نکلا اور میں نے راستے میں بچوں کو کھیلتے دیکھا تو مجھے کھیل اچھا لگا، میں کھیل دیکھنے میں مصروف ہو گیا، بہت دیر ہوگئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرا انتظار فرماتے رہے حتی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی گھر سے باہر تشریف لے آئے، مجھے کھڑے دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے، پیار سے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہا انس میں نے تجھے جو کام کہا تھا وہ کر آؤ میں نے کہا کہ میں ابھی کر کے آتا ہوں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈانٹا نہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مارا نہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹوکا نہیں، بس اتنی بات دوبارہ یاد کروادی کہ انس میں نے تجھے کام کہا تھا وہ جا کر کر آؤ، کہنے لگے میں بھاگ کر گیا اور میں نے وہ کام کر دیا۔

تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کا یہ معاملہ ہے کہ بچے کے ساتھ پیار اور محبت کے ساتھ پیش آئے خود فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میری والدہ نے ایک انگور کا گچھا دیا کہ جا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر آؤ، فرمانے لگے کہ میں انگور کا گچھا لیکر چل پڑا چھوٹی عمر تھی راستے میں دل میں خیال آیا کہ پتہ نہیں انگور کتنے میٹھے ہیں، میں نے ان میں سے ایک انگور لیا، جب کھایا تو اچھا لگا، پھر دوسرا کھالیا، پھر تیسرا کھالیا، چلتا بھی جا رہا تھا ہر ہر قدم پر انگور بھی کھاتا جا رہا تھا، کہنے لگے کہ پتہ تب چلا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے قریب پہنچا تو انگور کا پورا گچھا ختم ہو چکا تھا۔

میں سوچنے لگا کہ اب میں کیسے آگے جاؤں اور اس بات کو گول کر گیا، کافی دنوں کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے میری والدہ نے باتوں کے درمیان پوچھا اے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم میں نے آپ کی خدمت میں تحفہ بھیجا تھا وہ انگور

آپ کو پسند آگئے تھے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے انگور نہیں ملے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ گئے کہ وہ میرے (یعنی انس) پیٹ میں پہنچ گئے چنانچہ اس کے بعد جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ملتے تھے تو پیار سے میرا کان پکڑ کر کہتے تھے انس میرے انگور کا گچھا کہاں ہے؟ آپ بھی مسکراتے اور میں بھی مسکراتا اور پھر اس بات کو چھوڑ دیتے تھے۔ تو دیکھو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے پیار سے اس بچے کی تربیت فرمائی، پیار اور شفقت کا معاملہ فرمایا۔ خود فرماتے ہیں کہ میرے بھائی نے طوطا پالا ہوا تھا، پرندہ پالا ہوا تھا اور ایک مرتبہ اس کا پرندہ مر گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بعد جب بھی ہمارے گھر آئے میرے بھائی کو چونکہ صدمہ پہنچا تھا کیونکہ وہ اس سے کھیلتا تھا اس پرندے کے مرنے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے بھائی کو یوں بلاتے:

یا أبا عمیر ما فعل النغیر

اے ابوعمیر تیرے پرندے نے تیرے ساتھ کیا کیا، تجھے چھوڑ کر چلا گیا یعنی چھوٹے بچے کے ساتھ ایسی بات کرتے جو چھوٹے بچے کے دل کے مطابق ہو ذہنی سطح کے مطابق ہو چنانچہ یہ بچے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ محبت کرنے والے بن جاتے۔

بچوں کی تربیت محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر:

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کئی سال خدمت کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کبھی مجھے مارا اور نہ کبھی ٹوکا، نہ کبھی مجھے روکا، میں نے کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نہ کا لفظ نہیں سنا، اتنے مثبت طریقے سے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میری تربیت فرماتے تھے، یہ تربیت آج ہمارے لئے روشنی کا مینار ہے۔ ماؤں کو چاہئے کہ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے بچوں کی پیار اور محبت کے ساتھ تربیت کریں۔ لیکن پیار اور محبت کا یہ مطلب نہیں کہ بے جا لاڈ پیار کے ذریعے بچے کو بگاڑ ڈالیں، یاد رکھنا کہ بچہ غلطی کرے تو غلطی کی نشاندہی ضرور کرنی چاہئے، غلطی کو دیکھ کر چپ ہو جائیں گی تو بچہ غلطی کے اوپر پکا ہو جائے گا، تو غلطیوں پر خاموش رہنا بڑی غلطی ہوا کرتی ہے پیار سے سمجھائیں، ان سے الجھیں نہیں، ناراض نہ ہوں، کوسیں نہیں،

بلکہ پیار سے اسے سمجھائیں کہ بیٹا ایسے نہیں، ایسے کرنا چاہئے۔

مائیں روک ٹوک کی بجائے سمجھائیں:

جب آپ سمجھائیں گی، عام طور پر دیکھا کہ مائیں تو صرف روک ٹوک کرتی ہیں سمجھاتی نہیں، بچوں کو بات بیٹھ کر سمجھانی پڑتی ہے، دلیلیں دینی پڑتی ہیں، بچہ بات کو سنتا ہے، تب جا کر وہ بات اس کے ذہن میں آتی ہے، اکثر تو یہی دیکھا گیا بچے اگر کوئی غلطی کرلیں، بدتمیزی کرلیں مائیں غصے میں آ کر دو تھپڑ لگا دیتی ہیں اور پھر خود بیٹھ کر رونے لگ جاتی ہیں، یہ دو تھپڑ لگا کر خود بیٹھ کر رونیکا کیا فائدہ؟ اس سے تو بہتر تھا بچے کو پیار سے بیٹھ کر سمجھاتی، ثابت کرتی کہ بیٹے جو کام آپ نے کیا یہ برا کام ہے، جب بچے کے ذہن میں یہ بات اتر جاتی آئندہ اس غلطی سے باز آ جاتا۔

یاد رکھیں کہ اگر بچے کو کسی برے کام کے اوپر آپ سزا دینا چاہتی ہیں تو سزا ایسی ہو بچہ اس کو بوجھ سمجھے مگر ہلکا بوجھ سمجھے جو بچے کے لئے نفرت کا باعث نہ بنے بلکہ بچے کو سمجھانا ہوتا ہے، اور جب ماں برے کام سے بچے کو روک ٹوک کرتی ہے تو پھر بچے کا حق بنتا ہے جب وہ کوئی اچھا کام کرتا ہے تو ماں پھر اسے شاباش بھی دے، عام طور پر دیکھا مائیں بچوں کو شاباش نہیں دیتیں ان کی تعریف نہیں کرتیں بچے تعریف سے خوش ہوتے ہیں بچے اپنے اچھے کام کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں جس کام کو آپ سمجھیں کہ یہ اچھا ہے تو بچے کی خوب تعریف کریں اس کو (Encourage) کریں جب بچے کو آپ (Encourage) کریں گی تو بچہ اس کام کو بار بار کرنے کی کوشش کرے گا مثلاً مہمان آئے بچے نے جا کر سلام کیا پھر آ کر بچے نے ماں کو بتایا امی میں سلام کر کے آیا ہوں تو سارا دن بچے کو بار بار کہتی رہیں کہ بیٹے تو نے بہت اچھا کام کیا میرا دل خوش ہوا ایک تو بچے کی عادت پکی ہو جائے گی وہ یہ محسوس کرے گا میں اچھے کام بھی کرتا ہوں یہ نہ محسوس کرے کہ ماں تو اس شخصیت کا نام ہے جو ہر وقت بندے کو روک ٹوک کرنے والی ہوتی ہے اور اگر روک ٹوک بھی کریں تو بچے کو (Encourage) بھی کریں، شاباش بھی دیں تعریفیں بھی کریں ہر اچھا کام کرنے سے بچے کو انعام دیں کہ انعام سے بچے اور زیادہ جلدی راغب (مائل)

ہوتے ہیں۔

یہ تو اب جانوروں میں بھی دیکھا گیا ہے دیکھئے مچھلیاں جو ہیں وہ کرتب کرتی ہیں چھلانگیں لگاتی ہیں مختلف قسم کے کھیل کرتی ہیں تو ان کو بھی اس کے ٹرین (تربیت) کرنے والے منہ کے اندر مچھلیاں ڈالتے ہیں تو اگر ایک جانور کو انعام ملتا ہے تو جانور بھی تربیت پا جاتا ہے، اگر انسان کے بچے کو انعام ملے گا تو پھر وہ کیوں نہیں تربیت پائے گا اب ان ساری باتوں کا خیال ماں کو اس لئے رکھنا ہوتا ہے کہ ماں ہر وقت گھر میں ہوتی ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ ماں کے ذمہ سب کچھ پڑ گیا، باپ صاحب فارغ ہو گئے۔

بچوں کی تربیت اور والدین کی ذمہ داریاں:

جب باپ گھر میں آئے اسے چاہئے کہ اب اپنی بیوی کو ذرا فارغ کردے بچے کو خود لیکر بیٹھے پیار کی باتیں کرے بچے کی تربیت کی باتیں کرے جب بچہ ماں سے بھی تربیت کی باتیں سنے گا باپ سے بھی تربیت کی باتیں سنے گا تو پھر بچے کے اندر دینداری پکی ہو جائے گی مگر اب تو حالت یہ ہے کہ جب ماں ہوتی ہے تو بچے کو ڈانٹ رہی ہوتی ہے اور جب باپ آتا ہے وہ اس کی ماں کو ڈانٹ رہا ہوتا ہے تو بچہ یہی سمجھ رہا ہوتا ہے کہ دنیا میں دانٹ کے سوا کچھ اور نہیں ہوتا، تو بچے سے علیحدہ جا کر اپنی حسرت وہاں مٹا لیں، بچے کے سامنے کریں گے تو نہ اس کے دل میں ماں کی عظمت رہے گی اور نہ باپ کی عظمت رہے گی اس چیز کا بڑا خیال رکھنا چاہئے۔

بچے ضدی کیوں ہوتے ہیں:

اور یہ بات بھی ذہن میں رکھیں کہ جب بچے کو اہمیت نہیں ملتی تو پھر بچہ رو رو کر ضد کر کے اپنی اہمیت جتلاتا ہے تو یہ بچے کے اندر فطری تقاضا ہوتا ہے، وہ اہمیت چاہتا ہے اگر آپ بچے کو (Ignore) کرنا شروع کر دیں تو بچہ یا تو روئے گا یا ضد کرے گا آپ کا کام نہیں کرے گا، اور حقیقت میں وہ آپ سے (Importance) مانگ رہا ہوتا ہے، مائیں اس بات کو سمجھنے کی کوشش کریں اگر بچے کو ویسے ہی آپ (Importance) دے دیں گی تو پھر بچہ ضد نہیں کرے گا بلکہ کام جلدی کر دیا کرے گا، بچے کے کام میں جب رکاوٹ پیدا ہو یا نظر انداز

کرے تو پھر بچے کو غصہ آتا ہے ہر ماں کو چاہئے کہ وہ بچے کی نفسیات کا مطالعہ کرے، یاد رکھنا ہر بچہ علیحدہ دماغ لیکر پیدا ہوتا ہے ضروری نہیں ہوتا کہ ایک ماں باپ کے سب بچے ایک ہی شخصیت کے مالک ہوں، کچھ بچوں کے اندر بزدلی ہوتی ہے، کچھ کے اندر شرمیلا پن ہوتا ہے، کچھ کے اندر بہادری ہوتی ہے، کچھ کے اندر ضدی پن ہوتا ہے، مختلف بچوں کی طبیعتیں مختلف ہوتی ہیں۔

بچوں کی نفسیات سمجھنے کے تین طریقے:

ماں کو چاہئے کہ وہ بچے کی نفسیات کا مطالعہ کرے، مطالعہ کرنے کے تین طریقے ہیں:

۱)...... پہلا طریقہ: (Observation) رکھے کہ میں بچے کو جب یوں کہتی ہوں وہ کیسے (Respond) کرتا ہے، کس وقت میں کونسی بات مان لیتا ہے کس وقت میں کونسی بات نہیں مانتا، تو جب (Observation) رکھے گی اس کو پتہ چلے گا کہ میں نے کس بچے کو کیسے (Handle) کرنا ہے۔

۲)...... دوسرا طریقہ: اگر کوئی بچہ بری بات کر جائے تو پھر جب پیار کا وقت ہو تو ہی بچہ جس نے ضد کی جس نے بات نہ مانی اور پھر ماں سے تھپڑ بھی کھا لئے تھوڑی دیر کے بعد کھانا کھاتے وقت امی سے پیار کی باتیں بیٹھا کر رہا ہوگا جب آپ دیکھیں کہ امی سے پیار کی چھوٹی چھوٹی باتیں کر رہا ہے اس وقت آپ اس سے سوالات پوچھیں بیٹے آپ نے ایسا کیوں کیا تھا؟ آپ کے ذہن میں کیا سوچ تھی؟ تو یہ ماں ان سے سوالات پوچھے گی ان سوالات کے پوچھنے سے بچے کی ذہنی کیفیت سامنے آجائے گی یہ دوسرا طریقہ ہے بچے کی نفسیات کا مطالعہ کرنے کا۔

۳)...... تیسرا طریقہ: یہ کہ بچے کے ساتھ برتاؤ اس کے مطابق کریں، بچے سے مشورہ کر لیا کریں کہ بیٹے ایک بات بتاؤ کہ جب میں تمہیں ایسا کہتی ہوں اور آپ میری بات مان لیتے ہو دیکھو مجھے کتنی خوشی ہوتی ہے، کئی دفعہ میں کہتی ہوں تم نہیں مانتے وجہ کیا ہوتی ہے تو بچے سے مشورہ پوچھا کریں، بچہ بتائے گا کہ یہ وجہ تھی جو میں نے نہ مانی تو تین چیزوں سے بچے کی شخصیت کا پتہ چل جاتا ہے۔ مشاہدے کے ذریعے سے سوالات کے

ذریعے مشورے سے، ماں کو چاہئے کہ بچے کی شخصیت کی باتیں خود محسوس کرے، اپنے میاں کو بتادے، پھر میاں بیوی مشورہ کرلیں کہ اس بچے کو کیسے ہم نے بنانا ہے اور کیسے تربیت کرنی ہے ہمارے مشائخ تو بچوں کی خوب تربیت کیا کرتے تھے، یاد رکھنا ہر عظیم انسان کے پیچھے عظیم ماں باپ ہوا کرتے ہیں جس کی وجہ سے بچے بڑے بنتے ہیں۔

بچے کو کبھی بد دعا نہ دیں:

آج بچیوں کو تربیت کا پتہ نہیں ہوتا کئی تو ایسی ہوتی ہیں بے چاری کے چھوٹے سے بچے سے اگر کوئی غلطی ہوئی یا بچے نے رونا شروع کر دیا تو غصے میں آکر اب اس کو پتہ ہی نہیں چلتا کہ کیا کہہ رہی ہیں کبھی اپنے آپ کو کوسنا شروع کر دیتی ہیں، میں مر جاتی تو اچھا تھا، کبھی بچے کو بد دعائیں دینا شروع کر دیتی ہیں، یاد رکھنا کہ بچے کو کبھی بد دعائیں نہ دینا ،کوئی زندگی میں ایسا وقت نہ آئے کہ غصے میں آکے بد دعائیں دینے لگ جانا، ایسا کبھی نہ کرنا، اللہ کے ہاں ماں کا جو مقام ہوتا ہے ماں کے دل اور زبان سے جو دعا نکلتی ہے وہ سیدھی اوپر جاتی ہے عرش کے دروازے کھل جاتے ہیں تو دعا اللہ کے ہاں پیش کر دی جاتی ہے اور قبول کر دی جاتی ہے مگر شیطان بڑا مردود ہے وہ ماں کے ذہن میں یہ ڈالتا ہے کہ میں گالی تو دیتی ہوں مگر میرے دل میں نہیں ہوتی یہ شیطان کا بڑا پھندا ہے حقیقت میں تو بد دعا کے الفاظ کہلواتا ہے اور ماں کو تسلی دیتا ہے کہ تو نے کہا تو تھا کہ مر جاؤ مگر تمہارے دل میں نہیں تھا کبھی بھی شیطان کے دھوکے میں نہ آنا، بچے کو بد دعا نہ کرنا، کئی مائیں بچوں کو بد دعائیں دیکر ان کی عاقبت خراب کر دیتی ہیں اپنی زندگی برباد کر دیتی ہیں۔

ماں کی بد دعا کا اثر:

ایک عورت کو اللہ تعالیٰ نے بیٹا دیا مگر وہ غصے میں قابو نہیں پا سکتی تھی چھوٹی چھوٹی باتوں پر بچے کو کوسنے لگ جاتی ایک دفعہ بچے نے کوئی بات ایسی کر دی، غصہ آیا اور کہنے لگی کہ تو مر جاتا تو اچھا ہوتا اب ماں نے جو الفاظ کہہ دیئے اللہ نے اس کی بد دعا کو قبول کر لیا مگر بچے کو اس وقت موت نہیں دی بلکہ اس بچے کو اللہ تعالیٰ نے نیک بنایا، اچھا بنایا۔ لائق بنایا،

وہ بچہ بڑا ہوا، عین بھرپور جوانی کا وقت تھا یہ نیک بن گیا، لوگوں میں عزت ہوئی، لوگ نام لیتے کہ بیٹا ہو تو فلاں جیسا ہو، پھر اللہ نے اس کو بخت دیئے، کاروبار بھی اچھا ہو گیا، لوگوں میں اس کی عزت تھی، تذکرے اور چرچے تھے، اب ماں نے اس کی شادی کا پروگرام بنایا، خوبصورت لڑکی کو ڈھونڈا، شادی کی تیاریاں کیں، جب شادی میں صرف چند دن باقی تھے اس وقت اللہ تعالی نے اس بیٹے کو موت عطا کر دی۔ اب ماں رونے بیٹھ گئی، میرا تو جوان بیٹا رخصت ہو گیا، رو رو کر حال خراب ہو گیا، کسی اللہ والے کو اللہ نے خواب میں بتایا کہ ہم نے اس کی بددعا کو ہی قبول کیا تھا جس نے بچپن میں کہا تھا کہ تو مر جاتا تو اچھا ہوتا ہم نے نعمت اس وقت واپس نہیں لی، ہم نے اس نعمت کو بھرپور بننے دیا جب عین شباب کے عالم میں جوانی کے عالم میں یہ پہنچا، نعمت پک کر تیار ہو گئی ہم نے اس وقت پھل توڑا تاکہ ماں کو سمجھ لگ جائے کہ اس نے کس نعمت کی ناقدری کی، اب سوچئے اپنی بددعائیں اپنے سامنے آتی ہیں، یہ قصور کس کا ہوا، اولاد کا ہوا یا ماں باپ کا؟ اس لئے بچیوں کو دینی تعلیم دینا اور ان کو سمجھانا کہ بچوں کی تربیت کیسے کی جاتی ہے انتہائی ضروری ہے بچوں کی تربیت کے لئے یہ تو چھوٹی عمر کے چھوٹے بچون کی باتیں تھیں اب ذرا بڑے بچوں کی تربیت کے لئے کن کن باتوں کا خیال رکھنا چاہئے۔

نعمت کی ناقدری:

بچہ غلطی کرے، آپ کو تکلیف پہنچائے، جتنا مرضی ستائے کسی حال میں بھی بچے کو بددعا نہ دیں، شیطان دھوکہ دیتا ہے ماں کے دل میں یہ بات ڈالتا ہے کہ میں دل سے بددعا نہیں دے رہی بس اوپر اوپر سے کہہ رہی ہوں اور اس دھوکہ میں کئی مرتبہ مائیں آجاتیں ہیں اور زبان سے برے الفاظ کہہ جاتی ہیں یاد رکھنا یہ اولاد اللہ کی نعمت ہے اس کو بددعائیں دینا نعمت کی ناقدری ہے اللہ کتنا کریم ہے ہم جیسے ناقدروں کو بھی نعمتیں عطا فرما دیتا ہے تو اس کی قدر کیجئے تو اس کے بدلے میں آپ دعائیں دیں تو یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

جو عاصی کو کملی میں اپنی چھپا لے
جو دشمن کو بھی زخم کھا کر دعا دے

اسے اور کیا نام دے گا زمانہ
وہ رحمت نہیں تو پھر اور کیا ہے

تو رحمت کا تقاضا یہی ہے، محبت کا تقاضا یہی ہے کہ بچے جتنا بھی ایذاء پہنچائیں تو ماں بالآخر ماں ہوتی ہے کسی حال میں بھی اپنی زبان سے بددعا نہ دے بلکہ بچوں کے لئے خوب دعائیں کیا کریں رات کو تنہائیوں میں اپنی نمازوں میں اللہ سے لو لگا کر بیٹھا کریں۔

حضرت مریم علیہ السلام کی والدہ کی دعا:

بی بی مریم علیہ السلام کے لئے اس کی ماں نے کتنی دعائیں کیں اور پھر یہ دعائیں کرتی رہیں، یہی نہیں کہ بچے کی پیدائش ہوگئی تو دعائیں بند کردیتیں، قرآن مجید میں ہے کہ یہ اس کے بعد بھی وہ دعائیں کرتی رہی:

انی اعیذها بک و ذریتها من الشیطن الرجیم .(آل عمران)

اے اللہ میں نے اپنی اس بیٹی کو اور اس کی آنے والی ذریت کو شیطان رجیم کے خلاف آپ کی پناہ میں دیا تو گویا بچی چھوٹی ہے مگر ماں کی محبت دیکھئے۔ فقط اس بچے کے لئے ہی دعائیں نہیں مانگ رہی بلکہ اس کی آنے والی نسلوں کے لئے بھی دعا مانگ رہی ہے اللہ رب العزت کو ماں کی یہ بات اتنی پسند آئی، فرمایا:

فتقبلها ربها بقبول حسن وأنبتها نباتا حسنا .(آل عمران)

اللہ رب العزت نے پھر اس بچی کو قبول فرمالیا اور پھر اس کی بہت ہی اچھی تربیت فرمائی تو یہ ماں کی دعا تھی اور مربی تو حقیقت میں اللہ رب العزت ہی ہے وہ بندے کی تربیت فرماتے ہیں تو ماں کی دعاؤں کو قبولیت حاصل ہے اس لئے دعا کیجئے تاکہ بچے پر اللہ رب العزت کی خاص نظر ہو جائے۔

بچوں کی جسمانی نشوونما اور اخلاقی اور روحانی تربیت یہ والدین کی ذمہ داری ہوتی ہے جو والدین اس ذمہ داری کو احسن انداز میں پورا کرتے ہیں ان کی اولاد دنیا میں ان کے لئے راحت کا سبب بنتی ہے اور آخرت میں ترقی درجات کا سبب بنتی ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اولاد کی ذمہ داریاں پوری کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(۱۰)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یأیها الذین آمنوا قو أنفسکم وأهلیکم نارا .(التحریم)

تربیت اولاد کے سنہری اصول

مجموعہ افادات و بیانات

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہم العالی

تربیت اولاد کے سنہری اصول

تربیت اولاد کی اہمیت:

جب اللہ تعالی انسان کو اولاد والی نعمت دے تو اب ان کی تربیت کرنا ماں باپ کے ذمے ہوتا ہے والدین بچے کے مربی ہوتے ہیں جسمانی طور پر بھی اور روحانی طور پر بھی اس لئے جہاں والدین بچے کی جسمانی ضروریات پوری کرنے کی کوشش کرتے ہیں تا کہ ہمارا بیٹا جسمانی طور پر صحتمند اور تندرست وتوانا بنے وہاں اس کو علم وادب سکھانے کی بھی کوشش کرنا ان کی ذمہ داری ہوتی ہے جب ماں باپ بچوں کی تربیت اچھی کرتے ہیں تو پھر بچوں کے جسم ہی فقط نشو ونما نہیں پاتے ان کے دل اور دماغ کی صلاحیتیں بھی کھلتی ہیں

اسی لئے دانشوروں کا مقولہ ہے جو شخص اپنے بچوں کو ادب سکھاتا ہے وہ دشمن کو ذلیل وخوار کرتا ہے ایک مقولہ یہ بھی ہے کہ جو شخص اپنے بچوں کو بچپن میں ادب سکھاتا ہے وہ بچہ بڑا ہو کر اس کی آنکھیں ٹھنڈی کرتا ہے اس لئے والدین کو بچوں کی تربیت سے غافل نہیں ہونا چاہئے یہ ایسا ہی ہے کہ جو کسان اپنے کھیت پر محنت نہیں کرتا تو اس کے کھیت میں بہت سی خودرجڑی بوٹیاں اگ آتی ہیں جو اس کی اصل فصل کو بھی خراب کر دیتی ہیں اسی طرح جب والدین بچے کی تربیت کا خیال نہیں کرتے تو بچوں کے اندر بہت سے برے اخلاق پیدا ہو جاتے ہیں جو ان کی اصل شخصیت کو بگاڑ کر رکھ دیتے ہیں ایک حدیث مبارک میں آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے والدین اسے یہودی نصرانی یا مجوسی بناتے ہیں۔

یعنی بچہ بنیادی طور پر تو نیک خصال و نیک فطرت پیدا ہوتا ہے آگے والدین کی تربیت اور ماحول سے اس کی سمت بدل جاتی ہے بنیادی طور پر بچے کی شخصیت پر تین چیزوں کے

اثرات پڑتے ہیں سب سے پہلے اس کے والدین اور گھر یا خاندان کا اثر ہوتا ہے پھر اس کی گلی کے ماحول کا اثر ہوتا ہے پھر جس مدرسے یا سکول میں وہ پڑھنے جاتا ہے اس سے متاثر ہوتا ہے لیکن بہرحال یہ والدین کی ہی بنیادی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اسے یہ تینوں چیزیں کس قسم کی فراہم کرتے ہیں۔

ماں کی گوداولیں درسگاہ:

بچے کی زندگی کا پہلا مسکن ماں کی ٹھنڈی میٹھی اور شفقت بھری گود ہے آغوش مادر کے ان سالوں میں ماں بچوں کے لئے مرشد کا کام کررہی ہوتی ہے ماں اگر بچے پر محنت کرے تو یہ ماں کی گود سے ہی مادرزاد ولی ثابت ہو سکتے ہیں اسی لئے ماں کی تربیت کی اہمیت بہت زیادہ ہے ننھے بچوں کے لئے ماں کی بنیادی ذمہ داریوں پر پہلے ہی بات ہو چکی ہے اب آئندہ بچوں کی تربیت کس انداز میں کرنی چاہئے اس کے لئے کچھ بنیادی اصول بیان کئے جائیں گے۔

باپ کی توجہ کی اہمیت:

جو باپ گھر کے ماحول کی طرف توجہ نہیں کرتا اولاد کی تربیت کی فکر نہیں کرتا اس کی اولاد بگڑ جاتی ہے جیسے کہ لوگوں کو اپنے بزنس سے فرصت نہیں ملتی ان کے بچوں کی تربیت صحیح نہیں ہوتی اس لئے کہا گیا

لیس الیتیم قد مات والدہ بل الیتیم یتیم العلم و العمل

یتیم وہ نہیں ہوتا جس کے ماں باپ مرجاتے ہیں یتیم تو وہ ہوتا ہے جو علم اور عمل سے محروم کردیا جاتا ہے۔

یہ بات ذہن میں رکھنا کہ جس ماں کی بات بچے مانتے نہیں اور باپ کے پاس گھر میں وقت دینے کی فرصت نہیں وہ بچے زندہ ہوتے ہیں مگر کسی یتیم کی مانند ہوتے ہیں یہ بات پھر ذرا سن لیجئے کہ جس ماں کو تربیت کا طریقہ نہیں آتا اور باپ کے پاس فرصت نہیں تو سمجھ لو وہ بچے یتیم ہیں ان بے چاروں کی تربیت کبھی نہیں ہو سکے گی لہذا خاوند کو چاہئے کہ اپنے

نظام الاوقات میں جہاں اور کام رکھے ہیں وہاں بچوں کے لئے بھی وقت ضرور رکھے۔

اسی لئے کسی نے کہا کہ جب میری شادی نہیں ہوئی تھی تو میرے دل میں بچوں کی تربیت کی پانچ مختلف پلاننگز تھیں اور اب میری شادی ہوگئی اور میرے پانچ بچے ہیں لیکن بچوں کی تربیت کی پلاننگ ایک بھی دماغ میں نہیں ہے۔ ایسا ہی ہوتا ہے اپنے آپ کو مختلف معاملات میں الجھا لیتے ہیں کہ بچوں کی تربیت کا وقت ہی نہیں ملتا بچوں کی تربیت کے لئے وقت نکالنا چاہئے تاکہ اس امت کی نئی نسل دین پر چلنے والی بن جائے۔

بچے لورے کاغذ کی مانند ہیں:

یاد رکھئے کہ بچے کورے کاغذ کی مانند ہوتے ہیں ان پر خوبصورت پھول بوٹے بنانا یا سیدھی لکیریں لگانا یہ سب والدین کا کام ہوتا ہے اگر ماں باپ نے اچھی پرورش کی تو سب پھول بوٹے بن گئے اور اگر اس کو تربیت کا پتہ ہی نہیں تو پھر اس نے الٹی سیدھی لکیریں لگادیں اور گویا ان بچوں کو بگاڑنے میں معاون بن گئے پرورش سے مراد یہی نہیں ہوتی کہ بچے کا جسم بڑا کرنا ہوتا ہے بلکہ پرورشش سے مراد یہ ہے کہ جس طرح جسم بڑھے ساتھ دل کی صفات بھی بڑھیں دماغی صلاحیتیں بھی کھل کر سامنے آئیں تو جو اچھی مائیں ہوتی ہیں وہ فقط بچے کو بڑا نہیں کرتیں اس کے دل کو بھی بڑا کرتی ہیں اور اس کے اندر ایسی سوچ ڈال دیتی ہی کہ چھوٹی عمر میں ہی دماغی صلاحیتیں کھل کر سامنے آجاتی ہیں یہ دل ودماغ کی صلاحیتوں کو کھولنا یہ بھی ماں کی ذمہ داری ہوتی ہے کئی مائیں تو اتنی اچھی بچوں کی پرورش کرتی ہیں ان کے بچوں کو دیکھ کر دعائیں دینے کو جی چاہتا ہے۔

بچوں کی حفاظت کے لئے انمول وظیفہ:

تربیت کے سلسلے میں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ کوشش کرنی چاہئے کہ جب بچے سو رہے ہوں تو ان پر حفاظت کا حصار ضرور بنالیا کریں ہمارے مشائخ نے ایک حفاظت کا حصار بتایا اور اس کی اتنی برکتیں ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ موت کے سوا کوئی مصیبت نہیں آسکتی میرے پیرو مرشد نے جب اس عاجز کو اس حصار کی اجازت دی تو فرمانے لگے کہ

ہم نے اس حصار کو کئی مرتبہ مرنے والوں کو جو قبر میں پہنچ چکے تھے ان کے گرد بھی باندھا تو دیکھا کشف کی نظر سے اللہ نے ان کے اس رات کے قبر کے عذاب کو معاف فرما دیا تو یہ مشائخ کی طرف سے بہت ہی قیمتی عمل ہے اور اس عاجز کو اس کی اجازت ہے اور آج یہ عاجز سب سامعین اور سامعات (مَردوں اور عورتوں) کو اجازت دے رہا ہے تا کہ یہ اللہ رب العزت کی حفاظت میں آجائیں وہ حصار کیا ہے کہ:

۱)...... پہلے درود شریف پڑھ لیا کریں۔
۲)...... پھر پوری الحمد شریف پڑھ لیا کریں۔
۳)...... پھر آیت الکرسی پڑھیں۔
۴)...... اس کے بعد چاروں قل پڑھیں
۵)...... آخر میں درود شریف پڑھ لیں۔

یعنی آول و آخر درود شریف پڑھنا درمیان میں سورہ فاتحہ م آیت الکرسی اور چاروں قل پڑھنا اور یہ سب کچھ پڑھ کر اپنے بچوں کے گرد گھر کے گرد جہاں بزنس (تجارت) دکان دفتر وغیرہ ہو ان سب کا تصور کر کے ان کے گرد اپنے تصور میں ایک دائرہ بنا دیں جس جس چیز کے گرد آپ دائرہ بنا دیں گے وہ سب چیزیں اللہ رب العزت کی حفاظت میں آجائیں گی۔

کلام اللہ کی ہم نے بڑی برکتیں دیکھی ہیں اور سینکڑوں واقعات اللہ رب العزت کی حفاظت کے جن کو بتانے کا اب مناسب وقت بھی نہیں ہے اس لئے اتنا کہہ دینا کافی سمجھتا ہوں کہ یہ حصار جس دن میں اور جس رات میں آپ بچوں کے گرد بنائیں گی آپ کے بچے فتنوں سے آفتوں سے مصیبتوں سے محفوظ رہیں گے اور جس دن کوئی مصیبت آنی ہوگی آپ دیکھنا کہ آپ اس عمل کو بھول بیٹھیں گی تب کوئی مصیبت آئے گی ورنہ اتو اللہ رب العزت کی حفاظت میں رہیں گی۔

باوضو کھانا پکائیے :

بچوں کے لئے جب کھانا پکایا کریں تو کوشش کیا کریں کہ باوضو کھانا پکائیں ، اگر وضو

رکھنے میں مشکل ہو تو کم از کم زبان سے سبحان اللہ پڑھ لیا کریں، الحمد للہ پڑھ لیا کریں، اللہ اکبر پڑھ لیا کریں، لا الہ الا اللہ کا ورد کیا کریں، ان الفاظ کا ورد عورت ہر حال میں کر سکتی ہے، جسم پاک ہو پھر بھی کر سکتی ہے، جسم ناپاک ہو پھر بھی کر سکتی ہے، ناپاکی کی حالت میں فقط قرآن مجید اور نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے، باقی اس قسم کے اذکار زبان سے کئے جا سکتے ہیں، تو کھانا پکاتے ہوئے اگر آپ اللہ کا ذکر کریں گی سبحان اللہ اسکی برکتیں ہوں گی اور اگر پاکی کے ایام ہیں اور آپ کو کچھ سورتیں یاد ہیں تو ان سورتوں کو پڑھئے تا کہ قرآن پڑھنے کی برکتیں آپ کے کھانے میں آ جائیں، یہ صحابیات کا عمل ہے۔

باوضو کھانا پکانا صحابیات کا عمل:

ایک صحابیہؓ نے تنور پر روٹیاں لگوائیں جب پک کر تیار ہو گئیں تو فرمانے لگیں، لے بہن میرا تو کھانا تیار ہو گیا اور میرے تین پارے کی تلاوت بھی مکمل ہو گئی۔ معلوم ہوا جتنی دیر میں روٹیاں لگاتیں تھیں یہ زبان سے اللہ کا قرآن پڑھتی رہتی تھیں، تو یہ صحابیاتؓ کی سنت ہے، آپ بھی اس کو ادا کریں۔

کچھ عرصہ قبل کراچی میں متعلقین سے کسی کے ہاں جانا پڑا انہوں نے کہا کہ حضرت یہ آپ کا کھانا گھر میں بنا تو اس کو پکانے کے لئے میری اہلیہ نے ۲۱ مرتبہ سورہ یٰسین شریف مکمل پڑھی، خوشی ہوئی کہ آج بھی نیک عورتیں ایسی ہیں جو باوضو کھانے بناتی ہیں، اور کھانا پکانے کے دوران اللہ کا قرآن ان کی زبان پر ہوتا ہے، چھوٹی چھوٹی سورتیں یاد ہوں تو وہی پڑھ لیجئے، سورہ اخلاص تو ہر مسلمان کو یاد ہوتی ہے فقط یہی پڑھتی رہیں تو یہ بھی کافی ہے اور اگر سورتیں بھی نہیں پڑھ سکتیں، پاکی کی حالت نہیں تو چلو ذکر کر لیں، سبحان اللہ، اللہ اکبر یہ کلمات پڑھنے میں بہت آسان ہیں:

کلمتان خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان حبیتان الی الرحمان سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم . (بخاری)

بخاری شریف کی آخری حدیث یہی ہے کہ یہ دو کلمے ایسے ہیں کہ پڑھنے میں بہت ہلکے ہیں اور اللہ رب العزت کو بڑے محبوب ہیں لیکن میزان کے اندر بڑے بھاری ہیں۔

باوضو پکے ہوئے کھانے کے اثرات:

آپ جب اس طرح قرآن پڑھ کراور ذکر کر کے کھانا پکائیں گے تو یہ کھانا آپ کے میاں کھائیں گے تو ان کے دل میں نیکی کا شوق آئے گا، بچے کھائیں گے تو ان کے دل کے اندر نیکی کا شوق آئے گا جو کچھ ہم کھاتے ہیں وہی تو ہمارے جسم کا گوشت بنتا ہے اگر حلال مال ہے اور ذکر سے پکا ہوا ہے تو پھر اس کے ٹشوز بنیں گے یقیناً ان میں اللہ کی محبت سموئی ہوئی ہوگی اور اگر حرام کھائیں گے ناپاکی ،غفلت کی پکی ہوئی غذا کھائیں گے پاکی ناپاکی کا خیال ہے یا نہیں تو پھر جو بھی غذا کھائیں گے، وہ ٹشو جو جسم میں جا کر بنیں گے انسان کو وہ گناہ پر اکسائیں گے جس ماں نے اپنے بچوں کو غذا اچھی دے دی وہ سمجھ لے کہ میں نے بچوں کی آدھی تربیت کردی ،بچوں کے نیک بننے میں اس کا اتنا اثر ہے ۔۔لہذا ان کا ذکر والا کھانا کھلائیے اور باوضو کھانا کھلائیے تا کہ اللہ رب العزت ان کے اثرات بچوں پر وارد فرمائیں ۔

بچے کوسکون کی نیند سلانے کی دعا:

جب بچے رات کو سونے لگیں ،کئی مرتبہ بچے رات کو جلدی نہیں سوتے ، روتے ہیں ، نیند نہیں آتی ،وجہ یہ ہے کہ وہ بیچارے بول بھی نہیں سکتے جسم کی تکلیف بتا بھی نہیں سکتے ،ماں خود اندازہ لگائے تب اسے یہ پتہ چلے گا کہ فلاں وجہ سے رورہا ہے ورنہ نہیں ،اب ماں خود بخود اس پر غصے ہوتی ہے روتا ہے، سونہیں رہا، ایسے وقت میں تحمل سے کام لیجئے ، ایک دعا بزرگوں نے بتائی ہے:

اللهم غارت النجوم وهدؤت العيون أنت حي قيوم لاتاخذك سنة ولانوم يا حي يا قيوم اهدليله وانم عينه .

جب یہ دعا پڑھ کر آپ بچے پر دم کریں گی اللہ رب العزت بچے کو سکون کی نیند عطا فرمادیں گے ،اگر بچی تو **ليلتها وانم عينها** کے الفاظ یعنی صیغہ استعمال کرلیں یعنی جو مؤنث تانیث کے لئے ہوتا ہے تو اس طرح اس دعا کو پڑھ لینے سے اور دم کر دینے سے

بچوں کو نیند جلدی آجاتی ہے۔

بچے کورے کاغذ کی مانند ہیں:

یاد رکھئے کہ بچے کورے کاغذ کی مانند ہوتے ہیں ان پر خوبصورت پھول بوٹے بنانا ،الٹی سیدھی لکیریں لگانا یہ سب ماں کا کام ہوتا ہے ،اگر ماں نے اچھی پرورش کی تو سب پھول بوٹے بن گئے اور اگر اس کو تربیت کا پتہ ہی نہیں تو پھر اس نے الٹی سیدھی لکیریں لگادیں اور گویا ان بچوں کو بگاڑنے میں اس کی معاون بن گئی ، پرورش سے مراد یہ نہیں ہوتا کہ بچے کا جسم بڑا کرنا ہوتا ہے بلکہ پرورش سے مراد یہ ہے کہ جس طرح جسم بڑھے ساتھ دل کی صفات کی بڑھیں دماغی (Capebilities) بھی کھل کر سامنے آئیں ،تو جو اچھی مائیں ہوتی ہیں وہ فقط بچے کے جسم کو بڑا نہیں کرتیں اس کے دل کو بھی بڑا کرتی ہیں اس کے دماغ کو بھی بڑا کرتی ہیں اور اس کے اندر ایسی سوچ ڈال دیتی ہیں کہ چھوٹی عمر میں ہی اس کی دماغی صلاحتیں کھل کر سامنے آجاتی ہیں یہ دل دماغ کی صلاحیتوں کو کھولنا یہ بھی ماں کی ذمہ داری ہوتی ہے کئی مائیں تو بچوں کی اتنی اچھی پرورش کرتی ہیں ان کے بچوں کو دیکھ کر دعائیں دینے کو جی چاہتا ہے۔

ایک سلیقہ مند بچے کے ایمان کے روحانی کلمات:

ہمارے ایک دوست کسی عالم کے گھر گئے ،انہوں نے اپنے ایک بیٹے کو جس کی عمر آٹھ یا نو سال تھی ،ان کی خدمت میں لگا دیا وہی ان کا بڑا بیٹا تھا وہ بچہ اتنا سلیقہ مند تھا کہ جب مہمان کے سامنے دسترخوان لگاتا برتنوں کے کھٹکنے کی آواز نہ آتی ، اتنے پیار سے وہ برتن رکھتا اور اٹھاتا ، اتنے سلیقے سے کام کرتا کہ ہمارے دوست اتنے متاثر ہوئے جب وہ نہانے کے لئے جاتے باہر نکلتے تو ان کے جوتے پالش ہیں ان کے کپڑے استری ہیں ہر چیز ان کی موقع بموقع تیار رہتی وہ حیران ہوتے کہ چھوٹے سے بچے کو خدمت کا ایسا ڈھنگ کس نے سکھایا چنانچہ ان کا جی چاہا کہ میں بچے سے بات کروں لیکن بچہ ان کے پاس آتا اور جو ضرورت کی چیز ہوتی وہ رکھتا اور فوراواپس چلا جاتا ، فالتو تھوڑی دیر بھی

ان کے پاس نہیں بیٹھتا تھا انہوں نے سوچا کہ اب اگر آیا تو میں اس سے پوچھوں گا کہ ماں باپ نے اس کی تربیت کیسے کی ؟

وہ فرماتے ہیں کہ جب بچہ اگلی مرتبہ میرے پاس آیا اور اپنا کام کر کے جانے لگا تو میں نے اسے روکتے ہوئے کہا کہ بچے تم سب سے بڑے ہو، مقصد میرا پوچھنے کا یہ تھا کہ اولاد میں یہی پہلا بیٹا تھا تو میں نے ان سے یہ پوچھا کہ بچے تم سب سے بڑے ہو تو جیسے میں نے پوچھا وہ بچہ اتنا پیارا تھا مودب (باادب) تھا وہ میری بات سن کر تھوڑا سا شرما گیا ، پیچھے ہٹا اور کہنے لگا انکل سچی بات تو یہ ہے کہ اللہ سب سے بڑے ہیں ہاں بہن بھائیوں میں میری عمر زیادہ ہے وہ کہنے لگے مجھے شرم کی وجہ سے رونا آ گیا کہ عمر میں میں اتنا بڑا ہوں اور میں اس نقطے تک نہ پہنچ سکا اور اس بچے کی سوچ کتنی اچھی ہے اس نے پوائنٹ پک اپ (Point Pick up) کر لیا میرا فقرہ تھا کہ تم سب سے بڑے ہو بچہ جواب دیتا ہے کہ انکل اللہ سب سے بڑے ہیں ، ہاں بہن بھائیوں میں میری عمر زیادہ ہے ۔

والدین بچوں کے لئے نمونہ بنیں :

تو جب مائیں بچوں کی تربیت اچھی کرتی ہیں تو پھر بچوں کے جسم ہی فقط نشو ونما نہیں پاتے بلکہ ان کے دل اور دماغ کی صلاحتیں بھی کھلتی ہیں ماں ان کے لئے مرشد کا کام کر رہی ہوتی ہے ، یہ بچے مادرزاد ولی بن جاتے ہیں ، ماں کی گود سے ہی ولی ثابت ہوتے ہیں ، اسی لئے ماں کی تربیت کی اہمیت بہت زیادہ ہے یہ چیز اپنے ذہن میں رکھئے کہ اللہ رب العزت نے بچے کو فطری طور پر نقال بنایا ہے اور وہ جو اپنے بڑوں کو کرتے دیکھتا ہے وہی خود کرتا ہے

Children always copy their parents

بچے ہمیشہ اپنے ماں باپ کی نقل کیا کرتے ہیں

اس لئے ماں باپ کو چاہئے کہ وہ فقط Critic نہ بنیں نقاد نہ بنیں ، تنقید یں ہی نہ کریں ، روک ٹوک ہی نہ کرتے رہیں ، بلکہ بچوں کے سامنے ماڈل (Model) بن کر بھی رہیں ، بچوں کو ماڈل دیکھنے کی زیادہ ضرورت ہے ، بنسبت تنقید کرنے والوں کے ،

تنقید تو دنیا کا ہر بندہ کر لیتا ہے لیکن ماڈل بن کر رہنا مشکل کام ہوتا ہے تو ماں باپ کو چاہئے کہ وہ بچوں کے سامنے ایک ماڈل کی حیثیت سے زندگی گزاریں پھر دیکھیں بچے خود بخود ماں باپ کے ہر کام کو نقل (Copy) کریں گے۔

بچے اپنے بڑوں کے نقش قدم پر:

بچی وہی کرے گی جو ماں کو کرتے دیکھتی ہے، بچہ وہی کرے گا جو باپ کو کرتے دیکھتا ہے، ہمارے ایک دوست کی بیٹی تھی ایک دفعہ وہ بیٹھی کھانا کھا رہی تھی چنانچہ کھانا کھاتے ہوئے اس نے پانی پیا، ذرا بڑے گھونٹ لے لئے چوکنگ (Choking) ہونے لگ گئی، اب جب چوکنگ (Choking) ہوئی تو سانس بند ہونے لگا اس کی ماں نے اس کی کمر کے اوپر ہلکے سے دو تھپڑ لگائے اور کہنے لگی کہ بیٹی آہستہ آہستہ دھیرے دھیرے یعنی تم آہستہ آہستہ پانی پیو، جب ماں نے یہ الفاظ کہے تو بچی کی بہرحال چوکنگ (Choking) ٹھیک ہوگئی۔ اب ماں بھی وہ بات بھول گئی، کافی عرصہ پہلے کی بات ہے کئی سالوں کے بعد وہ ماں خود پانی پی رہی تھی کہنے لگی کہ میں نے پانی جو پیا تو میری (Choking) ہونے لگی یعنی سانس بند ہونے لگا قدرتاً وہی میری چھوٹی سی بیٹی میرے پاس تھی اس نے میری پیٹھ پر ہاتھ رکھا کہتی ہے امی آہستہ آہستہ دھیرے دھیرے، اب جو ماں نے بیٹی کو کہا تھا اب ٹھیک وہی (Exact) الفاظ بیٹی نے ماں کو کہے، بچے تو ماں باپ کی نقل (Copy) کیا کرتے ہیں۔

بچہ فطرتاً نقال ہے:

ہمارے ایک دوست ایک بڑے پاور پروجیکٹ کے اوپر انجینئر تھے، چیف انجینئر تھے، ان کی ایک عادت تھی کہ جب بھی ان کو باہر سے فون آتا جواب میں کہتے:

چیف انجینئر اسپیکنگ (Chief Engineer speaking)

یعنی میں چیف انجینئر بات کر رہا ہوں

کیونکہ ان کو اکثر دفتر کے فون آتے تھے اس لئے وہ تعارف (Introduction) کرواتے وہ خود یہ واقعہ سنانے لگے کہ ایک دفعہ میں نہا کر غسل خانے سے باہر نکلا میں نے

دیکھا کہ میرے گھر کے فون کی گھنٹی بج رہی ہے میرا چھوٹا سا تین چار سال کا بیٹا تھا وہ بھاگا ہوا اس فون کی طرف گیا اور اس نے جا کر رسیور اٹھا کر اپنے کان کے ساتھ لگایا، لگاتے ہی کہنے لگا:

چیف انجینئر منگلہ اسپیکنگ (Chief Engineer Mungla speaking)

اب اس چھوٹے بچے کو کچھ نہیں پتہ کہ اس کا کیا مطلب ہے لیکن اس نے اپنے باپ کو یہ کہتے ہوئے سنا اس لئے وہ وہی الفاظ کہہ رہا ہے جو اس کے باپ نے کہے تو یہ ذہن میں رکھنا کہ بچہ فطرتا نقال ہوتا ہے ماں باپ کی نقل (Copy) کرتا ہے ماں باپ چاہتے ہیں ہم تو اپنی زندگی میں جو مرضی کریں فقط بچے نیک بن جائیں یہ کام ہرگز ایسے نہیں ہوتا، دونوں میں چولی دامن کا ساتھ ہے، ہاں ماں باپ ماڈل بنیں گے تو بچے بھی ان کے راستے کو اپنا لیں گے اور اگر ماں باپ کوتاہیاں کریں گے اور فقط نیک تمنائیں رکھیں کہ بچے نیک بن جائیں تو پھر ایسی بات تو نہیں پوری ہوتی، اس لئے بچوں کی تربیت کے لئے ماں باپ کو خود بھی عملی نمونہ بننے کی ضرورت ہے۔

بچے کو شروع ہی سے صفائی کا عادی بنانا:

بچے کو بچپن ہی سے صفائی رکھنا سکھائیں، یہ ماں کی ذمہ داری ہوتی ہے، ان کو یہ سمجھائیں کہ اللہ رب العزت پاکیزہ رہنے والوں سے محبت فرماتے ہیں:

والله يحب المتطهرين

اور اللہ تعالیٰ طہارت والوں سے محبت فرماتے ہیں

کہیں تو فرمایا: الطهور نصف الايمان

پاکیزگی تو آدھا ایمان ہے

آپ یوں سمجھائیں گی کہ اللہ رب العزت تو بچوں کی صفائی کو پسند فرماتے ہیں تو پھر بچہ صاف رہنا پسند کرے گا، چنانچہ اچھے لوگ پیدا نہیں ہوتے بلکہ اچھے لوگ تو بنائے جاتے ہیں، مائیں اپنی گودوں میں لوگوں کو اچھا بنا دیا کرتی ہیں، گرمی کے موسم میں بچے کو روزانہ غسل کروائیں، کپڑے گندے دیکھیں تو فورا بدل دیں، بستر ناپاک ہرگز نہ رہنے

دیں، فوراً اسے پاک کردیں، بہرحال بچے کی یہ ڈیوٹی (Duty) تو دینی پڑتی ہے اور اسی پر ماں کو اس کا اجر اور ثواب ملتا ہے، لہٰذا بچوں کی تربیت کا خاص خیال رکھیں۔

بچوں کے درمیان وقفہ کا شرعی جواز:

کئی مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی کے کئی بچے ہیں، بہت چھوٹے ہیں، ایک پیٹ میں ہے، دوسرا گود میں ہے، تیسرے نے انگلی پکڑی ہوئی ہے، چوتھا صحن کے اندر شور مچا رہا ہے، پانچواں پڑوسی کے بچے کو ایذا (تکلیف) دے رہا ہے اب عورت کو سمجھ نہیں آرہی کھائے کدھر کی چوٹ اور بچائے کدھر کی چوٹ، یہ بیچاری ماں کس پر توجہ دے اور کس پر توجہ نہ دے، اس بارے میں بھی سن لیجئے فتاوی شامی اور فتاوی عالمگیری میں یہ فتوی لکھا ہے کہ بچوں کی تربیت کی خاطر دو بچوں کے درمیان مناسب وقفہ رکھنے کے لئے عورت کو دوا کھانے کی اجازت ہے۔ اتنا وقفہ ہو کہ جس میں بچوں کی تربیت اچھی ہو سکے اعمال کا دارومدار نیت کے اوپر ہوتا ہے اگر دل میں یہ نیت ہو کہ ہم غریب ہیں آنے والے بچے کو برداشت (Support) کیسے کریں گے؟ ان کو کیسے پالیں گے؟ تو یہ کفر کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ولاتقتلوا اولادکم خشية املاق

یہ جو خشية املاق کے الفاظ ہیں مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ شرط لگادی گئی اگر یہ ذہن میں ہے کہ کھائیں گے کہاں سے؟ بچیاں زیادہ ہوگئیں تو ہم ان کے جہیز کہاں سے بنائیں گے؟ اگر رزق کا ڈر ہے تو اس ڈر سے اگر کوئی ایسی بات کی تو یہ کفر ہے، منع ہے، حرام ہے لیکن اگر نیت کوئی ڈاکٹری مسئلہ (Medicalreason) ہے ڈاکٹر نے کہہ دیا کہ صحت اجازت نہیں دیتی یا تربیت کا معاملہ ہے کہ عورت چاہتی ہے کہ میرے بچے صحیح تربیت پائیں، بجائے اس کے کہ یہ برے ہوں اور دنیا میں گنہگار لوگوں کا اضافہ ہو جائے، میں بچوں کی اچھی تربیت کرنا چاہتی ہوں، لہٰذا تربیت کی نیت سے اگر کچھ وقفہ رکھنے کے لئے کوئی دوائی کھانے چاہے تو فتاوی شامی اور فتاوی عالمگیری میں علماء نے اس بارے میں اجازت لکھی ہے۔

بچوں کو بولنے کا ادب اور سلیقہ سکھانا:

یہ بھی ذہن میں رکھنا کہ بچوں کو ادب کے ساتھ بولنا سکھائیں، بعض بچے ''تو اور تم'' کہہ کر بات کرتے ہیں، ان کو سمجھائیں کہ بیٹا ''آپ'' کہنے سے محبت بڑھتی ہے لہذا چھوٹوں کو بھی آپ کہو، بڑوں کو بھی آپ کہو۔

''ہاں'' بچہ کہے تو اس کو سمجھائیں کہ ''جی ہاں'' کہنے میں زیادہ محبت ہے، اس طرح چھوٹی چھوٹی باتیں بچہ گود میں سیکھتا ہے، اور پھر وہ اسے یاد رہتی ہیں۔

یاد رکھنا کہ بچپن کی باتیں انسان کو بچپن میں بھی نہیں بھولا کرتیں ساری زندگی یاد رہتی ہیں اس لئے بچوں کی تربیت اچھی کریں، یہ تو طے شدہ بات ہے کہ جو گھاس جنگلوں میں پیدا ہو وہ باغ کی گھاس کی طرح نہیں ہوتی کہ جنگلوں کی گھاس میں کوئی خوبصورتی نہیں ہوتی، ترتیب نہیں ہوتی اور باغ کے گھاس کے اندر تو خوبصورتی اور جمال ہوتا ہے، اسی طرح جو بچے ان پڑھ ماں کے پلے ہوئے ہوں وہ جنگلوں کے گھاس کی مانند ہوتے ہیں اور جو پڑھی لکھی نیک ماں کے پلے ہوئے بچے ہوں وہ باغ کے گھاس کی مانند ہیں، تو ماں کو چاہئے کہ بچوں کی تربیت پر زیادہ توجہ دے۔

بچوں کو مت ڈرائیں اور ان سے جھوٹ مت بولیں:

یہ بھی ذہن میں رکھئے کہ کبھی بھی اپنے بچوں کو بے جا ظالمانہ دھمکیاں نہ دیں، کئی عورتیں بچوں کو دھمکاتی ہیں، گھر سے نکال دوں گی، میں ابھی بھوت کو بلاؤں گی، اس قسم کے ڈر بچے کو نہ بتائیں اس لئے کہ بھوت کو بلاتی تو ہے نہیں، گھر سے نکالتی تو ہے نہیں، تو بچے ابتداء سے متاثر ہوتے ہیں، بعد میں اپنی امی کو جھوٹا سمجھنا شروع کر دیتے ہیں، آپ تو اس کو ڈرا رہی ہیں، وہ دل ہی دل میں آپ کو جھوٹا سمجھ رہا ہے، جب ایک بات میں آپ کو جھوٹا سمجھا تو ہر بات میں آپ کے بارے میں شک میں پڑ جائے گا کہ امی تو جھوٹ بولتی ہے تو گویا آپ نے بچے کو جھوٹ بولنے میں مدد دی، اسی طرح بچے سے کوئی جھوٹا وعدہ نہ کریں ایسا وعدہ کریں جس کو آپ پورا کر سکیں اگر نہیں کر سکتیں تو کبھی بھی جھوٹا وعدہ نہ

کریں، بچہ جھوٹ بولنے کا عادی بن جائے گا اس کا گناہ آپ کو ہوگا اس لئے اگر بچے کو ڈرانا بھی ہو تو اللہ سے ڈرائیں کہ بیٹا اللہ ناراض ہوتے ہیں اس چیز سے اللہ ناراض ہوتے ہیں بس ایک اللہ کا خوف اس کے دل میں بٹھایئے، کسی اور کا خوف دل میں بٹھانے کی کیا ضرورت ہے، یہ اللہ کا خوف ایک ایسی نعمت ہے دل میں بیٹھ گیا تو اللہ کے خوف سے شریعت کی جو بات بھی ہے بچہ اس پر عمل کرتا چلا جائے گا۔

بچے کو ڈرانے دھمکانے کے نقصانات:

عربوں میں یہ مشہور ہے کہ اگر بچے کو کسی چیز سے ڈرایا نہ جائے، جیسے عورتیں بلی، کتے سے ڈراتی ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ ایسا بچہ بڑا ہو کر بہادر بنتا ہے اور یہ بھی ذہن میں رکھئے کہ اپنے بچے کو یہ بھی دھمکی کبھی نہ دینا کہ اچھا تم ذرا صبر کرو تمہارے ابو آئیں گے تو میں تمہیں ٹھیک کرواؤں گی، یاد رکھنا یہ فقرہ بہت زہریلا فقرہ ہے۔

بچے کو اگر ماں کہہ دے گی کہ تم صبر کرو تمہارے ابو آئیں گے تو میں تمہیں ٹھیک کرواؤں گی تو جب اس نے یہ کہہ دیا تو اپنی زبان سے تسلیم کرلیا کہ میری کوئی حیثیت نہیں، بس تمہارا باپ ہی تمہیں آکر ٹھیک کرے گا، اس فقرے کو سننے کے بعد پھر بچہ اپنی ماں کو اللہ میاں کی گائے سمجھنا شروع کردیتا ہے، اس کا ڈر دل سے نکل جاتا ہے، پھر مائیں روتی ہیں کہ بچے تو ہماری سنتے نہیں، تربیت کا معاملہ ہے آپ اللہ میاں کی گائے نہ بنئے بلکہ شیرنی کی طرح بن کر رہیے، بچے کو دھمکانا ہے تو خود دھمکائیں اگر کبھی تھپڑ لگانا بھی ناگزیر ہے تو باپ سے لگوانے کی بجائے خود لگائیں، بچے کو ڈر ہو کہ امی میری تربیت کرنے والی ہے تو اس لئے بھی اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ جو کچھ بھی کرنا ہے ماں نے خود ہی کرنا ہے، اگر زبان سے کہہ دیا تمہارے ابو آئیں گے تو میں ٹھیک کرواؤں گی تو بچے کو تسلی ہو جاتی ہے کہ (جب تک) ابو ہیں تو دب کر رہنا ہے، ابو گئے تو جس کا ڈر تھا وہ گھر میں نہیں ہے، اب جو چاہے کر اس لئے وہ گھر میں طوفان بدتمیزی مچاتے ہیں، مائیں کہتی ہیں کہ ہماری بات کا اثر نہیں ہوتا، حقیقت میں انہوں نے اپنا ڈر بچوں کے ذہن سے نکالا ہوتا ہے، اس لئے تربیت کی ان باتوں کو اچھی طرح سمجھ لیجئے۔

ماں بچے کی نفسیات کیسے سمجھے ؟

بعض اوقات بچہ کسی وجہ سے رونا شروع کردیتا ہے اور پھر باز نہیں آتا اس کے پیچھے کوئی نہ کوئی وجہ ہوتی ہے، روتے ہوئے بچے کو مسکرانے پر آمادہ کرلینا یہ ماں کا بڑا فن ہوتا ہے، اس راز کو ماں ہی سمجھتی ہے اس رمز کو ماں ہی سمجھتی ہے، اس موقع پر کونسی بات کروں کہ یہ بچہ ابھی روتا ہوا ہنسنے لگ جائے گا ہم نے بچوں کو دیکھا کہ ایک سیکنڈ میں ان کی آنکھوں میں آنسو آرہے ہیں اور دوسرے سیکنڈ میں وہ مسکرا کر کوئی بات کررہے ہیں، یہ بچوں کا رونا ہنسنا ایسا ہی ہوتا ہے اس لئے بچے کو کس طرح ہنسانا ہے، روتے ہوئے بچے کو کیسے مسکرانا ہے آپ اس بات کا اچھی طرح مطالعہ (Study) کریں کہ یہ بچہ کس بات پر مسکراتا ہے تو اس لئے جب آپ کو پتہ چل جائے گا تو آپ ایسی بات کردیں گی تو روتا ہوا بچہ ہنستے ہوئے آپ کو ملنا شروع کردے گا، جب بچہ نارمل ہو جائے تو ہمیشہ اس سے ڈسکس (Discuss) کیا کریں کہ بیٹے جب تم اتنا رورہے تھے آخر اس کی وجہ کیا تھی؟ بچے کی ذہنی ساخت (Memory) اتنی چھوٹی (Short) ہوتی ہے کہ وہ خود ہی آپ کو سب کچھ بتادے گا اس کو یہ پتہ نہیں ہوتا کہ میں بتاؤں گا تو میری امی کو بات کا پتہ چل جائے گا وہ آپ کو خود بتادے گا امی میں تو اس وجہ سے رورہا تھا اور چپ ہی نہیں ہورہا تھا تو جب وجہ کا پتہ چل جائے گا تو آئندہ اس کا خیال رکھیں عورتیں بچوں سے ایسی باتیں ڈسکس (Discuss) نہیں کرتیں ان سے اندر کا راز نہیں اگلواتیں اور اندر کی بات کا ان کو پتہ نہیں چلتا، اس لئے پھر دوسری دفعہ (Next time) بچے کو قابو (Handle) نہیں کرپاتیں۔

یہ بات بھی ذہن میں رکھئے کہ اگر آپ کا بچہ کوئی گناہ کررہا تھا کوئی چوری کررہا ہے یا کوئی اور بات کررہا ہے اور آپ عین اس موقع پر پہنچ گئیں تو بچے کا ہاتھ کبھی نہ پکڑیں، دیکھی ان دیکھی کردیں یوں بن جائیں جیسے آپ نے دیکھا ہی نہیں، بچہ خاموش ہو جائے گا دب جائیگا لیکن بے عزتی (Insult) محسوس نہیں کرے گا کہ مجھے تو پکڑ لیا گیا، اس طرح اس کے ذہن سے حیاء ختم ہو جائے گی، اور وہ کہے گا امی نے تو دیکھ ہی لیا، اس حیاء

کو باقی رہنے دیں پھر پیار پیار سے بات کر کے اس کو سمجھائیں اس گناہ کے بارے میں تو بچہ خود معافی مانگ لے گا کہ امی میں ایسی غلطی نہیں کروں گا۔

بچے کو نہ غلام بنائیں نہ سیٹھ:

بچے کو نہ تو آپ غلام بنائیں، اور نہ ہی سیٹھ بنائیں، کئی مائیں بچے کو اتنا مٹا دیتی ہیں کہ بچوں کی اپنی شخصیت ہی نہیں ابھرتی، اور کئی ان کو شروع ہی سے سیٹھ اور بادشاہ بنا دیتی ہیں کہ بچوں کے پھر قدم زمین پر نہیں لگتے وہ ہواؤں میں ہی اڑتے رہتے ہیں، بچے کو اس طرح (Exthereoms) کے اوپر لے جا کر بگاڑنے کی کوشش نہ کریں۔

یاد رکھیں کہ بچہ تو بہنے والے مادے (Liquid metal) کی طرح ہوتا ہے اس کو جس سانچے کے اندر آپ ڈھال دیں گی یہ بچہ اسی سانچے کی شکل اختیار کرے گا تو بچوں کو ابتداء میں سمجھانا اور بچوں کو اچھا انسان بنانا یہ ماں کی ذمہ داری ہوتی ہے۔

بچوں کی اصلاح کیسے کی جائے؟ چند تجربات کا نچوڑ:

ایک آپ کو نقطے کی بات بتادیں جو تجربے کے بعد پائی اور جس کا بہت بڑا فائدہ دیکھا، آپ اس کو آزما کر دیکھئے آپ اس کا فائدہ خود محسوس کریں گی جب بچے مدرسے یا سکول جانے کی عمر (Age) کے ہو جائیں، چھوٹے ہوں یا بڑے، جب بھی وہ واپس آئیں اور جو دروازے سے آئیں یہ بڑا (Precious Moment) ہوتا ہے بڑا خاص لمحہ ہوتا ہے ماں کبھی بچے کو (Unattended) فوراً گھر میں داخل نہ ہونے دے بلکہ جب بھی بچے آئیں اس کو تلقین کریں کہ بیٹا جب بھی گھر میں آنا ہے میں جہاں بھی ہوں آپ نے آ کر سلام کرنا ہے اس سلام کی خوب تاکید کریں آپ کسی کمرے میں بیٹھی ہیں کہیں کچن (KiTchen) میں ہیں بچہ جب بھی گھر میں آئے ہمیشہ ماں کے پاس آئے اور آ کر اپنی امی کو سلام کرے، سلام کی عادت ڈالوائیں، کہلوائیں، اگر بھول گیا تو بچے کو باہر بھیجیں کہ بیٹا دروازے سے باہر جاؤ اور پھر گھر میں داخل ہو کر آپ اور اپنی امی کو سلام کہو یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے تمہیں اجر ملے گا بچہ جب بار بار سلام کرے گا اس کے اندر یہ سنت زندہ

ہو جائے گی۔

جب بچہ سکول سے آ کر آپ کو سلام کرے تو آپ ہمیشہ اس کے سلام کا جواب دیں اور جواب دینے کے بعد اس سے ضرورر پوچھیں بیٹے آپ نے سکول میں کیسے وقت گزارا، تین چار منٹ اس موقع پر اس بچے کو دے دیں چھوٹے چھوٹے سوالات (Quick questions) کریں ایک تو پوچھیں کہ بیٹا آج سکول میں کیسی گزری؟ بچہ آپ کو تھوڑی سی دیر میں سب کچھ بتا دے گا استاد نے یہ کہا جو بھی اہم (Important) باتیں ہوں گی سائی لنٹ فیچر ہوں گے جو اس کلاس کے وہ سب کچھ بتا دے گا، مجھے آج انعام ملا، مجھے آج مار پڑی، استاد نے یہ کہا، میرے دوست نے یہ کہا، جب اس نے باتیں بتا دیں تو جو اچھی باتیں ہیں اس پر بچے کو شاباش دیں جو بری باتیں سمجھیں اس پر وہیں بچے کو تلقین کر دیں بیٹا آپ کے دوست نے آپ کو صحیح بات نہیں بتائی، یہ ایسے نہیں، ایسے ہے تو گویا اس نے آٹھ گھنٹے کے اندر جو کچھ سیکھا اس میں جو اچھی بات تھی آپ نے اس کو اس کے دل میں پکا کر دیا اور جو غلط باتیں تھیں آپ نے اس کو صاف (فلٹر) کر دیا آپ کے آٹھ منٹ آٹھ گھنٹے پر بھاری ہوں گے۔

اگر آپ نے بچے سے کچھ نہیں پوچھا تو جو اس نے کلاس میں سنا اچھا یا برا سنا وہ اس کے دل میں پکے ہو جائیں گے اپنے دوستوں سے سنی ہوئی باتیں وہ اپنے ذہن میں پکی کر لے گا اس لئے چند منٹ آپ کے لئے بہت اہم ہوتے ہیں۔

جب بھی کوئی بچہ گھر میں آ کر آپ کو سلام کرے، سلام کے بعد آپ اس سے ضرور پوچھیں کہ بیٹا سکول میں آج آپ نے کیسے دن گزارا؟ بیٹی تم نے سکول میں آج دن کیسے گزارا؟ وہ آپ کو چند منٹ میں بتا دے گی کہ امی یہ یہ ہوا آپ سن لیں اچھی باتوں کی تصدیق کر دیں اور بری باتوں سے اس کو منع کر دیں کہ بیٹا یہ بات اچھی نہیں ہوتی، آپ کے دوست نے یہ بات اچھی نہیں کی، بیٹا یہ ایسے یوں بات نہیں کرتے، چند منٹ لگتے ہیں لیکن ان چند منٹوں میں آپ نے اپنے بچے کو برے اثرات سے بچا لیا اور نیکی کے اوپر جما دیا۔

جب آپ ایسا کر لیں تو پھر اس کے بعد آپ اس بچے کو اپنے پاس بلائیں، بچہ جب آپ کے قریب آئے تو بچے کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھیں، یہ سر پر شفقت کا ہاتھ رکھنا بچے کو ساری زندگی اس کی لمس (چھونا) محسوس ہو گی پھر بچے کے ماتھے کا یا رخسار کا بوسہ لیں

کہ بیٹا آپ نے اچھا دن گزارا، آپ نے جب یہ ایک عادت بنالی کہ بچہ آپ کو آ کر سلام کرے گا تو پہلے اس کی کارگزاری پوچھیں گی پھر اچھی باتوں کی تصدیق کر دیں گی بری باتوں کو صاف فلٹر کر دیں گی پھر اس کو اپنے پاس بلا کر اس کے سر پر محبت کا ہاتھ رکھیں گی یہ سایہ ہی تو ہوتا ہے جو بچے کو یقین دلاتا ہے تمہارے سر پر ماں باپ کی شفقتیں موجود ہیں۔

اس وقت آپ کا بچے کے سر پر ہاتھ رکھ دینا بچے کے اوپر رحمت کے سائے کی مانند ہے ، بچہ (Protected feel) کرتا ہے (Alighted feel) کرتا ہے ، بچہ (Boosted feel) کرتا ہے اپنے دل کے اندر خوشی محسوس کرتا ہے کہ میرے سر پر کوئی ہے، چنانچہ دست شفقت رکھیں بچے کو بوسہ دیں اور بوسہ دینے کے بعد آپ نے پہلے سے یا تو کوئی آئس کریم یا مشروب یا کوئی میٹھی چیز جو جو بچہ پسند کرتا ہے اس کو فریج میں ضرور تیار کر کے رکھیں اور پھر اٹھا کر بچے کو دیں لو بیٹا یہ میں نے آپ کے لئے رکھا تھا، لیجئے۔ ایسے وقت میں جب بچہ بھوکا پیاسا سکول سے آیا ہے آپ اس کی مرغوب چیز تھوڑی سی اسے کھانے کو دیتی ہیں تو آپ اپنے بچے کا دل موہ لیتی ہیں آپ سمجھ ہی نہیں سکتیں کہ بچہ اس وقت آپ سے کتنی محبت کرنے لگ جاتا ہے۔

تو بچے نے آٹھ گھنٹے سکول مین لگائے تو آپ آٹھ منٹ لگا کر اس بچے کی ایسی تربیت کر دی کہ بچے کے دل میں آپ کی محبت بیٹھ گئی، اچھی باتیں آ گئیں، بری باتیں اس کے ذہن سے ختم ہو گئیں، اب اس بچے نے جو دن بھی گزارا تھا وہ اس کے لئے خیر کا دن بن گیا، باقی وقت تو اس نے آپ کی نظروں میں گزارا ہے، اس لئے آپ کے چند بچے ہوں یا دو بچے ہوں یا ایک بچہ ہو جتنے بچے بھی ہوں جب بھی گھر آئیں، باری باری سب کو ایسا کریں، سب کو انفرادی توجہ دیں، یہ نہ ہو کہ بچے کو پیار کریں اور بیٹی کو کہیں کہ جا کر خود چیز اٹھا کر کھالو، ہرگز نہیں، یہ تھوڑی سی ڈیوٹی ہے اسے اپنا فرض منصبی سمجھیں، اپنی ذمہ داریوں کی لسٹ (Charter of duty) میں اسے شامل کر لیں کہ یہ ماں کا فریضہ ہوتا ہے۔

بچے میں اچھی عادات پیدا کرنے کا حیرت انگیز نسخہ:

بچہ کئی گھنٹے باہر گزار کر آیا، اب آتے ہی اس بچے کو اس موقع پر ایسی دینی ہے کہ بچے

کے اندر اچھی عادتیں جم جائیں اور بری عادتیں اس سے دور ہو جائیں، اس لئے جب بچے اسکول سے آتے ہیں اس وقت کی یہ چند منٹ کی ڈیوٹی جس عورت نے پکی ادا کر دی اس کے بچے ساری زندگی نیک بنیں گے، مؤدب (ادب سیکھے ہوئے) بنیں گے، اور ماں کے ساتھ محبت کرنے والے بنیں گے، بچے کبھی نہیں بھول سکتے کہ جب ہم سکول سے آتے تھے امی ہمیں اتنا پیار دیتی تھی، جب آپ بوڑھی ہو جائیں گی بچے جوان ہو جائیں گے تو پھر بچے آپ کی خوشی کا خیال رکھیں گے جتنا آپ نے ان کا خیال رکھا، لہذا یوں سمجھئے کہ آج میں نے آپ کو ایک تحفہ دے دیا آپ اس پر عمل کر لیجئے اور پھر اس کے اثرات بچوں میں خود دیکھیں گی، آپ کے دل سے دعائیں نکلیں گی کہ رب کریم بچوں کی اچھی تربیت فرما دے۔

بچوں کو محبت دینا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مطہرہ ہے:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے فاطمۃ الزہراءؓ کے بڑے بیٹے یعنی امام حسنؓ تشریف لائے، بچے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا بوسہ لیا، پیار کیا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیار کیا تو اس وقت ایک صحابیؓ بیٹھے تھے اقرع بن حابس تمیمیؓ بنو تمیم کے آدمی تھے وہ دیکھ کر حیران ہو گئے کہنے لگے اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے تو دس بچے ہیں اور میں نے کبھی کسی کو اس طرح پیار نہیں کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من لایرحم لایرحم ...... جو آدمی رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا

ایک اور مرتبہ ایسا ہوا ایک اعرابی نے دیکھا، کہنے لگا اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں تو بچوں کو ایسے پیار نہیں کرتا جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تیرے دل میں اللہ نے رحمت کو نکال لی اور تجھے اس سے محروم کر دیا تو کوئی کیا کرے۔

تو معلوم ہوا کہ بچوں سے پیار کرنا انسانی فطرت ہے تو بچوں کو پیار دیا کریں۔

اپنے بچے سے محبت پر انعام الٰہی :

سیدہ عائشہؓ کے پاس ایک مرتبہ ماں آئی ، اس کے دو بیٹے (Twin) تھے ان کو حضرت عائشہؓ نے تین کھجوریں کھانے کو دیں ، ماں نے کیا کیا؟ ایک کھجور ایک بیٹے کو دی ، دوسری کھجور دوسرے بیٹے کو دے دی ، اور تیسری کھجور خود کھانے کے بجائے ہاتھ میں پکڑ لی ، جب دونوں بچوں نے اپنی اپنی کھجوریں کھالیں تو پھر تیسری کھجور کو للچائی نظروں سے دیکھنے لگے تو ماں نے اس کھجور کے دو ٹکڑے کر لئے ، آدھا ٹکڑا ایک کو دیا اور آدھا ٹکڑا دوسرے کو دے دیا ، بچوں نے اس کو بھی کھالیا اور خوش ہو گئے ۔

تو عائشہ صدیقہؓ بڑی حیران ہوئیں ، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو عائشہ صدیقہؓ نے یہ پورا واقعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا کہ ماں کی محبت دیکھئے ، اس نے خود نہیں کھایا اپنا حصہ بھی بچوں میں تقسیم کر دیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے اس عورت پر جنت واجب کر دی ۔ سبحان اللہ ، تو ماں جب بچوں کو اس طرح محبت دیتی ہے اس کے بدلے اللہ اس ماں کو جنت عطا فرما دیتے ہیں یہ تو جنت کے سودے ہیں اس لئے چاہئے کہ ماں اپنے بچوں کے ساتھ محبت کا معاملہ رکھے ۔

یاد رکھئے حدیث پاک میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نرمی پر وہ رحمتیں نازل فرما دیتے ہیں جو سختی پر نہیں نازل فرمایا کرتے ، اس لئے بچے کی تربیت کرتے ہوئے ان باتوں کا خیال رکھئے ۔

بچے کے دل میں بچپن سے توحید الٰہی کی شمعیں روشن کیجئے :

ایک اور بڑا اہم نقطہ ہے کہ بچے کے دل میں بچپن سے ہی ایمان کو مضبوط کیجئے ، توحید کا تصور مضبوط کر دیجئے ، بچے کے دل میں اللہ سے توکل پیدا کر دیجئے ، یہ ماں کے اختیار میں ہوتا ہے وہ ایسی تربیت کرے کہ بچے کے دل میں ڈر بھی اللہ رب العزت کا ہو ، امیدیں ہوں تو اللہ سے ہوں ، محبت ہو تو اللہ کی ہو ، توحید اس کے ذہن میں رچ بس جائے ، اور وہ انسان وہ بچہ اللہ سے والہانہ محبت کرنیوالا بن جائے ، ہمارے پہلے وقت کی اچھی مائیں

ان باتوں کا بہت زیادہ خیال رکھتیں تھیں۔

خواجہ قطب الدین بختیار کا کی کی والدہ کی تربیت:

انڈیا میں ایک بزرگ گزرے ہیں جو مغل بادشاہوں کے پیر کہلاتے ہیں، خواجہ قطب الدین بختیار کا کی، قطب مینار کے پاس ہی ان کی قبر ہے، جہاں یہ آرام فرمارہے ہیں ان کے بارے میں آتا ہے ان کا نام تو تھا قطب الدین لیکن ان کے ساتھ کا کی کا لفظ استعمال کرتے ہیں کا کی ہندی کا لفظ ہے، کا کی ہندی میں روٹی کو کہتے ہیں، تو یہ لفظ ان کے نام کے ساتھ کیسے لگا؟

یہ بھی دلچسپ واقعہ ہے کہ جب ان کی پیدائش ہوئی ذرا سمجھ بوجھ والے ہو گئے ماں باپ بیٹھ کر سوچنے لے کہ ہم بچے کی کس طرح اچھی تربیت کریں تا کہ ہمارا بچہ اللہ رب العزت سے محبت کرنیوالا بن جائے، دونوں آپس میں ڈسکس (Discuss) کرتے رہے لیکن وہ جو بات (Discuss) کرتے تھے اسے اسی وقت عمل میں لے آیا کرتے تھے، آج کی عورتوں کا یہ حال ہے کہ جب ان کی شادی نہیں ہوتی تو بچیوں کی تربیت کے بارے میں ان کے پلان ہوا کرتے ہیں اور جب ان کی شادی ہوتی ہے اور ان کے پانچ بچے ہوتے ہیں اور اک پلان بھی بچوں کی تربیت کا ان کے پاس نہیں ہوتا، ان کا دماغ ایسا ماؤف ہو چکا ہوتا ہے تو وہ ایسی نہیں تھیں وہ تو بچے کی اچھی تربیت کرنے والی تھیں لہذا ماں باپ بیٹھے (Discuss) کر رہے تھے۔

بیوی کہنے لگی کہ میرے ذہن میں ایک بات ہے کہ میں کل سے اس پر عمل کروں گی جس کی وجہ سے میرا بیٹا اللہ سے محبت کرنے والا بن جائے گا۔

خاوند نے کہا بہت اچھا، چنانچہ اگلے دن جب بیٹا مدرسے میں گیا تو پیچھے ماں نے اس کی روٹی بنادی اور (Closet) کے اندر کہیں پر چھپادی، جب بچہ آیا کہنے لگا امی مجھے بھوک لگی ہے، مجھے روٹی دیں، تو ماں نے کہا کہ بیٹا روٹی ہمیں اللہ تعالی دیتے ہیں آپ کو بھی اللہ تعالی دیں گے، آپ اللہ تعالی سے مانگ لیجئے، بیٹے نے پوچھا امی میں کیسے مانگوں فرمایا کہ بیٹے مصلی بچھا دو اور اس پر بیٹھ جاؤ اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھاؤ اور اپنے اللہ سے

دعا مانگو۔

بیٹے نے مصلی (جائے نماز) بچھایا، دونوں ہاتھ اٹھا لئے اور دعا مانگنے لگا اے اللہ میں ابھی مدرسے سے آیا ہوں، تھکا ہوا ہوں اور مجھے بھوک لگی ہوئی ہے اور مجھے پیاس بھی لگی ہوئی ہے اللہ مجھے روٹی بھی دے دیجئے، پانی بھی دے دیجئے اے اللہ مجھے جلدی سے دے دیجئے۔

یہ دعا مانگنے کے بعد بیٹے نے پوچھا کہ امی اب میں کیا کروں؟ تو ماں نے کہا کہ بیٹے اللہ نے تیرا رزق بھیج دیا ہوگا تو کمرے کے اندر تلاش کر تجھے مل جائے گا، چنانچہ بچہ مصلے سے اٹھ کر کمرے میں آیا ادھر ادھر دیکھا ماں نے کچھ راہنمائی (Guide) کیا چنانچہ جب اس نے (Closet) کھول کر دیکھا اس میں گرم گرم کھانا پکا ہوا پڑا تھا وہ بڑا خوش ہوگیا پھر کھانا کھاتے ہوئے پوچھنے لگا امی روز اللہ تعالی دیتے ہیں، ماں نے کہا ہاں بیٹے روز اللہ تعالی ہی دیتے ہیں اب یہ روز کی عادت بن گئی۔

بچہ مدرسہ سے آتا اور آ کر مصلی پہ بیٹھ کر دعا مانگتا ماں نے کھانا تیار رکھا ہوتا وہ کھانا بچے کو مل جاتا بچہ کھانا کھا لیتا، جب کئی دن گزر گئے ماں نے محسوس کرنا شروع کر دیا کہ بچہ اللہ تعالی کے متعلق زیادہ سوال پوچھنے لگا امی ساری مخلوق کو اللہ تعالی دیتے ہیں، امی اللہ تعالی کتنے اچھے ہیں، امی اللہ تعالی ہر روز کھانا دیتے ہیں، اللہ رب العزت سے محبت خوب بیٹھنے لگ گی، ماں بھی بڑی خوش تھی، بچے کی تربیت اچھی ہو رہی ہے اور یہ سلسلہ کئی مہینے ایسے چلتا رہا بالآخر ایک دن ایسا آیا ماں کو کسی تقریب میں رشتے داروں کے گھر جانا پڑا، بیچاری وقت کا خیال نہ رکھ سکی جب اسے یاد آیا کہ وقت تو بچے کے واپس آنے کا ہو چکا تھا اور ماں گھبرائی میرا بیٹا مدرسے سے واپس گھر آ گیا ہوگا، اگر اس کو کھانا نہ ملا تو ساری محنت ضائع ہو جائے گی۔

اب آنکھوں سے آنسو آ گئے، برقعہ پہنا قدم تیزی سے اٹھا رہی ہے آنکھوں میں سے آنسو ٹپ ٹپ گر رہے ہیں اللہ سے فریادیں کرتی جا رہی ہے میرے مولا میں نے ایک چھوٹی سی ترکیب بنائی تھی میرے بیٹے کے دل میں تیری محبت بیٹھ جائے اور اے اللہ مجھ سے غلطی ہوئی میں وقت کا خیال نہ رکھ سکی کھانا پکا کر نہیں رکھ سکی، اللہ میرے بیٹے کا یقین نہ

ٹوٹے ، اللہ میری محنت ضائع نہ کر دینا، روتی ہوئی ماں بالآخر جب گھر پہنچی تو کیا دیکھتی ہے بچہ بستر کے اوپر آرام کی نیند سویا ہوا ہے ماں نے غنیمت سمجھا اور جلدی سے کچن میں جا کر کھانا بنا دیا اور پھر اسے کمرے میں چھپا دیا پھر اپنے بیٹے کے پاس آئی آ کر اس کے رخسار کا بوسہ لیا، بچہ جاگ گیا ماں نے سینے سے لگا لیا میرے بیٹے تمہیں آئے ہوئے دیر ہوگئی تمہیں بہت بھوک لگی ہوگی بہت پیاس لگی ہوگی، بیٹا اٹھو اللہ سے رزق مانگ لو۔

بیٹا ہشاش بشاش اٹھ کر بیٹھ گیا، امی مجھے بھوک نہیں لگی، پیاس نہیں لگی، ماں نے پوچھا بیٹا کیوں؟ بیٹا کہنے لگا امی جب میں مدرسے سے گھر آیا تھا میں نے مصلی بچھایا اور ہاتھ اٹھا کر اللہ سے دعا مانگی اللہ بھوکا ہوں، پیاسا ہوں، مجھے کھانا دے دیجئے، اور اللہ آج تو امی بھی گھر پر نہیں ہیں۔ امی یہ دعا مانگ کر میں نے کمرے میں جا کر دیکھا امی مجھے کمرے میں ایک روٹی پڑی ہوئی ملی میں نے اسے کھا لیا لیکن امی جو مزہ مجھے اس روٹی میں آیا وہ مزہ مجھے پہلے کبھی بھی نہیں آیا، ماں نے بچے کو پھر سینے سے لگایا اللہ کا شکر ادا کیا کہ اللہ تو نے میری لاج رکھ لی۔

اس لئے اس کا نام کا کی پڑ گیا، خواجہ قطب الدین بختیار کا کی یہ بچہ بڑا ہو کر اتنا بڑا شیخ بن گیا کہ وقت کے بڑے بڑے مغل بادشاہ ان کے مرید بنے۔ لاکھوں کی تعداد میں لوگ ان سے بیعت ہوئے اور ان کے ہاتھوں پر توبہ تائب ہوئے، سبحان اللہ جب بچے کی ماں یوں تربیت کرتی ہے تو پھر اللہ رب العزت بھی اس بچے کو روشنی کا مینار بنا دیا کرتے ہیں، تو آپ بھی اپنے بچوں کو بچپن ہی سے اولیاء اللہ والی صفات سکھائیں تاکہ بچپن ہی سے ان صفات کو اپنے اندر پیدا کر لیں۔

اپنی اولاد کو تین چیزیں سکھاؤ :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ اپنے بچوں کو تین چیزیں سکھاؤ:

۱)...... اللہ رب العزت کی محبت سکھا

۲)...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سکھاؤ

۳)...... اہل بیت کی محبت سکھاؤ

قرآن کی محبت سکھاؤ، اب ان کی محبت سکھانا ماں کے بس میں ہے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ کی محبت سے متعلقہ واقعات سنائیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے متعلقہ واقعات سنائیں، قرآن پاک کی محبت سے متعلق واقعات سنائیں، قصص القرآن کتاب میں اچھے اچھے واقعات ہیں جب بچوں کو کچھ واقعات سنانے ہیں تو بچوں کو سونے سے پہلے قرآن کے متعلق واقعات سنائیں تاکہ بچے جب بڑے ہوکر قرآن پڑھیں گے وہ واقعات پہلے سے ان کے دلوں میں ہوں گے تو بچوں کو اچھی اچھی باتیں سنایئے، صحابہ کرامؓ کے احوال سنایئے، اولیاء کرام کے احوال سنایئے تاکہ بچوں کے اندر نیکی کا شوق ہو اور بچے نیک بن کر زندگی گزارنے کا ارادہ کرلیں۔

بچوں کو طعنہ مت دیں:

ایک بات اور بھی ذہن میں رکھئے کہ اپنے بچوں کو کبھی بھی طعنہ نہ دیں، بچے کبھی کوئی غلطی کر بیٹھیں یا کوئی قصور کر بیٹھیں تو بچے کو اس کے گناہ اور غلطی کا طعنہ دینا وہ بھی لوگوں کے سامنے یہ تو زہر میں بجھے تیر کی مانند ہے ایک بات بزرگوں نے بتائی کہ بچہ سات سال تک ماں باپ کا غلام ہوتا ہے، سات سے چودہ سال تک ماں باپ کا مشیر ہوتا ہے یعنی ان کی بات بھی مان لیتا ہے اور کبھی کبھی اپنے مشورے بھی دے دیتا ہے، چودہ سال کے بعد یا پھر وہ ماں باپ کا دوست ہے یا پھر ماں باپ کا دشمن ہوتا ہے، اس لئے یہ بچے تھوڑے عرصے کے لئے آپ کے پاس غلام کی مانند ہیں ان کو جو کہیں گی وہ مانیں گے لیکن اور بڑے ہو گئے تو اپنے مشورے بھی دینے شروع کردیں گے اور جب ٹین ایجر بن گئے تیرہ سے اوپر آگئے اب ان سے زیادہ توقع مت رکھئے۔

پہلے آپ نے اچھی تربیت کردی تو یہ آپ کے غلام بے دام ہیں، آپ کے خدمت گار ہیں، آپ کی خوشی میں ان کی خوشی اور آپ کی ناراضگی میں ان کی ناراضگی ہے لیکن اگر آپ نے اچھی تربیت نہیں کی، تو پھر چودہ سال کے بعد بچے کی تربیت کرنا بڑا مشکل ہوجاتا ہے یہ تو اسی طرح کہ سخت لوہا (Hard steel) کسی کے ہاتھ میں دو اور اس کو کہیں کہ اس کو کسی خاص شکل میں ڈھال دیجئے یہ ہارٹ اسٹیل ڈھالنا پھر بڑا مشکل ہوجاتا

ہے اس لئے بچپن سے تربیت اچھی کیجئے۔

بچوں سے بات منوائیے، آڈر نہ دیجئے:

ایک اور نقطہ بھی ذہن میں رکھئے، بچوں سے بات منوانے کا گر ڈھونڈیں اور کھلم کھلا بچوں کو آڈر نہ دیا کریں کہ میں آڈر دے رہی ہوں تم ایسے کرو، اگر بچے نے نہ کیا تو وہ آپ کی وجہ سے گنہگار بنے گا، ہمارے بزرگوں کا طریقہ تھا کہ وہ بچوں کو کوئی بات بھی نہیں کہتے تھے مگر پیار کے انداز میں، بیٹا تم ایسا کردو تو مجھے بڑی خوشی ہوگی، بیٹا !اگر آپ ایسا کردو تو میں بڑی دعائیں دوں گی، جب آپ اس طرح سے بات کریں گی اگر بچے نے بات مان لی تو واقعی اس کو دعائیں مل جائیں گی اور نہ بھی مانی تو کم از کم وہ گناہ کا مرتکب تو نہیں ہوگا۔ اس نہ ماننے کی وجہ سے اس پر نحوست تو نہیں پڑے گی بچپن کی لاابالی عمر ہے اس کو ابھی پوری طرح پتہ بھی نہیں کہ بات نہ ماننے کی کیا نحوستیں ہوتی ہیں اس لئے بچوں کو ان نحوستوں سے بچانے کے لئے کبھی ڈائریکٹ آڈر پاس (Direct orders pass) نہ کیجئے، مشورۃ بات کیا کریں میرا بیٹا اگر آپ گلاس بھر لاؤ تو کتنا اچھا کام ہے، تو مشورہ کے انداز میں بچے کو کام کہیں تاکہ بچہ اس کو کرے تو اس کو اجر مل جائے اور اگر خدانخواستہ نہ بھی کرے تو نہ ماننے کی نافرمانی کا داغ اس کے دل پہ نہ لگنے پائے، ماں تو بڑی رحیم وکریم ہوتی ہے کبھی بھی بچے کے دل میں ظلمت کو پسند نہیں کرتی، جو ماں اپنے بیٹے کے جوتے کی نوک کو بھی چمکا کے رکھتی ہے۔ اگر برش نہیں ملتا اپنے دوپٹے سے صاف کردیتی ہے وہ اپنے بیٹے کے دل کی ظلمت کو کیسے پسند کرسکتی ہے مگر اسے پتہ نہیں ہوتا کہ اس نے تربیت کیسے کرنی ہے اس لئے اس بات کا بھی خاص خیال رکھئے۔

بچوں کے دل میں دشمنی کا بیج مت بوئیے:

ایک اور بہت اہم چیز ہے کہ بچوں کی عمر ایسی ہوتی ہے کہ انہوں نے گردوپیش کو دیکھ کر سیکھنا ہوتا ہے ایجوکیشن ہوتی ہے بچے کی، وہ ابھی سیکھنے کے مرحلہ (Learning cases) ہوتا ہے اس لئے آپ دیکھیں گی کہ بچہ جب بھی کسی چیز کو ہاتھ میں پکڑتا ہے

تھوڑی دیر ہاتھ میں لیتا ہے، ہاتھ میں لیکر وہ دیکھتا ہے کہ یہ چیز سخت ہے یا یہ چیز نرم ہے، جب ہاتھ لگا کے اس کو پتہ چل گیا یہ نرم ہے یا سخت ہے اس کے بعد وہ بچہ اس چیز کو منہ میں لینے کی کوشش کرتا ہے اس کی کیا وجہ ہوتی ہے؟ وہ اس کا ذائقہ چکھنے کی کوشش کرتا ہے، تو اس نرم یا سخت کو دیکھ کر اور ذائقہ کو دیکھ کر وہ ہر چیز کو پہچاننا چاہتا ہے کہ یہ چیز کیسی ہے یہ اللہ نے فطری طور پر بچے کے اندر (Learning procedier) رکھ دیا ہے اس لئے بچہ شیشے کی چیز اٹھاتا ہے، پہلے اسے ہاتھ لگاتا ہے پھر اسے منہ میں لے جاتا ہے جب منہ میں لے جا کر اس کے ذائقہ کا اس بچے کو پتہ چل گیا پھینکے گا جس سے یہ چیز ٹوٹ جائے گی یہ اس کا (Learning corve) ہے، آپ ذہن میں رکھیں جب بھی کوئی چیز بچے کی (Reach) میں ہوگی بچہ پہلے ہاتھ لگائے گا پھر اس کو منہ میں ڈالے گا پھر اسے زمین پہ پھینک کے دیکھے گا اب شیشے کی ٹوٹنے والی چیزوں کو بچانا یہ ماں کی ذمہ داری ہے بچے نے توڑ دیا تو اس کی پٹائی نہ کریں یہ بچے کا فطری عمل تھا جو بچے نے کیا قصور ماں کا تھا اور مار بچے کو پڑ رہی ہے یہ تو شیشے کی چیزوں کو توڑ دیتا ہے بچے نے تو توڑنی ہے بچے کو کیا پتہ یہ ٹوٹ گئی یا نہیں اس نے تو یہ دیکھا ہے کہ اس کی آوز کیسے آتی ہے چھناکے کی آواز آئی بچہ خوش ہو گیا اس میں سے ایسی آواز آتی ہے اس کا ذہن اتنا ہی کام کر رہا ہوتا ہے۔

بچوں کے سوالات کا جواب دینے سے مت گھبرائیے:

جب بچے ذرا اور بڑے ہوتے ہیں وہ چیزوں کو نہیں توڑتے پھر وہ ماں باپ سے سوال پوچھنا شروع کر دیتے ہیں، کئی بچے تھوڑے سوال پوچھتے ہیں کئی زیادہ سوال پوچھتے ہیں، جو بچے زیادہ سوال پوچھیں وہ بچے زیادہ ذہین ہوتے ہیں، ان کے سوال کا جواب دینے سے مت گھبرایا کریں، بچے کو (Satisfy) کرنے کی کوشش کریں، کئی مرتبہ بچہ (Satisfy) نہیں ہوتا ماں بجائے جواب سے کوئی (Counter question) کر دیتا ہے، ماں دھمکا دیتی ہے کیا ہر وقت تم سوال پوچھتے رہتے ہو چپ کرو خبردار اب جو بولے، اگر آپ نے دھمکا کر چپ کروا دیا تو بچہ چپ تو ہو جائے گا مگر اس کے ذہن سے

سوال تو نہیں نکلے گا، وہ تنہائی میں بیٹھ کر سوچتا رہے گا آپ نے شیطان کو موقع دے دیا وہ اسی سوال کو بہانہ بنائے گا کہے گا میری امی کو کچھ پتہ نہیں، میری امی کو نہ دین کا پتہ ہے، نہ دنیا کا پتہ ہے، وہ ماں کے خلاف بیٹھ کر سوچے گا آپ نے ڈانٹ پلائی اس کا اثر بچے کے دل پر ہوا وہ تنہائی میں جا کر ماں کے خلاف سوچنا شروع کر دے گا۔

اور اگر باپ نے ایسا کیا اور باپ کی تو عادت ہی ایسی ہوتی ہے ایک آدھ بات کا جواب دیتے ہیں اور اگر دوسری بات کر دی تو باپ کہتا ہے بڑا افلاسفر بنتا ہے چل دفع ہو جا، اگر ایسی بات کر دی تو اس نے بچے کیدل میں اپنی دشمنی کا بیج بو دیا ماں باپ کو چاہئے ایسے بیج نہ بویا کریں، اگر بیج بوئیں گے کل ماں باپ کو کانٹے پڑیں گے یہ کانٹے دار درخت جب ان کے اندر پیدا ہوں گے تو کل ماں باپ کے ساتھ ان کا رویہ بھی ایسا ہی ہوگا اس لئے چاہے بچے جتنے مرضی سوال پوچھیں تحمل مزاجی کے ساتھ بچے کو مختصر جواب بتاتی رہیں حتی کہ بچے مطمئن ہو جائیں یہ بچے کا (Learning corve) ہے فطرت نے اس کے اندر ایسی طلب رکھی ہوتی ہے کہ وہ ہر چیز کے بارے میں پوچھتا ہے اس لئے اس کو ایک فطرت کا عمل سمجھتے ہوئے بچے کی باتوں کا آرام سے جواب دیں اور اگر کوئی بات محسوس کریں کہ بچہ مطمئن نہیں ہوا اپنے میاں سے ڈسکس (Discuss) کریں صحیح جواب نہ ملے تو کسی بڑی عمر کی عورت سے یا مرد سے ڈسکس (Discuss) کریں، شیخ سے ڈسکس (Discuss) کریں کسی عالم سے اس کا جواب پچھوائیں اور جب اس کا صحیح جواب مل جائے پھر اپنے بچے کو بیٹھ کر بتائیں، بیٹے آپ نے مجھ سے سوال پوچھا تھا اس وقت تو میں اس کا جواب دے نہ سکی اس کا اصل میں یہ جواب ہے، جب آپ بچے کو مطمئن کر دیں گی تو بچہ سمجھے گا کہ جو میری امی کہتی ہے بس مجھے اس بات کو مان لینا ہے، اس طرح بچے اپنے ماں باپ کے فرمانبردار ہو جاتے ہیں ان کے ذہن میں بات بیٹھتی ہے ماں جو کہتی ہے وہ سوچی سمجھی بات ہوتی ہے اور میرا کام تو اس پر عمل کرنا ہوتا ہے۔ کئی مرتبہ ایسے بھی ہوتا ہے کہ کچھ بچے قدرتی طور پر کند ذہن ہوتے ہیں کند ذہن سے کیا مراد؟ کچھ تو ہوتے ہی (Retorted) ذہن کے ہیں اور کچھ بچے ایسے ہوتے ہیں جن کی ذہنی صلاحیتیں کھلنے میں دیر لگتی ہے شروع میں ان کے اوپر غبوبیت ہوتی ہے وہ غبی (کند ذہن) سے ہوتے ہیں

بچے کو سمجھایا جائے وہ سمجھتے نہیں بس لاابالی سی عمر کھیلنے کی ، بچہ اگر کند ذہنی کا اظہار کرے تو اس سے گھبرائیں نہیں کوئی بات نہیں تھوڑا سا بڑا ہو کر بچے کی ذہنی صلاحیتیں کھل سکتی ہیں ۔

آئن سٹائن سائنسدان کیسے بنا ؟

سائنس کی ایک کتاب میں لکھا ہے کہ آئن سٹائن جو دنیا کا اتنا بڑا سائنسدان بنا جب بچہ تھا سکول جاتا تھا اس کو گنتی بھی پوری نہیں آتی تھی حتی کہ جب یہ کنڈ یکٹر کو پیسے دیتا اور وہ اسے واپس دیتا تو یہ اکثر اسے کہتا کہ تم نے مجھے پورے پیسے واپس نہیں کئے ، اور جب اسے حساب سمجھاتا تو پیسے پورے ہوتے کئی دفعہ ایسا ہوا ، ایک مرتبہ کنڈ یکٹر نے اسے کہہ دیا کہ تو کیسے زندگی گزارے گا تجھے تو حساب بھی نہیں آتا ؟ بس اس کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ میں نے حساب پڑھنا ہے چنانچہ اس نے حساب پر محنت کرنا شروع کر دی (Physice) پر محنت کرنی شروع کر دی اور (Theory of realitivity) کا تصور پیش کیا اور آج سائنس کی دنیا میں لوگ ایسا اس کا احترام کرتے ہیں جیسے دین کی دنیا میں پیغمبروں کا احترام کیا جاتا ہے ۔ اگر چہ مثال ایک کافر بچے کی مگر سوچنے میں ہمارے لئے ایک اچھی مثال ہے کہ بچے شروع میں کند ذہن ہوتے ہیں مگر یہ مطلب نہیں کہ یہ ساری زندگی کند ذہن ہی رہیں گے ۔

بچہ سے کسی حال میں بھی ناامید نہیں ہونا چاہئے :

اور اگر آپ سمجھتی ہیں کہ بچے کا (Retorted) ذہن ہے تو شروع سے ہی خاص تعلیم (Special education) کا انتظام کرلیں ، یاد رکھیں (Special education) کے ذریعے بچوں کو اچھی تعلیم دی جاسکتی ہے ہم نے دنیا میں دیکھا لوگ اپنے نابینا بچوں کو ایسی تعلیم دیتے ہیں کہ وہ اخبار پڑھ لیتے ہیں لوگ اپنے نابینا بچوں کو بہت بڑے بڑے عالم اور حافظ اور قاری بنا لیتے ہیں اپنے بچوں کو تعلیم ہر حال میں دیجئے

خدانخواستہ (Handicapped) ہے تو بچے کو (Ignore) نہ کریں آپ کے اوپر فرض ہے اس بچے کو علم سکھائیں اگر اس کو علم آگیا تو اب اس کے لئے زندگی کی

آسانیاں ہو جائیں گی ، ہم نے بڑے (Handicapped) قسم کے لوگوں کو دیکھا بڑے بڑے (Business man) ہوتے ہیں ، ویل چیئر (Wheel chair) پر بیٹھے ہوتے ہیں مگر ان کے سامنے لاکھوں کروڑوں کے فیصلے ہو رہے ہوتے ہیں اور وہ نوجوان جن کی تعلیم ان کے پاس ہے (Handicapped) ہونے کے باوجود اتنے بہترین تاجر ہوتے ہیں اتنے بہترین انسان بنتے ہیں اتنے بہترین عالم بن جاتے ہیں تو اس لئے بچہ کسی حالت میں ہو بچے سے ناامید نہیں ہونا چاہئے البتہ محنت ذرا زیادہ کرنی پڑتی ہے مگر تربیت نام اسی کا ہے کہ ماں تربیت اچھی کرے ماں نے بچے کی تربیت اچھی کر دی اس کے بدلے اس کو جنت ملے گی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب نصیب ہوگا تو اس لئے اس کو ایک ذمہ داری سمجھ کر پورا کیجئے ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی بچوں کو سمجھایا کرتے تھے۔

بچوں کو برے دوستوں سے بچائیے :

ایک بات اور ذہن میں رکھئے کہ بچوں کو برے دوستوں سے بچانے کا اہتمام کریں ، یاد رکھنا بچے اپنے دوستوں سے اتنی گندی باتیں سیکھتے ہیں کہ جن باتوں کا ماں باپ تصور بھی نہیں کر سکتے اس لئے ماں باپ دونوں کو چاہئے کہ بچے کے دوستوں پر نظر رکھیں کلاس روم میں کن کے پاس بیٹھتا ہے اس کا بھی ذرا استاد (Teacher) سے پتہ کرتے رہیں اور ٹیچر کو کہیں کہ بچے پر وہ بھی نظر رکھے بچے کے دوست اگر اچھے ہوں گے تو بچے کی بیڑی کنارے لگا جائے گی ، کشتی کنارے لگ جائے گی اور اگر دوست برے ہوئے تو بچے کی کشتی کو ڈبو کے رکھ دیں گے ، دوست ہی بناتے ہیں دوست ہی بگاڑتے ہیں ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا کہ:

المرء علی دین خلیله ..... انسان تو اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے

اس لئے اس بات کا خاص خیال رکھنا بچے ذرا بڑے ہوئے ، بیٹی بڑی ہو گئی اب سوچیں کہ کن لڑکیوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا رکھتی ہے وہ نمازی ہیں یا نہیں نیک گھروں کی ہیں یا نہیں پردہ کا خیال رکھنے والی ہیں یا کہ نہیں ، کبیرہ گناہوں کی مرتکب ہونے والی ہیں تو کل آپ کی بیٹی بھی انہی جیسی بن جائے گی اس لئے ان پر خاص نگاہ رکھنا یہ ماں باپ کی

ذمہ داری ہوتی ہے اولاد کو برے دوستوں سے بچایئے اس لئے پہلے وقت میں مشائخ اپنے بچوں کو نصیحتیں کرتے تھے کہ کس کو دوست بنانا چاہئے اور کس کو دوست نہیں بنایا چاہئے

پانچ قسم کے لوگوں سے دوستی نہ کریں:

امام جعفر صادقؒ فرماتے ہیں کہ میرے والد امام باقرؒ نے مجھے پانچ نصیحتیں کیں کہ بیٹا پانچ قسم کے لوگوں سے دوستی نہ کرنا بلکہ اگر کہیں راستے میں چل رہے ہوں تو ان کے ساتھ ملکر بھی نہ چلنا، وہ اتنے خطرناک ہوتے ہیں، میں نے پوچھا کون ابو؟ تو انہوں نے فرمایا:

۱)...... ایک جھوٹے سے دوستی نہ کرنا، میں نے پوچھا کیوں؟ وہ فرمانے لگے اس لئے کہ وہ دور کو قریب دکھائے گا اور قریب کو دور دکھائے گا اور تمہیں دھوکے میں رکھے گا۔

۲)...... میں نے کہا اچھا دوسرا کون؟ فرمانے لگے تم کسی بخیل سے دوستی نہ کرنا، کنجوس مکھی چوس سے دوستی نہ کرنا، (Miser) سے دوستی نہ کرنا، میں نے کہا کیوں؟ فرمانے لگے وہ تمیں اس وقت چھوڑ دے گا جب تمہیں اس کی بہت زیادہ ضرورت ہوگی وہ دھوکہ دے جائے گا اس لئے اس سے بھی دوستی نہ کرنا۔

۳)...... میں نے کہا اچھا تیسرا کون؟ فرمانے لگے فاجر فاسق سے یعنی جو اللہ کے حکموں کو توڑنے والا ہو اس سے بھی دوستی نہ کرنا میں نے پوچھا کس لئے؟ فرمایا اس لئے کہ وہ تمہیں ایک روٹی کے بدلے بیچ ڈالے گا بلکہ ایک روٹی سے بھی کم کے بدلے میں بیچ دے گا۔ میں نے پوچھا ابو ایک روٹی کے بدلے میں بیچنے کی بات تو سمجھ میں آتی ہے ایک روٹی سے کم میں کیسے بیچے گا؟ فرمایا بیٹے ایک روٹی کی امید پہ تمہارا سودا کردے گا اور تمہیں بھاؤ کا پتہ بھی نہیں چلنے دے گا یعنی فاسق بندے کا کیا اعتبار ہے جو خدا کے ساتھ وفادار نہیں وہ بندوں کا وفادار کیسے ہوسکتا ہے۔

۴)...... بیوقوف سے دوستی نہ کرنا، میں نے پوچھا کس لئے؟ فرمایا اس لئے وہ تمہیں نفع پہنچانا چاہے گا اور نقصان پہنچا دے گا۔

۵)...... میں نے پوچھا پانچواں کون؟ فرمایا قطع رحمی کرنے والے، رشتے ناطے توڑنے والے بے وفا انسان کے ساتھ دوستی نہ کرنا کہ بے وفا بالآخر بے وفا ہوتا ہے۔ تو پہلے وقت

میں والدین اپنے بچون کو نصیحتیں کیا کرتے تھے۔

بچوں کو مارنا کسی چیز کا حل نہیں:

بچوں کو دھمکا کر آپ بے شک ڈانٹ لیجئے ایسے آپ چہرہ بنا لیجئے کہ آپ جیسے بڑے غصے میں ہوں لیکن بچوں کو مارنے سے گزیر کریں مارنا کوئی حل نہیں ہوتا بلکہ میری تو یہ (Theory) ہے کہ جو انسان بچے کو مارتا ہے وہ تسلیم کر لیتا ہے کہ میں بچے کو سمجھانے میں شکست کھا گیا میں بچے کو سمجھانے میں ناکام ہوگیا، گویا مارنا اس بات کو تسلیم کرنا ہے کہ میں بچے کو سمجھانے میں ناکام ہوگیا جب بچے کو سمجھانے میں ناکام ہو جاتا ہے اب وہ بچے پر ہاتھ اٹھاتا ہے ہاتھ اٹھانے سے بچے نہیں سمجھا کرتے اس لئے بچوں کو مارنے کی بجائے سمجھانے اور دانٹنے کی حد تک رہیں، اگر کبھی کوئی اصولی غلطی کر لے اصولی بدتمیزی کر دے کوئی بڑا معاملہ کر لے اب اس کے لئے سزا ضروری ہوتی ہے تاہم حتی الوسع سمجھانے کی کوشش کیجئے۔

بچوں کی لائبریری:

آپ اپنے گھر کے اندر بچوں کی کتابوں کی لائبریری بنائیں تاکہ بچوں کو پڑھنے کیلئے کتابیں مل جائیں ہم نے دیکھا بچے لغو کھیلوں میں لگنے کی بجائے کتابیں پڑھتے ہیں جو بچوں کی ہوں کہانیوں کی ہوں، اچھے نتیجے والی ہوں، اور بچے ان کو پڑھتے ہیں اور خوش رہتے ہیں

بچوں کا نظام الاوقات:

والدین بچوں کا نظام الاوقات بنا دیں کہ اس وقت سونا ہے، اس وقت نہانا ہے، اس وقت کھانا کھانا ہے، اس وقت پڑھنا ہے، اور اس وقت کھیلنا ہے، اس وقت اس کو زبردستی کھیلنے کے لئے بھیجیں۔ بچوں کو ہم نے لولا لنگڑا نہیں بنانا ہوتا، بچوں کو (Handicapped) نہیں بنانا ہوتا، کھیلنے کے وقت بچہ کھیلے، پڑھنے کے وقت بچہ پڑھے، کھانے کے وقت کھائے اور سونے کے وقت سوئے اس لئے بچے کی اچھی تربیت یہی ہے، اچھی صحت بھی ہو اس لئے کہ جب صحت اچھی ہوگی تو پھر دماغ بھی اچھا ہوگا ایک اچھا دماغ ہمیشہ ایک اچھے بدن میں ہوا کرتا ہے تو یہ ماں کی تربیت ہے جس کے اثرات بچوں پر ہوتے ہیں۔

رشتوں کے لئے معیار انتخاب:

جب بچے بڑے ہو جائیں اور جوانی کی عمر کو پہنچ جائیں، شادی کا وقت ہونے لگے تو اب بچوں کے لئے آپ رشتے ڈھونڈیں ایک نقطے کی بات یاد رکھ لینا کہ بچے کی پسند کا بھی خیال رکھیں مگر میں (Main) چیز یہ رکھیں کہ بیٹے کے لئے کوئی لڑکی ڈھونڈنی ہے وہ لڑکی ڈھونڈیں جس کیدل میں خوف خدا ہو اور بیٹی کے لئے داماد ایسا ڈھونڈیں جس کے دل میں خوف خدا ہو۔ یہ خوف کا لفظ یاد رکھنا یہ خوف خدا ایسی چیز ہے اگر یہ بہو کے دل میں ہوگا تو یہ آپ کے بیٹے کو بھی ساری زندگی خوش رکھے گی آپ کی بھی خدمت کرے گی اگر آپ کے داماد میں خوف خدا ہوگا وہ آپ کی بیٹی کو خوش رکھے گا آپ کے بھی حقوق پورے کرے گا جب دل میں خوف خدا نہیں ہوتا تو پھر جھگڑوں کی زندگی شروع ہو جاتی ہے۔

اس لئے جہاں آپ باقی تمام چیزیں دیکھیں ایک نقطے کی بات اس عاجز نے آپ کو بتا دی وہ یہ ہے کہ جب بھی رشتہ دیکھں یہ ضرور دیکھیں کہ اس کے دل میں خوف خدا ہے یا نہیں؟ خوف خدا اگر ہوگا تو آپ کی زندگی میں آپ کے گھر میں ایک اچھے فرد کا اضافہ ہو جائے گا سارے غم غلط ہو جائیں گے اور وہ خود بخود سب کے حقوق کا خیال رکھنے والا ہوگا، اس خوف خدا کو عربی زبان کے اندر تقوی کہتے ہیں۔

تقوی کی اہمیت:

تقوی اتنا اہم ہے قرآن مجید میں چند آیتوں کے بعد تقوی اختیار کرنے کا حکم دیا، خاص طور پر سورہ نساء کو پڑھ کر دیکھ لیجئے ہر چند آیتوں کے بعد واتقوا اللہ واتقوا اللہ واتقوا اللہ یہ بار بار جو اتقوا اللہ کہا گیا اللہ تعالی جانتے تھے تقوی کے بغیر میاں بیوی کے معاملات میں توازن نہیں رکھا جا سکتا افراو تفریط کا خطرہ ہے اس لئے بار بار تقوی تقوی تقوی کی تلقین کی گئی، آپ کو بھی ایک لفظ یاد رکھنا چاہئے جس کو خوف خدا کہتے ہیں۔

جب بچوں کے لئے کوئی رشتے ڈھونڈنے ہوں جہاں باقی باتیں دیکھیں ایک خاص چیز پر نظر رکھیں کہ اس کے دل میں خوف خدا ہو، اگر خوف خدا ہوا تو پھر وہ آپ کے گھر کا

ایک اچھا فرد بن کر رہے گا اگر لڑکی ہے تو اچھی فرد بن کر رہے گی اور آپ کی زندگی میں خوشیاں آئیں گی صحابہ کرامؓ اسی معیار کو سامنے رکھتے تھے۔

حضرت عمرؓ کا اپنی بہو کے انتخاب:

مشہور واقعہ ہے، حضرت عمرؓ رات کو پہرہ دیتے ہوئے جا رہے تھے، جب صبح کی اذانوں کا وقت ہوا، ایک گھر میں سے آوازیں آ رہی تھیں آپؓ نے قریب ہو کر سنا تو ایک بڑھیا اپنی جوان بیٹی سے باتیں کر رہی تھی کہ بیٹی کیا بکری نے دودھ دیا؟ اس نے کہا امی دے دیا، پوچھا کتنا دودھ دیا؟ اس نے کہا تھوڑا دیا۔ بڑھیا کہنے لگی دودھ لینے والے جب آئیں گے اگر تھوڑا دودھ ملا تو وہ نہیں لیں گی، اس لئے کچھ پانی ڈال دو۔ یہ دودھ پورا ہو جائے گا۔ بیٹی نے کہا امی میں ایسا ہرگز نہیں کروں گی، بڑھیا نے کہا کونسا امیر المؤمنین حضرت عمرؓ تمہیں دیکھ رہا ہے، تو پانی ڈال دے، بیٹی نے آگے سے جواب دیا، امی اگر حضرت عمر بن خطابؓ نہیں دیکھ رہے تو عمر بن خطاب کا پروردگار تو دیکھ رہا ہے میں تو پانی نہیں ڈالوں گی۔ حضرت عمرؓ نے یہ بات سنی، گھر آ گئے جب دن کا وقت ہوا، آپؓ نے اس بڑھیا اور لڑکی کو بلوایا، جب آپؓ نے ان سے بات پوچھی تو پتہ چلا کہ وہ لڑکی کنواری تھی، شادی نہیں ہوئی تھی حضرت عمرؓ نے اس بڑھیا سے کہا میں اپنے بیٹے کے لئے اس لڑکی کا رشتہ مانگتا ہوں، چنانچہ آپؓ نے اپنے بیٹے کے ساتھ اس لڑکی کا رشتہ کر دیا۔

دیکھئے عمر بن خطابؓ اپنے بیٹے کے لئے ایسی لڑکی کا رشتہ پسند کرتے ہیں یہ وہ لڑکی تھی جس کو اللہ نے ایک بیٹی عطا کی اور وہ بیٹی تھی جس کے پیٹ سے حضرت عمر بن عبدالعزیز پیدا ہوئے تو یہ لڑکی جس میں خوف خدا تھا یہ عمر بن عبدالعزیز کی نانی بنیں تو جب دل میں خوف خدا ہوتا ہے تو اللہ ان کی آنے والی نسلوں سے اولیاء اللہ پیدا کر دیتے ہیں اس لئے چاہئے کہ بچے کی تربیت کے بارے میں اللہ رب العزت سے بھی دعائیں مانگیں اور ان کی تربیت کا خاص خیال رکھیں، نمونہ بن کر دکھائیں۔

بچے کی تربیت کا رقت آمیز واقعہ:

یہ سچا واقعہ ہے، ایک بچہ اسکول میں پڑھتا تھا، اس کو اسلامیات کے ٹیچر نے نظم سکھائی

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا ☆ مرادیں غریبوں کی برلانے والا

لیکن وہ بچہ جب بھی پڑھتا تو یوں پڑھتا:

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والے ☆ مرادیں غریبوں کی برلانے والے

استاد نے کئی مرتبہ کہا کہ شاعر نے ''والا'' لکھا ہے مگر وہ اسی طرح پڑھتا، استاد نے کہا اچھا اب، وہ اس غلطی کو ٹھیک کرلے گا۔ لیکن بچے نے جب تقریبی سطح (Funcation annual) کے اوپر نظم سنائی تو بچے نے پھر ''والے'' پڑھا۔

ڈپٹی کمشنر آیا ہوا تھا اس نے اپنے صدارتی خطبے میں کہا کہ آج کل استاد بچوں کا خیال نہیں کرتے، یہ دیکھو اسلامیات کے ٹیچر نے بچے کو نعت یا نظم پڑھائی اور بچے نے ''والا'' نہیں ''والے'' کہا، استاد کو پتہ نہیں شاعر نے کیا لکھا، لڑکا کیا پڑھ رہا ہے، چنانچہ استاد کی بے عزتی ہوئی پورے مجمع کے اندر اس کی سبکی ہوئی حالانکہ اس نے تو نشاندہی کردی تھی اس نے کہا اس بچے نے میری بات نہیں مانی اور مجھے سب کے سامنے رسوا کردیا

چنانچہ سال مکمل ہوا، اگلے سال کی کلاسوں میں بچے چلے گئے عجیب اللہ کی شان دیکھئے اس بچے کی کلاس کے ابتدائی دن تھے، ان کا ایک دن حساب (Mathematic) کا ٹیچر نہیں آیا تھا ایک پریڈ تفریح (Half time) سے پہلے تھا ایک پریڈ تفریح (Half time) کے بعد تھا چنانچہ ہیڈ ماسٹر نے دیکھا اسٹاف روم (Staff room) میں اسلامک اسٹڈیز کے ٹیچر فارغ ہیں ان کا پریڈ خالی تھا انہوں نے اس کو کہا کہ آپ فلاں کلاس میں چلے جائیں آج ان کے ٹیچر نہیں آئے، آج تو ابھی ایڈمشن کا پہلا دن ہے ان کے پاس کتابیں بھی نہیں ہیں، آپ ان سے پیار محبت کی باتیں کرتے رہیں ،بچوں کا وقت گزر جائے گا یہ شور نہیں کریں گے۔

چنانچہ اسلامیات کے ٹیچر آ گئے وہ کہنے لگے کہ بھئی میں کچھ باتیں آپ کو سناؤں گا، پھر آپ سے چھوٹے چھوٹے سوالات پوچھوں گا، آپ جواب دیدینا، ہمارا وقت اچھا گزر جائے گا۔ لڑکے آمادہ ہو گئے پہلے استاد نے کافی باتیں سنائیں، جب تھک گئے انہوں نے چھوٹے چھوٹے سوالات شروع کردیئے کسی سے کچھ پوچھا، کسی سے کچھ پوچھا، جب اس لڑکے کی باری آئی استاد نے پوچھا یہ بتاؤ ہمارے پیغمبر کا کیا نام ہے؟ یہ لڑکا اٹھ کر کھڑا

ہو گیا، اس کا نام احمد تھا، اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ استاد نے پوچھا کہ بتاؤ کیا نام ہے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا؟ یہ پھر چپ رہا، استاد نے دل میں سوچا اس نے پہلے بھی میری بے عزتی (Public insult) کروادی تھی اب پھر پوری کلاس کے اندر میں پوچھ رہا ہوں جواب نہیں دیتا مجھے لگتا ہے یہ لڑکا بڑا ضدی قسم کا لڑکا ہے۔

چنانچہ استاد نے ڈنڈا ہاتھ میں لیا، قریب آ گیا، کہنے لگا تمہیں ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا نام آتا ہے لڑکے نے سر ہلا کر کہا جی ہاں پوچھا پھر بتاتے کیوں نہیں؟ لڑکا چپ ہو گیا استاد نے کہا میں تمہاری پٹائی کرونگا تم نام کیوں نہیں بتاتے؟ لڑکا خاموش ہے، ساری کلاس کے لڑکے حیران ہیں، یہ تو اتنا نیک اور دینی علم رکھنے والا ہے یہ کیوں نہیں بتا رہا؟

بار بار پوچھنے پر بھی بچے نے نہ بتایا استاد کو غصہ آیا استاد نے اس کو دو چار ڈنڈے لگائے تھپڑ لگائے، بچے کو کبھی مار نہیں پڑی تھی پہلی مرتبہ کلاس میں پٹائی ہوئی تو بچہ رونے لگ گیا، آنسو آنے لگے ابھی مار پڑ رہی تھی اتنے میں تفریح (Half time) کی گھنٹی بج گئی استاد کہنے لگا اچھا میں اگلے پریڈ میں آرہا ہوں اور میں دیکھتا ہوں کہ تم کیسے نام نہیں بتاتے؟ میں تمہاری ضد کو توڑ کر دکھاؤں گا۔

استاد غصے میں یہ کہہ کر چلے گئے بچے بھی اٹھ گئے لیکن کچھ بچے ایسے تھے جو اس کے دوست تھے وہ اس کے قریب بیٹھ گئے اور غمزدہ نظر آرہے تھے اس بچےکو تو کبھی مار نہیں پڑی تھی یہ کلاس میں فاسٹ (First) آنے والا بچہ تھا آج مار پڑی بچہ بلک بلک کر رو رہا تھا تھپڑ لگے تھے آنسو پونچھ رہا تھا مگر کسی سے کچھ نہیں کہہ رہا تھا کچھ دیر بعد یہ اٹھا اور باہر گیا واش بیسن (Wash basin) کے اندر جا کر اپنے چہرے کو دھویا اور وضو کیا، اب تروتازہ (Fresh up) ہو گیا اور آ کر کلاس کے اندر بیٹھ گیا۔

تفریح (Half time) کے بعد یہ تروتازہ اپنی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا اور ساری کلاس بھی بیٹھ گئی، جب دوبارہ پریڈ لگا، استاد دوبارہ آئے اپنا ڈنڈا لہراتے ہوئے انہوں نے کہا احمد کھڑے ہو جاؤ احمد کھڑا ہو گیا انہوں نے پوچھا بتاؤ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا نام کیا ہے؟ احمد نے کہا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، استاد خوش ہو گئے، کہنے لگے تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا؟ لڑکا پھر خاموش ہے، پھر پوچھا کہ بتاؤ پہلے کیوں نہیں بتا رہے تھے؟

لڑکا پھر خاموش ہے، اب استاد سمجھ گئے اس کے اندر کوئی راز ہے، استاد قریب آئے اور قریب آ کر انہوں نے بچے کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھا، اس کو اپنے سینے سے لگایا، رخسار کو بوسہ لیا اور کہا تم میرے شاگرد ہو، میرے بیٹے کی مانند ہو، میں نے تمہیں کہا تھا:

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا

پڑھا، تم نے وہاں بھی ''والے'' پڑھا تھا اور اب بھی تم نے نام نہیں بتایا، آخر وجہ کیا ہے؟ جب بچے کو پیار رلا، استاد نے پیار سے بوسہ لیا، بچے نے پھر بلک بلک کر رونا شروع کر دیا، استاد نے تسلی دی اس کو پیار دیا، بیٹے روؤ نہیں بتاؤ وجہ کیا ہے؟ جب بچے کی ذرا طبیعت ٹھیک ہوئی، کہنے لگا کہ اصل بات یہ ہے کہ میرے ابو دنیا سے فوت ہو گئے، ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت محبت تھی، وہ مجھے نصیحت کیا کرتے تھے کہ بیٹا کبھی بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بے ادبی سے نہیں لینا، اس لئے والا کی بجائے میں نے والے کہا تھا:

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والے ☆ مرادیں غریبوں کی بر لانے والے

اورستاد نے پوچھا نام کیوں نہیں بتایا؟ کہنے لگا میرے ابو مجھے کہا کرتے تھے کہ بیٹا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام کبھی بھی بے وضو نہیں لینا، میرا اس وقت وضو نہیں تھا، آپ کی مار میں نے کھالی، آپ میری ہڈیاں بھی توڑ دیتے، میں مار تو کھا لیتا لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بے وضو نہ لیتا، اب میں تفریح (Half time) کے اندر وضو کر کے آیا ہوں آپ نے پوچھا میں نے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بتا دیا۔

سوچئے! سوچئے تو سہی ایک معصوم بچہ اپنے باپ کی بات کی اتنی لاج رکھتا ہے، باپ فوت ہو گیا، بیٹا سزائیں برداشت کر رہا ہے، تھپڑ کھا رہا ہے، مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بے وضو لینے پر آمادہ نہیں ہوتا، یہ تو ماں باپ کی تربیت ہوتی ہے، اچھی تربیت کریں گے تو بچے بچپن سے ولی بن جائیں گے اور اگر اچھی تربیت نہیں کریں گے تو بڑے ہو کر ہر دل کی پریشانی بن جائیں گے، آج کتنے ماں باپ ہیں جو اولادوں کی اچھی تربیت نہ کرنے کی وجہ سے آج چھپ چھپ کر تنہائیوں میں روتے ہیں کسی کو بتا بھی نہیں سکتے کسی کے سامنے دل بھی نہیں کھول سکتے وہ جانتے ہیں انکو کتنا دکھ پہنچ رہا ہوتا ہے، اللہ سے دعا ہے اللہ تعالی ہمارے دلوں کو نیک بنا دے۔

(۱۱)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یأیها الذین آمنوا قو أنفسكم وأهليكم نارا . (التحريم)

بیٹی اللہ کی رحمت

از فادات

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی زید مجدھم

نائب مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

بیٹی اللہ کی رحمت

الحمدلله نحمده و نستعينه و نستغفره و نومن به و نتو كل عليه و نعوذ بالله من شرور انفسنا و من سيأت اعمالنا من يهده الله فلا مضل له و من يضلله فلا هادى له و نشهد ان الا اله الله و حده لا شريک له و نشهد ان سيدنا و نبينا و مولانا محمدا عبده و رسوله صلى الله تعالى عليه و على اله واصحابه وبارک وسلم تسليما كثيرا اما بعدفاعوذ بالله من الشيطن الرجيم. بسم الله الرحمن الرحيم. ﴿اذا الشمس كورت. واذا النجوم انكدرت. واذا الجبال سيرت. واذا العشار عطلت. واذا الوحوش حشرت. واذا البحار سجرت. و اذا النفوس زوجت. واذا الموئودة سئلت. بای ذنب قتلت. واذا الصحف نشرت. واذا السماء كشطت. واذا الجحيم سعرت. واذا الجنة ازلفت. علمت نفس ما احضرت.﴾سورة التكوير

تمہید:

میرے قابل احترام بزرگو اور محترم خواتین! ہم لوگ یہاں پر صرف اپنی اصلاح کی غرض سے حاضر ہوتے ہیں تا کہ یہاں پر ہم جو بات سنیں اور کہیں اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں، جب ان باتوں پر عمل کرتے چلے جائیں گے تو ہماری اصلاح ہوتی جائے گی اور اصلاح کے نتیجے میں اللہ تعالی سے ہمارا تعلق قوی ہوتا چلا جائے گا اور یہی تعلق ہمارے دین و دنیا کی کامیابی کی بنیاد ہے۔

اس وقت جو آیات میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہیں۔ ان میں سے صرف ایک آیت کے بارے میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اور اسی طرح اس موضوع پر اللہ تعالی نے سورۃ نحل کے اندر جو کچھ بیان فرمایا ہے اس کی روشنی میں ایک بہت اہم کوتاہی عرض کرنا

چاہتا ہوں تا کہ اگر واقعتا یہ کوتاہی ہمارے اندر پائی جاتی ہے تو ہم اس کو دور کرنے کی کوشش کریں، اور اپنی اصلاح کی فکر کریں۔

بیٹا اور بیٹی دونوں اللہ تعالیٰ کی عطا ہیں:

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو دو صنفوں میں پیدا فرمایا ہے۔ایک مرد اور ایک عورت اور اس طرح پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کی حکمت پر مبنی ہے۔ پھر کسی کو اللہ تعالیٰ نے صرف بیٹیاں عطا فرمائی ہیں اور کسی کو صرف بیٹے عطا فرمائے ہیں اور کسی کو بیٹے اور بیٹیاں دونوں عطا فرمائے ہیں اور کسی کو نہ بیٹے عطا فرمائے اور نہ بیٹیاں عطا فرمائی ہیں۔ یہ تقسیم بھی خالصۃً اللہ تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت پر مبنی ہے۔ اسی تقسیم کی طرف اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ارشاد فرمایا:

﴿یھب لمن یشاء اناثا ویھب لمن یشاء الذکور. اویزوجھم ذکرا نا و اناثا ویجعل من یشاء عقیما.﴾ (الشوری: ۴۹، ۵۰)

یعنی اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں لڑکیاں عطا فرماتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں لڑکے عطا فرماتے ہیں اور کسی کو لڑکے اور لڑکیاں دونوں عطا فرما دیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں بانجھ کر دیتے ہیں اس کے ہاں نہ لڑکا پیدا ہوتا ہے اور نہ لڑکی پیدا ہوتی ہے، لاکھ کوشش کر لے مگر اس کی اولاد نہیں ہوتی۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت پر مبنی ہے جس کے لیے جو مناسب سمجھتے ہیں وہ اس کو عطا فرما دیتے ہیں۔ لڑکیاں بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں اور لڑکے بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں۔ لڑکوں کی بھی ضرورت ہے اور لڑکیوں کی بھی ضرورت ہے۔ مرد عورتوں کے محتاج ہیں اور عورتیں مردوں کی محتاج ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ سے دنیا میں ایک ایسا نظام قائم فرمایا ہے جس میں دونوں کی ضرورت ہے اور دونوں ایک دوسرے کے محتاج ہیں اور دونوں کی تخلیق اور پیدائش اللہ تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت پر مبنی ہے۔ اس میں کسی کو ذرہ برابر بھی اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں اور اگر کوئی اعتراض کرتا ہے تو وہ غلط کرتا ہے۔

بیٹے کی پیدائش پر خوشی کا اظہار:

اللہ تعالیٰ کی اس حکمت اور مصلحت کی روشنی میں جب ہم اپنا جائزہ لیتے ہیں تو مسلمانوں میں بعض مسلمان آپ کو ایسے نظر آئیں گے کہ ان کے یہاں لڑکے کی بڑی آرزوئیں اور تمنائیں کی جاتی ہیں اور جب لڑکا پیدا ہو جاتا ہے تو اس وقت بہت خوشی کا اظہار کیا جاتا ہے اور بڑے زور وشور سے عزیزوں اور دوست واحباب کو اس کی اطلاع دی جاتی ہے اور خوشی میں مٹھائی تقسیم کی جاتی ہے اور پھر بڑے اہتمام کے ساتھ شاندار طریقے سے اس کا عقیقہ کیا جاتا ہے اور ہر جگہ پر اس کی پیدائش کا تذکرہ ہوتا ہے اور پھر اس کی پرورش کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے۔ اگر وہ ذرا بھی بیمار ہو جائے تو فوراً ڈاکٹر صاحب کے پاس دوڑے جاتے ہیں، کبھی ہسپتال جا رہے ہیں، کبھی کسی حکیم کے پاس جا رہے ہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ زیادہ بیمار ہو جائے اور کہیں مر نہ جائے۔

بیٹی کی پیدائش پر خوش نہ ہونا:

اور اگر کسی کے ہاں لڑکی پیدا ہو جائے تو وہاں کسی خوشی کا اظہار نہیں کیا جاتا اور نہ کسی سے تذکرہ کرتے ہیں کہ ہمارے یہاں لڑکی پیدا ہوئی ہے اور اگر کوئی پوچھ بھی لے تو جلدی سے نہیں بتاتے، اگر بتاتے ہیں تو بہت آہستہ آواز میں بڑے دبے انداز میں بتاتے ہیں کہ لڑکی پیدا ہوئی ہے۔ لڑکی کی پیدائش پر کوئی خوشی نہیں، کوئی اظہار مسرت نہیں، نہ مٹھائی تقسیم کی جاتی ہے، نہ لڈو بانٹے جاتے ہیں، نہ عقیقہ کا اہتمام کیا جاتا ہے اگر عقیقہ کرتے بھی ہیں تو بس جانور خرید کر اس کے گلے پر چھری پھیر کر کسی مدرسے میں پہنچا دیتے ہیں۔

بیٹی کی پیدائش پر بیوی سے ناراضگی:

بلکہ بعض اوقات بچی کی پیدائش پر شوہر اپنی بیوی سے ناراض ہو جاتا ہے اور بیوی سے بولنا چھوڑ دیتا ہے، حالانکہ آدمی کو اتنی سمجھ تو ہونی چاہیے کہ اس عورت کے اختیار میں کیا؟ اس کے اختیار میں نہ لڑکا جننا ہے اور نہ لڑکی جننا ہے۔ اس کے اختیار میں تو کچھ بھی نہیں

اور نہ تمہارے اختیار میں ہے تم دونوں اس معاملے میں برابر ہو بلکہ یہ سب کچھ اللہ تعالی کے حکم اور مصلحت سے ہے اور وہی پیدا کرنے والا ہے۔ اس نے لڑکا پیدا کرنا چاہا تو لڑکا پیدا ہو گیا۔ اس نے لڑکی پیدا کرنا چاہی تو لڑکی پیدا ہو گئی لہذا بیوی پر ناراض ہونا اس سے بول چال بند کر دینا کتنی زیادتی کی بات ہے لیکن بعض مسلمان ایسے ہیں کہ اگر ان کے یہاں لڑکی پیدا ہو جائے تو وہ بیوی سے ناراض ہو جاتے ہیں دوست احباب سے چھپے پھرتے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی ہم سے یہ نہ پوچھ لے کہ تمہارے گھر کس کی ولادت ہوئی ہے؟ تاکہ یہ بتانا نہ پڑے کہ ہمارے گھر میں لڑکی پیدا ہوئی ہے۔

بیٹی کی پیدائش پر طلاق کی دھمکی:

ایسے واقعات بھی سننے میں آئے ہیں کہ جب کسی کے گھر میں دو لڑکیاں پیدا ہو گئیں تو شوہر نے بیوی سے یہاں تک کہہ دیا کہ اگر آئندہ تیرے یہاں لڑکی پیدا ہوئی تو تجھے طلاق دے دونگا۔ (العیاذ باللہ) یہ کس قدر زیادتی کی بات ہے۔ بہر حال، مسلمانوں میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو لڑکی کی پیدائش پر ناراض ہوتے ہیں اس کو اپنے لیے معیوب سمجھتے ہیں اور ذلت کا باعث سمجھتے ہیں اور لڑکے کی پیدائش کو باعث عزت اور باعث فخر سمجھتے ہیں اور اس کی پیدائش پر بڑی خوشیاں مناتے ہیں، لڑکی کی پیدائش پر کوئی خوشی نہیں مناتے۔ کسی بھی مسلمان کا ایسا طرز عمل ناجائز ہے اور گناہ ہے اور در پردہ اللہ تعالی کی حکمت اور مصلحت پر ایک طرح سے اعتراض ہے۔

زمانہ جاہلیت میں کفار کا طرز عمل:

قرآن کریم نے یہ عمل کافروں کا بتایا ہے۔ اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں کفار عرب کے اندر یہ دستور تھا کہ جب ان کے یہاں لڑکی پیدا ہوتی تو لڑکی کا باپ اس کی پیدائش کو اپنے لیے معیوب اور باعث ذلت سمجھتا تھا اور بچے کی ولادت سے چند روز پہلے ہی منظر سے غائب ہو جاتا تھا اور لوگوں سے چھپا چھپا پھرتا تھا کہ معلوم نہیں کہ میرے گھر میں کیا پیدا ہو، پھر اگر لڑکا پیدا ہو جاتا تو وہ اس کو اپنے لیے باعث عزت سمجھتا تھا اور اگر

لڑکی پیدا ہو جاتی تو اس کو اپنے لیے ذلت اور رسوائی کا باعث سمجھتا تھا وہ یہ سوچتا کہ اگر لڑکی پیدا ہوئی اور میں لوگوں کے سامنے ہوں گا تو کہیں میری ذلت اور رسوائی نہ ہو جائے۔ اس لیے وہ پہلے ہی چھپ جاتا تھا اور لوگوں سے ملنا جلنا چھوڑ دیتا تھا۔ اگر اس کو لڑکے کے پیدا ہونے کی خوشخبری ملتی تو پھر وہ سب کے سامنے آجاتا اور سب سے کہتا کہ میرے یہاں لڑکا ہوا ہے اور میں نے یہ نام رکھ دیا ہے۔

بیٹی کو زندہ دفن کرنا:

پھر وہ لوگ اپنی جہالت میں اس حد تک بڑھے ہوئے تھے کہ وہ لڑکی کی پیدائش کے بعد یہ سوچتے تھے کہ یا تو میں اس لڑکی کو زندہ رکھوں اور جب تک یہ زندہ رہے اس وقت تک میں ذلیل و خوار ہوں یا پھر میں اس کو قتل کر دوں یا اس کو ایسے ہی زندہ دفن کر دوں (العیاذ باللہ) اور اس مصیبت سے اپنی جان چھڑاؤں، چنانچہ بعض لوگ اپنی لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیا کرتے تھے اور بعض لوگ پہلے اس کو جان سے مار دیتے اور پھر اس کو مٹی میں دبا دیتے تھے۔ لڑکیوں پر رہ اس قدر ظلم کیا کرتے تھے۔ چنانچہ قرآن پاک نے سورۃ نحل میں ان کے اس مذموم عمل کا اس طرح ذکر فرمایا ہے:

﴿واذا بشر احدهم بالانثى ظل وجهه مسودا وهو كظيم. يتوارى من القوم من سوء بشر به ايمسكه على هون ام يدسه في التراب الا ساء ما يحكمون﴾ (النحل:۵۸-۵۹)

اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی خوشخبری دی جائے تو سارے دن اس کا چہرہ بے رونق رہے۔ اور دل ہی دل میں گھٹتا رہے۔ اور جس چیز کی اس کو خبر دی گئی ہے اس کی عار لے لوگوں سے چھپا چھپا پھرے یا تو ذلت کو قبول کر کے اس کو رہنے دے یا اس کو مٹی میں دبا دے، خوب سن لو کہ وہ بہت برا فیصلہ کرتے ہیں "

بیٹی کو باعث ذلت سمجھنا:

مفسرین نے ان کے عمل کی کئی وجوہات لکھی ہیں ان میں سے ایک وجہ تو یہ تھی کہ وہ

لڑکی کو اپنے لیے ذلت کا باعث سمجھتے تھے جبکہ بیٹا پیدا ہونے کو اپنے لیے عزت کا باعث سمجھتے تھے۔اس لیے بیٹی کو زندہ ہی دفن کر دیا کرتے تھے۔بعض مفسرین نے یہ وجہ لکھی ہے کہ یہ لوگ درحقیقت لڑکی کو فقر و فاقہ کا سبب سمجھتے تھے اگر لڑکی پیدا ہوئی تو زندگی بھر اس کو دینا ہی پڑے گا ساری عمر کما کر کھلانا پڑے گا۔العیاذ باللہ۔اس لیے اس اپنے لیے ایک بوجھ سمجھتے تھے اور اس کو کھلانے پلانے کو اپنے لیے آفت ناگہانی سمجھتے تھے اس وجہ سے اس کو زندہ ہی دفن کر دیا کرتے تھے یا جان سے مار کر اس کو زمین میں دبا دیا کرتے تھے۔

بیٹی اللہ کی اور بیٹا ہمارا:

بعض حضرات نے یہ وجہ بیان کی ہے کہ ان کا یہ عقیدہ تھا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اور جب کسی کے یہاں لڑکی پیدا ہوتی تو وہ اپنے اس عقیدے کی بنیاد پر یہ سوچتا کہ بیٹیاں تو اللہ تعالیٰ کی ہوتی ہیں اور بیٹے ہمارے ہوتے ہیں، لہٰذا اس لڑکی کو اللہ تعالیٰ تک پہنچا دو۔اور اللہ تعالیٰ تک پہنچانے کے لیے لڑکی کو زندہ ہی دفن کر دیتے ہیں کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی امانت ہے،اللہ تعالیٰ تک پہنچنی چاہیے۔بہرحال، یہ عمل چاہے وہ ذلت کی وجہ سے کرتے تھے یا فقر و فاقہ کے ڈر سے کرتے تھے یا اس باطل اور غلط عقیدے کی بنیاد پر کرتے تھے کہ بیٹیاں اللہ تعالیٰ کی ہیں اور بیٹے ہمارے ہیں۔تینوں صورتوں میں ان کا یہ فعل حرام اور ظلم اور ناجائز تھا۔

ایک عبرت آموز واقعہ:

زمان جاہلیت میں بعض لوگوں نے اپنی دس دس بیٹیاں، بارہ بارہ بیٹیاں زندہ دفن کر دی تھیں، چنانچہ حدیث میں ایک صاحب کا عجیب واقعہ آیا ہے کہ ایک صاحب مسلمان ہو گئے۔ظاہر ہے کہ حالت کفر میں انسان نے جتنے بھی گناہ کیے ہوں، اسلام لانے سے وہ سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔بہرحال مسلمان ہونے کے بعد ان صاحب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے زمانہ جاہلیت کا واقعہ سنایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ! میری ایک بیٹی تھی، آہستہ آہستہ وہ بڑی ہو گئی مگر مجھے اس کا زندہ رہنا گوارہ نہ ہوا، میں ایک دن

اس کو اس کی ماں سے بہانہ کر کے لے گیا۔ میں نے اس سے کہا کہ چلو ذرا گھومنے چلتے ہیں، پھر اس کو جنگل میں لے گیا، وہاں پر میں نے پہلے سے ایک کنواں کھودا ہوا تھا وہاں جا کر میں نے اس سے کہا کہ میں یہ کنواں کھودنا چاہتا ہوں تاکہ پانی حاصل ہو جائے۔ میں تمہیں نیچے اتارتا ہوں۔ تو ڈول میں مٹی بھرنا، میں اس کو اوپر کھینچ لیا کروں گا چنانچہ اس بیٹی نے میرا کہنا مانا اور نیچے اتر گئی، لیکن جیسے ہی وہ نیچے اتری، میں نے اوپر سے مٹی ڈالنی شروع کر دی۔ بیٹی نے کہا ابا! آپ یہ کیا کر رہے ہیں؟ مجھ پر مٹی گر رہی ہے لیکن میں ایسا سنگدل تھا کہ مجھ پر اس کی کسی بات کا اثر نہ ہوا اور میں برابر مٹی ڈالتا رہا۔ وہ مٹی پہلے اس کے گھٹنوں تک آئی، پھر پیٹ تک پھر گردن تک پھر بالآخر سر کے اوپر تک آ گئی یہاں تک کہ وہ زمین کے برابر ہو گئی اور وہ بیٹی چیخ و پکار کرتی رہی، آخر اس کی چیخ و پکار بھی ختم ہو گئی اور میں اس طرح اس کو زندہ دفنا کر واپس آ گیا۔

مسلمانوں کا یہ طرز عمل درست نہیں:

اسی طرح آج جو مسلمان بیٹی کی پیدائش پر نفرت کا اظہار کرتے ہیں یا غصہ کا اظہار کرتے ہیں یا اس کی پیدائش کو اپنے لیے باعث ذلت اور باعث عار سمجھتے ہیں اور برملا اس کا اظہار کرتے ہیں وہ غور کر لیں کہ ان کا یہ عمل کن لوگوں کے مشابہ ہے؟ یاد رکھئے! جس طرح بیٹا اللہ تعالی کی نعمت ہے اسی طرح بیٹی بھی اللہ تعالی کی نعمت ہے دونوں کی پیدائش عین اللہ تعالی کی حکمت اور مصلحت کے مطابق ہے اسلام نے آ کر اس ظالمانہ رسم کا خاتمہ کیا ہے۔ لہذا مسلمانوں کو اس رسم سے کوئی واسطہ اور تعلق نہیں ہونا چاہیے اور بیٹی کی پیدائش پر ہرگز نفرت یا غصہ کا اظہار نہ کرنا چاہیے اور مسلمانوں کو اس سے باز رہنا چاہیے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچی کی پیدائش اللہ کی رحمت بتایا ہے اور اس کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس مروت محبت اور شفقت کا اظہار فرمایا ہے اس میں ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنی چاہیے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز عمل

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہؓ کے ساتھ بہت ہی شفقت اور محبت کا

معاملہ کرتے تھے۔ آپ کی چار بیٹیاں تھیں: حضرت فاطمہ، حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت ام کلثومؓ ان میں تین بیٹیاں جنت البقیع میں ایک ہی جگہ پر آرام فرما رہی ہیں۔ اگر آپ جنت البقیع میں بڑے دروازے سے داخل ہوں گے تو سامنے بائیں ہاتھ کی طرف ایک کونے میں تینوں بیٹیاں آرام فرما رہیں اور حضرت فاطمہؓ کے ایک قول کے مطابق حضرت حسنؓ کے احاطہ میں آرام فرما ہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ حجرہ شریف جس میں جالیاں لگی ہوئی ہیں، اس میں ایک مزار نظر آتا ہے، وہ حضرت فاطمہؓ کا مزار ہے۔ کیونکہ حضرت علیؓ کا مکان حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان کے بالکل برابر میں تھا اور اب بھی وہ جگہ حجرہ شریف کے اندر ہی ہے۔ اس لیے بعض علماء نے اس قول کو ترجیح دی ہے پہلی تینوں بیٹیوں کا انتقال جلدی ہو گیا تھا اور حضرت فاطمہؓ کا انتقال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے چھ ماہ بعد ہوا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر میں تشریف لے جاتے تو سب سے آخر میں حضرت فاطمہ الزہراء سے ملتے اور جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے حضرت فاطمہؓ کے پاس تشریف لے جاتے۔ اس قدر آپ شفقت اور محبت کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔ آپ نے اپنے طرز عمل سے بیٹی کی عزت اس کے ساتھ شفقت، اس کا احترام اور اس کے ساتھ محبت کا بے مثال نمونہ قائم فرمایا تاکہ ہم بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں اپنی بیٹیوں کے ساتھ ویسا ہی سلوک کریں جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کر کے دکھایا۔

بیٹی کی پرورش، جنت میں جانے کا ذریعہ:

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹیوں کی پرورش کرنے پر جتنے فضائل بیان فرمائے ہیں بیٹے کی پرورش پر اس قدر بیان نہیں فرمائے: حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ سرکار دو عالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کی تین بیٹیاں ہوں یا تین بہنیں ہوں اور وہ ان کے ساتھ احسان اور سلوک کا معاملہ کرے۔ ان کے ساتھ اچھا برتاؤ اور اچھا معاملہ کرے، ان کے وجود کو اپنے لیے ذلت وخواری کا باعث نہ سمجھے تو اس کی بدولت وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (ترمذی)

ایک دوسری حدیث جو حضرت ابو سعید خدریؓ سے ہی مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں یا دو بیٹیاں یا دو بہنیں ہوں اور وہ ان کے ساتھ بہت اچھے طریقے سے زندگی گزارے۔ (یعنی ان کے جو حقوق شریعت نے مقرر فرمائے ہیں وہ ادا کرے، ان کے ساتھ احسان اور سلوک کا معاملہ کرے ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے، ان کے وجود کو اپنے لیے مصیبت اور باعث ذلت نہ سمجھے) اور ان کے حقوق کی ادائیگی کے سلسلے میں اللہ تعالی سے ڈرتا رہے تو اللہ تعالی اس کی بدولت اس کو جنت میں داخل فرمائیں گے۔ (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس شخص کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں اور اس کو ان بیٹیوں یا بہنوں کی پرورش کا سابقہ پیش آئے اور وہ اللہ تعالی کی رضا کے لیے ان کو پالے اور ان کو تہذیب اور ادب سکھائے اور ان کے کھلانے پلانے اور دیگر ضروریات کے انتظام کی تکلیف پر صبر کرے تو اللہ تعالی اس کے اس عمل کی وجہ سے اس کو جنت میں داخل کر دیں گے کسی نے سوال کیا کہ اگر کسی کی دو بیٹیاں ہوں تو؟ آپ نے فرمایا دو بیٹیوں کا بھی یہی حکم ہے، پھر کسی نے سوال کیا کہ اگر کسی کی ایک بیٹی ہو (تو کیا وہ اس ثواب عظیم سے محروم رہے گا؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ایک بیٹی کی اس طرح پرورش کرے گا اس کے لیے بھی جنت ہے۔ (اتحاف السادۃ المتقین)

دیکھئے یہ فضلیت اور ثواب بیٹوں کی پرورش پر بیان نہیں فرمایا، بلکہ بیٹیوں کی پرورش پر بیان فرمایا ہے، اس لیے ہمیں بیٹیوں کی پرورش خوش دلی سے کرنی چاہیے۔

بیٹی جہنم سے بچنے کا ذریعہ:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص پر لڑکیوں کی پرورش اور دیکھ بھال کی ذمہ داری ہو اور وہ اس کو صبر و تحمل سے انجام دے تو یہ لڑکیاں اس کے لیے جہنم سے آڑ بن جائیں گی۔ (ترمذی)

ماں کی شفقت کا عجیب واقعہ:

حضرت عائشہؓ سے ایک قصہ منقول ہے، وہ فرماتی ہیں کہ ایک خاتون میرے پاس آئی جس کے ساتھ اس کی دولڑکیاں تھیں اس خاتون نے مجھ سے سوال کیا اس وقت میرے پاس سوائے ایک کھجور کے اور کچھ نہیں تھا وہ کھجور میں نے اس کو دیدی اس اللہ کی بندی نے اس کھجور کے دوٹکڑے کیے اور ایک ایک ٹکڑا دونوں بچیوں کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ خود کچھ نہیں کھایا حالانکہ خود اسے بھی ضرورت تھی اس کے بعد وہ خاتون بچیوں کو لے کر چلی گئی، تھوڑی دیر کے بعد جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے اس خاتون کے آنے اور ایک کھجور کے دوٹکڑے کر کے دونوں بچیوں کو دینے کا پورا واقعہ سنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو دو بچیوں کی پرورش کرنے کو نوبت آئے اور وہ ان کے ساتھ شفقت کا معاملہ کرے تو وہ بچیاں اس کو جہنم سے بچانے کے لیے پردہ بن جائیں گی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت:

دیکھئے جنت میں داخل ہونے کا ذریعہ بھی بچیوں کی پرورش ہے اور جہنم سے بچنے کا ذریعہ بھی، بچیوں کی صحیح پرورش ہے۔ بلکہ ایک اور عظیم الشان فضیلت ایک حدیث میں آئی ہے جو حضرت انسؓ سے مروی ہے: وہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کی دو یا تین بیٹیاں ہوں اور وہ ان کی اچھے انداز سے پرورش کرے (اور جب شادی کے قابل ہو جائیں تو ان کی شادی کردے) تو میں اور وہ شخص جنت میں اس طرح داخل ہونگے جس طرح یہ دونوں انگلیاں ملی ہوئی ہیں۔ (ترمذی)

بیٹی کی پرورش پر تین فضیلتیں:

تمام فضائل کا خلاصہ تین چیزیں ہیں۔ پہلی یہ کہ اللہ تعالی اس کے نتیجے میں دوزخ سے پناہ دیں گے اور دوسری یہ کہ اللہ تعالی اس کے نتیجے میں جنت عطا فرمائیں گے جو رضا اور نعمتوں اور راحتوں کا مقام ہے تیسری یہ کہ جنت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے

ساتھ ہمراہی نصیب ہوگی جو ساری کامیابیوں کا منتہا ہے۔ یہ تینوں فضیلتیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹیوں کی پرورش کرنے والوں کے لیے بیان فرمائی ہیں تاکہ جن کے یہاں بیٹیاں پیدا ہوں وہ ہرگز ان کی پیدائش پر اظہار نفرت نہ کریں اور اپنا دل ہرگز چھوٹا نہ کریں، اس کو اپنے لیے مصیبت نہ جانیں، اپنے لیے عار نہ سمجھیں، بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی کیلئے اس کی پرورش کریں اور اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق اس کی پرورش کریں۔ اس طرح انشاء اللہ بیٹی اس کے لیے جنت میں جانے کا ذریعہ ہوگی، جہنم سے بچنے کیلئے آڑ ہوگی اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنت میں معیت کا ذریعہ بنے گی۔

لڑکی کی پیدائش پر زیادہ خوشی کا اظہار:

ہمارے اسلام نے تو ہمیں یہ تعلیم دی ہے۔ لہٰذا اگر ہم بچی پر غصہ کریں گے یا ناراض ہوں اور اپنے لیے اس کو ذلت کا باعث سمجھیں تو یہ اسلامی طریقہ نہیں ہے۔ یہ کافرانہ طریقہ ہے۔ اور مسلمانوں کے لیے کافرانہ طریقہ اختیار کرنا ہرگز جائز نہیں۔ اس لیے بعض علماء نے لکھا ہے کہ چونکہ لڑکیوں کی پیدائش پر دل تنگ کرنا اور اس کو رسوائی اور ذلت کا باعث سمجھنا کافرانہ طریقہ ہے اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ لڑکی کی پیدائش پر لڑکے کی پیدائش کے مقابلے میں زیادہ خوشی کا اظہار کریں تاکہ کافروں کی اس بدترین رسم کی تردید ہو اور اس کا خاتمہ ہو۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی روشنی میں لڑکی کی پیدائش باعث اجر ہے اور دوزخ سے نجات کا ذریعہ اور جنت میں جانے کا ذریعہ ہے اور جنت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت کا ذریعہ ہے۔ اس لیے اللہ کی رضا کے لیے اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق ہر مسلمان کو اپنی بیٹیوں کی پرورش خوش دلی سے کرنی چاہیے۔

بیٹیوں کے حقوق:

بیٹیوں کی پرورش کی فضیلت کے ساتھ ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹیوں کے حقوق بھی بیان فرمائے ہیں۔ یہ وہ حقوق ہیں جو زمانہ جاہلیت میں بیٹیوں سے چھین

لیے گئے تھے۔ آج بھی ان کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہیاں کی جاتی ہیں۔ اس لیے ان حقوق کو سمجھ لینا ضرورت ہے تاکہ ان میں کوتاہی نہ ہو۔

اولاد کے درمیان اظہار محبت میں برابری:

زندگی میں کسی کو بیٹے سے زیادہ محبت ہوتی ہے اور کسی کو بیٹی سے زیادہ محبت ہوتی ہے زیادہ تر لوگوں کو بیٹے سے زیادہ اور بیٹی سے کم محبت ہوتی ہے جہاں تک محبت کا معاملہ ہے اس کا تعلق دل سے ہے۔ اس میں انسان کو اختیار نہیں، اس لیے اس میں انسان برابری کرنے کا بھی مکلف نہیں۔ البتہ محبت کا اظہار اختیار میں ہے۔ اس کے اندر برابری کرنا ضروری ہے۔ بعض لوگ اظہار محبت میں بھی زیادتی کرتے ہیں وہ بیٹے کو زیادہ پیار کرتے ہیں۔ بیٹے کو زیادہ چیزیں کھلاتے ہیں۔ اس کو زیادہ گھماتے پھراتے ہیں اور بیٹی کو پوچھتے بھی نہیں ہیں۔ اس طرح وہ اظہار محبت میں بیٹی کے ساتھ زیادتی کرتے ہیں اور چونکہ یہ اظہار محبت اختیاری چیز ہے اس لیے اس میں کمی بیشی کرنا غلط ہے۔ لہذا کبھی بھی کوئی باپ اپنی زبان سے یا کوئی ماں اپنے اختیار اور طرز عمل سے ایسا رویہ اختیار نہ کرے جس سے بچوں کو اندازہ ہو کہ ماں باپ کو فلاں سے زیادہ محبت ہے اور فلاں سے کم محبت ہے ایسا نہ کریں۔ اگر ماں باپ ایسا کریں گے تو یہ ناانصافی ہوگی اور قیامت کے دن اس پر پکڑ ہو گی۔ لہذا اظہار محبت میں سب کے ساتھ یکساں معاملہ رکھنا ضروری ہے۔

اولاد کو دینے میں برابری:

اور جس طرح اظہار محبت میں برابری کرنا ضروری ہے اسی طرح ہدیہ اور تحفہ دینے میں برابری کرنے کا حکم ہے۔ لہذا ماں باپ اپنی زندگی میں اولاد کے درمیان اگر پیسے تقسیم کریں یا کپڑا تقسیم کریں یا کھانے پینے کی کوئی چیز تقسیم کریں تو اس میں برابری کرنا ضروری ہے اور لڑکی کو بھی اتنا ہی دیں جتنا لڑکے کو دیں یہ نہ کریں کہ لڑکے کو زیادہ دے دیں اور لڑکی کو کم دیں یا لڑکی کو زیادہ دے دیں اور لڑکے کو کم کر دیں بلکہ برابری کریں، یہ برابری کرنا اس صورت میں ضروری ہے جب ماں باپ ضرورت سے زائد اور خوشی کے

مواقع پر اولاد کے درمیان کچھ تقسیم کریں۔ جیسے عید کے موقع پر عیدی برابر تقسیم کریں یا سفر سے واپسی پر تحفہ دیں تو اس میں برابری کریں۔

ضرورت کے مواقع مستثنیٰ ہیں:

لیکن اگر ماں باپ ضرورت کے مواقع پر اولاد میں سے کسی پر کچھ خرچ کر رہے ہیں۔ مثلاً بیماری کے موقع پر خرچ کر رہے ہیں یا کسی کی تعلیم پر خرچہ کر رہے ہیں یا مثلاً بیٹا یا بیٹی سفر پر جا رہے ہیں اور کسی کا سفر چھوٹا ہے اور کسی کا سفر لمبا ہے ایک کو سفر میں زیادہ پیسوں کی ضرورت ہوگی اور دوسرے کو کم پیسوں کی ضرورت ہوگی اس طرح کے ضرورت کے مواقع پر خرچ کرنے میں کمی بیشی کرنے میں کوئی گناہ اور پکڑ نہیں بلکہ جس اولاد کو جتنی ضرورت ہے باپ اس کو اتنا دے سکتا ہے لہٰذا حسب ضرورت دینے میں کمی بیشی ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

زندگی میں تقسیم جائیداد ضروری نہیں:

اس طرح بیٹی کا ایک بہت بڑا حق اور ہے وہ یہ کہ جب کوئی باپ اپنی زندگی میں اپنا مال جائیداد اولاد میں تقسیم کرنا چاہتا ہے تو اس سلسلے میں پہلی بات یہ سمجھ لینی چاہیے کہ زندگی میں اپنا مال و جائیداد اولاد میں تقسیم کرنا ضروری نہیں۔

زندگی میں جائیداد پر اولاد کا حق نہیں:

اس طرح یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ ماں باپ کی صحت والی زندگی میں ان کے مال و جائیداد میں اولاد کا کوئی حق نہیں ہے بلکہ ماں باپ اپنی جائیداد کے مالک ہیں۔ ان کو اختیار ہے کہ وہ اپنی جائیداد اپنی زندگی میں اولاد کے درمیان تقسیم کریں اور چاہیں تو تقسیم نہ کریں، اولاد ان سے یہ مطالبہ نہیں کر سکتی کہ جو کچھ آپ نے کمایا ہے ہمارے درمیان تقسیم کر دیجئے اور ہمارا حق ہمیں دے دیں۔ یہ مطالبہ اولاد کو نہیں کرنا چاہیے۔ اس لیے کہ جب زندگی میں اولاد کا حق ہی نہیں ہے تو پھر مطالبہ کیسا؟ کیونکہ باپ کی صحت والی زندگی

میں جائیداد پر اولاد کا کوئی حق نہیں ہے۔

یہ اس لیے عرض کر دیا کہ بعض اولاد باپ پر اس طرح زیادتی کرتی ہے کہ وہ ماں باپ کو مجبور کرتی ہے کہ آپ کو تو اب اس جائیداد کی ضرورت نہیں آپ نے اس کو کیا کرنا ہے؟ یہ سب ہمارا حق ہے آپ اپنی زندگی میں اس کو تقسیم کر کے فارغ کر دیجئے۔ آپ کے مرنے کے بعد معلوم نہیں کوئی ہمیں دے یا نہ دے۔ یا آپ کے بعد ہمارے درمیان جھگڑا ہو جائے، اس لیے آپ ہمیں ابھی دے کر فارغ ہو جائیں۔ یاد رکھئے! جب اولاد کو ان کی زندگی میں ان کی جائیداد پر کوئی حق نہیں ہے تو زبردستی تقسیم کرانا اور تقسیم کرنے پر زور دینا کیسے درست ہوگا؟ ماں باپ اس جائیداد کے مالک ہیں اور تقسیم کرنا یا نہ کرنا ان کی مرضی پر موقوف ہے ان کے ذمے تقسیم کرنا ضروری نہیں۔ ہاں اگر وہ اس میں اپنی مصلحت سمجھتے ہیں تو زندگی میں تقسیم کر دیں اگر تقسیم نہ کریں تو بھی ان کو اختیار ہے۔

زندگی میں سب اولاد کو برابر دے:

لیکن اگر ماں باپ اپنی زندگی میں اپنی جائیداد اولاد کے درمیان تقسیم کرنا چاہیں تو اس میں افضل ہے کہ مال و جائیداد میں سے جتنا حصہ ایک بیٹے کو دیں بیٹی کو بھی اس کے برابر دیں۔ شریعت کا یہ حکم کہ لڑکی کا لڑکے کے مقابلے میں آدھا حصہ ہے۔ یہ حکم باپ کے انتقال کے بعد اس کی میراث میں ہے اور یہ قاعدہ دراصل اصول میراث کا ہے۔

جس میں لڑکی کو لڑکے کے مقابلے میں آدھا حصہ ملتا ہے اور میراث کا یہ قاعدہ ماں باپ کے مرنے کے بعد جاری ہوتا ہے۔ زندگی کا یہ قاعدہ ہے کہ لڑکی کو لڑکے کے برابر دیا جائے اس لیے کہ دونوں اس کی اولاد ہیں۔ دونوں ہی اس کے خون ہیں، دونوں ہی اس کی نظروں میں برابر ہیں۔ اس لیے باپ کو چاہیے کہ اپنا مال و جائیداد سب میں برابر تقسیم کرے۔ البتہ بعض علماء نے اس کی گنجائش دی ہے کہ اگر کوئی شخص برابر نہ دینا چاہے تو یہ بھی کر سکتا ہے کہ بیٹی کو اتنا دے جتنا میراث میں اللہ تعالی نے اس کے لیے مقرر فرمایا ہے، یعنی جتنا لڑکے کو دے رہا ہے اسکا آدھا لڑکی کو دے۔ مثلاً اگر دس لاکھ روپے لڑکے کو دے رہا ہے تو لڑکی کو پانچ لاکھ روپے دے۔ اس سے کم کرنا باپ کے لیے جائز نہیں۔

نکاح سے بیٹی کا حق ساقط نہیں ہوتا:

ہمارے معاشرے کا یہ حال ہے کہ اول تو بیٹیوں کو زندگی میں مال و جائیداد دیا ہی نہیں جاتا، اگر ان سے کہا جائے کہ تم نے سب کچھ بیٹوں کو دے دیا، بیٹیوں کو کچھ نہ دیا تو جواب یہ دیا جاتا ہے کہ ہم نے ان کی شادی تو کر دی، جو کچھ بیٹی کی شادی کے موقع پر جہیز کی شکل میں دیا ہے اس سے اس کا حق ادا ہو گیا۔ یاد رکھیے! یہ بالکل غلط ہے۔ جس طرح بیٹے کو جہیز دینے سے بیٹے کا حق میراث ختم نہیں ہوتا اس طرح بیٹی کو جہیز دینے سے اس کو اپنے مال و جائیداد سے محروم کرنا درست نہیں۔ جس طرح باپ نے بیٹے کی شادی میں خرچ کیا ہے اسی طرح بیٹی کی شادی بھی خرچ کیا، بلکہ عام طور پر یہ دیکھا جاتا ہے کہ بیٹے کی شادی میں بیٹی کی شادی کے مقابلے میں زیادہ خرچ کیا جاتا ہے کہ حالانکہ شادی بیاہ کے خرچ میں برابری کا خیال کرنا چاہیے جس کا آسان طریقہ ہی ہے کہ رقم کی ایک خاص مقدار اپنی مالی حیثیت کے مطابق مقرر کرلیں کہ مجھے ہر بیٹے اور بیٹی کی شادی کے موقع پر اتنی رقم خرچ کرنی ہے اور پھر اس مقرر رقم میں سے بیٹے اور بیٹی کے لیے سامان ضرورت خریدے، اور اگر پیسے بچ جائیں تو وہ نقد کی شکل میں انکو دیدے۔ ایسا نہ کرے کہ ایک بچے کی شادی پر زیادہ خرچ کر دے اور دوسرے کی شادی پر کم خرچ کرے۔ یہ بھی ایک طرح کی ناانصافی ہے جو شرعاً ناپسندیدہ ہے۔ اس سے بھی بچنا چاہیے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ ہم نے بیٹی کی شادی پر سب کچھ اس کو دے دیا اب اس کا کوئی حق نہیں، زندگی میں بھی اس کا کوئی حق نہیں اور مرنے کے بعد میراث میں بھی اس کا کوئی حق نہیں، یہ سراسر اس کی حق تلفی ہے جو جائز نہیں۔ ہمارے دین میں ایسا کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

عملی قبضہ ضروری ہے:

زندگی میں مال و جائیداد کی تقسیم کے سلسلہ میں ایک بات اور یاد رکھنی چاہیے کہ بعض والدین اپنی زندگی میں اپنی جائیداد اس طرح تقسیم کرتے ہیں وہ انہیں اپنے مختلف بیٹوں اور بیٹیوں کے نام کر دیتے ہیں۔ مثلاً فلاں مکان اس بیٹے کا، فلاں دکان اس لڑکے کی،

فلاں فلیٹ اس بیٹی کا اور فلاں پلاٹ فلاں لڑکی کا۔ لیکن یہ سب محض زبانی یا تحریری ہوتا ہے باقاعدہ ہر ایک حصہ جدا کر کے عملاً اس کے قبضہ میں نہیں دیا جاتا بلکہ عام طور پر قبضہ والدین ہی کا رہتا ہے یا ایک قابل تقسیم جائیداد ایک سے زیادہ اولاد کے نام کر دی مثلاً ایک بڑی دوکان یا مکان یا بنگلہ یا پلاٹ دو تین لڑکوں کے نام کر دیا، لیکن باقاعدہ تقسیم کر کے ہر ایک کا حصہ پر اس کا عملی قبضہ نہیں کروایا۔ یاد رکھیئے! شرعاً اس طرح محض زبانی یا تحریری طور پر دینے اور نام کرنے کا کوئی اعتبار نہیں اگر اس طرح جائیداد دی گئی تو کوئی اولاد اس کی مالک نہیں بنے گی، بلکہ وہ جائیداد بدستور باپ کی ملکیت میں رہے گی اور باپ کے مرنے کے بعد شرعی اصول کے مطابق وارثوں کے درمیان تقسیم کرنا ضروری ہوگا۔

زندگی میں جائیداد تقسیم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جو کچھ تقسیم کرے، پہلے اس کے الگ الگ حصے کرے اور پھر اولاد کا عملی قبضہ کرائے اور اگر جائیداد مختلف ہیں تو کم از کم ان کے کاغذات اور ان کی چابیاں ان کے قبضے میں دیدے اور باپ نے زندگی میں جائیداد تقسیم کر دی اور ان کے نام بھی کر دی۔ لیکن عملی قبضہ بالکل نہیں کروایا۔ ظاہر ہے کہ یہ ساری تقسیم بیکار ہے۔ اس لیے کہ شرعاً کوئی جائیداد محض کسی کے نام کرنے سے وہ اس کا مالک نہیں بن جاتا اور جب مالک نہیں بنتا تو باپ کے مرنے کے بعد شریعت کے مطابق دوبارہ اس کی تقسیم ضروری ہوگی۔ لہٰذا بہتر یہ ہے کہ اگر کوئی شخص زندگی میں اپنی جائیداد تقسیم کرنا چاہتا ہو تو پہلے کسی مفتی سے اس کا مفصل طریقہ کار معلوم کرے اور پھر اس کے مطابق تقسیم کرے تاکہ اس کی یہ شرعاً تقسیم معتبر ہو جائے۔

یہ بیٹی پر ظلم ہے:

بہرحال بیٹی کو کم دینا یا بالکل نہ دینا شرعاً ظلم ہے اور ناجائز ہے۔ حدیث شریف میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **من قطع میراث وارثہ قطع اللہ میراثہ من الجنۃ** یعنی جس شخص نے اپنے وارث کی میراث کو ختم کیا تو اللہ تعالیٰ جنت میں سے اس کا حصہ ختم کر دیں گے۔ بہرحال، یہ ساری ناانصافی دراصل اس جاہلانہ تصور کی بنیاد پر جو زمانہ جاہلیت سے چلی آ رہی ہے جیسے کفار عرب لڑکی کو کسی قابل نہیں سمجھتے تھے بلکہ وہ

تو اس کو زندگی کا حق بھی نہیں دیتے تھے اس کا تھوڑا سا اثر مسلمانوں کے اندر باقی ہے کہ وہ بیٹی کو میراث سے محروم کر دیتے ہیں، اور زندگی میں بھی مال و جائیداد کی تقسیم کرتے وقت اس کو محروم کر دیتے ہیں۔ اور رسمی طور پر شادی بیاہ میں برائے نام اس کو کچھ دے کر یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے ان کا حق ادا کر دیا اب باقی مال و جائیداد سے ان کا کوئی تعلق نہیں وہ صرف لڑکوں کے لیے ہے۔ مسلمانوں کا یہ طرز عمل درست نہیں۔ بلکہ زندگی میں بیٹی اور بیٹے کا حق برابر ہے۔ لہٰذا ان کے ساتھ انصاف کرنا چاہیے ناانصافی کر کے گناہگار نہ ہونا چاہیے۔

البتہ جیسے اوپر عرض کیا کہ ضرورت کے مواقع پر کمی بیشی کرنے پر میں کوئی حرج نہیں۔ جیسے کوئی بیٹی بہت محتاج اور فقیر ہے اس کو مکان کی زیادہ ضرورت ہے جبکہ بیٹا مالدار ہے اس کے پاس ہر چیز موجود ہے اس لیے اگر وہ بیٹی کو بیٹے سے کچھ زیادہ دے دے تو چونکہ یہ ضرورت کی وجہ سے دیتا ہے اس لیے اس میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن اگر سب ضرورت مند ہیں اور مالی اعتبار سے سب برابر ہیں تو پھر برابر دینا چاہیے کمی بیشی نہیں کرنی چاہیے۔

خلاصہ کی دو باتیں:

پورے بیان کا خلاصہ دو باتیں ہوئیں: پہلی بات یہ ہے کہ بچی کی پیدائش پر غم و غصہ اور نفرت کا اظہار ناجائز ہے یہ ہرگز اسلام کا طریقہ نہیں ہے اس نے اس مذمت کی ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول و فعل سے اس کو باطل قرار دیا ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو اس سے بچنا چاہیے اور جب کسی کے گھر بچی پیدا ہو تو وہ اس کی پیدائش پر ایسی ہی مسرت کا اظہار کرے، جس طرح وہ بیٹے کی پیدائش پر اظہار مسرت کرتا ہے۔ البتہ دل دل میں بیٹے کی پیدائش کی زیادہ خوشی محسوس ہونا مذموم نہیں، یہ فطری بات ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹی کی پرورش پر جو فضائل اور اجر و ثواب کا ذکر فرمایا ہے اس پر یقین رکھے اور اس پر مطمئن رہے اور یہ سوچے کہ یہ ایک بچی بھی میرے لیے جنت میں جانے اور دوزخ کے عذاب سے بچنے کا ذریعہ بن سکتی ہے لہٰذا نہایت خوش دلی کے ساتھ جس طرح بیٹوں کی پرورش کرتا ہے اسی طرح بیٹیوں کی بھی پرورش کرے۔

بیٹا ہونے کا تعویذ:

آخر میں بطور تتمہ ایک بات اور عرض کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ بعض لوگوں کے یہاں صرف بیٹیاں ہی بیٹیاں پیدا ہوتی ہیں اور ان کو بیٹے کی خواہش ہوتی ہے اور جن کے یہاں بیٹیاں ہوتی ہیں ان کو ان کے رشتوں کی فکر بھی ہوتی ہے جو ایک فطری بات ہے۔ شریعت اس سے انکار نہیں کرتی اس لیے تدبیر کے درجے میں ایک عرض ہے کہ اگر کسی کے یہاں بیٹیاں ہی بیٹیاں ہوں اور اس کے یہاں بیٹا نہ ہوتا ہو تو اس کے لیے حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ نے اپنی بیاض میں ایک عمل لکھا ہے وہ یہ کہ سورہ یوسف کو کسی کاغذ پر باریک باریک اس طرح لکھے کہ اس کے حروف نہ مٹیں اور پھر اس کو موم جامہ کر کے کوئی خاتون اپنے پیٹ پر باندھ لے جب تک وہ تعویذ اس کے پیٹ پر بندھا رہے گا انشاء اللہ لڑکا ہی پیدا ہوگا۔ بعض دوستوں نے اس کا تجربہ کر کے بتایا کہ ہم نے اس کو درست پایا۔

دوسرا عمل:

ایک اور عمل مجھے اپنے بزرگوں سے حاصل ہوا ہے وہ یہ کہ جب کسی کی بیوی امید سے ہو اور اس کی یہ خواہش ہو کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے بیٹا فرما دے تو وہ عورت اپنی شہادت کی انگلی کو اپنی ناف کے ارد گرد گھمائے اور اکتالیس مرتبہ یا متین پڑھے اور پڑھنے کے بعد یہ کہے کہ یا اللہ! میرے پیٹ میں جو بچہ ہے میں نے اس کا نام آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر محمد رکھ دیا۔ اس عمل کی یہ برکت ہے کہ اس سے لڑکا پیدا ہوتا ہے کیونکہ محمد نام کا لڑکا ہی ہو سکتا ہے لڑکی نہیں ہو سکتی۔ لیکن یہ سب تدبیریں ہیں اگر اللہ تعالیٰ چاہیں تو کسی کو ان تدابیر کے اختیار کے باوجود لڑکی عطا فرما دیں اور کتنے لوگ ایسے ہیں کہ ان کو ان تدابیروں کے بغیر لڑکا عطا فرما دیتے ہیں۔ یہ تدابیر ایسی ہیں جیسے دوا کہ ایک ہی دوا ایک ہی وقت میں کام کرتی ہے اور دوسرے وقت میں کام نہیں کرتی۔ دو مریض ہیں اور ان دونوں کو ایک ہی بیماری ہے۔ ایک دوا سے اس کو صحت حاصل ہو رہی ہے اور دوسرے کو اس سے فائدہ نہیں ہو رہا ہے۔ لہٰذا جس طرح دواؤں کے اثرات ہیں ان تدابیروں کے اندر بھی اثرات ہیں وہ اثرات دراصل اللہ تعالیٰ کے حکم کے محتاج ہیں۔ اب آدمی کا

کام ہے کہ دوا بھی کرے، تدابیر بھی اختیار کرے اور اس کے ساتھ دعا بھی کرے۔ پھر جو کچھ اللہ تعالی عطا فرمائے اس پر راضی ہے۔ اسی کا نام عبدیت اور بندگی ہے۔

رشتے کے لیے مجرب عمل:

اسی طرح آج کل ہمارے معاشرے میں بہت سے ماں باپ بچوں کے رشتوں کے سلسلے میں پریشانی کا شکار ہیں۔ اس کے بارے میں بھی بزرگوں سے ایک مجرب عمل منقول ہے وہ یہ کہ جس لڑکے یا لڑکی کا رشتہ نہ ہوتا وہ روزانہ ایک مرتبہ سورہ مریم پڑھ لیا کرے اور اس کے بعد اللہ تعالی سے یہ دعا کرلیا کرے کہ یا اللہ! اپنے فضل سے مجھے نیک رشتہ عطا فرما۔ چالیس دن تک یہ عمل کرلے تو انشاء اللہ اس کی برکت سے اللہ تعالی اس کے لیے رشتہ عطا فرما دیتے ہیں اور اگر چالیس دن تک یہ عمل کرنے کے بعد بھی رشتہ نہ ہو تو پھر دوسرا چلہ شروع کردے۔ اگر اس میں بھی کام نہ ہو تو تیسرا چلہ شروع کردے۔ تین چار چلوں کے بعد انشاء اللہ ضرور رشتہ طے ہو جائے گا۔ تاہم جب تک مقصد پورا نہ ہو یہ عمل جاری رکھے۔ بہت سے حضرات نے اس کا بھی تجربہ کر کے بتایا کہ انہوں نے اس عمل کو مجرب پایا ہے۔

سب سے بڑا اور اصل وظیفہ تو دعا ہے۔ بس جس کی نرینہ اولاد نہ ہوتی ہو، وہ گڑگڑا کر اللہ تعالی سے دعا کرے۔ اگر بچوں کے رشتے نہ آتے ہوں تو وہ تنہائی میں دو رکعت صلوٰۃ الحاجۃ پڑھ کر گڑگڑا کر دعا کرے۔ اور اس اہم کام کے لیے اس کا معمول بنالے، انشاء اللہ ضرور رشتے ہو جائیں گے۔ تاہم یہ سب کام تقدیر کے مطابق ہوتے ہیں۔ اللہ تعالی نے جو کام جس وقت کے لیے اور جہاں مقرر کر دیا ہے اس کے مطابق وہ کام ہوتا ہے۔ لہذا دعا کرتا رہے اور تقدیر پر ایمان کو تازہ کرتا رہے۔ اس سے آدمی کی پریشانی کم ہوتی چلی جاتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جائز تدابیر اختیار کرے، دعا کرے، اور تقدیر کو یاد کرے اور اس پر راضی رہے اور تاخیر میں یا رشتہ وغیرہ نہ ہونے میں یہ سمجھے کہ میرے لیے اس میں کوئی نہ کوئی حکمت اور مصلحت ہے۔ اللہ تعالی اپنے فضل و کرم سے ہم کو سنت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (امین)

(۱۲)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یأیها الذین آمنوا قو أنفسکم و أهلیکم نارا .(التحریم)

اسلام میں بچیوں کی تربیت

از افادات

خطیب یورپ وایشیا

حضرت مولانا ضیاء القاسمیؒ

اسلام میں بچیوں کی تربیت

نحمد و نصلی علی رسوله الکریم اما بعد فاعوذ باالله من الشیطن الرجیم. بسم الله الرحمن الرحیم. ﴿و اذ بشر احدهم بالانثی ظل وجهه مسودا وهوا کظیمO یتواریٰ من القوم من سوء ما بشر به ایمسکه علی هون ام یدسه فی التوابO (سوره نحل)

''جب ان میں سے کسی کولڑکی کی پیدا ہونے کی خبر سنائی جاتی ہےتو وہ دل مسوس کے رہ جاتا ہے۔لوگوں سے چھپا پھرتا ہےان کو منہ نہیں دکھانا چاہتا اس کی برائی کی وجہ سے جس کی اسے خبر ملی ہے۔سوچتا ہے کہ کیا اس نومولود بچی کوذلت کے ساتھ باقی رکھے یا اس کوکہیں لے جاکر مٹی میں دبادے''

﴿واذا بشر احدهم بما ضرب للرحمن مثلاً ظل وجهه مسوداً وهوا کظیم﴾

''اور جب ان میں سے کسی کواس چیز کی خوشخبری دی جائے۔ جسے رحمٰن کے لئے ٹھہراتا ہےتواس کا منہ سیاہ ہوجاتا ہےاوروہ دل میں کڑھتا رہتا ہے۔

تمہید:

حضرات گرامی !اس وقت میں نے آپ کے سامنے قرآن مجید کی دوآیات تلاوت کی ہیں ۔ان میں اللہ تعالی نے انسان کے اس احساس کی مذمت کی ہے جو اسے گھر میں بچی پیدا ہونے کے بعد پیدا ہوتا تھا' وہ گھرانہ پورا جہنم بن جاتا تھا! شرمندگی کے مارے باہر نہیں نکلتے تھے اپنی اس شرمندگی اور خفت مٹانے کے لئے اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھے تھے جب تک اس بدنصیب بچی کو قتل یا زندہ درگور نہیں کردیتے ! انہیں اس فعل پر کوئی

ندامت نہیں ہوتی تھی بلکہ اس کو فخریہ انداز سے بیان کیا جاتا تھا کہ ہم نے اپنی بیٹی کو قتل کر دیا ہے یا زندہ زمین میں دفن کر دیا ہے۔ پوری انسانیت کی تاریخ میں اس سے بڑھ کر اور کیا درندگی اور سفاکی ہو سکتی ہے کہ اپنے بطن اور اپنے جسم سے پیدا ہونے والی بچی کو بدشگون اور اسے معاشرے میں شرمندگی اور خجالت کا سبب سمجھا جائے اور اس بات میں کوئی شرم اور ندامت نہ محسوس کی جائے کہ اپنے لخت جگر کو اپنے ہاتھوں سے اپنی آنکھوں کے سامنے خود گڑھا کھود کر زمین میں دفن کر دیا جائے۔ یاللعجب!

سامعین! ذرا آپ تصور تو کریں کہ ایک درندہ صفت باپ جب ایک معصوم بچی کو اس طرح زندہ زمین میں دفن کرتا ہوگا اس وقت درد والم' سوز وغم کا کس قدر دل کو جلا دینے والا سماں ہوتا ہوگا۔ بچی کے آنسو اور چیخیں' اس کی آہیں اور سسکیاں کیا عرش رب مجید کو نہیں ہلا دیتی ہوں گی؟ کیا فضا پر ایک لرزہ طاری نہیں ہو جاتا ہوگا کیا زمین اور آسمان اس منظر سے پھٹ نہیں پڑتے ہوں گے؟

کیا انسانیت اس احسان کا بدلہ دے سکتی ہے:

کیا انسانیت صرف اور صرف اسلام کے اس احسان کا بدلہ دے سکتی ہے کہ اس نے عورت کو بچی کو بیٹی کو اس سفاکی اور درندگی سے نجات دلا کر دنیا میں زندہ رہنے کا عظیم حق دیا اور اسے انسانی عظمتوں میں مرد کے برابر لا کھڑا کیا جس طرح مرد اللہ کی مخلوق ہے اسے زندہ رہنے کا حق ہے اسی طرح عورت بھی اللہ کی مخلوق ہے اسے بھی دنیا میں زندہ رہنے کا حق ہے جس طرح مرد کے لئے رزق کا انتظام اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اسی طرح عورت کو بھی اللہ تعالیٰ ہی رزق عطا فرماتے ہیں جس طرح مرد کاروبار زندگی میں مصروف عمل ہو کر اپنی زندگی کو تابندہ رکھتا ہے اسی طرح عورت بھی امور خانہ داری میں مرد کا ہاتھ بٹا کر معاشرے کا اہم رکن بن جاتی ہے!

عورت پر اسلام کے اس قدر عظیم احسانات ہیں کہ مغربی تہذیب کی دلدادہ اخلاق باختہ عورت اسلام کے اس احسان عظیم کا عشرہ عشیر بھی مغربی معاشرے میں نہیں دکھا سکتی!

قرآن مجید نے جس طرح لڑکے کو والدین کیلئے نعمت قرار دیا ہے اسی طرح بچی اور

بیٹی کو بھی والدین کے لئے راحت سکون اور نعمت خداوندی قرار دیا ہے!

حضرت مریم کی پیدائش ایک عظیم تاریخ ساز حقیقت لئے ہوئے ہے۔ اگرچہ ان کی والدہ نے بھی کہہ دیا تھا کہ

﴿ فلما وضعتها قالت رب انی وضعتها انثی ...... والله اعلم بما وضعت ...... و لیس الذکر کالانثی ﴾

پھر جب اسے جنا' کہا اے میرے رب میں نے تو وہ لڑکی جنی ہے اور جو کچھ اس نے جنا ہے اللہ اسے خوب جانتا ہے۔ اور بیٹا بیٹی کی طرح نہیں ہوتا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے مرحوم کی والدہ کو بتا دیا کہ لڑکی کا پیدا ہونا اس قدر نیک فال اور تاریخ ساز واقعہ ہوگا ایک پیغمبر کی تاریخ اس کے اردگرد گھومے گی کسے نہیں معلوم کہ حضرت عیسیٰؑ کی والدہ ماجدہ ہونے کا شرف پھر سیدہ مریمؑ کو حاصل ہوا اور یہ بچی دنیا کی ان عظیم خواتین میں شمار ہوئی جو عرش اور فرش پر اپنا ایک انفرادی مقام رکھتی ہیں اس لئے لڑکی کی پیدائش سے دلبرداشتہ ہونا اور اسے اپنے لئے مصیبت یا بدشگون سمجھنا۔ انتہائی پست ذہنیت کا مظاہرہ ہے۔ مسلمان کو اس میں قطعاً کوئی پریشانی نہیں ہونی چاہیے بلکہ جس طرح لڑکے کی پیدائش پر ایک مسرت پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح بچی کی پیدائش پر بھی مسرت بھرے جذبات کا اظہار ہونا چاہیے اور اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس نے ایک بچی کی ولادت سے سرخرو فرمایا ہے جو اس گھر میں خیر و برکت کا باعث ہوگی!

بیٹی بیٹے سے زیادہ والدین کی وفادار ہوتی ہے:

آپ اس کا تجربہ کر لیجیے کہ بیٹی بیٹے سے زیادہ والدین کی فرمانبردار اور وفاشعار ہوتی ہیں۔ آپ شادی میں ہی تجربہ کر لیجیے۔ بیٹے کا جب آپ رشتہ کریں گے تو وہ سو حیلے بہانوں سے اس رشتے کی تحقیق کرے گا بلکہ اس دور میں تو حیلے بہانوں کی ضرورت ہی نہیں رہ گئی۔ بیٹا شادی کیلئے کھل کر اپنی پسند و ناپسند کا اظہار کر دے گا مجال ہے کہ وہ والدین کے سامنے کوئی شرم کرے یا گی لپٹی رکھے۔ وہ منہ پھٹ بن کر کہہ اٹھے گا کہ یہ رشتہ مجھے پسند ہے یا نہیں؟ مگر آپ کے بیٹے کے مقابلے میں بیٹی کو لے لیجیے والدین جہاں

اس کے لئے ہاں کر دیں گے ۔ بیٹی آخر وقت تک اس کو نبھائے گی والدین بیٹی رخصت کرتے وقت کہتے ہیں کہ بیٹی اب تمہارا جنازہ اس گھر سے نکلے دیکھنا ہمیں شرمسار نہ کرنا۔ دیکھا گیا ہے کہ بعض ظالم سسر اور ظالم ساس اس بچی کی زندگی اجیرن کر دیتے ہیں بے چاری کا کوئی لمحہ سکون سے نہیں گزرتا) دن رات سسرال کے مظالم برداشت کرتی ہے مگر اپنے والدین کو اول تو سسرال کے مظالم کی خبر ہی نہیں ہونے دیتی ۔ اگر کسی نہ کسی طرح والدین کو خبر بھی ہو جائے تو والدین کو مطمئن کرنے کیلئے کہتی ہے نہیں ابو آپ کو کسی نے غلط خبر دی ہے میں تو ٹھیک ٹھاک زندگی بسر کرتی ہوں اسی طرح اپنی امی کی آنکھیں یہ کہہ کر ٹھنڈی کرتی ہے کہ امی میں تو بہت سکون سے زندگی کے دن گزار رہی ہوں مجھے کوئی غم نہیں ہے مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے میرا گھر میرے لئے راحت کدہ ہے کیوں بیٹی والدین کو اس طرح کہتی ہے صرف اس لئے کہ کہیں میرے والدین کو غم نہ لگ جائے ان کی زندگی کا سکون نہ ختم ہو جائے ۔ وہ بیچاری سب کچھ اپنی جان پر برداشت کر لیتی ہے مگر اسے والدین کا دکھ اور صدمہ گوارا نہیں ہے ۔ اس لئے میں تو کہتا ہوں کہ بیٹی بیٹوں سے زیادہ وفا شعار اور والدین کی عزتوں کی کی امین ہوتی ہے ۔ پھر بیچاری کو جہاں بیاہ دیا جاتا ہے جو دے دیا جائے جتنا دے دیا جائے اس پر شاکر و صابر رہتی ہے اس لئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری امت کو بیٹیوں کی تربیت پرورش اور کفالت کی بہت ہی تاکید فرمائی ہے ۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عربوں کا رواج موجود تھا ۔ عربوں کی اس درندگی اور سفا کی سے آپ واقف تھے جو وہ اپنی بچیوں کے ساتھ روا رکھا کرتے تھے اس لئے آپ نے بیٹیوں کی تربیت کی خصوصی طور پر والدین کو ہدایات دیں تا کہ بیٹی کو وبال یا مصیبت نہ سمجھا جائے بلکہ بیٹی بھی اللہ ہی کی عطا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ہر عطا انسان کے لئے رحمت ہوتی ہے !

بیٹی کی کفالت کرنے والا جنتی ہے :

حضرات گرامی ! جنت اور دوزخ دو نام ایسے ہیں جن کا تذکرہ آپ علمائے کرام سے ہمیشہ سنتے رہتے ہیں ۔ یہ دو نام آپ کو امیدیں دلانے یا ڈرانے دھمکانے کیلئے نہیں بولے

جاتے بلکہ ان کا بار بار استعمال اور ذکر اس لئے کیا جاتا ہے کہ تاکہ مسلمان کو یہ معلوم ہو جائے کہ اس کے اچھے اعمال کی جزا جنت کی صورت میں دی جائے گی اور برے اعمال کی سزا جہنم کی شکل میں دی جائے گی۔ اس لئے ہر مسلمان کو ایسے اعمال اور کردار کا مظاہرہ کرنا چاہیے جو اس کی آخرت کی زندگی کو سنوار سکے اور اس کی فکر کرنی چاہیے کہ اس کی آخرت بن جائے اور قبر روشن ہو جائے! یہاں بھی بیٹیوں کی کفالت کے لئے جو جنت کی بشارت کا عنوان دیا گیا ہے اسے بھی اسی تناظر میں دیکھنا چاہیے یہ گھسے پٹے لفظ نہیں ہیں اور نہ یہ ناقابل اعتماد حقیقتیں ہیں ان الفاظ کی حقیقی اور اصلی شکلیں جب قیامت کے دن جزا و سزا کے فیصلے کے بعد سامنے آئیں گی تو پھر پتہ چلے گا کہ خدا اور رسول کے وعدے کس قدر سچے اور پکے ہیں۔ الحمد للہ' اس تمہید کے بعد اب ذرا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ ملاحظہ فرمائیں۔

عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من ولدت له ابنة فلم يودها ولم يهنما و لم يوثر ولده عليها . يعنى الذكور ادخله بها الجنة. (حاکم۔ معارف الحدیث)

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی۔ پھر وہ نہ تو اسے کوئی ایذا پہنچائے اور نہ اس کی توہین اور ناقدری کرے اور نہ محبت اور برتاؤ میں لڑکوں کو اس پر ترجیح دے (یعنی اس کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کرے جیسا کہ لڑکوں کے ساتھ کرتا ہے) تو اللہ تعالیٰ لڑکی کے ساتھ اس سلوک کے صلے میں اس کو جنت عطا فرمائے گا۔

ترقی نسواں کے دعوے دار...... ذرا اسلامی قدروں کا جائزہ لیں؟

میرا چیلنج ہے کہ جو عزت عورت کو اسلام نے عطا کی ہے دنیا کا کوئی قانون کوئی ضابطہ۔ کوئی معاشرہ عورت کو وہ عزت نہیں دے سکتا!

ولم يوثر ولده عليها

محبت و پیار حسن سلوک تربیت و کفالت میں بیٹوں کو بیٹیوں پر پر ترجیح نہ دے بلکہ بیٹے اور بیٹی کے ساتھ حسن سلوک میں ایک سا رویہ اختیار کیا جائے!

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صرف اس جملہ کو سامنے رکھ کر خواتین اسلام کا خواتین مغربی سے موازنہ کیا جائے۔ ابھی دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔

کون ہے جو بیٹے اور بیٹی کی یکساں تربیت کے احکامات دیتا ہے؟

کون ہے جس نے بیٹے اور بیٹی کی تعلیم و تربیتی زندگی پر والدین کو یکساں توجہ دینے پر زور دیا؟

کون ہے جس نے بچی کو بچے کے برابر اہمیت دی؟

کون ہے جس نے بچی پر خرچ کئے ہوئے ایک ایک پیسے کا حساب قیامت کو چکا دیا؟

کون ہے جس نے عورت کو پستی سے بلندی عطا کی؟

کون ہے جس نے والدین سے کہا کہ لڑکے کو لڑکیوں پر محبت و پیار و حسن سلوک میں یکساں مقام دیا جائے؟

یہ صرف اور صرف حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانی اور اور پاکیزہ تعلیمات کا نتیجہ ہے کہ آج مسلمان خواتین معاشرے کا معزز ترین حصہ ہیں۔

بیٹیوں سے حسن سلوک جہنم سے بچائے گا:

عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من ابتلى من هذه البنات بشي ء فاحسن اليهن كن له سترا من النار (بخاری ومسلم)

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس بندے یا بندی پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیٹیوں کی ذمہ داری ڈالی گئی (اور اس نے اس ذمہ دار کو ادا کیا) اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا تو یہ بیٹیاں اس کے لئے دوزخ سے بچنے کا سامان بن جائیں گی!

حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت میں وہ واقعہ بھی بیان کیا گیا ہے جس کے سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث بیان فرمائی تھی حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ ان کے پاس ایک نہایت غریب عورت کچھ مانگنے کے لئے آئی اس کے ساتھ اس کی دو بچیاں بھی تھیں۔ اتفاق سے ان کے پاس اس وقت صرف ایک کھجور تھی۔ حضرت عائشہ

صدیقہؓ بیان فرماتی ہے کہ میں نے وہی کھجور اس بے چاری کو دے دی! اس نے اسی کھجور کے دو ٹکڑے کر کے دونوں بچیوں میں تقسیم کر دیئے اور خود اس میں سے کچھ بھی نہیں لیا۔ حدیث کے الفاظ میں کہ

فقسمتها بين ابنتيها و لم تكل منها

اور چلی گئی کچھ دیر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لائے تو میں نے آپ سے یہ واقعہ بیان کیا اس پر آپ نے فرمایا کہ جس بندے یا بندی پر بیٹیوں کی ذمہ داری پڑے اور وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے تو یہ بیٹیاں آخرت میں اس کی نجات کا سامان بنیں گی!

مطلب یہ ہے کہ یہ آدمی اگر بالفرض اپنے گناہوں کی وجہ سے سزا اور عذاب کے قابل ہوگا تو لڑکیوں کے ساتھ حسن سلوک کے صلہ میں اس کی مغفرت فرمادی جائے گی وہ دوزخ سے بچادیا جائے گا!

ماں کی مامتا دیکھیے۔ اس نے اپنا حصہ بھی بیٹیوں کو دے دیا۔

سیدہ عائشہ صدیقہؓ اس عورت کے اس عمل سے اس قدر متاثر ہوئیں کہ اس واقعہ کا تذکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ کی بنا پر پوری امت کی بیٹیوں کا مقام اونچا کر دیا۔

والدین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ کی روشنی میں بیٹیوں کے ساتھ حسن سلوک کی تلقین فرمائی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹیوں کے لئے والدین کی ذمہ داری سے سبکدوش ہونے پر جہنم سے نجات کی بشارت دی۔

اے کاش ہمارا سلوک اپنی بیٹیوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش اور ارشادات کے مطابق ہو جائے۔

بیٹیوں کی پرورش کرنے والا قیامت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوگا

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ

قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من عال جار یتین حتی تبلغا جاء یوم القیمة انا وهوا هکذا وضم اصابعیه (مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بندہ دولڑکیوں کا بار اٹھائے اوران کی پرورش کرے یہاں تک کہ وہ سن بلوغت کو پہنچ جائیں تو وہ اور میں قیامت کے دن اس طرح ساتھ ہوں گے! حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ آپ نے اپنے ہاتھ کی انگلیوں کو بالکل ملا کر دکھایا۔

یعنی جس طرح یہ دوانگلیاں آپس میں ایک دوسری سے ملی ہوئی ہیں اس طرح میں اور وہ شخص بالکل ساتھ ہوں گے!

...... یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا!

...... قیامت میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنگت ورفاقت ،قرب واتصال کا عجیب منظر!

قرب رسول

محدثین کی خواہش	مفسرین کی خواہش
صالحین کی خواہش	علماء کی خواہش
صلحاء کی خواہش	فقہاء کی خواہش

ہر شخص ...... قرب رسول کا خواہش مند ...... ہر شخص وصل رسول کا طالب! قیامت میں جس کو قرب رسول کی سعادت حاصل ہوگئی' اسے کونین کی نعمتیں مل گئیں!

وہ سب سے بڑا سرمایہ دار جس کو قرب رسول کا سرمایہ مل گیا! ترغیب کس جامعیت سے دی گئی! بیٹی کس قدر خوش بخت وخوش نصیب ہے کہ اس کے لئے رحمت دو عالم زبان نبوت سے ترغیبات کا درس دیں۔

اب تو آپ کو احساس ندامت نہیں ہوگا۔اب تو آپ شرمندگی کے مارے چھپتے نہیں پھریں گے اب تو آپ بیٹی کو گود میں لے کر پھرا کریں گے!

اب تو آپ بیٹی کی ولادت کی مصیبت نہیں سمجھیں گے۔

اب تو آپ بیٹے کی طرح بیٹی کو بھی پالیں پوسیں گے۔

قرآن نے' خدا نے' رسول نے۔ اسلام نے وہ حجابات ختم کر دیئے جو باپ اور بیٹی کے درمیان ظالم سماج نے کھڑے کر دیئے تھے!

اسلام نے بیٹی کو جنت اور رضائے خدا رضائے رسول کے حصول کا سبب بنا دیا۔ سبحان اللہ۔

بچوں کی بہترین تربیت کی جائے

عن ابی سعید قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من عال ثلٰث بنات او ثلٰث اخوات او اختین او بنتین فادبھن و احسن الیھن و زوجھن فله الجنة (ابوداؤد' ترمذی)

''حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس بندے نے تین بیٹیوں یا تین بہنوں یا دو بیٹیوں کا بار اٹھایا اور ان کی اچھی تربیت کی اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا اور پھر ان کا نکاح بھی کر دیا تو اللہ کی طرف سے اس بندے کے لئے جنت کا فیصلہ ہے''

اس حدیث میں بیٹیوں کے ساتھ بہنوں کا بھی ذکر ہے۔

اس حدیث میں تربیت و کفالت کے ساتھ ساتھ نکاح کا بھی ذکر ہے۔ یعنی دونئی باتیں اور بیان فرمائی ہیں۔ بیٹی۔ بہن۔ نکاح

تربیت کفالت کے بعد والدین نے اگر بیٹی کا نکاح اور شادی بیاہ اسی انداز سے کی اور انہی بنیادوں پر بیٹی کو ازدواجی زندگی کے لئے کوشش کی جس طرح بیٹے کے لئے کی تھی تو والدین کیلئے یہ بہت بڑا اعزاز اور شرف ہوگا جو انہوں نے اللہ کے حضور اپنی ذمہ داری ادا کر کے پورا کیا۔

بیٹی کی شادی:

میرے خیال میں بیٹی کی پیدائش پر انسان کو جو افسردگی ہوتی ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ بیٹی کی شادی اور رشتے ناطے کا مسئلہ ہوتا ہے! انسان یہ سمجھتا ہے کہ بیٹی کے رشتے

سے اس کی خودداری اور فطری آزادی کو ٹھیس پہنچتی ہے۔ اس کا سر ہمیشہ نیچا رہتا ہے۔ بیٹی کے سسرال کی جلی کٹی سننا پڑتی ہیں اور ہمیشہ کیلئے انسان ایک خود سپردگی کی کیفیت میں مبتلا رہتا ہے۔ اس لئے بچی کی پیدائش پر اس کو قلبی طور پر کچھ اس قسم کے پس منظر سے دو چار ہونا پڑتا ہے جو اس کے احساس کو مجروح کرتے ہیں اور اسے ایک نفسیاتی الجھن میں مبتلا کر دیتے ہیں میں کہتا ہوں کہ ساس اور بہو کا جھگڑوں جہیز اور دولت کے جھگڑے یہ تمام تر سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دوری کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ اگر علماء پوری محنت کر کے معاشرے کے اس ناسور پر قابو پالیں تو انشاء اللہ آج بھی یہ جھگڑا ختم ہو کر گھروں میں سکون کی فضا پیدا کی جا سکتی ہے؟

بمصطفٰے برساں خویش را کہ دیں ہمہ است

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار بیٹیاں:

حضرات گرامی! آپ نے علمائے کرام سے بار بار سنا ہوگا کہ سرکر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالی نے جس طرح چار بیٹے عنایت فرمائے تھے اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چار صاحبزادیاں بھی عطا فرمائی تھیں۔

یہ بھی آپ کو معلوم ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالی نے جس طرح چار بیٹے عنایت فرمائے تھے اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چار صاحبزادیاں بھی عطا فرمائی تھیں۔

یہ بھی آپ کو معلوم ہے کہ سرکار دو عالم کو یہ چاروں بیٹیاں بے حد پیاری تھیں۔ آپ نے ان کو بے حد شفقتوں اور محبتوں کی فضا میں پالا پوسا اور پھر ان کی شادیاں کیں۔ آخر میں حضرت سیدہ طاہرہ فاطمہ الزہرا کی شادی کی۔ حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد حضرت فاطمہؓ کی تربیت اور کفالت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا! حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ آپ کے چہیتے داماد امت کے دینی اور روحانی محبوب پیشوا ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹیوں کو جو عزت ومحبت دی اس سے پوری امت کے سامنے آپ کا روشن اسوہ موجود ہے جس سے آج بھی روشنی ملتی ہے! اس لئے بچی کی

پیدائش پر افسردہ خاطر نہیں ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کی اس عطا کو اپنے لئے نیک فال سمجھتے ہوئے اپنے اور بچیوں کیلئے اللہ کے حضور سجدہ ریز رہنا چاہیے تاکہ وہ اپنی رحمتوں سے سرفراز فرمائے۔

سسرال والوں سے گزارش

سسرال والوں سے بھی گزارش ہے کہ آپ نے بھی مرنا ہے اور آپ کی پیشی بھی اللہ کے حضور ہونی ہے۔ آپ نے بھی اپنے کئے کرائے کا اللہ کے ہاں جواب دینا ہے آپ بھی اپنی زبانوں پر اپنے عمل پر قابو رکھیے۔ اگر آپ کسی کی بہن بیٹی پر ظلم کرتے ہیں درندگی کا معاملہ کرتے ہیں تو آپ کی بیٹی کو بھی کسی نہ کسی دن کسی کے گھر جانا ہے۔ یہ دنیا گنبد کی صدا ہے جیسی کہو گے ویسی سنو گے۔ جیسا کرو گے ویسا بھرو گے! اس مظلوم بچی پر جو ظلم آپ کرتے ہیں ممکن ہے وہ صبر اور حوصلے سے برداشت کر جائے مگر جب اللہ کا عذاب اسی دنیا میں تم پر نافذ ہوا تو شاید تم برداشت نہ کر پاؤ اور خداوند قدوس ایسی بیماری اور ایسی تکلیف ایسے حادثے سے دوچار کر دے جو تمہارے لئے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ناسور بن جائے!

ساس کو بھی معلوم ہونا چاہیے تمہیں ابولہب کی بیوی کا حشر سامنے رکھنا چاہیے تمہیں ظلم اور ستم سے اپنی بہو کے لئے قافیہ حیات تنگ نہیں کرنا چاہیے۔ تمہیں اپنی بہو کو جہیز کے طعنے نہیں دینا چاہیں۔ تمہیں اس بچی کی عزت نفس کو مجروح نہیں کرنا چاہیے۔

تمہیں اس بچی کو دن رات اذیتوں میں مبتلا نہیں رکھنا چاہیے تمہیں اپنی ساس کی بھی کئی باتوں کا انتقام اس بے چاری سے نہیں لینا چاہیے ورنہ دیکھنا تمہاری قبر میں کیڑے تو پڑنے ہی ہیں مگر تمہارے اپنے لڑکے تمہارے اپنے بچے تمہاری بڑھاپے کی مٹی خراب کر دیں گے اور یہ بڑھاپا تمہارے لئے اس طرح عذاب بن جائے گا کہ تمہیں کسی کروٹ بھی چین نصیب نہیں ہوگا۔

حضرات گرامی! میں نے آپ کے سامنے ارشادات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک حسین گلدستہ پیش کر دیا ہے آپ اس کی خوشبو سے گھر میں، ماحول میں ایسی فضا قائم کر دیں کہ پورا معاشرہ خوشبودار ہو جائے۔

(۱۳)

اولاد کی تربیت وصحت سے متعلق مجرب وظائف

چند مجرب وظائف

تالیف

مفتی محمد طلحہ نظامی

چند مجرب وظائف

ام الصبیان (مسام کیڑا) کے علاج کیلئے پہلا وظیفہ:

اس مرض میں مبتلا بچو کے ہاتھ پاؤں میں تشنج واقع ہو جاتا ہے، آنکھوں کے ڈھیلے اوپر کو کھچ جاتے ہیں، مرض کا جب زیادہ غلبہ ہو تو بچہ پر بے ہوشی بھی طاری ہو جاتی ہے، درحقیقت یہ مرگی کی ایک صورت ہے، جو صرف بچوں کو لاحق ہوتی ہے، اس کے علاج کیلئے دو وظیفے ہیں :

۱)...... فجر کی سنتوں اور فرضوں کے درمیان اکتالیس مرتبہ سورہ فاتحہ بسم اللہ کے ساتھ یعنی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ الحمد للہ رب العالمین ......الخ پڑھ کر مٹھائی یا پانی پر دم کر کے مریض کو کھلایا یا پلایا جائے۔ انشاء اللہ تعالی مرض ختم ہو جائے گا۔

ام الصبیان (مسام کیڑا) کے علاج کیلئے دوسرا وظیفہ:

۲)...... دھلے تلوں کا تیل نکال کر اس پر:

☆ ......سورہ فاتحہ مع بسم اللہ تین مرتبہ۔

☆ ......آیت الکرسی تین مرتبہ۔

☆ ......سورہ الصّٰفّٰت کی درج ذیل آیات

وَالصّٰفّٰتِ صَفًّا ○ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ○ فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا ○ اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ○ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ○ اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ الْكَوَاكِبِ ○ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ○ لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ○ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ

وَاصِبٌ O اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ O فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ O

☆ ......اور سورۃ الجن کی درج ذیل آیات:

قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا O يَهْدِيْ اِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهٖ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَا اَحَدًا O وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا O وَّاَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا O

☆ ......تین مرتبہ چاروں قل ...... پڑھ کر دم کریں، بچہ کا سر منڈا کر روزانہ یہ دم کیا ہوا تیل سر سے پاؤں کے نیچے تک پورے جسم پر اس طرح مالش کریں کہ کوئی جگہ باقی نہ رہے، کچھ دیر بعد چاہیں تو صابن سے نہلا دیں۔ یہ عمل چالیس دن تک بلا ناغہ کریں، مرض ختم ہو جائے گا۔

بچے کو دودھ پلانے کیلئے پہلا وظیفہ:

۱)......درج ذیل آیت کو لکھ کر اس بچے کے گلے میں ڈال دیں یا کورے برتن میں لکھ کر اس میں پانی ڈالیں اور پھر وہ پانی اس بچے کو پلائیں۔ وہ آیت یہ ہے:

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ

بچے کو دودھ پلانے کیلئے دوسرا وظیفہ:

۲)......اگر بچہ روتا ہو اور دودھ نہ پیتا ہو تو ایک کاغذ پر درج ذیل آیات کو لکھ کر بچے کے گلے میں ڈالنا بہت مفید ہے۔ وہ آیات یہ ہیں:

هٰذَا مُصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ O اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ O اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ

خٰلِدِیْنَ فِیْھَا جَزَآءً بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ O

بچے کو دودھ پلانے کیلئے تیسرا وظیفہ:

جو بچہ ماں کی چھاتی منہ میں نہ لیتا ہو اور دانت دبا لیتا ہو تو درج ذیل آیت لکھ کر اس بچہ کے گلے میں ڈال دیں انشاءاللہ ماں کی چھاتی قبول کر لے گا۔ وہ آیت یہ ہے:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ شَھِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ وَ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ۔

بچہ کا دودھ چھڑانے کیلئے پہلا وظیفہ:

۱)...... اگر بچہ عمر میں پورا ہو گیا یا کوئی اور وجہ ہو جس کی وجہ سے ماں بچہ کا دودھ چھڑانا چاہتی ہو اور بچہ دودھ پینے پر اصرار کرتا ہو، دودھ چھوڑتا نہ ہو تو سورۃ البروج لکھ کر گلے میں باندھ دیں۔ آسانی کیساتھ دودھ چھوڑ دے گا۔

بچہ کا دودھ چھڑانے کیلئے دوسرا وظیفہ:

۲)...... اگر کوئی بچہ دودھ چھوڑنے کے صدمی سے روتا ہو اور صبر نہ کرتا ہو تو سات مرتبہ ''یَا مَتِیْنُ'' لکھ کر گھول کر بچے کو پلا دیں، بچے صبر کرے گا اور رونا بند کر دے گا

بچوں کے دانت آسانی سے نکلنے کا پہلا وظیفہ:

سورہ ق لکھ کر پھر بارش کے پانی سے دھوئے یہ پانی بچہ کے دانتوں پر ہر روز ملیں ،انشاءاللہ آسانی کیاتھ دانت نکل آئیں گے۔

بچوں کے دانت آسانی سے نکلنے کا دوسرا وظیفہ:

آغاز سورہ ق سے الخروج تک (آیت نمبر ایک تا گیارہ) لکھ کر پلانے سے دانت

بآسانی نکلتے ہیں۔

نہ بولنے بچے کی گویائی کیلئے پہلا وظیفہ:

سوہ اسراء یعنی سورہ بنی اسرائیل اگر زعفران سے لکھ کر دھوئیں اور وہ پانی اس بچہ کو ہلائیں جس کی زبان نہ چلتی ہو تو زبان چلنا شروع ہو جائے گی۔

نہ بولنے والے بچے کی گویائی کیلئے دوسرا وظیفہ:

اگر کوئی بچہ تین چار برس کا ہو جائے اور بولنا شروع نہ کرے اس کو روزانہ اکیس مرتبہ ذیل کی آیات لکھ کر گھول کر پلانا نہایت مجرب ومفید ہے، اکیس دن میں بچہ بولنے لگ جائے گا۔ وی آیات یہ ہیں:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○قَالَ إِنِّيْ عَبْدُاللّٰهِ اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا○ وَّجَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا أَيْنَ مَا كُنْتُ وَأَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا○ وَبَرًّا بِوَالِدَتِيْ وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا شَقِيًّا○ وَّالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ أَمُوْتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا○

نہ بولنے والے بچے کی گویائی کیلئے تیسرا وظیفہ:

جو بچہ گونگا ہو تین چار برس کا ہو گیا ہو لیکن بولتا نہ ہو اسے اکیس دن درج ذیل آیات کاغذ پر لکھ کر پلائیں، ان شاء اللہ تعالیٰ اللہ کے فضل وکرم سے بولنا شروع کر دے گا۔ وہ آیات یہ ہیں:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ هُوَ الْأَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ○ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ
یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ مِنْھَا وَمَا یَنْزِلُ مِنَ
السَّمَاءِ وَمَا یَعْرُجُ فِیْھَا وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَ مَا کُنْتُمْ وَاللّٰہُ بِمَا
تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ○ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَی اللّٰہِ
تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّھَارِ وَیُوْلِجُ النَّھَارَ فِی الَّیْلِ
وَھُوَ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ○

سوکھے اور کمزور بچے کے سوکھے پن کو دور کرنے کا پہلا وظیفہ:

اگر کوئی بچہ یا بڑا ادمی سوکھتا جائے اور بظاہر کوئی مرض معلوم وتا ہو اس مرض کیلئے ایک ہزار تیرہ (۱۰۱۳) مرتبہ درج ذیل آیت کو نماز عشاء کے بعد پڑھ کر چنبیلی یا سرسوں کے تیل پر دم کر کے رکھ دیں پھر اس تیل سے تھوڑا تھوڑا ہر روز مالش کریں، گیارہ دن میں مریض درست ہو جائے گا۔ وہ آیت یہ ہے:

فَانْظُرْ اِلٰی آثٰرِ رَحْمَۃِ اللّٰہِ کَیْفَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا اِنَّ
ذٰلِکَ لَمُحْیِ الْمَوْتٰی وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ

سوکھے اور کمزور بچے کے سوکھے پن کو دور کرنے کا دوسرا وظیفہ:

اگر کوئی بچہ یا بڑا ادمی سوکھتا جائے اور بظاہر کوئی مرض معلوم وتا ہو اس مرض کیلئے دن میں تین بار باوضو گیارہ مرتبہ سورۃ التین پڑھیں اور پانی پر دم کر کے پلائیں، گیارہ دن تک اس عمل کو ناغہ جاری رکھیں، انشاء سوکھا پن ختم ہو جائے گا۔

بچے کو بستر پر پیشاب کرنے سے بچانے کیلئے وظیفہ:

اگر بچہ بستر پر پیشاب کرتا ہو تو سات مرتبہ یہ آیت لکھ کر پانی میں گھول کر پلایا جائے ،مرض ختم ہو جائے گا۔ وہ آیت یہ ہے:

قِیْلَ یٰاَرْضُ ابْلَعِیْ مَاءَکِ وَیٰسَمَاءُ اَقْلِعِیْ وَغِیْضَ الْمَاءُ وَ

قُضِیَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَی الْجُوْدِیِّ وَقِیْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ

بچے کو مٹی کھانے سے بچانے کیلئے وظیفہ:

اگر کوئی بچہ مٹی کھاتا ہو تو خالص گندم کے آٹے کی روٹی پر درج ذیل آیات لکھیں اور وہ روٹی بچہ کو کھلائیں، مٹی کھانا چھوڑ دے گا۔ وہ آیات یہ ہیں:

فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِیْلًا وَاصْبِرْ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَ رَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ

بچے کی قے اور الٹی کو روکنے کا وظیفہ:

اگر بچہ کو قے آتی ہو تو سوتی کپڑے پر درج ذیل کلمات لکھ کر بازو پر باندھ دیں، انشاءاللہ قے رک جائے گی۔ وہ کلمات یہ ہیں:

بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ بِسْمِ اللّٰهِ شِفَاءٌ لِّكُلِّ دَآءٍ وَقِیْلَ قِیْلَ یٰاَرْضُ ابْلَعِیْ مَاءَكِ وَیٰسَمَاءُ اَقْلِعِیْ وَغِیْضَ الْمَاءُ وَ قُضِیَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَی الْجُوْدِیِّ وَقِیْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ وَقِیْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ فَسَیَكْفِیْكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ

بچے کے غصے، چڑچڑے پن اور ضد کو دور کرنے کا پہلا وظیفہ:

اگر بچہ بدخو اور غصہ والا ہو تو بچہ کی بدخوئی اور سختی کیلئے درج ذیل آیت لکھ کر اس کی گردن میں ڈال دیں۔ وہ آیت یہ ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَلَبِثُوْا فِیْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ

سِنِیْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا یَوْمَئِذٍ یَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِیَ لَاعِوَجَ لَهٗ
وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا

بچے کے غصے، چڑچڑے پن اور ضد کو دور کرنے کا دوسرا وظیفہ:

روٹی کے ٹکڑے پر سورہ الم نشرح لکھ کر وہ روٹہ بچہ کو کھلا دیں، تو اس کا غصہ اور بدخوئی ختم ہو جائے گی۔

بچے کے غصے، چڑچڑے پن اور ضد کو دور کرنے کا تیسرا وظیفہ:

بچوں کے مچلنے اور بات بات پر روٹھنے اور رونے اور غصہ ہونے کو دور کرنے کے لئے یہ عمل بہت مجرب ہے اس عمل سے بچے الحمد للہ صحیح رہتے ہیں، لوہے کی چھری پر درج ذیل کلمات لکھیں اور چھری آگ میں م کر کے پانی میں ڈال دیں اور وہ پانی بچے کو پلا دیں، بچے ضد چھوڑ دیں گے اور خوش وخرم رہا کریں گے۔ وہ کلمات یہ ہیں:

حَقٌّ حَقٌّ بَارٌّ حَسِیْبٌ حَکِیْمٌ مُعِیْدٌ حَفِیْظٌ حَلِیْمٌ قُلْنَا یٰنَارُ
کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا

بچے کے خواب میں ڈرنے اور رونے کو دور کرنے کا وظیفہ:

اگر بچہ خواب میں ڈرے یا روئے اور اس کی نیند اچاٹ ہو جائے تو سورۃ المدثر کی ابتدائی سات آیات ایک کاغذ پر زعفران سے لکھ کر تعویذ بنا کر گلے میں ڈال لیں، انشاء اللہ تعالیٰ ڈرنا اور رونا بند یو جائے گا۔

بہت رونے والے بچے کے رونے کو دور کرنے کا وظیفہ:

چھوتا بچہ اگر بہت روئے اور مچلے تو درج ذیل آیت لکھ کر اس کے گلے میں ڈال دیں:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَ
الْمَلٰٓئِکَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ

الْحَكِيْمُ إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللهِ الْإِسْلَامُ -

بچوں کو نظر بد سے بچانے کا پہلا وظیفہ:

اگر بچہ کو نظر بد لگ جاتی ہو تو درج ذیل کلمات باوضو ہو کر لکھیں اور تعویذ بنا کر بچہ کے گلے میں ڈال دیں، انشاء اللہ بچہ محفوظ ہو جائے گا۔ وہ کلمات یہ ہیں:

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْطَانٍ هَامَّةٍ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ

بچوں کو نظر بد سے بچانے کا دوسرا وظیفہ:

اگر بچہ کو نظر بد لگ جاتی ہو تو سورہ قلم کی درج ذیل آیت لکھ کر گلے میں ڈال دیں:

وَإِنْ يَكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِأَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوْا الذِّكْرَ وَيَقُوْلُوْنَ إِنَّهُ لَمَجْنُوْنٌ -

بچوں کو نظر بد سے بچانے کا تیسرا وظیفہ:

اگر بچہ کو نظر بد لگ جاتی ہو تو درج ذیل آیت کو چینی پر دم کر کے کھلائیں:

وَإِنْ يَكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِأَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوْا الذِّكْرَ وَيَقُوْلُوْنَ إِنَّهُ لَمَجْنُوْنٌ -

بچوں کو نظر بد سے بچانے کا چوتھا وظیفہ:

اگر بچہ کو نظر بد لگ جاتی ہو تو درج ذیل پڑھ کر بچہ پر دم کریں:

وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ نَفَقَةٍ أَوْ نَذَرْتُمْ مِنْ نَذْرٍ فَإِنَّ اللهَ يَعْلَمُهُ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ أَنْصَارٍ

بچوں کو نظر بد سے بچانے کا پانچواں وظیفہ:

اگر بچہ کو نظر بد لگ جاتی ہو تو معوذتین (قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس) پڑھ بچے پر دم کریں۔

بچوں کو نظر بد سے بچانے کا چھٹا وظیفہ:

اگر بچہ کو نظر بد لگ جاتی ہو تو سورہ ملک کی درج ذیل آیت پڑھ کر بچے پر دم کریں:

فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ
يَنْقَلِبْ إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ

بچوں کو نظر بد سے بچانے کا ساتواں وظیفہ:

اگر بچے کو نظر بد لگ جاتی تو ما شاء اللہ لا قوۃ إلا باللہ پڑھ کر دم کیا کریں، اس سے بچوں کا بچاؤ رہتا ہے۔

بچوں کو نظر بد سے بچانے کا آٹھواں وظیفہ:

مسلم کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن و حسین کو نظر بد سے بچانے کیلئے درج ذیل دعا پڑھا کرتے تھے:

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ مِنْ
شَرِّ كُلِّ شَيْطَانٍ هَامَّةٍ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ تَحَصَّنْتُ
بِحِصْنِ أَلْفِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔

مذکورہ دعا لکھ کے گلے میں بھی ڈال سکتے ہیں۔

آیات شفاء...... ہر مرض کا شافی علاج:

اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھ کر ایک مرتبہ سورۂ فاتحہ پڑھیں اوت پھر درج ذیل آیات پڑھیں:

﴿وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ﴾ (الشعراء: ۸۰)

﴿وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ﴾(التوبہ:۱۴)
﴿وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ﴾(یونس:۵۷)
﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَاهُوَ شِفَاءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾(بنی اسرائیل:۸۲)
﴿يَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ فِيْهِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ﴾(النحل:۶۹)
﴿قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ آمَنُوْا هُدًى وَّشِفَاءٌ﴾ سجدہ

پھر درج ذیل دعاء ایک بار پڑھیں

﴿أَللّٰهُمَّ أَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ اِشْفِهِ أَنْتَ الشَّافِي لَاشِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَايُغَادِرُ سَقَمًا﴾

پھر درج ذیل دعا سات مرتبہ پڑھیں:

﴿أَسْأَلُ اللهَ الْعَظِيْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ أَنْ يَّشْفِيَكَ﴾

نوٹ: مذکورہ آیات اور دعائیں پابندی سے پڑھ کر مریض پر دم کریں، کیسا ہی مرض ہو ان شاء اللہ تعالیٰ شفاء ہو جائے گی، مجرب ہے۔

(۲)...... نیز ﴿یا سلام﴾ ۱۳۱ مرتبہ پڑھنا بھی ہر مرض سے شفاء کے لئے مجرب ہے۔

(۳)...... نیز فجر کی نماز کے بعد بسم اللہ کے (وصل کے) ساتھ ۱۱ مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھ کر مریض پر دم کریں اور پانی پر دم کر کے مریض کو پلائیں۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ شفا ہو گی)

ہر قسم کے درد کے لئے:

(۱)...... ﴿بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَبِالْحَقِّ أَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ، وَمَا أَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّراً وَّنَذِيْراً﴾(بنی اسرائیل:۱۰۵)

تین مرتبہ پڑھ کر درد کی جگہ پر دم کریں اور کسی تیل پر دم کر کے درد کی جگہ مالش کریں

، کیسا ہی درد ہوان شاء اللہ تعالی شفاء ہوگی۔

(۲) ...... نیز ہر مرض اور تکلیف کے لئے درد کی جگہ پر ہاتھ کر درج ذیل دعاء پڑھنا بھی مجرب ہے۔

بسم اللہ (تین مرتبہ) أعُوذُ بِاللهِ وَقُدرَتِهٖ مِنْ شَرِّمَا أجِدُ وَ أُحَاذِرُ (سات مرتبہ)

آنکھ دکھنے کی دعا:

آنکھ دکھنے پر یہ دعاء (تین مرتبہ) پڑھے:

﴿ فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ﴾ (ق:۲۲)

﴿اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِيْ بِبَصَرِيْ وَاجْعَلْهُ الْوَارِثَ وَأرِنِيْ فِيْ الْعَدُوِّ ثَأرِيْ وَانْصُرْنِيْ عَلَى مَنْ ظَلَمَنِيْ﴾

پیٹ کے درد کے لئے:

﴿ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لَافِيْهَا غَوْلٌ وَلَاهُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ﴾ (الصفت :۴۷)

تین مرتبہ پانی پر دم کر کے مریض کو پلا دیں۔

دستوں اور پیٹ کے دیگر امراض کے لئے:

سورہ ﴿ اِنَّا أنْزَلْنَا﴾ بسم اللہ کے ساتھ ۱۴ دفعہ پڑھ کر پانی پر دم کر کے نہار منہ پئیں۔

سر درد کے لئے مجرب دعا

(۱) ...... ﴿ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ بِسْمِ اللهِ الْكَبِيْرِ وَأعُوْذُ بِاللهِ الْعَظِيْمِ مِنْ شَرِّ كُلِّ عَرْقٍ نَعَّارٍ وَمِنْ شَرِّ حَرِّ النَّارِ﴾

اس دعا کو پڑھ کر دم کریں یا باوضو سادہ کاغذ پر لکھ کر اپنے سر میں باندھ لیں۔

(۲) ...... جو شخص چاہے کہ اس کے سر میں کبھی درد نہ ہو تو فجر اور مغرب کے بعد سر پر داہنا ہاتھ رکھ کر یہ آیت سات مرتبہ پڑھ کر ہاتھ پر دم کر کے سر پر پھیر لیا کرے:

﴿ يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴾ (التغابن)

غم سے نجات کیلئے:

ہر قسم کے غم اور خوشحالی کے بعد بری حالت سے حفاظت کیلئے روزانہ سوتے وقت عشاء کے بعد ۲۱ مرتبہ یہ دعاء مانگیں:

﴿ أَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْحَوْرِ بَعْدَ الْكَوْرِ ﴾

چوری چکاری سے حفاظت کیلئے:

مکان، گاڑی یا کسی چیز کو چوری سے محفوظ رکھنا ہو تو اس کو بند کرتے وقت پوری ﴿ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ﴾ پڑھیں پھر تالہ لگاتے وقت پوری بسم اللہ پڑھیں، ان شاء اللہ تعالی چوروں سے حفاظت رہے گی۔

برائے دفع غصہ خاوند:

جس عورت کے خاوند کو بہت غصہ آتا ہو وہ جب بھی شوہر کو پینے کے لئے پانی دے تو اس پر ۲۰ مرتبہ ﴿ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ﴾ پڑھ کر دم کر کے پلا دے ان شاء اللہ تعالی خاوند کا ناجائز غصہ بالکل ختم ہو جائے گا۔

نافرمان اولاد اور بیوی کے لئے:

(۱) ...... جس کی اولاد یا بیوی نافرمان ہو وہ اکیس دن تک بعد نماز عشاء ۵۰۵ مرتبہ یہ آیت پڑھ کر دعا کرے:

﴿ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا

لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا﴾ (الفرقان:۷۴)

(۲) ...... نیز جو شخص ذیل کی آیت ہر نماز کے بعد سات مرتبہ پڑھے گا اس کی اولاد ان شاءاللہ تعالیٰ کبھی نافرمان نہ ہوگی، اور ہمیشہ نیک صالح اور فرمانبردار رہے گی:

﴿وَاَصْلِحْ لِىْ فِىْ ذُرِّيَّتِىْ اِنِّىْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّى مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ (الاحقاف:۱۵)

برائے اولاد صالح:

(۱) ...... جس کے اولاد نہ ہوتی ہو وہ نماز عشاء کے بعد روزانہ ۳۱۳ مرتبہ یہ آیت پڑھے:

﴿رَبِّ لَا تَذَرْنِىْ فَرْداً وَأَنْتَ خَيْرُا الْوَارِثِيْنَ﴾

(۲) ...... نیز نماز فجر کے بعد ۳۱۳ مرتبہ یہ آیت پڑھے:

﴿رَبِّ هَبْ لِىْ مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَاءِ﴾

(آل عمران:۳۸)

ناف ٹل جانا:

اگر ناف ٹل جائے تو باوضو ہو کر یہ آیت کاغذ پر لکھ کر ناف پر باندھ دیں:

﴿بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَللهُ يُمْسِكُ السَّمٰوٰاتِ وَالْأَرْضَ أَنْ تَزُوْلَا وَلَئِنْ زَالَتَا اِنْ أَمْسَكَهُمَا مِنْ أَحَدٍ مِنْ بَعْدِهٖ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْماً غَفُوْرًا﴾ (فاطر:۴۱)

جگر یا تلی کا بڑھ جانا:

اگر جگر یا تلی بڑھ جائے تو یہ آیت ایک سادے کاغذ پر لکھ کر تلی کے مقام پر باندھ لیں:

﴿بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِنْ رَّبِّكُمْ

دل کے درد سے حفاظت اور شفاء کا وظیفہ:

تین دفعہ درود شریف پڑھیں، پھر دل پر ہاتھ رکھ کر سات مرتبہ یہ دعاء پڑھیں:

﴿یَا قَوِیُّ الْقَادِرُ الْمُقْتَدِرُ قَوِّنِیْ وَ قَلْبِیْ﴾

اور داہنی ہتھیلی پر دم کر کے دل پر پھیر لیں، پھر داہنے ہاتھ کی انگلی پر رکھ کر سات مرتبہ یہ آیت پڑھیں:

﴿فَاسْتَقِمْ کَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَکَ﴾(ھود: ۱۱۲)

اور سات مرتبہ ﴿یَا قَوِیُّ﴾ پڑھ کر داہنی ہتھیلی پر دم کر کے دل پر پھیر لیں ہر نماز کے بعد یہ عمل کریں۔

بخار کیلئے:

﴿قُلْ اِنْ لَبِثْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا لَّوْ اَنَّکُمْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا وَّاَنَّکُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ فَتَعٰلَی اللّٰہُ الْمَلِکُ الْحَقُّ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْکَرِیْمِ وَمَنْ یَّدْعُ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَرَ لَا بُرْھَانَ لَہٗ بِہٖ فَاِنَّمَا حِسَابُہٗ عِنْدَ رَبِّہٖ اِنَّہٗ لَا یُفْلِحُ الْکٰفِرُوْنَ وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ﴾

(المؤمنون:۱۱۴)

پڑھ کر سات مرتبہ دائیں کان میں اور سات مرتبہ بائیں کان میں دم کریں ان شاء اللہ تعالیٰ بخار جاتا رہے گا۔

سحر و آسیب سے حفاظت کیلئے

فجر اور مغرب کی نماز کے بعد درج ذیل آیات پڑھنا سحر و آسیب سے حفاظت کیلئے مجرب ہے، پہلے تین مرتبہ درود شریف پڑھیں، پھر:

۲) ...... سورۃ الکافرون مکمل ۱ مرتبہ

۳) ...... سورہ اخلاص ۳ مرتبہ

۴) ...... سورہ فلق ۳ مرتبہ

۵) ...... سورہ الناس ۳ مرتبہ

پھر تین مرتبہ درود شریف پڑھ کر دونوں ہاتھوں کی ہتھیلی پر دم کر کے پورے بدن پر پھیرلیں۔

دل کے ہول کیلئے:

(۱) ...... ﴿بسم اللہ الرحمن الرحیم الذین آمنوا وتطمئن قلوبھم بذکراللہ ألا بذکراللہ تطمئن القلوب﴾(الرعد:۲۸)

یہ آیت کثرت سے پڑھیں اور اسے ایک کاغذ پر باوضو ہوکر لکھیں اور تعویز بنا کر اس طرح گلے میں لٹکائیں کہ تعویز دل پر پڑا رہے۔

(۲) ...... نیز یہ دعا بھی کثرت سے پڑھنا مجرب ہے:

﴿أعوذ باللہ من الشیطان اٰمنت باللہ ورسلہ﴾

دشواری یا رکاوٹ کیلئے:

(۱)......اگر کوئی دشواری یا رکاوٹ پیش آئے تو یہ پڑھے:

﴿اَللّٰھُمَّ لَا سَھْلَ اِلَّا مَا جَعَلْتَہٗ سَھْلًا وَاَنْتَ تَجْعَلُ الْحُزْنَ سَھْلاً اِذَا شِئْتَ﴾

(۲) ......نیز صبح وشام ۵۰۰ مرتبہ ﴿حَسْبُنَا اللّٰہُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ﴾ اور ﴿لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّی کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ﴾ (الانبیاء: ۸۷)

حسب سہولت ۱۰۱ مرتبہ پڑھ کر دعا کرنا بھی ہر مشکل سے نجات اور مقاصد کے پورا ہونے کے لئے بہت مجرب ہے۔

گمشدہ چیز یا بچہ کی واپسی کیلئے:

کسی بھی نماز کے بعد اول وآخر تین مرتبہ درود شریف پڑھ کر پانچ سو مرتبہ یہ پڑھیں:

﴿ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ﴾

اور پھر اللہ تعالی سے دعا کریں۔

بدشگونی کیلئے:

جب دل میں کوئی بدشگونی کھٹکے تو یہ دعا پڑھیں:

﴿ اَللّٰهُمَّ لَا يَأْتِيْ بِالْحَسَنَاتِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا يَذْهَبُ بِالسَّيِّئَاتِ اِلَّا اَنْتَ وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِكَ ﴾

دشمن کے شر سے حفاظت کیلئے:

﴿ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِيْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ ﴾

۳۱۳ مرتبہ دوپہر کے وقت (بعد نماز ظہر) پڑھنا نہایت مجرب ہے۔

رشتہ کیلئے:

جن بچیوں کے رشتہ نہ آتے ہوں وہ بچیاں خود اور ان کے والدین حسب ذیل وظیفہ صبح و شام پابندی سے پڑھا کریں، وظیفہ یہ ہے: ﴿ يَا اللهُ يَا رَحْمٰنُ يَا رَحِيْمُ ﴾ ۳۰۰ مرتبہ اور ﴿ يَا بَاسِطُ يَا لَطِيْفُ ﴾ ۳۱۳ مرتبہ پڑھ کر دعا کریں، ان شاء اللہ تعالی بہتر رشتہ آجائے گا۔

بے روزگاری سے نجات کیلئے:

بے روزگار حضرات روزانہ عشاء کی نماز کے بعد یہ وظیفہ پڑھیں ان شاء اللہ تعالی جلد روزگار لگ جائے گا:

﴿ یَاوَهَّابُ ﴾ ۱۴۱۴ مرتبہ اور ﴿ یَاوَهَّابُ هَبْ لِیْ مِنْ نِعْمَةِ الدُّنْیَا وَالآخِرَةِ اِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ ﴾ ۱۱۲ مرتبہ۔ پھر دعا مانگیں

کاروبار میں برکت کیلئے

(۱)...... جو شخص یہ درود شریف اپنی دکان یا دفتر میں بیٹھ کر کثرت سے پڑھے گا تو اس کے کاروبار میں (ان شاء اللہ تعالیٰ) خوب ترقی ہوگی:

﴿ أَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ وَصَلِّ عَلٰی جَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ ﴾

(۲)...... نیز روزانہ بعد نماز فجر سو مرتبہ ﴿ أَللّٰهُ الصَّمَدُ ﴾ (اول و آخر گیارہ مرتبہ درود شریف) پڑھنے سے بھی رزق میں برکت ہوتی ہے اور اگر مقروض ہو تو قرض بھی ادا ہو جاتا ہے۔

(۳)...... نیز فجر اور مغرب کے بعد ۱۰۱ مرتبہ یہ وظیفہ پڑھ کر دعا کرنا بھی کاروبار میں برکت کے لئے نہایت مجرب ہے:

﴿ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ أَسْتَغْفِرُاللّٰهَ ﴾

برائے بازیابیٔ سرمایا:

جس شخص کا سرمایا یا رقم کہیں پھنس گئی ہو تو اس کی جلد بازیابی کے لئے مندرجہ ذیل آیت ہر نماز کے بعد سات سات مرتبہ پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے:

﴿ أَللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِیَدِكَ الْخَیْرُ اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ، تُوْلِجُ اللَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَ تُوْلِجُ النَّهَارَ فِی اللَّیْلِ وَتُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَاءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴾ (آل عمران:۲۶،۲۷)

جوڑوں اور گھٹنوں کے درد کے لئے:

ہر نماز کے بعد ﴿ یَا مَالِکُ یَا قُدُّوْسُ ﴾ ۱۱ مرتبہ اور ﴿ یَا حَیُّ ﴾ ۱۷ مرتبہ پڑھیں۔

یرقان کے لئے:

﴿ سَبَّحَ لِلّٰہِ مَافِی السَّمٰوَاتِ وَمَافِی الْأَرْضِ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ﴾ (الصّٰفّت) ۱۰۱ مرتبہ اور ﴿ اِیَّاکَ نَعْبُدُوَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ﴾ ۱۹۲ مرتبہ پانی پر دم کر کے مریض کو کثرت سے یہی پانی پلائیں مجرب ہے۔

حمل کی حفاظت کیلئے:

ڈیڑھ گز لمبے گیارہ سوتہ نیلے رنگ کے دھاگے لیں اور گیارہ مرتبہ اول وآخر درود شریف پڑھ کر سورۂ یٰسین پوری پڑھیں، سورۂ یٰسین میں جہاں بھی ﴿ مُبِیْنٌ ﴾ آئے وہاں پہنچ کر ایک گرہ لگا کر اس گرہ پر دم کر دیں پھر یہ دھاگہ (اس حمل یعنی بچہ کی) ماں کے پیٹ پر باندھ دیں اور نو ماہ پورے ہونے پر ضرور اتار لیں۔

ولادت میں سہولت کیلئے:

جو عورت ولادت کے درد (یعنی دردِزہ) میں مبتلا ہو یہ آیت ایک کاغذ پر لکھ کر موم جامہ کر کے اس کی بائیں ران میں باندھ دیں ولادت کے فوری بعد یہ تعویز یاد کر کے ضرور کھول دیں۔ وہ آیت یہ ہے: (سورۃ الانشقاق)

﴿ إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ وَأَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ وَإِذَا الْأَرْضُ مُدَّتْ وَأَلْقَتْ مَا فِيهَا وَتَخَلَّتْ ﴾

بلغمی امراض کیلئے:

جس شخص کو بلغمی مرض ہو وہ سات چھوٹی چھوٹی لاہوری نمک کی کنکریاں لے اور ہر

کنکری پر سات مرتبہ ﴿ آیت الکرسی ﴾ دم کرے اور روزانہ ایک کنکری نہار منہ کھا لے ، اللہ تعالی کے فضل سے مکمل شفاء ہو گی۔

دکان میں برکت کیلئے:

کسی نیک آدمی سے بعد نماز جمعہ یہ آیت لکھوا کر دکان پر رکھنے سے ان شاء اللہ تعالی خوب بکری ہو گی:

﴿ وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَالَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ ، قَلِيلاً مَا تَشْكُرُوْنَ﴾ (اعراف: ۷)

کان کے درد کیلئے:

اگر کسی کے کان میں درد ہو تو ﴿ يَا سَمِيْعُ ﴾ تین مرتبہ پڑھ کر روئی پر دم کر کے کان میں رکھ لے، آرام آئے گا۔

دعائے حضرت انس رضی اللہ عنہ

حادثات، آفات اور مشکلات سے حفاظت کے لئے مجرب وظیفہ:

﴿بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ بِسْمِ اللهِ عَلٰى نَفْسِيْ وَدِيْنِيْ بِسْمِ اللهِ عَلٰى أَهْلِي وَمَالِي وَوَلَدِي بِسْمِ اللهِ عَلٰى مَا أَتَانِي اللهُ، اَللهُ رَبِّي وَلَاأُشْرِكُ بِهٖ شَيْئاً اَللهُ أَكْبَرُ اَللهُ أَكْبَرُ وَ أَعَزُّ و أَجَلُّ وَأَعْظَمُ مِمَّا اَخَافُ وَاَحْذَرُ ، عَزَّ جَارُكَ وَجَلَّ ثَنَاؤُكَ وَلَااِلٰهَ غَيْرُكَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ أَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْطَانٍ مَّرِيْدٍ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ،اِنَّ وَلِيِّ یَ اللهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ﴾

فجر اور مغرب کی نماز کے بعد تین مرتبہ پڑھی جائے۔

دعائے ابوالدرداء:

حضرت ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں کہ، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جو شخص صبح کے وقت یہ کلمات پڑھ لے تو شام تک اسے کوئی مصیبت نہ پہنچے گی، وہ کلمات یہ ہیں:

﴿أَللّٰهُمَّ أَنْتَ رَبِّیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ عَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمُ مَاشَاءَ اللهُ كَانَ وَمَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ أَعْلَمُ أَنَّ اللهَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ قَدِيْرٌ وَأَنَّ اللهَ قَدْاَحَاطَ بِكُلِّ شَيْئٍ عِلْمًا أَللّٰهُمَّ اِنِّی أَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ دَابَّةٍ أَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا اِنَّ رَبِّیْ عَلٰى صِرَاطٍ مُسْتَقِيْمٍ﴾

نوٹ: یہاں تک چند مجرب وظائف نقل کئے ہیں، جن خواتین وحضرات کو گھریلو زندگی سے متعلق تمام وظائف درکار ہوں تو بندہ کی کتاب ''وظائف زوجین'' حاصل کریں، یہ ایک ایسی کتاب ہے جو ہر گھر کی ضرورت ہے ہر کاتون کی ضرورت ہے، ہر بیٹی کی ضرورت ہے، ایک شریف بیٹی کو بعض اپنی کسی جائز ضرورت کیلئے وظیفہ درکار رہوتا ہے مگر وہ کسی سے پوچھ نہیں سکتی، یہ کتاب بیٹی کے ہر جائز ضرورت کے وظیفے میں معاون ثابت ہوگی۔

گھریلو زندگی کے مجرب وظائف

وظائفِ زوجین

مرتب

مفتی محمد طلحہ نظامی

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبہ عثمانیہ

اقبال مارکیٹ اقبال روڈ کمیٹی چوک راولپنڈی 0333-5141413

خوشگوار ازدواجی زندگی

کے رہنما اصول

از افادات

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب

مرتب

مفتی محمد طلحہ نظامی

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبہ عثمانیہ

اقبال مارکیٹ اقبال روڈ کمیٹی چوک راولپنڈی 0333-5141413

شرعی پردہ

مولانا محمد افتخار احمد

مرتب

مفتی محمد طلحہ نظامی

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

مکتبہ عثمانیہ

اقبال مارکیٹ اقبال روڈ کمیٹی چوک راولپنڈی 0333-5141413

اللہ تعالیٰ کے

محبوب بندوں کی صفات

حضرت مولانا محمد طیب صاحب
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
امام وخطیب جامع مسجد الرحمٰن بلیو ایریا، اسلام آباد

مرتب

مفتی محمد طلحہ نظامی
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

مکتبہ عثمانیہ
اقبال مارکیٹ اقبال روڈ کمیٹی چوک راولپنڈی 0333-5141413

پرسکون گھرانہ

ازافادات

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب

مرتب

مفتی محمد طلحہ نظامی

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبہ عثمانیہ

اقبال مارکیٹ اقبال روڈ کمیٹی چوک راولپنڈی 0333-5141413

موت کی تیاری

کیسے کریں ؟

مرتب

مفتی محمد طلحہ نظامی

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

مکتبہ عثمانیہ راولپنڈی

اقبال مارکیٹ اقبال روڈ کمیٹی چوک راولپنڈی

0333-5141413